

عمارف المعارف اردو

حضرت شیخ ابوالفضل محمد عبدالحق صاحب شہاب الدین سہروردی الشیخ

اردو ترجمہ
مولانا ابوالحسن مرحوم

ادارۃ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی ○ لاہور
فون ۲۳۳۹۹۱-۳۵۳۲۵۵

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۸۹	۸ — اٹھواں باب طاہتی کے ذکر اور اسکے حال کے بیان میں ہے	۹ ۱۰	دیباچہ اللہ
۹۴	۹ — نواں باب اُس کے بیان میں ہے جو صوفی کہلایا اور صوفی ہے نہیں	۱۶	۱ — پہلا باب علوم صوفیہ کی پیدائش کے بیان میں
۹۹	۱۰ — دسواں باب رُتبہ شیخی کے بیان میں ہے	۲۶	۲ — دوسرا باب خوب سننے کے ساتھ صوفیہ کے مختص کرنے میں ہے
۱۱۰	۱۱ — گیارہواں باب عادم اور اسکے مشتبہ کے حال کے بیان میں ہے	۲۷	۳ — تیسرا باب علوم صوفیہ کی فضیلت میں اور اسکے نمونہ کی طرف اشارہ کرنے میں ہے
۱۱۴	۱۲ — بارہواں باب مشائخ صوفیہ کے فرقہ کے بیان میں ہے	۴۰	۴ — چوتھا باب صوفیہ کے حال اور اُن کے طریق کے اختلاف میں ہے
۱۱۶	۱۳ — تیرہواں باب خانقاہ کے رہنے والوں کی فضیلت میں ہے	۶۱	۵ — پانچواں باب تصوف کی حقیقت کے بیان میں ہے
۱۲۹	۱۴ — چودہواں باب اہل صفہ کے ساتھ اہل خانقاہ کی مشابہت کے بیان میں ہے	۶۹	۶ — چھٹا باب صوفیہ کی وجہ تسمیہ کے بیان میں ہے
۱۳۴	۱۵ — پندرہواں باب اہل خانقاہ اور صوفیہ کے بیان خصوصاً میں اسکی بات جسکا باہم وہ بڑا کرتے ہیں اسکے ساتھ مخصوص ہیں	۷۶ ۸۳	۷ — ساتواں باب متصوف اور تشبہ کے بیان میں ہے



نام کتاب _____ عوارف المعارف
 طباعت _____ صفحہ المنظر ۳۱۵ بمطابق جولائی ۱۹۹۳ء
 باہتمام _____ اشرف برادران سلمہ الرحمٰن
 ناشر _____ ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور ۲
 فون نمبر: ۴۲۳۹۹۱ ، ۳۵۳۲۵۵
 کتابت _____ مشتاق احمد جلالپوری
 قیمت _____

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی - لاہور
 دارالاشاعت اُردو بازار، کراچی ما
 مکتبہ دارالعلوم، جامعہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
 ادارہ المعارف، ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
 ادارہ القرآن چوک سیدہ کا رڈ انیس کراچی
 مکتبہ رحمانیہ - اُردو بازار - لاہور

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	۴۲ — بیالیسواں باب		۳۲ — تینتیسواں باب
۳۹۶	{ طعام اور اُن چیزوں کے بیان میں ہے جو صلاح و فساد اُس میں ہے	۳۳۷	{ طہارت اور اُس کے مقدمات کے آداب میں ہے
	۴۳ — تینتالیسواں باب	۳۴۲	۳۲ — چونتیسواں باب
۴۰۲	کھانے کے آداب کے بیان میں		{ وضو اور اُس کے اضرار کے آداب کے بیان میں ہے
	۴۴ — چوالیسواں باب	۳۴۶	۳۵ — پینتیسواں باب
	{ صوفیہ کے آداب لباس اور اُن کی نیابت اور اس میں اُن کے مقاصد کے بیان میں ہے		{ وضو کے اندر آداب خواصہ صوفیہ کے بیان میں ہے
۴۰۹	۴۵ — پینتالیسواں باب	۳۵۱	۳۶ — چھتیسواں باب
	{ قیام لیل کی فضیلت کے ذکر میں ہے		{ فضیلت نماز اور اُس کی بزرگی شان کے بیان میں ہے
۴۱۹	۴۶ — چھیالیسواں باب	۳۵۷	۳۷ — سینتیسواں باب
	{ ان اسباب کے ذکر میں ہے جو قیام شب اور صبح نماز کے اندر آداب اور اضرار کے بیان میں ہے		{ اہل قرب کی نماز کے وصف کے بیان میں ہے
۴۲۴	۴۷ — سینتالیسواں باب	۳۶۲	۳۸ — اڑتیسواں باب
	{ نیند سے جاگنے اور رات کو عمل کرنے کے بیان میں ہے		{ نماز کے اندر آداب اور اضرار کے بیان میں ہے
۴۳۰	۴۸ — اڑتالیسواں باب	۳۸۲	۳۹ — اکتالیسواں باب
	{ قیام شب کی تقسیم میں ہے		{ روزہ اور اُس کے حسن اثر کی فضیلت کے بیان میں ہے
۴۳۱	۴۹ — اچھالیسواں باب	۳۸۶	۴۰ — چالیسواں باب
	{ دن کے استقبال اور میں ادب اور عمل کے بیان میں ہے		{ صوم اور افطار کے احوال صوفیہ کے اختلاف کے بیان میں ہے
۴۴۲	۵۰ — پچاسواں باب		۴۱ — اکتالیسواں باب
	{ عمل کے ذکر میں ہے جو تمام دن میں ہوں اور تقسیم اوقات میں ہے		{ روزہ کے آداب اور عروایات کے بیان میں ہے
۴۵۳		۳۹۰	



نام کتاب _____ عوارف المعارف
 جہات _____ صفحہ المنظر ۱۳۱۵ء بمطابق جولائی ۱۹۹۳ء
 باہتمام _____ اشرف برادران سکرم الرحمن
 ناشر _____ ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
 فون نمبر: ۷۲۳۹۹۱ ، ۳۵۳۳۵۵
 کتابت _____ مشتاق احمد جلاپتوی
 قیمت _____

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور
 دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
 مکتبہ دارالعلوم، جامعہ دارالعلوم کونجی، کراچی
 ادارہ المعارف، دلگشا دارالعلوم کونجی، کراچی
 ادارہ القرآن چوک بسیلہ مارٹن ایٹ کراچی
 مکتبہ رحمانیہ - اردو بازار - لاہور

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۶۲۵	بعض اُن اشارات سے وقت ہے		۶۲ — باسٹھواں باب
۶۲۶	اُن میں سے غیبت اور شہود ہے	۶۱۷	اُن کلمات کی شرح میں ہے جو اصلاح
۶۲۶	{ اُن میں سے ذوق اور		صوفیہ سے بعض احوال کے مشیر ہیں
	{ شرب اور رے ہے	۶۲۱	بعض اُن کا قول تجلی اور استتار ہے
۶۲۶	اُن میں سے محاصرہ، مکاشفہ، مشاہدہ ہے	۶۲۲	بعض اُن میں سے تجرید اور تفرید ہے
۶۲۷	{ قاذح اور طوالح اور		{ بعض اُن میں سے وجد اور
	{ لوامح اور لوامح ہے	۶۲۳	{ توجہ اور وجود ہے
۶۲۷	اُن میں سے تلوین اور تکوین ہے	۶۲۳	بعض شرح اُن کلمات سے غلبہ ہے
	۶۳ — تیریسٹھواں باب	۶۲۳	بعض اُن میں سے مسامرہ ہے
	کسی قدر ہدایات اور نہایات اور	۶۲۴	بعض اُن اشارات کے سکر اور محو ہے
۶۲۸	{ اُنکی صحت کے بیان میں ہے	۶۲۴	بعض اُن میں محو اور اثبات ہے
	خاتمہ کتاب	۶۲۴	بعض اُن میں سے علم یقین اور
۶۲۶	❖	۶۲۴	{ عین یقین اور حق یقین ہے



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۲۸	۲۴ — چوبیسواں باب سماع ترفع اور استقناء کے قول میں ہے	۱۴۱	۱۶ — سولہواں باب سفر اور مقام میں مشائخ صوفیہ کے اختلاف احوال کے بیان میں ہے
۲۳۵	۲۵ — پچیسواں باب سماع کے ادب اور توجہ کے قول میں ہے	۱۴۱	۱۷ — سترہواں باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جس کی احتیاج صوفی کو اپنے سفر میں فرائض اور فضائل سے ہے
۲۴۳	۲۶ — چھبیسواں باب اس اربعین یعنی چلہ کی خاصیت میں ہے جو صوفیہ کھینچتے ہیں	۱۵۴	۱۸ — اٹھارہواں باب سفر میں سے آنے اور خانقاہ میں داخل ہونے اور اس میں ادب کے ساتھ رہنے میں ہے
۲۵۱	۲۷ — اسیسواں باب فتوح اربعین کے بیان میں ہے	۱۶۲	۱۹ — انیسواں باب حال صوفی متبیب کے بیان میں ہے
۲۶۱	۲۸ — اٹھاسواں باب اربعین میں داخل ہونے کی کیفیت کے بیان میں ہے	۱۷۱	۲۰ — بیسواں باب فتوح سے کھانیوالے کے ذکر میں ہے
۲۶۹	۲۹ — اسیسواں باب طہارت کے آداب میں ہے	۱۷۹	۲۱ — اکیسواں باب صوفیہ مجرد اور قبیلہ دار کے حال اور انکے صحت مقاصد کے بیان میں ہے
۲۸۰	۳۰ — تیسواں باب اخلاق صوفیہ کی تفصیلات کے بیان میں ہے	۱۹۰	۲۲ — بائیسواں باب سماع کے روا اور انکار کے قول میں ہے
۳۲۴	۳۱ — اکتیسواں باب تصوف کے ادب اور اس کے مکان ادب کے ذکر میں ہے	۲۰۴	۲۳ — تیسواں باب ایضاً
۳۳۰	۳۲ — چالیسواں باب حضرت الہیہ کے آداب میں جو اہل قرب کے واسطے ہیں	۲۲۱	



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتاب "عوارف المعارف" تصوف میں تصنیف عارف باللہ تعالیٰ شہاب الدین
ابن حفص عمر بن محمد عبداللہ سہروردی کی اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاک اور ان کی قبر کو
منور کرے اور ہم کو اس سے نفع بخشے۔ (آمین)

مصنف ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمویہ اور ان کا نام
ترجمہ مؤلف عبداللہ بکری لقب شہاب الدین سعد بن حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم

بن نضر بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فقیہ شافعی مذہب
شیخ صالح پارسا عبادت اور ریاضت میں بڑی کوشش کرنے والے اور راہ صواب کی
جستجو کرنے والے تھے اور صوفیاء سے ایک گروہ عظیم مجاہدہ اور خلوت میں ان پر ہجوم
کرا آیا اور آخر عمر میں ان کا مثل اور نظیر نہ تھا اور انہوں نے اپنے چچا ابو النجیب سے
صحبت رکھی اور تصوف ان سے اخذ کیا اور شیخ ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح حنبلی سے
صحبت رکھی اور ایک معقول حقہ علم فقہ اور خلاف کا حاصل کیا اور علم ادب پڑھا اور برسوں
مجلس وعظ آراستہ کی اور بغداد میں شیخ تھے اور ان کی تصنیفات اچھی اچھی ہیں، منجملہ
ان کے کتاب "عوارف المعارف" ہے جو ان تصنیفات میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور
اس کے کلام صوفیہ میں بہت اشعار ہیں۔ سہروردی میں رجب کے آخر میں یا شعبان کے
اوائل میں ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۳۲ھ کے آغاز میں بغداد کے اندر وفات پائی۔
وفات کے بعد سہروردیہ میں دن شوٹو جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے اور اسی میں عمویہ
بھی ہے عین مہملہ کے زیر اور مہم مضموم کے تشدید اور واؤ کے سکون اور یائے ثنناہ تختانی
کے زیر سے اور سہروردیہ کے پیش اور ہائے ہوز کے سکون اور رائے فرشت اور واؤ
ہوز کے زیر اور دوسری رائے فرشت کے سکون سے اور اس کے آخر میں وال مہملہ ہے اور
وہ ایک شہر زنجان کے پاس عراق مجم سے ہے۔

❖

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	۵۹— انسٹھواں باب		۵۱— ایکیا ونواں باب
۵۵۶	مقامات کی طرف بطور اختصار و ایجاز کے اشارات کے بیان میں ہے	۴۶۷	شیخ کے ساتھ آداب مرید کے بیان میں ہے
	۶۰— ساتھواں باب		۵۲— باونواں باب
۵۷۰	اشارات مشائخ کے بیان میں جو کہ ترتیب وار مقامات میں ہے	۴۸۲	شیخ کے آداب اور اُس چیز کے بیان میں جس کا وہ برتاؤ یا دلوں اور شاگردوں کے ساتھ کرے۔
۵۷۲	قول اُن کا درع میں		۵۳— تیرنپواں باب
۵۷۳	قول اُن کا نہ ہد میں	۴۹۱	صحبت کی حقیقت اور اُس کے بیان میں جو کچھ غیر و شر سے اُس میں ہے
۵۷۶	قول اُن کا صبر میں		۵۴— چونواں باب
۵۸۰	قول اُن کا فقر میں	۵۰۲	صحبت اور اخوت فی اللہ کے حقوق ادا کرنے کے بیان میں ہے
۵۸۲	قول اُن کا شکر میں		۵۵— پچھنپواں باب
۵۸۴	قول اُن کا خوف میں	۵۰۹	صحبت اور اخوت کے آداب کے بیان میں ہے۔ ترجمہ فی الشعر
۵۸۵	قول اُن کا لہ جا میں		۵۶— چھپنپواں باب
۵۸۶	قول اُن کا توکل میں	۵۱۱	معرفت نفس اور اُس سے جو مکاشفہ صوفیہ ہوتے ہیں اُن کے بیان میں ہے
۵۸۸	قول اُن کا رضا میں		۵۷— ستاونواں باب
	۶۱— اکسٹھواں باب		خطروں کی شناخت اور اُن کی تفصیل اور تمیز کے بیان میں ہے
۵۹۱	احوال اور شرح احوال کے بیان میں	۵۳۸	۵۸— اٹھانواں باب
۵۹۹	بعض احوال سینہ سے محبت میں شوق ہے	۵۴۹	حال اور مقام اور اُن دونوں کے فرق کے بیان میں ہے
۶۰۹	بعض احوال سے اتعال ہے		
۶۱۱	اُن احوال سے قبض اور بسط ہیں		
۶۱۴	بعض احوال سے فنا اور بقا ہے		

شکار اور اُس کے لوازم سے انکار کیا اور رغبت اور رہبت کی سوازیوں پر بیٹھے اور باطن ملکوت کو اپنی علوہمت سے فرش بنایا اور معارج و معالیٰ کی جانب اپنی گردنوں کو بلند کیا اور لمحات علویٰ کی طرف نگاہیں ڈالیں اور طلاءِ اعلیٰ سے اپنی فسانہ خوانی اور کھلم کھلا اختیار کی اور نور عزیز درخشاہی سے زیارت گاہ اور مقامِ قرب کو اخذ کیا۔ ارضی اجسام ہیں مگر آسمانی قلوب اُن میں ہیں مُوَدتیں فرشی مگر ارواحِ عرشی ہیں ان کے نفوسِ خدمت کی منزلوں کی سیر کر رہے ہیں اور اُن کی ارواحِ قضائے قرب میں اُڑ رہی ہیں بندگی میں اُن کے راستے مشہور اور نیزے کے پھریرے اُن کے اطراف زمین ہیں پھیلے ہوئے ہیں ناواقف اُن کے احوال سے کہتے ہیں کہ وہ گم ہو گئے حال آنکہ وہ گم نہیں ہوئے مگر اُن کے احوال بند ہو گئے سوا انہوں نے نہ پایا اور مقامات اُن کے اونچے چڑھ گئے سوا اُن کے پاس نہ پہنچ سکے۔

ابدان کے ساتھ دُنیا میں ہیں اپنے قلوب کے ساتھ مقامِ حدوث سے جدا ہیں۔ ارواح کو عرش کے ارد گرد طواف ہے اور ان کے دلوں کو نیکی کے خزانوں سے حاجت روئی سے خدمت سے شب ہائے تاریک میں چین کتے ہیں اور طلب کی آتش سے دوپہر کی بیاس سے مزہ اُٹھاتے ہیں نمازوں کے منجانب شہوات بتلی ہیں اور تلاوت کی شیرینی کے ساتھ لذات کا معاوضہ لیا ہے۔ ان کے چہروں بے بشرہ سے وجدان کے حسان سے بشاشی ٹپکتی ہے اور اُن کے باطن کے اسرار پر نصارت عرفان غلظت ہے۔ ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں علماءِ حقانی ان میں سے خلق کی دعوت کرتے ہیں حسنِ متابقت سے اُن کو رہد دعوتِ ملا ہے اور متقین کے لئے وہ لوگ پیشوا بنائے گئے ہیں اس لئے ہمیشہ خلق میں اُن کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور انوار اُن کے مشرق اور مغرب میں چمک رہے ہیں جس نے اُن کی اقتداء کی وہ سیدھی راہ پر آ گیا اور جس نے ان کا انکار کیا وہ گمراہ ہوا اور حد سے متجاوز ہوا تو اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے کہ اس نے کیا کیا بندوں کے لئے مہیا کیا اپنی باگاہ کے خواصی کے برکات سے جو اہلِ دوار ہیں اور درود و رحمت اُس کے نبی اور رسولِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس کے آل و اصحاب پر جو بڑھے بزرگ ہیں۔ بعد ازیں اس قوم کے لئے جو

لوگوں کے بیان میں ہے جو منسوب بصوفیہ ہیں اور صوفی نہیں ہیں۔ دشواں باب ۱۲۱ مشرحت کی شرح میں ہے۔ گیارہ ہواں باب خادم شرح احوال اور اس کے مشتبہ کے بیان میں۔

باد تہواں باب مشائخ صوفیہ کے فرقہ کے بیان میں۔ تیرھواں باب باشندگان خانقاہ کی فضیلت میں۔ چودھواں باب اس کے بیان میں کہ اہل خانقاہ کو اہل صفہ کے ساتھ مشابہت ہے۔ پندرہواں باب اہل خانقاہ کی خصوصیات میں ہے جو ان کے باہمی معاہدوں میں واقع ہے۔ سولہواں باب سفر اور مقام کے بیان میں جو اختلاف کہ اہل مشائخ میں ہے۔ سترھواں باب ان پیروں کے بیان میں ہے کہ فرانس اور نوافل اور فضائل سے جن کی طرف مسافر کو حاجت ہے۔ اٹھارہواں باب اس کے اندر کہ کس طرح سے سفر سے آئے اور خانقاہ میں داخل ہو اور اس کے ادب کیا ہیں؟ انیسواں باب صوفی نسبتب کے احوال میں ہے۔ بیسواں باب اس شخص کے بیان میں جو فتوح سے کھائے۔ اکیسواں باب صوفی مجرد اور مقابل کے بیان میں بائیسواں باب سماع کی بابت جو قول کہ قبول اور ایشاء کے لئے ہے۔ تیسواں باب سماع کی بابت جو قول کہ انکار و تردید کے لئے ہے۔ چوبیسواں باب سماع کی بابت جو ترفع اور استغنا کی رو سے ہے۔ پچیسواں باب سماع کی بابت جو بروئے ادب اور اعتبار کے ہے۔ چھبیسواں باب ان چلوں کی خاصیت جس کا تعابہ صوفیہ نے کیا ہے۔ ستائیسواں باب چلوں کے فتوح کے بیان میں ہے۔

اٹھائیسواں باب اس کے بیان میں کہ چلوں کے اندر کس طرح داخل ہو۔

انبیسواں باب اعلیٰ صوفیہ اور شرح خلق میں ہے۔ تیسواں باب تفصیل اخلاق کے ذکر میں اکتیسواں باب ادب اور اس کے مرتبہ میں جو تصوف سے ہے۔ تیسواں باب آداب حضرت میں جو اہل قرب کے واسطے ہے۔ تینتیسواں باب طہارت کے آداب اور اس کے مقدمات کے بیان میں چونتیسواں باب وضو کے آداب اور اس کے اصول کے بیان میں ہے۔ پینتیسواں باب آداب اہل خصوص اور صوفیہ کے بیان میں۔ چھتیسواں باب نماز کی فضیلت اور اس کی بزرگی کی شان میں۔ سینتیسواں باب اہل قرب کی نماز کے وصف میں ہے۔ اڑتیسواں باب آداب صلوة اور اس کے اسرار



تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بڑی اس کی شان ہے قوی اُس کی قدرت ہے اُس کا احسان ظاہر اور اُس کی حجت اور بُرہان، روشن ہے۔ جلال میں اپنے مستور اور کمال میں اپنے یکتا ازل اور ابد میں عظمت کی روایت۔ بلہوس ہے نہ وہم و خیال اُس کا معبود ہوتا ہے اور نہ حد و مثال اس کا حصر کرتا ہے ہمیشہ کی عزت والا اور دائمی قائم ملک والا اور ایسی قدرت رکھنے والا جس کی حقیقت کا پانا محال ہے اور ایسی سطوت کا رکھنے والا جس کی پوری صفت کا راستہ چلنا دشوار ہے۔ تمام کائنات قائل ہے کہ وہ صانع نوابِ جاد ہے اور ذرات و جود کے چہروں سے ظاہر ہے کہ وہ انوکھا پیدا کرنے والا ہے۔ عقل انسانی عجز اور نقصان سے نشان دہ ہے اور فصیح زبانیں بیان کی آراستگی میں ضعف در ماندگی کو اپنے ذمے لازم کئے ہوتے ہیں اُس کے انوار جلال ذات کریم نے ظاہر فہم کے پر وبال کو جلا دیا اور عزت و جلال سے وہم کے رستوں کو بند کر دیا اور انداز نظر بعیرت نے عظمت اور بزرگی کے سبب سر جھکا لیا اور فغانے جبروت میں فرطِ ہیبت سے مجال نہیں پائی تو بصر تھک کر اُلٹی پھر آئی اور عقل نے جو اس کی کنہ کبریا میں راہ نہ پائی تو در ماندہ ہو کر واپس آئی۔ پس منترہ اور پاک ہے وہ ذات کہ اگر اُس کی تعریف نہ ہوتی تو معرفت اس کی مشکل تھی اور اُس کی تجدید اور تکلیف عقول پر متغذرا و متعسر ہوتی۔ بعد ازاں اپنے بندوں کے قلوب صافی کو لباس عرفان پہنایا اور خصائص احسان اپنے بندوں سے انہیں مخصوص کیا۔ سو اُن کے قلوب عطیات اُنس سے ملو، ہو گئے اور اُن کے دلوں کے آئینے نورِ قدس سے روشن ہو گئے اس واسطے امدادِ قدسیہ کے قبول کو مہیا اور انوارِ علویہ کے ورود کے لئے مستعد ہو گئے اور انفاس معطرِ باذکار سے ہم نشینی اختیار کی اور ظاہر و باطن پر پرہیزگاری اور تقویٰ سے نگہبان مقرر کئے اور ظلمت بشری میں چراغ یقین روشن کیا اور دُنیا کے فوائد اور لذات کو حقیر جانا اور ہوا کے

دقیق اور لطیف اصطلاحات صوفیہ پر مشتمل ہیں۔ پس ان کے اعلیٰ نسبت و جبران کے نسبت بعرفان کے اور ذوق تحقیق صدق حال کے ساتھ ہیں اور وہ تمام و کمال گفتگو اور بیان میں نہیں آتے اس واسطے کہ وہ عطیات ربانی اور مواہب حقانی ہیں جن کو صفائی باطن اور خلوص ضمیر میں آتا رہا ہے اور اس پر کہ نہ سے اشارہ کرنے کو میں نے گناہ جانا اور عبارت پر جھک پڑا اور ان کا ہدیہ ارواح نے دانست اور ایتلاف سے کیا اور اُسے حقائق دریا ئے الطاف سے پانی نوش کیا ہے اور حال یہ ہے کہ بہت سے علوم دقیق اُن کے بوسیدہ ہو گئے جس طرح کہ حقائق اُن کی رسوم کے مٹ گئے اور جنید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اس علم کی بساط اتنے برسوں سے تہ ہو کر لپٹ گئی اور ہم اُس کے حواشی میں کلام کر رہے ہیں۔ یہ اُس کے وقت میں پیدا ہوا حالانکہ علماء سلف اور صلحاء تابعین کے قریب تھا۔ پھر ہمارا کیا حال ہو کہ اس قدر زمانہ گزر گیا اور علماء زاہدین اور حقائق علوم دین کے عارف کم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے حسن قبول سے جہد اور سعی قلیل البضاقہ کو پسند کرے اور تمام حمد و ثنا خدائے پروردگار عالم کے لئے ہے۔



پر اور اُس کے اُل و اصحاب پر جو بڑے بزرگ ہیں شرف احوال جان کر تھی اور ان کی صحبت جو کتاب اور سنت پر ہے اور ان دونوں کے سبب جو اللہ کریم سے فضل و کرم اُن پر تھے ان سب باتوں نے مجھے برا بیگنہ کیا کہ اس گمراہ سے اس مختصر کے ساتھ بُرائی دُور کروں اور چند باب حقائق اور آداب میں تالیف کروں کہ وہ صواب سے آشکارا ہوں اُن مقاصد میں جن پر انہوں نے اعتماد کیا اور علم صریح کی شہادت سے اُن کے لئے مشعر اُن مطالب میں ہوں جن کا انہوں نے اعتقاد کیا اس واسطے کہ تشبیہ کرنے والے بہت ہو گئے ہیں احوال اُن کے طرح طرح کے ہیں اور اُن کے لباس میں بہت پردہ دار چھپے ہوئے ہیں اور اعمال اُن کے فاسد ہو گئے ہیں اور جو لوگ اُن کے بزرگوں کے اصول نہیں جانتے ان کے دلوں میں بدگمانی پہنچ گئی اور قریب تھا کہ وہ تسلیم نہ کریں ان کی وقعت کو اور مطعون کریں اس ظن سے کہ ان کا حاصل صرف رسم کی طرف راجع ہے اور ان کا تخصص محض اسم کی جانب عائد ہے اور اس میں جو میری نیت ہوئی وہ یہ ہے کہ قوم کا سواد زیادہ ان کے طریقے کی نسبت سے اور اُن کی طرف اشارہ سے ہوا اور بے شک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے ایک قوم کی تعداد کو بڑھایا وہ ان میں سے ہے اور مجھے اس اللہ کریم سے صحت نیت کی امید ہے اور یہ کہ نیت نفس کے شائبوں سے خالص ہو اور جو کچھ اس میں مجھے اللہ تعالیٰ نے فتح یاب کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اور معرفت ہے اور عطیات سے بزرگ تر عوارف المعارف ہے اور یہ کتاب کچھ اوپر ساٹھ باب پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔

پہلا باب علوم صوفیہ کی منشاء میں دوسرا باب حسن اجتماع کے ساتھ تخصیص صوفیہ کے بیان میں ہے۔ تیسرا باب علم صوفیہ کی فضیلت کے بیان میں اور اُس کے نمونہ کی طرف اشارہ ہے چوتھا باب احوال صوفیہ کی شرح اور ان کے طریق میں جو اختلاف ہے۔ پانچواں باب تصوف کے ذکر میں ہے۔ چھٹا باب وجہ تسمیہ کے بیان میں کہ صوفیہ کس لئے کہتے ہیں۔ ساتواں باب متصوف اور تلبشہ کے ذکر میں ہے آٹھواں باب فرقہ ملامتی کے ذکر اور اس کے حال کی شرح میں ہے۔ نواں باب ان

رُکا اور جمع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خلق کو اس سے نفع پہنچایا اور لوگوں نے خود بھی پانی پیا اور اوروں کو بھی پلایا اور کھیتی باڑی کی اور ایک قطعہ اُس میں کا اور سختہ تھانہ پانی اُس میں ٹھہرانہ سبزہ اُس میں جما۔ پس یہ مثل اس کے ہے جو دین الہی میں فقیہ ہوا اور اس کو نفع اُس شے نے دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا پھر وہ خود صاحب علم ہوا اور دوسروں کو بھی علم سکھایا اور مثل اس شخص کے جو اس سے متنبہ اور بیدار نہ ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو مانا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا۔

یہ شیخ رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب صافی اور نفوس قدسی اس کی پذیرائی کو بنائے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لائے تب صفائی کا تفاوت اور طہارت کا اختلاف فائدہ اور نفع میں ظاہر ہو۔ پس بعضے قلوب تو زمین اچھی قابلِ ذراعت کے مثل ہیں جس میں سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے اور یہ اُس کے مثل ہے کہ فی نفسہ علم سے نفع اُٹھایا اور ہدایت پائی اور اُس کو نفع اُس کے علم نے دیا۔ اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طریق مستقیم کی طرف اُس کی رہنمائی کی۔ اور بعضے قلوب وہ ہیں جو اخاذات یعنی تالابوں کے مثل ہیں۔ اخاذات جمع اخاذہ کی ہے اور وہ تال اور جھیل ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہو۔ پھر صوفیہ اور مشائخ سے علماءِ زاہد کے نفوس اور قلوب پاک صاف ہو گئے اور وہ مزید امتناع کے ساتھ مختص ہوئے اور جھیل تالاب بن گئے۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تو اُن کو میں نے جھیل تالابوں کے مثل پایا۔ اس واسطے کہ دل اُن کے حافظ اور نگہبان تھے اور علوم کے ظروف بن گئے اُس صفائی کی بدولت جو اُن کی روزی اور نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَتَعِيْمًا اُذُنًا وَاَعِيْنَةً لِّعِيْنِيْنِ اس کو یاد رکھنے والے کان، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں نے اللہ سے چاہا ہے اے علی کہ ایسے تیرے کان بنادے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے بعد کسی چیز کو نہ بھولا اور بھول مجھے نہیں تھی۔ ابوبکر واسطی نے

کے بیان میں انتالیسواں باب روزہ کی فضیلت اور اُس کے حسن اثر کے بیان میں ہے چالیسواں باب احوال صوفیہ کے جو روزہ اور افطار کے اندر ہے۔ اکتالیسواں باب روزہ کے آداب و ضروریات کے ذکر میں ہے۔ بیالیسواں باب طعام کے ذکر میں اور اُس کی اصلاح و فساد میں تینتالیسواں باب کھانے کے آداب میں چوالیسواں باب لباس اور صوفیہ کی نیات اور اُن کے مقاصد کے بیان میں جو لباس کے اندر ہیں۔ پینتالیسواں باب قیام شب کی فضیلت کے ذکر میں ہے۔ چھیالیسواں باب ان اسباب کے بیان میں جو قیام شب کے مددگار ہیں۔ سینتالیسواں باب نیند سے جاگنے اور رات کے عمل کے آداب میں ہے۔ اڑتالیسواں باب قیام شب کی تقسیم میں ہے اسیچالیسواں باب دن کا استقبال اور اُس کے آداب کے بیان میں ہے۔

پچاسواں باب ان اعمال کے بیان میں جو تمام دن کئے جائیں اور تقسیم اوقات کی شرح میں ہے۔ باب اکاون اُن آداب کے بیان میں جو میر کے شیخ کے ساتھ ہیں۔ باب ماون ان مراتب میں جن کا برتاؤ شیخ اپنے اصحاب اور تلامذہ سے کرے۔ باب تریون صحبت کی حقیقت اور اس کے خیر و شر کے بیان میں ہے۔ باب چون صحبت اور اخوت فی اللہ کے حقوق کے آداب میں۔ باب پچھون آداب صحبت اور خوف میں ہے۔ باب چھون اس کے بیان میں کہ انسان معرفت اپنے نفس کی کرے اور اُس کے جو مکاشفات کہ صوفیہ کو ہوتے۔ باب ستاون خطرات کی معرفت اور اس کی تفصیل اور تمیز کے بیان میں ہے۔ باب اٹھاون شرح حال مقام اور اُن کے درمیانی فرق میں ہے۔ باب انستھ مقامات کی طرف اشارے میں جو بطور اختصار ہے۔ باب ساٹھ اشارات مشائخ کے ذکر کے اندر جو مقامات میں علی الترتیب ہے۔ باب اکتھ احوال اور اُن کی شرح کے ذکر میں۔ باب اسیٹھ کلمات اصطلاحی صوفیہ کے اندر جو احوال کی طرف مشیر ہیں۔ باب تریٹھ کسی قدر ہدایت و نباتات اور ان کی صحبت کے بیان میں ہے۔

سویر ابواب میں نے بعون الہی لکھے جو بعض علوم اور احوال اور مقامات اور آداب اخلاق اور عجائب و جہان اور حقائق معرفت اور توحید اور اشارات

علم فرائض ہے اور اُس سے علم حساب اور جبر و مقابلہ وغیر ذلک لازم آیا۔ پھر تو شریعت خوب پھیل گئی اور مضبوط و استوار ہو گئی اور سیدھا سچا دین مستقیم اور قائم ہو گیا اور ہدایت نبوی مصطفویٰ یزید دار اور شاخ در شاخ ہو گئی۔ تب قلوب علماء کی زمین نے اس وجہ سے کہ ہدایت اور علم کا آب حیات پی لیا تھا خوب سے چراگاہ اور سبزہ زادہ پیدا کئے۔ قال اللہ تعالیٰ انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر بہہ نکلے رو د خانے اپنے اپنے اندازہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا پانی علم ہے اور رو د خانہ قلوب ہیں۔

ابوبکر واسطی نے کہا اللہ اُس سے راضی ہو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا موتی صاف شفاف پیدا کیا پھر اُسے چشمِ جلال سے نظارہ کیا تب وہ حیا کے مارے پانی پانی ہو گیا اور بہہ نکلا۔ پس فرمایا: انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها تو دلوں کو یہ پانی پہنچا تو وہ صاف اور پُر جلا ہو گئے اور ابن عطار ح نے کہا انزل من السماء ماء یہ ضرب المثل اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لئے فرمائی۔ اور یہ اس لئے کہ جب سیلاب رو د خانوں میں بہتی ہے تو اُن میں کسی نجاست کو بغیر صاف کئے نہیں رہتی اور سب اپنے ساتھ بہا لے جاتی ہے اسی طرح جب نور کا سیلان ہوتا ہے جسے بندوں کے لئے فی نفسہ اللہ تعالیٰ نے تقسیم کیا ہے تو اس میں نہ کوئی غفلت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی ظلمت رہتی ہے انزل من السماء یعنی اُتارا آسمان سے حصہ نور کا فسالت بقدرها یعنی قلوب میں انوار بہہ نکلے جس قدر کہ اُن کے لئے روز ازل میں اللہ تعالیٰ نے تقسیم کیا تھا فاما الذبذ ذی ذہب جفاء سوا اگر کف ہے تو جاتا رہے گا باطل پھر قلوب روشن اور منور ہو جاتے ہیں کہ اُن میں کسی طرح کا میل اور کوڑا باقی نہیں رہتا واما ما ینفع الناس فیما کث فی الودیض ناحق اور ناچیز جلتے رہتے ہیں اور حقیقتیں باقی رہتی ہیں اور بعضوں نے کہا انزل من السماء ماء یعنی اُتاریں آسمان سے انواع اقسام کی کرامات تو ہر ایک قلب نے اپنے حصہ اور نصیب کو لے لیا۔ پھر بہہ نکلے

پہلا باب

علوم صوفیہ کے منشا اور مبداء کے بیان میں

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باسناد روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ میرے مثل اور اُس چیز کے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اُس شخص کی سی مثل ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم واقعی میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور تحقیق میں برہنہ ڈرانے والا ہوں۔ ہاں چلو بھاگو! اور بچو یہاں ڈرانے پھرو تو اُس کا کہنا ایک گروہ نے اُس کی قوم سے مان لیا اور سرشام وہاں سے چل کھڑی ہوئی اور دھیرے دھیرے روانہ ہوئی اور بچ گئی اور ایک گروہ نے اُن میں سے تکذیب کی اور جہاں تھے وہیں اُن کو صبح ہوتی تو صبح ہی لشکر اُن کے سر پر جا پہنچا اور اُن کو ہلاک کیا اور بیخ و بن سے اُنہیں اکھیر ڈالا۔ پس یہ مثل اُن لوگوں کے ہے جنہوں نے میری فرمانبرداری کی اور جو چیز میں لایا اس کی پیروی کی اور مثل اُن کی ہے جنہوں نے میرا کہنا نہ مانا اور جو چیز میں لایا حق سے اس کو جھٹلایا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مثل اُس شخص کے ہدایت اور علم سے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ مجھے بھیجا ایک بھاری مینہ کی سی مثل ہے جو زمین کو پہنچا تو ایک قطعہ جس زمین کا اچھا قابلِ زراعت تھا پانی کو پی گیا اور اُس میں خوب گھاس پیدا ہوئی اور سبزہ اُگا اور ایک قطعہ اُس میں کاجھیل اور تالاب تھا اُس میں پانی

۱۱ ایام جاہلیت سے عرب کی رسم تھی کہ کوئی دشمن کا لشکر وغیرہ اگر چڑھ کر آتا تھا کہ ایک وہ آدمی جو اس کو دیکھتا اپنے کپڑے اُتار کر اور ہاتھ میں لے کر قوم کی طرف بھاگا چلا آتا تھا جس سے تمام قوم ہوشیار ہو کر اپنا بندوبست کر لیتی تھی۔ اور اُس کو گویا ایک نشان مقرر کر رکھا تھا۔ ۱۲

ساتھ وہ توانا اور موٹا تازہ ظاہر اور باطن میں ہو گیا اور اُس کی توانائی اور تندرستی سے دین قوی پست ہو گیا اور دین انقیاد و خضوع یعنی فروتنی اور تواضع ہے کہ دونوں سے مشتق ہوا۔

پس جو چیز کہ پست ہوئی وہ ادون ہے تو دین یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو پست اپنے رب کے واسطے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ راستہ بنا دیا تمہارے لئے دین میں وہی جو نوح علیہ السلام کو اُس کے ساتھ نصیحت کی اور جو کچھ کہ تیری طرف ہم نے وحی بھیجی اور جو کچھ کہ اُس کے ساتھ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نصیحت کی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو کہ دین میں تفرقہ ڈالنے سے لاغری اعضاء پر غالب ہو جاتی ہے اور علم کی ترو تازگی اُن سے دور ہوتی ہے اور نضارۃ جو ظاہر میں ہوتی ہے اعضاء کی زیب و زینت سے اس طرح پر کہ نفس و مال میں انقیاد ہو سو وہ قلب کے تازہ اور توانا ہونے سے حاصل اور مستفاد ہوتی ہے اور علم سے قلب اپنے تازہ و توانا ہونے میں ایک دریا کی مثال ہے۔

پس قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و ہدئی کے ساتھ بحر موج ہو گیا۔ پھر اُس کے بحر قلب سے نفس تک جا ملا۔ پس اس کے نفس شریف پر علم و ہدئی کی ترو تازگی نمایاں ہوئی۔ تب نفس کے صفات اور اخلاق بدل گئے۔ اس کے بعد اعضاء اور جوارح کی طرف نہ پھوٹ کر جا ملی اُس وقت وہ خوب ترو تازہ اور سیراب و شاداب ہو گئے۔ پس ہر گاہ کہ ہر طرح کی ترو تازگی سے لبریز اور ہرے بھرے ہو گئے تو حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو خلق کی طرف بھیجا۔ تب تو آپ امت پر ان پہنچے قلب نے کہ ساتھ علوم کے زور کے پانی سے لہریں مارنے والا تھا فہوم کی نہریں اُس کے سامنے آئیں اور ہر ایک نہریں اُس کے دریا سے ایک حصہ پانی کا لداں ہوا اور یہ حصہ جو فہوم سے جا ملا وہی فقرہ دین ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہا کہ ایسے کان جنہوں نے اللہ سے اُس کے اسمِ رائے اور اُس نے کہا داعیہ اپنے اپنے معدن میں ہے کوئی شے اس میں سوا اس کے نہیں ہے جس کو مشاہدہ اُس نے کیا۔ پس وہ خالی اس کے ماسول سے ہے دریں صورت طبیعتوں کا اضطراب ایک قسم کے جہل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

پس صوفیہ کے قلوب حافظ ہیں اس لئے کہ دُنیا کی طرف اُنہوں نے رغبت کم کی بعد از انکہ تقویٰ کی جبر بنیاد کو خوب مضبوط اور مستحکم کر لیا تو پھر ہیز اور تقویٰ سے اُن کے نفوس پاک اور زہد سے اُن کے قلوب صاف ہو گئے۔ پھر جب دُنیا کے کاروبار کو زہد کی تحقیق سے نیست و نابود کر دیا تو اُن کے باطنوں کے مساوات کھل گئے اور گوش دل سے اُنہوں نے سنا اور اُس پر مدد اُن کی دنیا کے زہد نے کی۔ پس علماء تفسیر اور ائمہ حدیث اور فقہاء اسلام نے علم سے کتاب اور سنت کا احاطہ کیا اور دونوں سے احکام کا استنباط کیا اور نئے نئے معاملوں کو اصولِ نصوص کی جانب راجع کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے باعث دین کی حمایت اور حفاظت کی اور علماء تفسیر نے شناخت کر دینے وجہ تفسیر اور علم تاویل اور عرب کے طریقے لغت میں اور صرف نحو کے عجائب غرائب اور اصولِ قصص اور اختلاف وجوہ قراءۃ کے اور اس میں بہت کتابیں بنا ڈالیں۔ تب اُن کے طریقے سے امت مرحومہ پر علوم قرآنی وسیع اور فصیح ہو گئے اور ائمہ حدیث نے احادیث صحیح اور حسن میں تمیز کی اور راویوں کے اسماء رجال کی معرفت سے سبب یکتائے زمانہ ہو گئے اور جرح اور تعدیل کے ساتھ حکم لگائے تاکہ صحیح سقیم سے جان پڑے اور کج راست سے متمیز ہو کہ اُس کے طریقے سے روایت اور سند کا طریقہ حفظ سنت کا محفوظ اور مہلثون رہے اور فقہاء نے اس میں کوشش کی اور جدوجہد کے احکام کا استنباط کریں اور مسائل کی تفریح اور معرفت تعلیل اور فروع کو اصول کی طرف پھیر لائیں علتہائے جامعہ سے اور نئے مسائل کو نصوص کے حکم سے کامل کریں اور علم فقہ و احکام سے علم اصول فقہ اور علم خلاف پیدا ہوا اور علم خلاف سے علم جدل نکلا اور علم اصول دین کا سب سے زیادہ محتاج علم اصول فقہ کا ہے اور اُن کے علم سے

بہ من المجدی والعلم یعنی مثل اُس شخصے کی جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور وہ ہدیٰ اور علم ہے تو آپ نے خبر دی کہ ہر آئینہ قلب نبوی نے علم پایا اور تھا ہادی اور ہمدی اور علم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُن دونوں ہدیٰ اور علم سے ایک رشتہ مرکبہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے ہے اس طرح پر کہ سکھائے ان کو سب اسماء اور نام اور نشان سب اشیاء کے۔ پس مکرم کیا اللہ تعالیٰ نے علم سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے علم الانسان مالم یعلم یعنی انسان کو سکھلادیا جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا پھر آدمؑ میں جب علم اور حکمت کو ترکیب دی تو حائل اُسے ہوا نمم اور فطنت اور معرفت و رافت و لطف اور حب و بغض فرح اور غم اور رضا و غضب اور کیا ست بعد اُس کے ان سب کے استعمال کا اُس سے اقتضاء کیا اور اُس کے قلب کے لئے بینائی دی اور راہ اُس نے پائی اللہ تعالیٰ کی طرف اُس نور سے جو اس کو از رانی فرمایا۔ تب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اُمت کی طرف اُس نور کے ساتھ جو ورثہ میں ملا۔ اور اُس نور کے ساتھ جو خاص آپ کو عطا ہوا اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے خطاب اس قول کے ساتھ کیا: ائتیاطوعاً واکرہاً یعنی اڈتم دونوں خواہ مخواہ کہا ان دونوں نے اتینا طالعین یعنی آئے ہم فرمانبردار حکم کے باندھے تو زمین سے مقام کعبہ نے بات کہی اور جواب دیا اور آسمان سے اُس مقام نے جو کعبہ کے مقابل تھا۔

اور ہر آئینہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل طینت ناف زمین سے مکہ میں تھی۔ پس بعض علماء نے کہا یہ قول اشعار کرتا ہے کہ زمین سے جس نے جواب دیا وہ ذرہ مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کعبہ کی جگہ سے زمین پھیلائی گئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش میں اصل ٹھہرے اور سب کائنات اُن کی تبع و پیرو ہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نبی تھا اور آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور بعض روایت میں ہے لوح اور جہد کے درمیان اور کہا گیا اسی واسطے آپ کا نام امی رکھا گیا کہ مکہ ام القریٰ ہے اور ذرہ اُس کا ام الخیفہ ہے اور

دردخانہ قلوب علماء تفسیر و حدیث اور فقہ کے اپنے اپنے اندازہ سے یا کہ بہر نکلے
 دردخانے قلوب صوفیہ کے جو علماء تادک الدنیا ہیں اور حقائق تقویٰ کو مضبوط پکڑے
 ہوئے ہیں اپنے اندازہ سے۔ پھر جس کے باطن میں لوٹ دنیائے محبت کی ہو
 زیادہ مال و جاہ اور طلب مناصب اور رفعت کی تو اُس کے دل کا دردخانہ اپنے
 موافق بہتا ہے اور علم ایک جزو صالح حاصل کیا اور حقائق علوم سے اُس نے حصہ
 نہ پایا اور جس نے دنیا کی طرف رغبت نہیں کی تو اُس کے دل کا وادی کشادہ ہو
 گیا اور اُس میں علم کا پانی بہہ نکلا اور جمع ہو گیا اور تالاب جھیل بن گیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ایسا ہی کہا ہے فقہاء نے اپنے
 فرمایا کہ آیا کوئی فقیہ تو نے کبھی دیکھا ہے؟ فقیہ وہی ہے جس کو دنیا کی طرف
 رغبت نہ ہو۔ پس صوفیہ نے علم درست سے حصہ حاصل کیا۔ پس ان کو علم درست نے
 فائدہ عمل کا علم کے ساتھ دیا۔ پھر جب انہوں نے عمل کیا ان چیزوں پر جن کا انہیں
 علم ہوا تو عمل نے ان کو علم وراثت کا فائدہ دیا۔ پس وہ سب علماء کے شریک ان کے
 علوم میں ہیں اور زائد علوم کے سبب ان سے ممتاز ہو گئے اور وہ علوم وراثت
 میں اور علم وراثت تفسیر علم میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: فلو لا نفر من کل
 فرقة منهم طائفة ليتفقہوا فی الدین و لیلنذروا قومہم اذا رجعوا
 الیہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو کیوں نہیں نکلے ان کے ہر ایک فرقہ میں سے
 ایک جماعت تاکہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور آگاہ کریں اور خوف دلائیں اپنی
 قوم کو جبکہ واپس ان کے پاس وہ آویں پس انداز فقہ سے مستفاد ہوا اور انداز
 زندہ کرنا ان لوگوں کا ہے جو ڈرائے گئے ہیں علم کے آپ حیات سے اور علم کے
 ساتھ زندہ کرنا رتبہ اُس شخص کا ہے جو دین میں فقیہ ہو تو تفقہ دین میں اعلیٰ
 اور اکل مراتب سے ہوا اور وہ علم ایسے عالم کا ہے جو دنیا کی طرف راغب
 نہ ہو اور ایسے متقی پرہیزگار کا جو اپنے علم کے باعث رتبہ انداز کو پہنچتا ہے۔
 اس سے پایا گیا کہ علم اور ہدایت کی اول درد گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں کہ علم اور ہدایت ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوئی پھر اس کے

کے دونوں قدم کے درمیان ہو گئی اور بعضی زمین اُس کے قدموں کی جگہوں کے درمیان میں اگنی تو نفس اُس سے مخلوق ہوا جسے ابلیس کا قدم چھو گیا اور وہ خاشاہر ہو گیا اور بعضی زمین کہ اُس تک ابلیس کا قدم نہیں پہنچا تو اس سے سے انبیاء اور اولیاء کی اصل ہے اور ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر گاہ حق تعالیٰ تھا عزرائیل کی مٹھی میں سے کہ نہیں چھو گیا تھا اُسے قدم ابلیس کا پھر اس کو جہل کا حصہ نہیں پہنچا بلکہ وہ مسلوب الجہل اور علم سے کثیر الحظ ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو علم و ہدی کے ساتھ بھیجا اور اُس کے قلب سے اور قلوب کی طرف اور اُس کے نفس سے اور نفوس کی طرف منتقل ہوا تو اصل طہارت طینت میں مناسبت واقع ہوئی اور تعارف اول سے تالیف حاصل ہوئی۔ درس حالت جو کوئی طہارت طینت کی نسبت سے قریب تر مناسبت لکھتا تھا وہی زیادہ بہرہ مند علم و ہدی سے ہوا۔

پس قلوب صوفیہ قریب تر مناسبت میں نفع تو انہیں نے بڑا حصہ علم سے حاصل کیا اور باطن ان کے جمیل اور تالاب بن گئے۔ پھر علم سیکھا اور اس پر عمل کیا جیسے وہ تالاب کہ اُن سے پانی بھی پیتے ہیں اور کھیتیاں بھی سینچی جاتی ہیں اور اساس تقویٰ کے احکام سے انہوں نے علم درست اور علم وراثت کے فائدوں کو باہم جمع کر دیا اور جب نفوس پاک اور مژکی ہو گئے تو اُن کے قلوب کے آئینہ تقویٰ کے صقیل سے مجلے ہو گئے۔ تب اُن میں صور اشیاء اپنی ہیئت اور ماہیت پر ظاہر ہو گئیں تو دنیا اپنی قبح سے ظاہر ہوئی اُسے ترک کیا اور آخرت اپنے حسن سے جلوہ گر ہوئی اُسے ترک کیا۔ پھر جبکہ دنیا میں انہوں نے کم رغبتی کی تو اُن کے باطنوں میں انواع و اقسام کے علوم خوب ٹوٹ کر گرے اور علم درست کے ساتھ علم وراثت بھی مل گیا۔

اور سمجھ لیجئے کہ جو احوال بلند اس کتاب میں ہم صوفیہ کی طرف منسوب کریں وہ احوال مقربین ہیں اور اصل صوفی مقرب ہے اور قرآن میں اسم صوفی نہیں ہے اور صوفی کا اسم ترک ہے اور دکھا گیا ہے مقرب کے لئے اُس وجہ سے جس کی

روایت کی ہے کہ فرمایا نہیں عبادت کی گئی اللہ عزوجل کی کسی چیز سے جو فقہ دین سے اعلیٰ اور افضل ہو اور ہر آئینہ ایک فقیہ تن تنہا بہت بھاری اور سخت شیطان پر ہزار عابد سے ہے اور ہر ایک شے کے لئے ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اُس کو دین میں فقیہ کر دیتا ہے اور ہر اُعیانہ میں فقط قاسم ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ شیخ نے کہا جب علم دل تک پہنچا تو دل کی آنکھ کھل گئی اور حق و باطل کو دیکھا اور اُس کو ہدایت کی امتیاز غواہیت سے ہوئی اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے سامنے یہ آیت پڑھی: فمن يعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ ومن يعمل مثقال ذرہ شرًا یرہ یعنی پس جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی وہ دیکھ لے گا۔ اعرابی بولا جی جی یعنی بس بس یہ مجھے کافی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہو گیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کی کہ افضل عبادت فقہ دین ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے فقہ قلب کی صفت کی ہے پس فرمایا اللہم قلوب لا یفقہون بہا یعنی اُن کے دل ایسے ہیں کہ آیات قرآنی کو ان کے ساتھ نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ وہ فقیہ ہوئے تو انہیں علم ہوا اور جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے عمل کیا اور جب وہ عامل ہوئے تو معرفت حاصل کی اور جب وہ عارف ہوئے تو مہندی ہو گئے اس واسطے جو کوئی پڑھ کر فقیہ ہوا تو اُس کا بڑا سریع الاجابت اور بہت ہی مطیع دین کے معاملہ اور نشانات اور نور یقین کا بڑا حصہ دار ہوا۔

پس علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جملہ وہی قلوب کے لئے ہے اور معرفت اس جملہ کی تمیز اور امتیاز ہے اور ہدیٰ یعنی راہِ راست پانا قلوب کا دجران اور پالینا اُس کا ہے تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ فرمایا: مثل ما بعثنی اللہ

پورے اوصاف کے ساتھ اُس کو سُننے اور حق کے ساتھ اُسے حق سے سماعت کرے۔ اور بعض نے صوفیہ میں سے کہا ہے اگر اُن کو سماعت کا اہل اور قابل جانتا تو سُننے کے لئے اُن کے کان کھول دیتا۔

پس جس شخص کے وسوسے مالک بن گئے اور اُس کے باطن پر حدیثِ نفس غالب ہو گئی تو وہ حسنِ استماع پر قدرت نہیں رکھتا تو صوفیہ اور اہلِ قرب نے جب سمجھ لیا کہ ہر آئینہ کلام اللہ تعالیٰ کا اور رسائل اُس کے اُسکے بندوں کی طرف اور خطابات اُس کے اُنہی کے واسطے ہیں تو انہوں نے دیکھا کہ ہر ایک آیت اس کے کلام سے تعالیٰ شانہ علم کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے اُن باتوں کے سبب جن کو وہ متعین اور مشتمل ہے علم کے ظاہر اور باطن اور جلی اور خفی سے اور بہشت کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے بایں اعتبار کہ وہ آیت آگاہ اور ہوشیار کرتی ہے یا اُس کی طرف عمل سے بلاتی ہے اور دیکھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اُس صفت کا کہ آپ اُس کے ساتھ ہو اسے نطق نہیں فرماتے ہیں۔ نہیں ہے وہ مگر وحی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ استماع اس کی طرف متعین ہوتا ہے تو جتنی باتیں اس کے پاس ہیں اُن میں سب سے اہم اور متم بالشان استعدادِ استماع کی ہے اور دیکھا کہ خوب کان دے کر سُننا ملکوت کے دروازے کھٹ کھٹانا اور رغبت اور خوف کی برکت کا تنزل کرتا ہے اور دیکھا کہ وسوسے و دخانات ہیں جو نفسِ امارہ کی آتش سے اُٹھنے والے ہیں اور عقوت ہے جو شیطان کی پھونک مارنے سے فراہم ہو جاتی ہے اور مخلوط فانی اور مزہ دنیاوی جو ہوا و ہوس کی لپیٹ اور تباہی کی ایسٹ ہیں ایندھن کی مثال ہیں جس سے آگ زیادہ بھڑکے اور قلب اس کے سبب زیادہ تنگی کو پہنچے تو دنیا کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اپنی رغبت کو اس کی طرف سے پھیر دیا۔

پس جبکہ آتشِ نفس سے اُس کی لکڑیاں اگ ہو گئیں اور شعلہ اُس کے بھڑکنے سے ٹھہرے اور دھواں اس کا کم ہو گیا تو ان کے باطن اور قلوب حاضر

تربت شخص کی مرقن اُس کا ہے پس وہ مقتضی اس کا تھا کہ مرقن اس کا مکہ میں ہو کہ مٹی اس کی وہیں کی تھی لیکن یہ قول ہے کہ جب پانی بھر آیا تو کف اطراف و جوانب میں پھینک دیا۔ پس جو ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں واقع ہوا جو مقابل اُس کی تربت کے مدینہ میں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مٹی مدنی پیدائش آپ کی مکہ میں اور تربت آپ کی مدینہ میں۔ اور جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اُس میں اشارہ ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذَا اخَذ

رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْرَدَهُمْ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتَ بِرَبِّكَ قَالُوا بَلٰى- یعنی اور جس وقت تیرے پروردگار نے نکالی بنی آدم کے پٹھوں سے ذریات اُن کی اور اقرار اُن سے لیا اُن کی ذاتوں پر کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ بولے ہاں البتہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر اُمینہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت پر ہاتھ ملا اور اس سے نکالی اولاد اس کی جیسی صورت چوٹی کی ہو۔ نکلتا چا ہا چوٹیوں نے آدم کے بالوں کے مسامات سے پس وہ نکلیں جیسے پسینہ نکلتا ہے اور بعض نے کہا کہ بعض فرشتوں نے ہاتھ ملا تھا تو فعل کی نسبت سبب کی طرف ہوتی اور بعض کا قول ہے کہ مسح کے معنی ہیں شمار کیا جس طرح زمین پیمائش سے گنی جاتی ہے اور یہ ماجرا بطن نعمان کا ہے جو ایک وادی عروف کے برابر مکہ اور طائف کے بیچ میں ہے۔ یہ جب خطاب ذریات سے کیا اور بلی کے ساتھ انہوں نے جواب دیا تو اقرار نامہ سفید اور روشن ورق پر لکھا گیا اور فرشتوں نے اُس پر گواہی لکھی اور سنگِ اسود میں اُس کو رکھ دیا۔

پس ذرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی جواب دینے والا تھا زمین سے اور علوم و ہدنی اُس میں دو جزو ملے جملے مجنون ہیں تو بھیجا علم اور ہدی کے ساتھ جو موروثی تھے آپ کے اور وہی خداداد تھے اور کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیجا تاکہ وہ دونوں زمین سے مٹی بھراویں تو زمین نے انکار کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو بھیجا تو زمین سے ایک مٹی بھرا لیا اور ابلیس نے زمین کو اپنے دونوں قدم سے روند ڈالا تو بعضی زمین اُس

کے لئے جن کو قلب حاصل ہے یعنی روز اول میں، اور یہ وہ لوگ ہیں جسکے حق میں اللہ نے فرمایا ہے: اومن کان مینتاً فاحینیاہ یعنی بھلا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے جلایا اور اسی کو واسطی نے کہا ہے کہ مشاہدہ غافل کر دیتا ہے اور پردہ داری فہم و ادراک دیتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک شے کی تجلی کی تو وہ شے اُس کے لئے خضوع و خشوع یعنی تواضع اور فروتنی کرتی ہے اور یہ جو واسطی نے کہا بہت قوموں کے حق میں صحیح ہے اور یہ آیت اُن قوموں کے خلاف دوسری قوموں کو حکم کرتی ہے اور وہ ارباب تکین ہیں جن کے واسطے مشاہدہ اور فہم دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو موضع فہم کا بات چیت کا محل ہے اور وہ سمع قلب ہے اور موضع مشاہدہ کا بصر قلب ہے اور سمع کے لئے ایک حکمت اور فائدہ ہے اور بصر کے لئے ایک حکمت اور فائدہ ہے۔ پھر جو شخص حال کے سکر اور نشہ میں ہے سمع اُس کی اُس کے بصر میں غائب ہو جاتی ہے اور جو شخص صحو اور تکین کے حال میں ہو اُس کی سمع غائب اس کے بصر میں نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ وہ مالک گردن حال کے ہیں اور ظروف وجود ہی سے جو بات سمجھنے کے قابل ہے سمجھتا ہے۔

سبب یہ ہے کہ فہم الہام و سماع کا درود گاہ ہے اور الہام و سماع دونوں ظروف وجودی کو چاہتے ہیں اور یہ وجود وہی دوسری آفرینش کی پیدائش ہے اُس شخص کے لئے جو مقام صحو میں متمکن اور مستقر ہے اور یہ علاوہ اُس وجود کے ہے جو نور مشاہدہ کے لمعان سے لاشے اور منعدم ہو جاتا ہے اُس شخص کے لئے جو فنا کی گزر گاہ سے بڑھ کر قرار گاہ بقا تک پہنچا۔

اور ابن شمعون نے کہا کہ ہر ائینہ اس میں پسند و نصیحت اُس شخص کے لئے ہے جس کا قلب ایسا ہو کہ آداب خدمت اور آداب قلب کو جانتا ہو اور وہ تین چیزیں ہیں تو قلب نے جب عبادت کا مزہ چکھا تو وہ شہوت کی غلامی سے آزاد ہوا۔ پس شہوت سے جو کوئی رُک کا ادب کا ایک تہائی حصہ اُس نے پایا اور جو کوئی اس چیز کا خواہش مند ہوا جو اُسے ادب سے نہیں آیا بعد ازاں کہ وہ مشغول

شرح ہم اس کے باب میں کریں گے اور یہ نام اہل قرب کے لئے بلا واسلام کے شرق و غرب میں نہیں جانا اور پہچانا جاتا بلکہ اہل ایم کے لئے معروف ہے اور بہت سے حضرات مقررین بلاد عرب اور ترکستان اور ماوراء النہر میں موجود ہیں اور وہ صوفیہ کے نام سے مشہور نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ لباس صوفیہ نہیں پہنتے اور الفاظ میں کچھ منع اور حذر نہیں ہے تو معلوم رہنا چاہیے کہ صوفیہ سے ہمدانی مراد مقررین ہیں۔

پس مشائخ صوفیہ وہ ہیں جن کے اسماء طبقات اور غیر ذلک کُل کتابوں میں ہیں کہ مقررین کے طریق پر تھے اور اُن کے علوم احوال مقررین کے علوم میں اور جو کوئی منجملہ ابراہ مقررین کے مقام ملک پر مطلع ہوا تو وہ متصوفین میں جب تک کہ اُن کے احوال سے متحقق یعنی صاحب حال نہیں ہوا۔ پھر جس وقت کہ اُن کے ذوالاحوال ہو گیا تو وہ صوفی بن گیا اور ان دونوں کے سوا جو اس قسم کے ہیں کہ اُن کے لباس اور نسب سے متمازیں وہ متشبه ہیں اور ہر ایک ذی علم کے اوپر ایک علیم ہے۔

دوسرا باب

حسن استماع کے ساتھ تخصیص کے بیان میں

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ خوش و نرم رکھے اُس شخص کو جس نے ایک حدیث مجھ سے سنی پھر اُس نے یاد رکھی حتیٰ کہ دوسرے شخص کو وہ حدیث پہنچائی۔ پس بہت سے حامل ہیں کہ انہوں نے جانا اور بوجھا اُس شخص تک کہ وہ بڑا فقیہ ہے اور بہت سے حامل ہیں کہ انہوں نے جانا اور وہ فقیہ نہیں ہیں۔ ہر ایک خیر کی بنیاد حسن استماع اور خوب سنانا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ : ولوعلم الله فيهم خيرا سمعهم یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر جاننا اللہ تعالیٰ اُن میں خیر اور نیکی تو البتہ ان کو سناتا۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں خیر کی علامت سماع میں یہ ہے کہ بندہ اُس کے

دیدہ خیال سے مطالعہ کرتا ہے سکون اور قرار آجاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے اُس شخص کے واسطے جس کا قلب ہو ایسا تعبیر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجرید اور تفرید پر قوت دینا، وہ یہاں تک کہ دُنیا اور خلق اور نفس سے بھاگ نکلے تب اُس کے غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو اور نہ ماسوا اللہ کی طرف مائل ہو۔

پس قلب ہونی ساری دُنیا سے مجرد اور الگ تھلگ ہوکان اپنے لگائے ہوئے اور بصر اُس کی حاضر ہو چہر اُس نے سنی مسوعات اور دیکھی مبہرات اور سامنے ہوا مشہودات کی اپنے اللہ کی طرف رمیدگی اور اپنے اللہ کی حضوری میں موجودگی اور کل اشیا اللہ تعالیٰ کے پاس اور وہ اللہ کے پاس ہے تو سنا اور دیکھا تب اُن سب کو دیکھا اور سنا اور اُن کی تفصیلوں کو نہ سنا اور نہ مشاہدہ کیا اس واسطے کہ وہ اجمالات چشم شہود کی وسعت سے مدرک اور معلوم ہوتے ہیں اور تفصیلیں ظرف وجود کی تنگی سے ادراک نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ عالم تمام اجمال اور تفصیل کا ہے اور ہر آئینہ۔ بعض حکماء نے سماعت میں تفاوت انسانوں کی مثال لکھی ہے اور کہا ہے کہ ایک کسان اپنا بیج لے کر نکلا تو اپنا کف دست اُس سے بھر لیا تو کچھ اُس میں سے راستہ پر بکھر گیا کچھ بھی دیر نہ لگی کہ اُس پر پرند اُن گرے اور اُسے چمک گئے اور کچھ اس میں سے ہوا پتھر پر گرے اور وہ سنگِ درشت ہے جس پر تھوڑی مٹی اور کچھ بھی تھی پھر جما یہاں تک کہ جب اُس کے ریشے پتھر تک پہنچے تو کوئی راستہ اور منفذ نہ پایا جس میں باسانی اترے تو سوکھ گیا اور اس میں کچھ بنجر زمین میں گرا جس میں کانٹے اُوپٹے ہوئے تھے پھر وہ جما ہر گاہ کہ وہ بڑھا اور اُوپٹا ہوا تو اس کا گلا کانٹوں نے دبایا پھر اس کو تباہ اور خراب کر دیا اور اس سے مل جل گیا اور کچھ اُس میں سے بنجر زمین میں گرا کہ نہ وہ راستہ پر تھے اور نہ پتھر پر اور نہ اُس میں خار تھے اور وہ اُوپٹا اور بڑھا اور اچھا خاصہ ہوا تو کسان کی مثل ایک حکیم کی ہے اور بیج کی مثل صواب کلام کی ہی مثل ہے اور جو راستہ کے اُوپر گرا اُس کی مثل ایک ایسے شخص کی ہے جو کلام کو سنتا ہے اور اُس کا ارادہ اُس کے سننے کا نہیں ہے۔ پھر تھوڑی دیر نہیں گزرتی کہ شیطان اُس کو اُڑالے جاتا ہے اُس کے قلب سے اور اُس کو مہلادیتا ہے

علوم کے موقعوں میں، ہوسے اور صفائی فہم کی اُس کے گھاٹوں پر آ موجود ہوئی۔ پھر جبکہ وہ حاضر ہوئی تو سماعت کی حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہر ائینہ اس میں پند و نصیحت اُس شخص کے لئے ہیں جس کو قلب حاصل ہو یا کان اُس نے لگایا اور وہ حاضر اور اور متوجہ تھا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قرآن کی نصیحت اُس شخص کے لئے ہیں جس کا قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہے کہ ایک آن اور ایک لحظہ اُس سے غافل نہیں ہوتا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا قلب دو قلب ہیں۔ ایک قلب ہے جو دنیا کے اشغال سے بھر گیا ہے حتیٰ کہ جب کوئی چیز امور طاعت سے پیش آئی تو وہ صاحب دل نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے اس باعث کہ دل اُس کا دنیا میں مشغول ہے اور ایک قلب وہ ہے کہ آخرت سے احوال سے پُربہ ہو گیا حتیٰ کہ جب کوئی چیز امور دنیا سے سامنے آئی تو وہ صاحب دل نہیں جانتا کہ کیا کرے اس وجہ سے کہ اُس کا دل آخرت کی طرف جاتا رہا ہے تو بس دیکھ لے کتنا فرق ہے ان جہے ہوئے فہموں کی برکت میں، اور اُن اشغال فانی کی شامت میں جن کے باعث تو طاعت الہی سے ٹھٹک رہا۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے: لمن کان له قلب سلیم من الاعراض و
 الامراض یعنی اُس شخص کے لئے جس کو قلب اعراض اور امراض سے سواہ اور سلامت
 حاصل ہو۔ حسین ابن منصور نے کہا کہ اُس شخص کے لئے جس کو ایسا قلب حاصل
 ہو جس میں شہود حق کے سوا کوئی خطرہ نہ ہو اور پڑھا۔

النحی الیك قلوبا لما مقلت سبحائب الوحی فیہما البحر الحکم
 یعنی میں تجھے سناتا ہوں ایسے قلوب کی سنادنی جس نے وحی کے ایسے بادل برساتے
 کہ اُن میں حکمت کے دریا بھرے ہوتے ہیں اور ابن عطار نے کہا ایک وہ قلب
 ہے جس نے بلا حظہ حق چشم تعظیم سے کیا اور اس کے لئے گزار ہو گیا اور ماسوی اللہ
 سے قطع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک گیا اور واسطی نے کہا لذكری یعنی البتہ پند
 نصیحت اُس قوم کے لئے ہے جو مخصوص ہیں نہ کہ عام آدمیوں کے لئے اُن لوگوں

فدا اور تصدق ہو جاتا ہے اور کہتا ہے ۵

اشم منك نسيما لست اعرفه اظلمت لعمياء جرت فيك اردانا
یعنی میں خوشبو لیتا ہوں نرم ہوا سے کہ اُس سے واقف نہیں ہوں میرے
گمان میں وہ ایک سبزہ رنگ ہے کہ اُس نے آستین تجھ سے ملی ہے پھر اس میں کلمہ
ہی کلمہ بس جاتا ہے اور بال بال اُس کا سمع اور ذرہ ذرہ اُس کا بصر ہو جاتا ہے۔
تب وہ حالت ہو جاتی ہے کہ کل سماعت کل سے اور کل نظارہ کل سے کرتا ہے
اور یہ کہتا ہے ۵

ان تاملتکم فکلی عیون او تذکرتکم فکلک قلوب
یعنی اگر میں نظر تمہاری طرف کر دوں تو سر پا چشم ہوں یا تمہیں یاد کروں تو تیرے
دل ہوں“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس میرے بندوں کو بشارت دے جزبات کو
سُننے ہیں۔ پھر اس کی خوب پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت
کی ہے اور یہی لوگ صاحب خرد ہیں۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے ادب اور عقل کے
سو جز ہیں اُن میں سے ننانوے جز و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور
ایک جز و تمام مومنوں میں ہے اور وہ جز جو کل مومنین میں ہے اکیس حصوں میں
تقسیم ہے تو ایک حصہ جس میں سب مومن برابر ہیں وہ شہادت اس کی ہے
کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدُّ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ
اور ہر آئینہ محمد رسول اللہ کے ہیں اور بیس حصہ جو باقی رہے وہ کتنے بڑھے
ہوئے ہیں اپنے اپنے حقائق ایمان کے اندازہ اور مقدار پر۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
فضیلت کا اظہار ہے یعنی احسن اور خوب تر وہی ہے جس کو آپ لائے۔ اس
واسطے کہ ہر گاہ اُس کو صحبت تکمیل اور قرب استقرار قبل از آفرینش دنیا حاصل
ہو تو سب احوال اُس پر انوار ظاہر ہوتے اور آپ کے ہمراہ احسن الخطاب
تھا اور تمام مقامات میں اُس کو سبقت ہی کیا۔ تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُس میں ہوا جو پایا تو اُس نے دو تہائی حقہ ادب کا پایا اور تیسرے قلب کی سیری اُس چیز سے جو وفا کے وقت اُس نے بڑھ کر پہلے ہی بخشش کی اُس وقت پورا ادب پایا۔

آدر محمد ابن علی باقر نے کہا ہے قلب کی موت نفس کی شہوات سے ہے تو جتنا شہوات کو چھوڑا اسی قدر حیات کا حقہ پایا بس سماع زندوں کے لئے ہے مردوں کے لئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر اُئینہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔
سہل ابن عبد اللہ نے کہا ہے قلب نرم اور تنگ ہے اس میں خطرات ذمیرہ اثر کرتے ہیں اور تھوڑے کا اثر اُس پر بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فہولہ قرین یعنی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اندھا اور غافل ہو تو اُس پر ہم ایک شیطان تقدیر کر دیتے ہیں جو اسی کے ساتھ رہتا ہے۔

پس دل ایک کام کا کرنے والا ہے کہ وہ ٹھکتا ہی نہیں اور نفس جاگتا ہوا ہے کہ وہ سوتا ہی نہیں پھر اگر بندہ ہو سمع اللہ تعالیٰ کی باتوں کا تو بہتر ورنہ وہ شیطان اور نفس کا مستمع ہے۔ پس ہر چیز سبب استماع کی ہے اور نفس کی حرکت سے اور اُس کی جنبش میں شیطان راہ پاتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیطان بنی آدم کے قلوب کے ارد گرد نہ پھرتے تو ضرور وہ آسمان کے مقامات ملائکہ کو دیکھتے اور حسین نے کہا ہے کہ مبصروں کی بصارت اور عارفوں کی معرفت اور علماء ربانی کا نور اور گزشتہ ناجیوں کے طریق اور ازل اور ابد اور جو کچھ کہ ان دونوں کے مابین ہے کائنات حادثات سے وہ سب اُس شخص کے لئے ہے جس کو قلب حاصل ہو یا کہ وہ کان سننے کے واسطے لگاتا ہو۔

اور ابن عطاء نے کہا وہ ایسا قلب ہے کہ حق کا ملاحظہ کرتا ہے اور مشاہدہ اور اُس سے خطرہ اور فترہ کے سبب غائب نہیں ہوتا تو اُس کے ساتھ سنتا ہے بلکہ اس سے سنتا ہے اور اس کے ساتھ حاضر ہوتا ہے بلکہ اُس کی شہادت کرتا ہے۔ پھر جبکہ قلب حق کا ملاحظہ چشم جلال سے کرتا ہے ڈرتا ہے اور لڑتا ہے اور جب اُسے

جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر ایک کلمہ میں قرآن سے اُس کے کلمات ایسے ہیں کہ اُن سے پہلے دریا کے دریا چک جائیں اور ہر ایک کلام ایک کلمہ ہے بنظر ذات توحید کے اور ہر ایک کلمہ کلمات ہیں، اگر نظر وسعت علم پر کریں۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس حدیث کو حضرت نبی علیہ السلام کی طرف مرفوع کرتے تھے۔ فرمایا کہ قرآن سے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ اُس کے لئے ظاہر اور باطن ہے اور ہر ایک حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر ایک حد کے لئے ایک مطلع ہے اور وہی کہتا ہے میں نے کہا اے ابوسعید مطلع کیا چیز ہے کہا طلوع کرتی ہے وہ قوم جو اُس کے اُوپر عمل کرتی ہے۔ ابو عبید نے کہا میرا گمان ہے کہ حسن کا یہ قول اس کے سوا نہیں کہ عبداللہ بن مسعود کے قول کی طرف گیا ہے۔ ابو عبید نے کہا میرا گمان ہے کہ حجاج نے شعبہ سے اُس نے عمرو بن مرقہ سے اُس نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کوئی حرف یا آیت نہیں ہے مگر یہ کہ ہر آئینہ اُس پر ایک قوم نے عمل کیا اُس کے لئے ایک قوم ہے کہ عنقریب اُس پر عمل کرے گی۔

پس مطلع ایک عقبہ اور کھاتی ہے کہ اُس پر اپنے علم کی معرفت سے چڑھتا ہے۔ پس مطلع فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ لکھولتا ہے ہر قلب پر جسے لذق نور سے دیتا ہے اور نظر و بطن اُس کی معنی و تاویل ہے اور بعض نے کہا ایک قوم نے کہا کہ ظہر لفظ قرآن اور بطن اُس کی معنی و تاویل ہے اور بعض نے کہا کہ ظہر قصہ کی صورت ہے اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اپنے عتاب سے کسی قوم پر اور عقاب سے جو اُن پر ہوگا تو اس کا ظاہر خبر کا اُس سے دینا ہے اور اُس کا باطن بصیحت اور تنبیہ ہے اُس شخص کے لئے جو قرأت کرتا اور امت سے سماعت کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا ظاہر اُس کا اتارنا اس کا ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور باطن اُس کا عمل اس پر واجب ہونا ہے اور بعض نے کہا ظہر اس کی تلاوت ہے جیسا وہ نازل ہوا۔ فرمایا حق سبحانہ و تعالیٰ نے: ورتل القرآن ترتیلاً یکساں اور بارام کھلی تلاوت کر قرآن کی ترتیب سے اور بطن اُس کا سوچ بچار اور اس میں فکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک کتاب ہے جسے تیری

اور جو صاف ہموار پتھر پر گر اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو اُس کو اچھا اور مستحسن سمجھتا ہے اُس کے بعد کلمہ قلب تک پہنچتا ہے جس میں کچھ عزم اور ارادہ عمل کرنے پر نہیں ہے تب اُس کے قلب سے دُور کر دیتا ہے اور جو بنجر زمین پر گر اس میں کانٹے ہیں اُس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو کلام کو سنتا ہے اور اُس پر عمل کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو جس وقت اُس کے شہوات پیش آئیں تو عمل کرنے کے ارادہ سے اُس کو روک دیا پھر اُس کے عمل کی جو نیت کی غلبہ شہوات سے متروک ہو گئی جیسے وہ درخت کہ اُس کا گلا کانٹوں نے دبایا اور بنجر زمین میں جو گر اس کی مثال ایسے مستمع کی ہے جو نیت اُس کے عمل کی کرتا ہے تو اُس کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور اپنی ہوا سے نفسانی سے کنارہ اور جس نے ہوئی سے علیحدگی اختیار کی اور راہِ راست کے ڈھرے پر چلا وہ صوفی ہے اس واسطے کہ ہوا و ہوس کے اندر حلاوت اور مزہ ہے اور نفس کو جب ہوا کے چپکے لگ گئے تو اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور لذت پاتا ہے اور ہوا سے استلذاذ وہی ہے جو کھیتی کا گلا کانٹے کی طرح دبا جاتا ہے اور صوفی کا قلب تو اُس کے حبِ صافی کی حلاوت سے مہمانی ہوتی ہے اور جب صافی تعلق روح حضرت الوہیت سے ہے اور حضرت الوہیت کی طرف جو روح متجذب داعیہ حب سے ہوتی ہے اُس کی قوت سے قلب اور نفس پیچھے اُس کے لگ جاتے ہیں اور حضرت الوہیت کی محبت کی حلاوت ہونی کے مزہ پر غالب آتی ہے اس واسطے کہ حلاوت ہونی کی ایک ناپاک درخت کی مثال ہے جو زمین کے اوپر جڑ پیر سے اکھڑ گیا کسی طرح کا اُسے قرار اور ٹھہراؤ نہیں ہے اس سبب سے کہ حد نفس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور محبت کی حلاوت ایک ستھرے پاک درخت کی مثال ہے جس کی پتال میں جڑ ہے اور ڈالیاں اُس کی آسمان سے جا لگیں و جب یہ کہ وہ روح میں جڑ پکڑے ہوتے ہے ڈالی اُس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور رگ و ریشہ اُس کے نفس کے زمین میں گھسے ہوئے ہیں تو جب اُس نے قرآن شریف کا ایک کلمہ سنا یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو شراب کی طرح اُس کو روح قلب اور نفس پی جاتا ہے اور اُس پر بہتر

مخفی ہیں اور جب کبھی ان اعمال سے کوئی عمل کرتے ہیں علم سے ایک علم اُن کا بلند ہوتا ہے اور ایک مطلع جدید پر فہم آیت سے طلوع کرتے ہیں اور میرے سر باطن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ مطلع سے نہ یہ مراد ہے کہ وہ صفاء فہم کے سبب آیت کے ذہین معنی اور راز مرستہ پر آگاہ ہونے سے ہے۔ لیکن مطلع یہ ہے کہ ہر ہر آیت پر اُس کے سبب شہود متکلم پر طلوع کرنے اس واسطے اس میں او صاف اُس کے سے ایک وصف اور اُس کی صفات سے ایک صفت امانت رکھی ہوئی ہے تو اُس کے لئے تجلیات آیتوں کی تلاوت اور سماع سے متجدد ہوتے ہیں اور اُن لینہ اُس کے لئے بن جاتے ہیں جو عظمت و جلال سے خبر دیتے ہیں اور ہر اُن لینہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ہر اُن لینہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے کلام میں متجلی ہوا ہے مگر وہ نہیں دیکھتے۔ پس ہر ایک آیت کے لئے اس وجہ سے مطلع ہے تو حد کلام ہے اور مطلع حد کلام سے شہود متکلم کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ غش کھا کر ایک دفعہ گر پڑے جبکہ وہ نماز میں تھے تو اُس حالت سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو دہراتا رہا یہاں تک کہ اُس کو میں نے اُس کے متکلم سے سنا۔ پس صوفی جب کہ اُس کے لئے ناصیہ توحید کا نور چمکا اور اُس نے وعدہ و وعید کی سماعت پر کان رکھے اور اُس کا قلب ماسوا اللہ سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا تو اپنی زبان یا غیر کی زبان کو تلاوت میں مثل درخت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھتا ہے جان کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے سنایا اُس درخت سے خطاب اپنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انی انا اللہ ہر اُن لینہ میں ہوں اللہ توجب اُس کا سماع اللہ تعالیٰ سے تھا اور استماع اُس کا اللہ کی طرف سمع اُس کا بھر اُس کے اور اجر اُس کے سمع اُس کا اور علم اس کا عمل اُس کا اور عمل اس کا علم اُس کا ہو گیا اور پھر اُن کا اول کو اور اول اُس کا اُس کے آخر کو اور اُس کے معنی کو ہر اُن لینہ اللہ تعالیٰ نے خطاب ذریات کو اپنے قول سے کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے یہ نثار نہایت صاف سنی اُس کے بعد

فرماتے ہیں نحن الآخرون السابقون یعنی وجود اور پیدائش میں ہم آخر ہیں اور محل قدس کے فضل میں خطاب اول کے لائق ہیں اور فرمایا ہے اللہ جل شانہ نے یا ایہا الذین آمنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییٰکم یعنی اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے لئے استجابت کرو جب تمہیں بلا میں اس چیز کے لئے جو تمہاری زندگی کی باعث ہے۔

جنید علیہ الرحمۃ نے کہا ہے اُن لوگوں نے اپنی طرف دم کھینچا اور خوشبولی اُس شے کی جس کی طرف انہیں بلایا پھر شتابی کی اُن تعلقات کے دور کرنے میں جو انہیں شغل میں لگائے رکھتے تھے اور پارہ سانی کے ملنے پر نفوس سے ٹوٹ پڑے۔ اور شدتوں کی تلخی چکھی اور معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سچے رہے اور حسن ادب سے اُن کاموں میں رہے جس کی طرف انہوں نے توجہ کی اور مصیبتیں اُن پر آسان ہوئیں اور مقصود کی قدر پہچانی اور اپنے مالک کے سوا دوسرے کے تذکرہ کی رغبت سے اپنی ہمتوں کو روک لیا تو وہ حیاتِ ابدی پا گئے اُس زندہ کے ساتھ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اُس کی حیات صفائی اس کے ہر ایک معنوں سے لفظاً اور فعلاً ہے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ استجابت کرو تم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے سرا سے اور رسول علیہ السلام کے لئے اپنی ظاہرات سے۔ پس نفوس کی حیات متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور قلوب کی حیات مشاہدہ غیوب سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا تقصیر کے دیکھنے سے ہے۔

اور ابن عطاء نے فرمایا اس آیت میں استجابت چار وجہ پر ہے اُس میں کے اول توحید کی اجابت ہے اور دوم اجابت تحقیق اور سوم اجابت تسلیم جو تھے اجابت تقریب ہے اور استجابت بقدر سماع اور سماع بحیثیت فہم اور فہم بقدر معرفت قدر کلام ہے اور معرفت کلام علی قدر معرفت اور علم متکلم کے ہے اور وجوہ فہم کے غیر محصور ہیں اس لئے کہ وجوہ کلام غیر محصور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو اگر دریا یا سیاہی کلمات رب میرے کے لئے بن جائے تو ہر اُمینہ دریا کلمات ربانی سے پہلے چمک

اور پورا کیا جائے اور فرمایا امت جنبش دے اُس کے ساتھ اپنی زبان کو تار اُسے جلدی سے پڑھے۔ یہ تعلیم ہے حسن استماع کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول علیہ السلام کے لئے بعض نے کہا معنی اس کے یہ ہیں کہ مت لکھا اُسے صحابہ کوجب تک کہ تو اس کے معانی کو سوچ سمجھ نہ لے تا کہ اول تو وہ نہ ہو جو اُس کے عجائب اور غرائب میں خطا کرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور وحی اُن کو پہنچاتے تو قرآن کے پڑھنے میں بھول کے خوف سے توقف نہ فرماتے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا یعنی شتابی نہ کر اس کے پڑھنے میں قبل اس کے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ تک القا کرنے سے فارغ نہ ہو جائے اور کبھی مطالعہ علوم اور اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع کے معنی میں آتا ہے اور مطالعہ کرنے والی علوم و اخبار اور تواریخ اہل صلاح اور اُن کے حکایات اور انواع اقسام کے حکم اور امتثال کا محتاج ہوتا ہے جن میں عذابِ آخرت سے نجات ہے کہ ان سب میں وہ ادبِ فنِ حسن استماع کا ہو جائے اس واسطے کہ یہ نوع نوعِ اسی کی ہے اور جس طرح کہ قلبِ حسن استماع کے لئے مستعد زہد و تقویٰ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ سنا اس میں سے جو بہت اچھا ہے اُسے لے لیا پھر وہ ہر ایک شے سے مطالعہ کے ساتھ اچھی چیز کا انتخاب کرنے والا ہو جاتا ہے اور مطالعہ کے آداب سے یہ ہے کہ بندہ جب کسی ایک چیز کے مطالعہ کا حدیث و علم سے ارادہ کرے تو سمجھ لے کہ ہر اُن کیسے بھی اس کا مطالعہ ہولے نفسانی اور ذکر و تلاوت اور عمل پر کم صبری سے ہوتا ہے تو وہ مطالعہ سے ایسی ہی راحت پاتا ہے جیسے لوگوں کی صحبت اور اُن کی بات چیت سے آرام پاتا ہے تو چاہیے کہ ذہن کو آدمی اپنے نفس کو اس معاملے میں مٹولے اور مطالعہ کتب سے اپنے وقت کی اُس حد تک کہ اس کو حاصل کرتا ہے مزے نہ اڑائے اور حد سے زیادہ کی اس میں رعایت نہ کرے۔

پس جب کسی کتاب یا اور کسی علمی بات کا مطالعہ کرنا چاہے تو اُس کی طرف مبادرت نہ کرے مگر بعد ثبات و قرار اور انا بتہ اور رجوع کے اللہ تعالیٰ کی طرف اول

طرف ہم نے اُتارا ہے برکت والی ہے تاکہ اُس کی آیتوں میں مالِ اندیشی کریں اور نصیحت لیں وہ لوگ جو دانشمند ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ لکل حرف حد یعنی ہر حرف کے لئے حد ہے تلاوت میں کہ مصحف سے جو امام ہے تجاوز نہ کرے اور تفسیر میں سُننے سے ہم نے منقول سے نہ بڑھے اور تفسیر اور تاویل میں فرق کیا گیا ہے۔ پس تفسیر علم ہے آیت کے نزول اور شان اور قصہ کا اور اُن اسباب کا جس کے لئے آیت اُتری اور یہ جو تفسیر ہے اُس میں کچھ کا ذمہ خلق کو کہنا حرام ہے اور ممنوع مگر سہارہ اور آثارِ سلف سے جائز ہے اور تاویل آیت کا پھیرنا ہے ایک معنی کی طرف جس کا احتمال اس میں ہو جبکہ معنی محتمل جس کو وہ دیکھتا ہے کتاب اور سنت کے موافق ہو پھر تاویل طرح طرح کی مع دل کے طرح طرح کے حال کے ساتھ ہے اُس بیان کے برابر جو ہم نے صفا و فہم اور رتبہ معرفت اور منصب قرب الہی سے ذکر کیا ہے۔

ابوالدرداء نے کہا کوئی شخص پورا فقیہ نہیں ہر تاحتی کہ قرآن کے وجوہ کثیر نہ دیکھتا ہو تو کیا ہی اچھے کا قول ہے عبداللہ بن مسعود کا کوئی آیت نہیں گریہ کہ اُس کے لئے ایک قوم ہے کہ عنقریب اُس پر وہ لوگ عمل کریں گے اور یہ کلامِ مجرب دیتا اور برائی گنہگار کرتا ہے ہر طالب صاحب ہمت کو اُس پر کہ اپنے دل سے موارد کلام کو صاف اور ستھرا کرے اور اُس کے معنی رقیق اور اُس کے اسرار پوشیدہ کو سمجھے۔ دریں صورت صوفی کے لئے جو دنیا سے بے غم اور ماسوا اللہ سے فارغ دل کمال ہے ہر ایک آیت سے ایک مطلع ہے اور ہر مرتبہ تلاوت میں نیا مطلع اور فہم اُتا مرتب وہ ہے اور اُس کے لئے ہر فہم کے ساتھ عمل نرالا ہے تو اُن کا عمل فہم عمل کی طرف بلاتا ہے اور اُن کا عمل صفائی فہم اور نظر دقیق کو معانی خطاب میں کھینچتا ہے تو فہم سے علم ہے اور علم سے عمل اور علم و عمل تو اس میں باری باری سے آتے ہیں اور یہ عمل اب وہی قلوب کا عمل ہے اور عمل قلوب عمل قالب کے علاوہ ہے اور اعمال قلوب اپنی لطافت اور صداقت سے علوم کے ہم شکل اور ہم صورت ہیں اس واسطے کہ وہ نیا اور ضمیر اور تعلقاتِ روحیہ اور تاویلاتِ دلی اور فہم کوئی

جلی کی نظمت کے چراغ اور دیوان اسلام کے پیشرو اور کتاب و سنت کی حکمتوں کے معاون اور اللہ تعالیٰ کے امنا اُس کے خلق ہیں اور بندگانِ خدا کے طبیب چارہ ساز اور ملت مستقیم کے نقاد اور بڑے امامت کے بار اٹھانے والے ہیں تو وہ زیادہ حق دارِ خلق میں حقائقِ تقویٰ اور پرہیزگے ہیں اور تمام بندگانِ خدا سے بڑھ کر حاجت مند زہد فی الدنیا کے اس واسطے کہ یہ علماء ان باتوں کے محتاج اپنے نفس اور دوسروں کے لئے ہیں تو ان کا فساد و صلاح متعدی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا سب آدمیوں میں بڑا جاہل وہ ہے جس نے جانی ہوئی بات کا عمل ترک کر دیا اور سب سے بڑھا ہوا عالم وہ شخص ہے جس نے عمل اُس پر کیا جس کا اُسے علم ہوا اور افضل الناس وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی اور تواضع کرنے والا ہو اور یہ قول صحیح ہے محکم اس وجہ سے کہ عالم جب اپنی معلومات پر عمل نہ کرے تو وہ عالم ہی نہیں چاہے کہ اُس کی فصاحت اور کتب اور خلقت اور مناظرہ و مجادلہ کی قوت تجھے مغالطہ نہ دے اس واسطے کہ جاہل ہے اور عالم نہیں ہے۔ الا اگر اللہ تعالیٰ برکتِ علم سے اُس پر بخشش کرے کہ ہر ائینہ اسلام میں علم اپنے اہل کو ضائع نہیں کرتا اور عالم کا برکتِ علم سے پلٹ آنا امید کیا جاتا ہے۔ اور علم فرض ہے اور فضیلت ہے۔

پس فرض وہ ہے کہ انسان کو اُس کے جاننے سے چارہ نہیں ہے تاکہ وہ حق و واجب دینے پر قائم ہو اور فضیلت وہ ہے جو مقدارِ حاجت پر زیادہ ہو ان چیزوں میں سے جو نفس میں فضیلتاً حاصل کرتا ہے اور کتاب و سنت کے موافق ہو اور جو علوم کتاب و سنت کے اور جو کچھ ان دونوں سے مستفاد ہوا ہے یا ان دونوں کے سمجھنے پر معین یا ان کی طرف مستند ہیں خواہ کوئی ہو۔ موافق نہ ہو وے تو وہ لذیلت ہے اور فضیلت نہیں ہے اس سے انسان کی زیادہ خواہش ہے اور دنیا و آخرت کی فرومانگی ہے۔

پس جو علم کہ فرض ہے احسن کی نادانستگی کی وسعت انسان کو نہیں یعنی اُس کے جانے بغیر رہ نہیں سکتا بنا براس کے کہ حضرت انس بن مالک نے روایت کی کہ فرمایا

برابر ذریات اصلاب اور ارحام میں منتقل ہو۔ لیکن فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے جب تو قیام کرتا ہے اور تعقب تیرا ساجدین میں یعنی تعقب تیرے ذرہ اہل سجود کے اصلاب میں جو تیرے آباء ابناء سے ہیں۔ پس ہمیشہ ذرات منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اپنے اجساد کی طرف بروز کیا۔ پس وہ حکمت کے ساتھ قدرت سے اور علم شہادت کے ساتھ عالم غیب سے محبوب ہو گئے اور اطوار کثیرہ میں اوتے بدلتے تاریخی اس کی بہت جمع ہو گئی۔

پس جبکہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے حسن استماع کا ارادہ کرتا ہے اس طرح کہ اُس کو صوفی صافی بنائے تو ہمیشہ اُس کے تزکیہ اور تجلیہ کے مراتب میں ترقی دیتا ہے حتیٰ کہ وہ عالم حکمت کی ضیق مقام سے خلاص پا کر قضاء قدرت میں نکل آتا ہے اور اُس کی چشم باطن سے جو والد پارہ ہو جانے والی ہے پھر دہلے حکمت دُور ہو جاتے ہیں تو اسے است بریکم کا سماع کشف اور عیان ہوتا ہے اور توحید و عرفان اُس کا بتیان اور بُرہان اور اس کی خاطر تاریخی فاصلوں کی لوازم انواع میں مندرج ہو جاتی ہے۔

بعض نے اُن میں سے کہا ہے ہم یاد کرتے ہیں کہ خطاب الست بریکم کا اُس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے۔ پھر جس وقت صوفی اس وصف کے ساتھ متحقق اور موصوف ہو گیا تو اُس کا وقت سرمد اور شہود اُس کا سوید ہو گیا اور سماع اس کا متوالی اور مستجد وہ سنتا ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جیسا کہ حق سننے کا ہے۔ سفیان ابن عیینہ نے کہا ہے اول علم استماع ہے پھر فہم پھر حفظ پھر عمل پھر اُس کا پھیلاؤ۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے حسن استماع کا تعلیم پانا ایسا ہے کہ جس طرح حسن کلام کی تعلیم پاتے ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حسن استماع سے یہ مراد ہے کہ متکلم کو سہلت دی جلتے تا آنکہ وہ اپنی بات پوری کرے اور ادھر ادھر کم دھیان دے اور بات کرنے والے اور یاد رکھنے والے کی طرف منہ اور نظر رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے اور مت جلدی کر قرآن کے ساتھ پہلے اس سے کہ وہ تیری طرف ادا

کے لئے جائز نہیں کہ اپنی رائے سے عمل کرے اس واسطے کہ وہ جاہل ناواقف اُن چیزوں سے ہے جو اُس میں اس کے نفع اور نقصان کی ہے تب وہ کسی عالم کی طرف رجوع کرتا ہے مگر اُس سے پوچھے عمل سے تاکہ وہ اُس کو جواب بصیرت کے ساتھ دے اور اپنی رائے سے عمل نہ کرے اور یہ علم ہے جس کا حاصل کرنا وہاں واجب ہے جہاں کوئی جاہل ہے اور بعض نے کہا علم توحید کی طلب فرض ہے کوئی کہتا ہے کہ طریقہ نظر و استدلال ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ طریقہ نقل ہے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے جبکہ بندہ علامت باطن اور حسن قبول و انقیاد کے ساتھ اسلام میں ہے اور اس کے سینہ میں کوئی شے راسخ نہیں ہوتی تو وہ مسلم ہے اور اگر اُس کے سینہ میں کوئی بات جم گئی یا کوئی شے عقیدہ رد و قدح میں و بوسہ ڈالتی ہے یا کسی شبہ میں گرفتار ہے جس کے غائلہ سے وہ امن نہیں پاتا ہے کہ اُسے کسی بدعت یا ضلالت کی طرف کھینچ لے جائے تو اُس پر واجب ہے کہ اشتباہ او اشتکشاف کرے اور اہل علم اور اُن کے لوگوں کی طرف رجوع کرے جو اُس کو طریق صواب سمجھائے۔

اور شیخ ابوطالب مکی رحمہ اللہ نے کہا وہ علم فرائض پنجگانہ ہے جس پر اسلام کی بناء دکھی گئی اس واسطے کہ وہ سب مسلمانوں پر فرض ہیں اور جب اُن کا عمل فرض ہے تو اُس کے عمل کا علم بھی فرض ہو گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ علم توحید اُس میں داخل ہے۔ اس لئے کہ اس میں اول دو شہادت ہیں اور اخلاص اس میں داخل ہے کیونکہ وہ اسلام کی ضرورت سے ہے اور علم اخلاص صحت اسلام میں داخل ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے تو وہ اس کی مقتضی ہے کہ مسلمان اُس کے بغیر علم کے نہ رہے اور جس قدر اقوال کہ پہلے بیان ہو چکے اُن میں ایسے ہیں کہ مسلمان کو اس کے خیال میں وسعت ہے اس واسطے کہ وہ کبھی من کل الوجوہ علم خواطر اور علم حال اور علم حلال کا نہیں لکھتا اور علمین جو علماء آخرت سے حاصل ہوتا ہے جسے کہ تو دیکھتا ہے اور اکثر مسلمان ان چیزوں سے لاعلم ہیں اور اگر یہ سب چیزیں اُن پر مفروض ہوتیں تو البتہ اکثر خلق اس سے عاجز

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تائید چاہے اس واسطے کہ ہر آئینہ کبھی مطالعہ سے بھی اللہ تعالیٰ وہ مراتب روزی اور نصیب کرتا ہے جو اُس کے حال کی ترقی ہے اور اس کے لئے استخارہ پہلے دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اس پر سمجھنے اور سمجھانے کا دروازہ کھول دیتا ہے بخشش کی راہ سے منجانب اللہ متراد اُس پر جو صورت علم سے ظاہر ہو۔

پس علم کے لئے ایک صورت ظاہری اور ایک سر باطنی اور وہ فہم ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرف فہم پر اپنے قول سے آگاہ کر دیا ہے فہمنا ہا سلیمان وکلنا آتینا حکما وعلما یعنی سمجھا دیا ہم نے اُسے سلیمان کو اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا اس میں اشارہ فہم کی طرف زیادہ خصوصیت کے ساتھ کیا اور علیحدہ علیحدہ کر دیا حکم اور علم کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر آئینہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا تا ہے۔

پس ہر گاہ سنانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے تو کبھی زبان کے واسطے سے سنا تا ہے اور کبھی اُس شے سے جو اُس کو مطالعہ کتب کے ساتھ روزی سے بیان کیا ہے اسی واسطے جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کشود کرتا ہے مطالعہ کتب سے اس معنی میں ٹھہل گیا جو مسموع سے حسن استماع کی برکت سے نصیب ہوتا ہے تاکہ بندہ اُس میں تجسس اپنے حال کی کرے اور اپنے علم اور ادب کو سیکھے اس واسطے کہ وہ ایک بڑا باب رحمت کے ابواب سے ہے اور سلوک آخرت کے میں سب سے زیادہ نفع دیتا ہے۔

تیسرا باب

علوم صوفیہ کی فضیلت کے بیان میں اور انہیں سے ایک نمونہ کی طرف اشارہ ہے

حکیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ شتر کیا چیز ہے؟ تو فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے شتر کی بابت سوال نہ کرو اور خیر کی نسبت دریافت کرو و تین دفعہ اُس کو فرمایا پھر کہا کہ شتر بیروں کے شتر و علمائے شریعہ ہیں اور نیکیوں کے نیک علماء و نیک ہیں کہ علماء امت کے رہنما اور دین کے ستون اور جہات

جن کو ہر عزم کی ثابت قدمی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر تم تجھے ثابت نہ رکھتے۔ پھر حفاظت کیا گیا مشاہدہ اور مشافہہ خطاب کے وقت میں اور وہ بنایا سلوا لہا جو اقرب کے مقام میں اور مخاطب ہے بساط انس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے بعد مخاطب قول اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوا فاستقمہ کما امرت یعنی پس استقیم ہو جیسے تو مامور ہے اور اگر نہ ہوتے یہ مقدمات تو نہ پاتے طاقت استقامت کی جس کے ساتھ مامور ہوئے اور ابو حفص سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ کہا کہ استقامت، اس واسطے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قائم اور مستقیم ہو حالانکہ اُس کے محافظ نہ ہو سکو گے۔

اور امام جعفر صادق نے اس حکم کی تفسیر میں فاستقمہ کما امرت کہا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف صحت عزم کے ساتھ نیاز و اقتضا کے اور بعض صالحین نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے شبیب بنی سودة ہود و اخواتہا یعنی سورہ ہود اور اس کے اخوات نے مجھے بوڑھا اور ضعیف کر دیا تو فرمایا ہاں کیا پھر میں نے کہا کس چیز نے اُن میں سے آپ کو بوڑھا کر دیا۔ آیا انبیاء کے قصص اور امتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اُس کے قول نے فاستقم کما امرت۔

پس جس طرح کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از مقدمات مشاہدات اس خطاب سے مخاطب ہوئے اور حقائق استقامت کے ساتھ مخاطب کئے گئے اسی طرح علماء آخرت جو دُنیا سے بے رغبت ہیں اور مشائخ صوفیہ جو مقرب ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو حقیقہ اور نصیب اُس میں سے عطا کیا ہے پھر اُن پر الہام مطالبہ اس کا کیا کہ واجبی حق استقامت کے لئے آمادہ اور مستعد ہوں اور استقامت کو بڑا مقصود اور اعلیٰ مطلوب چاہا۔

ابوعلیٰ مہر جانی نے کہا ہے کہ طالب استقامت ہونہ طالب کرامت اس واسطے کہ ہر آئینہ تیرا نفس طلب کرامت میں متحرک ہے اور تجھ سے تیرا پروردگار استقامت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی طلب کروا کر چھ ملک چین میں ہو اس واسطے کہ ہر آئینہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علمائے نے اس علم میں اختلاف کیا ہے جو فرض ہے۔ بعضوں نے کہا کہ وہ علم اخلاص اور معرفت آفات نفس اور مضدمات اعمال کا ہے۔ اس لئے کہ اخلاص کے لئے امر ہے اور اخلاص مامور بہ کے گھروں کو نفس کا نکر اور غرور مکائد و شہواتِ خفیفہ خراب اور تباہ کرتے ہیں تو اس کا جاننا فرض ہو گیا اور بعض نے کہا خطرات اور اس کی تفصیل کا جاننا فرض ہے اس واسطے کہ خطرہ ہے اسل اور جڑ بنیاد نص کی اور اس کے مبداء اور منشاء میں اور ابی سے پہچان پڑتا ہے فرق دارد ملکی اور وارڈ شیطان کا تو فعل نہیں صحیح ہوتا جب تک کہ اس کی صحت نہ ہو۔

اور بعضوں نے کہا ہے وہ علم وقت کی طلب ہے اور سمیل بن عبد اللہ نے کہا کہ رہ علم حال کی طلب ہے یعنی حکم اس حال کا ہے اس کے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ علم حلال کی طلب ہے اس لئے کہ اکل حلال فرض ہے اور ہر آئینہ بعد فریضہ کے فرضیت طلب حلال کی وارد ہوئی ہے تو اس کا علم بھی فرض ہو گیا اس شکل سے کہ وہ فرض ہے۔ اور بعضوں نے کہا وہ علم باطن کی طلب ہے اور وہ اسے کہتے ہیں کہ بندہ کا یقین اس سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ وہ علم ہے کہ جو حاصل ہوتا ہے صحبت سے اور صالحین کی مجالست سے۔ جو علما و صاحب یقین اور زہاد مقررین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر میں داخل کیا ہے کہ ان کی طرف طالبین کو روانہ کرتا ہے اور ان کے طریقہ سے ان کو قوی کر دیتا ہے اور انہی کے سبب ان کو ہدایت کرتا ہے۔

پس عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور ان سے علم یقین کی تعریف حاصل ہوتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ علم خرید و فروخت اور بیاہ اور طلاق کا ہے کہ جب ارادہ داخل ہونے کا کسی چیز میں ان سے کرے تو اس پر واجب ہے کہ علم اس کا حاصل کرے اور بعض نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ بندہ ایک عمل کا ارادہ کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس میں اللہ کے واسطے اس پر کیا حق ہے تو اس

ہے۔ پھر اگر اُس کی راہ میں کوئی شے اُس میں کی آجائے تو جو اُنز ہے اور اچھی ہے۔ اور جو نہ پیش آوے تو اُس کی کچھ پرواہ اُسے نہیں ہے اور اس سے اُس کا کچھ نقصان نہیں ہے اور نقص ہے تو یہی کہ حق استقامت واجبہ میں خلل اور فرق پڑے۔

پس چاہیے کہ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے اس واسطے کہ وہ طاہرین کے لئے بڑی اصل اور اعلیٰ قاعدہ ہے تو علماء، زہاد اور مشائخ صوفیہ اور مقررین اس صورت سے کہ واجب حق استقامت کے قیام سے مشرف اور مکرم ہوتے تو وہ تمام علوم نصیب اُن کے ہوتے جن کا اشارہ متقدمین نے کیا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور انہوں نے دُعا کیا ہے کہ وہ فرض ہے تو اُس میں کا علم حال علم قیام اور علم خواطر ہے عنقریب علم الجوانز اور اس کی تفصیلوں کو ایک باب خاص میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ

اور علم یقین اور علم اخلاص اور علم نفس اور معرفت اُس کی اور اس کے اخلاق کی اور نفس کا علم و معرفت علوم قوی میں سب سے بڑھ کر عزیز اور بزرگ ہے اور مقررین و صوفیہ کے طریق سے لاسنت اور درست تر سب آدمیوں میں وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ لاسنت اور درست تر معرفت نفس میں ہو اور علم معرفت اقسام دنیا اور وجوہ دقائق ہوتے اور مخفی شہوات نفس اور حرص اُس کی اور علم ضرورت اور مطالبہ نفس و قوت بر ضرورت قول اور فعل اور کپڑے پہننے اور اتانے میں کھانے میں اور سونے میں اور حقائق توبہ کی معرفت اور چھپے ہوئے گناہوں کا علم اور اُن سنیات کا علم جو ابرار کے حسنات ہیں اور نفس کا مطالبہ غیر مطلوب کی ترک سے اور باطن کا مطالبہ خطرات معصیت کے روکنے سے پھر فضول خطروں کے روکنے سے۔ پھر علم مراقبہ اور علم اُن اشیاء کا جو مراقبہ میں خلل ڈالے اور علم محاسبہ رعایت اور علم حقائق التوکل اور متوکل کے اُس کے توکل میں اور مراقبہ میں جو چیزیں ہادج اور مخل ہیں اور جو چیزیں کہ ہادج اور مخل نہیں ہیں اور فرق اس توکل میں کہ بحکم ایمان واجب ہیں اور اس توکل خاص میں جو اہل عرفان کے ساتھ مختص ہے اور علم رضا اور مقام رضا کے گناہ اور علم زہد اور اُس کی حد بندی لوازم ضرورت سے اور اُن باتوں سے جو اُس کی حقیقت کی قاذح نہیں ہے اور معرفت زہد فی الزہد اور

رتیں مگر جس کو اللہ چاہے اور میرا میلان ان اقوال میں شیخ ابوطالب کے قول کی طرف زیادہ ہے اور اُس کے قول کی طرف جس نے کہا ہے کہ اُس پر علم بیح و شمار اور نکاح و طلاق کا واجب ہے جبکہ اُس میں در آنا چاہے اور قسم ہے مجھے اپنی عمر کی علم اُس کا مسلم پر فرض ہے اور اسی طرح وہ چیز جو شیخ ابوطالب نے بیان کی اور میرے نزدیک اس مسئلہ میں تعریف جامع علم مفروض کی طلب کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔

پس میں کہتا ہوں علم جس کی طلب ہر ایک مسلمان پر فرض ہے وہ علم امر وہی ہے اور مامور وہ ہے جس کے کرنے پر ثواب اور اُس کے ترک پر عذاب ہے اور نہی و ممنوع جس کے کرنے پر عذاب اور اُس کے ترک پر ثواب ہے اور مامورات و منہیات سے بعضی دوامی ہیں جو بندہ کو حکم اسلام سے لازم ہیں اور بعض ایسے ہیں جن میں امر وہی کو دخل اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی امر حادث ہو پھر جو لازم مستمر ہے کہ اُس کا لزوم اسلام کے حکم سے پیش آوے اُس کا علم ضرورت اسلام سے واجب ہے اور جو حوادث سے متجدد ہو اور امر وہی اُس میں ذمیل ہو تو اُس کا علم اس کے تجدد کے وقت فرض ہے کہ مسلمان مطلق اُس کے جانے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ تعریف اُن سب وجوہ سے زیادہ عام تر ہے جو اُدپر گزریں اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا ہے۔

بعد اس کے مشائخ صوفیہ اور علماء آخرت نے جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے علم مفروض کی طلب میں، کوشش میں پانچے چڑھائے حتیٰ کہ اُس کو شناخت کیا اور امر وہی کو قائم کیا اور اس کام سے بتوفیق الہی عمدہ برآ ہوئے۔ پھر جب وہ اس میں مستقیم اور مستقر ہوئے پیروی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے استقامت کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس مستقیم ہو جیسے تو مامور ہو اور وہ شخص جس نے تیرے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر دروازے اُن علوم کے کھول دیئے جن کا پہلے ذکر ہوا۔

بعضوں نے کہا کون ہے جو اس خطاب استقامت کی طاقت رکھے مگر وہ شخص جو مشاہدات قوی اور انوار ظاہر اور آثار صادق سے مدد دیئے گئے ہیں

علم کے حصول سے سمجھ لئے تو زحمت کا تحمل اور شب بیداری اور مسافری اور غربت اور اشکال لذت اور شہوات کا اپنے اُوپر گوارا اور قبول کیا اور اس قوم کے علوم دُنیا کی محبت کے ساتھ نہیں حاصل ہوئے اور بلا علیحدگی ہوا کے انکشاف اُن کا نہیں ہوتا اور اُس کا درس بھی بجز مدرسہ تقویٰ کے نہیں ہوتا۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى نَزَّلَهُ فِي الْقُرْآنِ لِيُتْلَىٰ لَهُ
 اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم دیتا ہے علم کو میراثِ تقویٰ بنایا اور اس قوم کے علوم آسان ہیں، بلا شک اس کے غیر سے۔

پس علماء الاخرۃ کے علم کا فضل معلوم ہوا اس حیثیت سے کہ اولوالالباب کے سوا دوسرے کے لئے نقاب نہیں کھولتا اور اولوالالباب و دانشمند درحقیقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا کی طرف رغبت نہیں کی۔ بعض فقہاء نے کہا ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال کی وصیت عقل الناس کے لئے کہے تو وہ مال زیادہ کے لئے خرچ کیا جائے اس واسطے کہ وہ تمام خلق سے زیادہ عقل والے ہیں۔ کہا ہے سیل بن عبد اللہ تبری نے کہ عقل کے ہزار نام ہیں اور ہر ایک نام کے ہزار نام ہیں اور ہر اسم کا اول ترک دنیا ہے۔

ابو عبد اللہ خواص سے روایت ہے اور یہ اصحاب خاتم سے ہیں کہا ایک دفعہ میں ابو عبد الرحمن حاتم امم کے ساتھ شہر رے میں پہنچا اور تین سو بیس آدمی اس کے ساتھ تھے جن کا ارادہ حج کا تھا اور سب کبل اور جبہ پہنے ہوئے تھے نہ اُس کے پاس کھانا تھا اور نہ توشہ دان تھا تو ہم شہر رے میں ایک شخص سوداگر کے یہاں اترے جو متعبد و رویش دوست تھا اور ہم سب کی رات کو اُس نے دعوت کی۔ جب صبح ہوئی تو حاتم سے کہا یا اباب عبد الرحمن آیا تجھے کسی چیز کی حاجت ہے کہ میں عیادت کو اپنے ایک فقیہ کی جایا چاہتا ہوں کہ بیمار ہے اُس پر حاتم نے کہا اگر تمہارا فقیہ بیمار ہے تو فقیہ کی بیمار پرسی ہمارے لئے فضل ہے اور فقیہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے پس میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اور محمد بن مقاتل قاضی شہر رے علیل تھے پھر کہا کہ ہم ابو عبد الرحمن کے ساتھ گئے

چاہتا ہے۔ اور یہ جو اُس نے بیان کیا بڑی اہل اور بڑا اگر اس باب میں ہے اور ایک
 لڑا ہے جس کی حقیقت سے اکثر اہل سلوک و طلب نے غفلت کی ہے اور بات یہ
 ہے کہ مجتہد اور عابد لوگوں نے سُن لیا ہے صالحین سلف کے سینہ کا حال اور جو اُن کو
 کرامات اور خوارق عادات سے عطا ہوا تو ہمیشہ اُن کے نفوس کسی ایک نہ ایک
 چیز کی طرف اُن میں جھانکتے اور تاکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تھوڑا بہت اس میں سے
 ہمیں بھی نصیب ہو اور کیا عجب ہے کہ کوئی اُن میں سے شکستہ خاطر رہ جاتا ہے نعمت
 اپنے نفس پر لگانا ہوا کہ صحت عمل میں نہیں اس لئے کوئی بات اُن میں سے کشف نہیں
 ہوئی اور جو اس کا سران کو معلوم ہوتا تو اُن کے معاملہ میں آسانی ہو جاتی تب وہ
 جان لیتا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کبھی اس کا دروازہ بعضے سچے مجتہدوں پر مفتوح کرتا ہے
 اور اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارق عادات اور آثار قدرت سے جو وہ دیکھتا ہے
 یقین کو ترقی ہوتی ہے تب اُس کا عزم دُنیا میں زہد کرنے کا اور حدیثِ نبوی سے
 نکل جانے کا قوی ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کے بعضے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو
 مکاشفہ صرف یقین سے ہوتا ہے اور پردے اُس کے دل کے اُٹھائے جاتے ہیں اور جس
 کو فقط یقین سے کشف ہو تو اُس کی بدولت وہ خوارق عادات کے مطالعہ سے
 بے نیاز ہوتا ہے اس لئے کہ مراد اس سے یقین کا حصول ہوتا ہے اور ہر آئینہ یقین کلی
 حاصل ہو گیا اور جس کو صرف یقین نصیب ہو اس میں سے کسی شے کا کشف ہو تو
 ارادہ و یقین نہیں ہوتا۔

پس حکمت مقتضی اس کی نہیں ہے کہ اُس کے لئے خوارق عادات سے کشف
 قدرت ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع استغنا کا ہے اور حکمت دوسرے کے لئے مقتضی اُس
 کے کشف کی ہے اس واسطے کہ موقع اُس کی حاجت کا ہے تو یہ دوسرا شخص استعداد اور
 لیاقت میں اکمل اور اتم اول شخص سے ہے اس حیثیت سے کہ حامل اُس کا یعنی یقینِ خاص
 اس کو نصیب ہو ابدوں اس کے کہ قدرت کو معائنہ کرے اس واسطے کہ اس میں
 ایک آفت ہے وہ کیا عجب ہے پس وہ اُس کے سبب کسی چیز کے دیکھنے سے مستغنی ہو گیا
 اس واسطے طالبِ صادق کی راہ یہ ہے کہ مطالعہ نفس استقامت سے کرے کہ وہ کل کرامت

چاہتا ہے۔ اور یہ جو اُس نے بیان کیا بڑی اہل اور بڑا اگر اس باب میں ہے اور ایک
 لڑا ہے جس کی حقیقت سے اکثر اہل سلوک و طلب نے غفلت کی ہے اور بات یہ
 ہے کہ مجتہد اور عابد لوگوں نے سُن لیا ہے صالحین سلف کے سینہ کا حال اور جو اُن کو
 کرامات اور خوارق عادات سے عطا ہوا تو ہمیشہ اُن کے نفوس کسی ایک نہ ایک
 چیز کی طرف اُن میں جھانکتے اور تاکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تھوڑا بہت اس میں سے
 ہمیں بھی نصیب ہو اور کیا عجب ہے کہ کوئی اُن میں سے شکستہ خاطر رہ جاتا ہے نعمت
 اپنے نفس پر لگانا ہوا کہ صحت عمل میں نہیں اس لئے کوئی بات اُن میں سے کشف نہیں
 ہوئی اور جو اس کا سران کو معلوم ہوتا تو اُن کے معاملہ میں آسانی ہو جاتی تب وہ
 جان لیتا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کبھی اس کا دروازہ بعضے سچے مجتہدوں پر مفتوح کرتا ہے
 اور اس میں حکمت یہ ہے کہ خوارق عادات اور آثار قدرت سے جو وہ دیکھتا ہے
 یقین کو ترقی ہوتی ہے تب اُس کا عزم دُنیا میں زہد کرنے کا اور حدیثِ نبوی سے
 نکل جانے کا قوی ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کے بعضے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو
 مکاشفہ صرف یقین سے ہوتا ہے اور پردے اُس کے دل کے اُٹھائے جاتے ہیں اور جس
 کو فقط یقین سے کشف ہو تو اُس کی بدولت وہ خوارق عادات کے مطالعہ سے
 بے نیاز ہوتا ہے اس لئے کہ مراد اس سے یقین کا حصول ہوتا ہے اور ہر آئینہ یقین کلی
 حاصل ہو گیا اور جس کو صرف یقین نصیب ہو اس میں سے کسی شے کا کشف ہو تو
 ارادہ و یقین نہیں ہوتا۔

پس حکمت مقتضی اس کی نہیں ہے کہ اُس کے لئے خوارق عادات سے کشف
 قدرت ہو۔ اس لئے کہ یہ موقع استغنا کا ہے اور حکمت دوسرے کے لئے مقتضی اُس
 کے کشف کی ہے اس واسطے کہ موقع اُس کی حاجت کا ہے تو یہ دوسرا شخص استعداد اور
 لیاقت میں اکمل اور اتم اول شخص سے ہے اس حیثیت سے کہ حامل اُس کا یعنی یقینِ خاص
 اس کو نصیب ہو ابدوں اس کے کہ قدرت کو معائنہ کرے اس واسطے کہ اس میں
 ایک آفت ہے وہ کیا عجب ہے پس وہ اُس کے سبب کسی چیز کے دیکھنے سے مستغنی ہو گیا
 اس واسطے طالبِ صادق کی راہ یہ ہے کہ مطالعہ نفس استقامت سے کرے کہ وہ کل کرامت

کی عمارت بنوائی؟ اے علماء بدتم ایسوں کو جاہل جو دنیا کا طالب اور اُس کا رغب ہو دیکھے تو کہے تو کہے عالم اور یہ حالت میں اس سے بدتر نہیں ہوں اور اس کے پاس سے چلا گیا تو ابن مقاتل زیادہ متحیر ہو گیا۔ پھر اہل رے کو اس ماہرے کی جو اُس کے اور ابن مقاتل کا تھا خبر پہنچی اُس پر سب لوگوں نے اُس سے کہا یا ابا عبد الرحمن قزوین میں اس سے بڑی شان کا عالم ہے اور طنائسی کی طرف اس سے ایسا کیا کہا تو اُس کی طرف قصداً روانہ ہوا اور اُس کے پاس پہنچے۔ تب کہا اللہ تیرے اور پر رحم کرے میں ایک عجیب شخص ہوں چاہتا ہوں کہ تو مجھے سکھا دے جو دین کی سب سے پہلی چیز ہے اور میری نماز کی کنجی ہے میں کس طرح نماز کے لئے وضو کروں کہا ہاں بہت اچھا صاحبزادے لے آؤ برتن جس میں پانی تھا۔ پھر وہ برتن لے آیا جس میں پانی تھا۔ پھر طنائسی بیٹھ گیا اور دھویا تین تین بار ہر عضو کو بعد اُس کے کہا اس طرح وضو کرو تو حاتم بیٹھا اور تین تین بار دھویا یہاں تک کہ وہ ہاتھوں کے دھونے تک پہنچا تو چار دفعہ اُن کو دھویا۔ اس پر طنائسی نے اس سے کہا اے اصراف تو نے کیا۔ اس پر حاتم نے اُس سے کہا کہ کس چیز میں؟ کہا تو نے اپنے دونوں ہاتھ چار بار دھوئے۔ حاتم نے کہا اے سبحان اللہ! میں نے ایک چلو پانی میں اصراف کیا اور آپ نے اس کل جمع میں اصراف نہیں کیا تو طنائسی سمجھ گیا کہ اس نے قصداً اعتراض کا اس سے کیا اور اس سے سیکھنے کا ارادہ نہ کیا اور گھر میں گھس گیا اور چالیس دن تک لوگوں سے ملاقات نہ کی۔

پھر جب بغداد میں پہنچا تو اہل بغداد اُس کے پاس آکر جمع ہوئے اور اُس سے کہا یا ابا عبد الرحمن تو ایک عجیب شخص گند زبان ہے کوئی تجھ سے کلام نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کو قطع کر دیتا ہے کیا مجھ میں تین خصلتیں ہیں جن کی قوت سے میں اپنے خصم پر غالب آتا ہوں؟ لوگوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا جب میرا خصم فائز المرام ہو تو میں خوش ہوتا ہوں اور جب خطا کرے تو میں غمگین ہوتا ہوں اور میں اپنے نفس کی حفاظت اس سے کرتا ہوں کہ اُس پر جہل اور سختی کروں۔ یہ بات احمد بن حنبل تک پہنچی اور اس کے پاس آیا اور کہا سبحان اللہ! کیا ہی عاقل ہے

زہد فی الزاہد کے بعد معرفت زہد ثالث کی اور علم انابت و التجاء اور معرفت اوقات
دُعا اور سکوت عن الدعاء اور علم محبت اور تفاوت محبت عامہ میں جس کی تفصیل
امتنال امر سے کی گئی اور محبت خاصہ اور ہر آئینہ ایک گروہ نے علماء الدنیا سے انکا
کیا دعویٰ علماء آخرت کا محبت خاصہ ہے جس طرح کہ رضا سے انہوں نے انکا کیا
ہے اور کہا وہ بجز صبر کے نہیں ہے اور محبت خاص کا تقسیم ہونا محبت ذات اور
محبت صفات میں اور تفاوت محبت قلب اور محبت روح اور محبت عقل اور محبت
نفس میں اور فرق محب اور محبوب اور مرید و مراد کے مقام میں۔ پھر علوم مشاہدات
جس طرح ہیئت اور انس اور فیض اور بسط اور قبض اور ہم اور بسط و نشاط میں
فرق اور علم ذنا و بقا اور تفاوت احوال فنا و استناء اور تجلی و جمع و فرق و لواحق
و طوابع اور بوادعی اور محو و سکر و غیر ذلک۔ اگر وقت میں گنجائش ہوئی تو ان کو ہم
بیان کریں گے اور ان کو متعدد جلدوں میں شرح و بسط سے لکھیں گے۔ لیکن عمر کوتاہ
ہے اور وقت عزیز ہے اور اگر غفلت اس میں شریک نہ ہوتی تو اس سے زیادہ
وقت تنگ ہوتا اور یہ مختصر تالیف علوم قوم صوفیہ کے متاع نیک کو محتوی ہے۔
خدا نے کریم سے ہمیں امید ہے کہ اُس سے نفع حاصل ہو اور ہمارے فائدہ کے لئے
حجت ہو نہ ہمارے نقصان کے لئے۔

اور یہ سب علوم ہیں کہ ان کے اوراد اور علوم ہیں کہ ان کے مقتضی پر عمل
کیا اور انہی کے ساتھ علماء آخرت زہاد و تہیاب ہوئے اور علماء دنیا طلب پر حرام ہو
گئے ہیں اور وہ علوم ذوقیہ ہیں کہ ان کی طرف نہیں قریب ہے کہ نظر پہنچے مگر ذوق
سے اور وجدان سے جس طرح کہ حلاوت شکر کی کیفیت کا علم کہ وصف سے حاصل
نہیں ہوتا تو جس نے اُسے چکھا اُسی نے اُسے جانا اور شرف علم صوفیہ اور زہاد علماء
کا تجھے آگاہ کرتا ہے کہ اور سب علوم کی تحصیل محبت دنیا اور حقائق دنیا کے
خلل اندازی کے ساتھ متغذراورد دشوار نہیں ہے اور بسا اوقات محبت دنیا اُس
کے حصول کی حمد و معاون ہوتی ہے اس واسطے کہ نفوس پر اشتغال ان علوم میں شاق
ہے تو جاہ و رفعت کی محبت ان کی سرشت میں داخل کی گئی جبکہ ان مدارج کا حصول

کی اور تمام غلائق کی ہمتوں پر مطلع ہوئے ہیں۔ اور یہ ابوسعید کا قول ہے جس کی یہ مراد نہیں ہے کہ راسخ فی العلم کے منزاواریہ بات ہے کہ علوم کی جزئیات سے واقف ہو اور اس میں کمال لکھتا ہو۔ اس واسطے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما راسخین فی العلم سے تھے اور اس قول اللہ تعالیٰ کے معنی میں توقف کیا وفاکھتہ و ابا اور کہا ابا کیا چیز ہے؟ پھر کہا یہ بجز تکلیف نہیں ہے اور منقول ہے کہ یہ وقوف اب کے معنی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا اور اس سے صرف ابوسعید کی مراد وہی ہے جس کی تفسیر اس کے قبل کلام نے آخر کلام کے ساتھ کی اور وہ یہ قول ہے اطلعوا علی ہمم الخلائق کلھم یعنی وہ آگاہ ہیں ساری خلق کی ہمتوں پر اس واسطے کہ ہر آئینہ متقی نے اثبات تعویذی کا وزاہد حق نے زہد کا دنیا میں کر دیا۔ اُس کا باطن صاف اور اُس کے قلب کا آئینہ روشن ہو گیا اور لوح محفوظ سے اُس کو کسی قدر سامنا اور محاذات ہو گئی تو اُس نے صفائی باطن سے اصول و اہمات علوم کا ادراک کر لیا۔

پس وہ منتہاء اقدام علماء کا اُن کے علوم میں جانتا ہے اور ہر ایک کے فائدہ کو سمجھتا ہے اور علوم جزئیہ تعلیم اور مشق سے نفوس میں متجرب اور منقسم ہیں اس واسطے علم کلی اُن کا اس سے مستغنی نہیں کرتا کہ جزئی میں رجوع کرے اُس کے اہل وہی ہیں جو اُس کے ظروف ہیں۔ پس ان لوگوں کے نفوس جزئی سے بھر گئے اور اسی میں مشغول ہوئے اور جزئی کے سبب وہ کلی سے منقطع اور علیحدہ ہو گئے۔ اور علماء زاہدین کے نفوس نے بعد اس کے کہ ضروری چیزیں اُس میں کی جو اصل دین میں ہیں اور بنیاد اُس کی شرع سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور اشیاء سے اُس کی طرف جھک گئے اور ارواح اُن کی قرب الہی کے مقام سے حاصل ہو گئی تب اُن کی ارواح نے اُن کے قلوب پر انوار پہنچائے جس کے سبب سے وہ مستعد اور مہیا اور اکل علوم کے لئے تھے۔

پس ان کی ارواح نے عالم ازلی کی توجہ کے سبب ادراک علوم کی حد سے ترقی کی۔ اور ایسے وجود سے مجرد اور منفرد ہو گئیں جو ظرفیت علم کے لئے صلاحیت لکھتا تھا اور اُن کے قلوب اُس وجہ کی نسبت سے جو نفوس کے ساتھ رکھتے ہیں ظروف وجودی ہو گئے جو وجود علم کے مناسب نسبت وجودیہ سے تھے تو وہ علوم سے اور علوم اُن سے

اور دروازہ پر پہنچے تو ایسا ایسی ایک اوجھل اور پھولدار اور خوشنما ملا تو حاتم متفکر ٹھٹھک رہا۔ کہتا تھا کہ عالم کا دروازہ اس طرح کا بعد ازاں اُن سب کے لئے اجازت ہوئی تو سب گھر میں گئے تو دیکھا کہ ایک مکان پاکیزہ فرش بچھا ہوا اور نوکر چاکر اور بردے پڑے ہوئے اور خلعت جمع ہے پھر حاتم فکر میں گئے۔ بعد ازاں اُس مجلس کی طرف چلے جہاں وہ قاضی علیل تھا دیکھیں تو نفیس فرش اُس میں بچھے تھے اور اُن پر قاضی سو رہا تھا اور اُس کے سر ہانے ایک لڑکا سبزہ آغانہ ہاتھ میں اُس کے چوڑی تھی پھر رازی تو بیٹھ کر حال پوچھنے لگا اور حاتم کھڑا ہوا کہ اس میں ابن مقاتل نے اُس کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ وہ بولا کہ میں نہیں بیٹھتا تو ابن مقاتل نے اُس سے کہا کہ آیا تجھے کسی چیز کی حاجت ہے؟ کہا ہاں! کہا وہ کیا ہے؟ کہا ایک مسئلہ ہے جو تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کہا اچھا پوچھئے، کہا تو اٹھ بیٹھ تاکہ میں تجھ سے وہ مسئلہ پوچھوں۔ تب اپنے نوکروں سے کہا تو انہوں نے نیکہ لگا دیا اُس وقت حاتم نے اُس سے کہا یہ اپنا علم کہاں سے تو نے حاصل کیا؟ کہا ثقات نے اس کی حدیث مجھ سے کی ہے۔ کہا کس سے؟ کہا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہا اور رسول اللہ اُسے کہاں سے لائے؟ کہا جبرئیل سے۔

حاتم نے کہا پس وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ سے جبرئیل لائے اور رسول اللہ تک پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اور صحابہ نے ثقات کو اور ثقات نے تم کو پہنچائی۔ آیا تو نے سنا کسی کو جو اپنے گھر میں امیر ہو اور اُس کے نوکر چاکر بہت ہوں تو اُس کا درجہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہو؟ کہا نہیں۔ کہا پھر کس طرح تو نے سنا تو کہا جس شخص نے دنیا کی طرف زہد کیا ہو اور آخرت میں رغبت کی ہو اور مساکین کو دوست رکھا ہو اور آخرت کے لئے پہلے سے بھیجا ہو اُس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے۔

حاتم نے کہا پھر تو نے کس کی اقتدا اور پیروی کی آیا نبی علیہ السلام اور اُس کے صحابہ اور صالحین کی یا کہ فرعون و نمرود کی جنہوں نے پہلے پہل چوہنہ اور سختہ اینٹ

ساتھ ہر آئینہ تم پر سبقت لے گیا ہے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ کس طرح علم سے ہمارے اوپر وہ سبقت لے گیا۔ فرمایا کہ وہ کہتا ہے علم طلب کرو اور عمل نہ کر جب تک کہ علم تو نہ پڑھ لے اس واسطے ہمیشہ بندہ علم ہی پڑھتا ہے اور عمل کو مالتا ہے یہاں تک کہ مرنے اور عمل نہ کیا۔

آدرا بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا۔ علم خوف ہی ہے اور حسن نے کہا ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ ذی علم و روایت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر پرواہ کرتا ہے تو صاحب علم و روایت کی کرتا ہے تو علوم وراثتہ علم وراثتہ سے نکلے ہوئے ہیں اور علوم وراثتہ خالص دودھ کی مثال ہیں جو پینے والوں کے حلق سے باسانی اترتا ہے اور علوم وراثتہ کی مثال مسکھ ہے جو اُس سے نکلتا ہے اگر دودھ نہ ہو تو مسکھ بھی نہ ہو۔ مگر دُہنیت اور چکنائی ہے جو دودھ سے مقصود ہے اور مائیت اور پانی پن دودھ میں ایک جسم ہے جس کے ساتھ دُہنیت قائم ہے اور مائیت کے ساتھ قوام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پانی سے ہم نے ہر ایک شے زندہ کی۔ اور فرمایا بھلا وہ شخص مُردہ تھا پھر اُس کو ہم نے زندہ کیا یعنی کفر کے سبب مُردہ تھا۔ پس اسلام سے اُس کو زندہ کیا تو اسلام سے زندہ کرنا وہی قوام اول اور اصل اول ہے اور اسلام کے لئے بہت علم ہیں اور مبنائی اسلام کے علوم ہیں۔ اور اسلام بعد ایمان کے صرف تصدیق کی نظر سے ہے و لیکن ایمان کے لئے بعد ازاں کہ اسلام کے ساتھ متحقق ہو بہت فروع ہیں اور وہ مراتب ہیں جیسے علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کہ وہ ہر آئینہ کبھی توجید اور معرفت اور مشاہدہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اور ایمان کے لئے ہر ایک فرع میں اُس کے فروع سے بہت علم ہیں تو علوم اسلام علوم اللسان ہیں اور علوم الایمان علوم القلوب ہیں پھر علم قلوب کے لئے وصف خاص اور وصف عام ہے پھر وصف عام علم الیقین ہے اور اُس کی طرف کبھی تو بحث اور استدلال سے وصول اور ملباپ ہوتا ہے اور اُس میں علماء دنیا علماء آخرت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور ایک وصف خاص اُس میں ہے جس سے علماء آخرت مختص ہیں اور وہ سکینہ اور ایک آرام کی چیز ہے جو مومنین کے قلوب میں نازل کی گئی ہے تاکہ

پھر اُس کے پاس آئے کہا یا ابا عبد الرحمن دُنیا سے سلامت کیا ہے؟ حاتم نے کہا یا ابا عبد اللہ! دُنیا سے تو سلامت نہ رہے گا جب تک کہ تجھ میں چاڑھ صلت نہ ہوں۔ کہا وہ کیا ہیں یا ابا عبد الرحمن کہا جہالت جو قوم کرے اُس سے تو درگزر کر اور اپنی جہالت کو اُن سے باز رکھ اور اُن کے لئے اپنی چیز خرب کر اور اُن کی چیزوں سے تو مایوس ہو۔ جس وقت یہ برتاؤ تیرا ہو گا تو سلامت رہے گا پھر مدینہ کو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما ینحسئ اللہ من عباده العلماء یعنی سبزاں کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے وہی بندے ہیں جو عالم ہیں۔ انما کے کلمہ کے ساتھ ذکر کیا تو علم کا استغناء لوگوں سے ہوتا ہے جو اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں مثل اس کے کہ جس وقت کہا انما یدخل الدار بغدا دی۔ یعنی سوا اس کے نہیں کہ گھر میں بغداوی داخل ہو تو بغداوی کے سوا دوسرے کسی کا گھر میں آنا منافی ہوتا۔ پس علماء آخرت کے لئے یہ بات واضح ہو گئی کہ مقامات قرب اور مواقع عرفان کی راہ مسدود ہے مگر جبکہ زہد اور تقویٰ ہو۔

ابو زید نے کہا میں نے ایک دن اپنے یادوں سے کہا کہ کل شب کو میں صبح تک کوشش کرتا رہا کہ کہوں لا الہ الا اللہ مگر میں نے اس پر قدرت نہ پائی۔ پوچھا گیا کہ یہ کیونکر؟ کہا میں نے لڑکپن میں ایک کلمہ کہا تھا تو اب اُس کلمہ کی وحشت مجھ پر آ پہنچی اور مجھے اُس سے روک دیا اور مجھے اس شخص سے تعجب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور وہ کسی شے کے ساتھ اُس کی صفات سے متصف ہے۔ پس صفاء تقویٰ اور کمال بے رغبتی دنیا سے بندہ علم میں راسخ ہوتا ہے۔

واسطیؒ نے کہا علم میں راسخ وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح سے غیب الغیب میں سرالسر کے اندر راسخ ہو گئے ہیں۔ پس پہچانا انہیں جس نے انہیں پہچانا اور دریا نے علم میں فہم کے ساتھ ڈوب گئے تاکہ ترقی حاصل کریں۔ پھر اُن کے لئے خزائن جمع شدہ کھل گئے جو فہم سے ہر ایک حرف کے نیچے کلام اور عجاائب خطاب سے تھے پھر حکم کے ساتھ گفتگو کی اور بعض صوفیہ نے کہا ہے راسخ وہ شخص ہے جو خطاب کے محل مراد سے واقف ہوا۔

اور کہا بزانہ نے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمام علوم میں کامل ہیں اور ان کی معرفت حاصل

اگر اہل بصری اُس کے فتویٰ پر اتریں تو اُس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور حضرت انس بن مالک فرماتے کہ مولانا حسن سے دریافت کرو اس واسطے کہ ہر آئینہ اُسے یاد ہے اور ہم معمول گئے۔ تو ان صحابہ کا حال یہ تھا کہ علم فتویٰ اور احکام میں تابعین کی طرف لوگوں کو پھیر دیتے تھے اور ان تابعین کو حقائق یقین اور دقائق سکھلاتے تھے اور یہ بات اس واسطے تھی کہ صحابہ اس معاملہ میں زیادہ استوار تابعین سے تھے کہ وحی منزل کی طرق ان کو پہنچی تھی اور کثرت و وفود علم مجمل و مفصل نے اُن کو مستغرق کر دیا تھا تو اُن سے ایک گروہ نے مجمل اور مفصل کو حاصل کیا اور ایک گروہ نے مفصل بدوں مجمل کے سیکھا اور حال یہ ہے کہ مجمل اصل علم ہے اور اُس کا مفصل طہارت قلوب اور قوتِ اصلی سے الگ بہ کمال استعداد اکتساب کیا گیا اور خواص کے ساتھ مختص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلہم بالتی ہی احسن یعنی بلا اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور اُن کو الزام دے ایسی چیز سے جو نیک ہو۔ اور فرمایا قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة یعنی تو کہہ کہ یہ راستہ میرا ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت سے بلاتا ہوں تو ان سبیلوں کے ساک اور ان دعوتوں کے قلوب قابل ہیں تو بعضے اُن میں سے نفوس سرکش اور لاجنب ہیں کہ اپنی طبیعت اور جبلت کی گرفتگی پر قائم ہیں تو اُن کو تخولیف کی آتش اور وعظ اور تربیت سے ملائم کیا اور بعضے نفوس پاک صاف ہیں جو پاک مٹی سے بنے ہوئے ہیں اور قلوب سے زیادہ پاک ہوتے ہیں تو جو شخص کہ اُس کا نفس مددگارِ پشتیبان اُس کے قلب کا ہے اُس کو وعظ سے بلاتا ہے اور جو شخص کہ اُس کا قلب مددگارِ اُس کے نفس کا ہو اُسے حکمت کے ساتھ طلب کرتا ہے تو جو دعوت و وعظ و پند سے تھی ابراہ نے اُسے جنون قبول کیا اور وہ دعوت بہشت و دوزخ سے ہے۔

اور دعوت جو حکمت سے ہے اُس کی اجابت مقررین نے کی اور وہ دعوت ہے عطاء قرب اور صفائی معرفت اور اشارہ توحید کی تصریح اور اظہار سے ہے۔ پھر جبکہ انہوں نے تلویحاتِ حقانی اور تعریفاتِ ربانی کو پایا تو اپنی ارواح اور

باہم مل جل گئے اس مناسبت سے کہ انفصال علوم کا اُن سے بوجہ اتصال لوح محفوظ کے ہو گیا اور انفصال سے مراد صرف یہ ہے کہ انتعاش اُن کا لوح محفوظ میں ہے۔ دوسرے میں نہیں اور انفصال قلوب کا ارواح کے مقام سے اس واسطے ہے کہ قلوب متجذب نفوس کی طرف ہوتے ہیں تو ان دونوں منفصل یعنی علوم اور قلوب میں ایک نسبت اشتراک ہے جو باعث تالف اور امتزاج کے ہے تو علوم اس واسطے حاصل ہو گئے اور عالم ربانی راسخ فی العلم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں جو نازل کی گئیں وحی کی کہ اے نبی اسرائیل مت کہو کہ علم آسمان میں ہے کون اُسے اُتارے اور نہ یہ کہو کہ زمین کے اطراف اور کناروں پر ہے۔ کون اُسے چڑھائے اور نہ دریاؤں کے اُس پار ہے کون دریا اُتر کر جائے کہ اُس کو لے آئے علم تمہارے قلوب میں رکھا گیا ہے۔ فرشتوں کے آداب سے میرے سامنے ادب کرو اور صدیقین کے اخلاق سے میرے ساتھ پیش آؤ علم کو تمہارے قلوب سے آپجاؤں گا حتیٰ کہ تم کو چھپالے گا۔ اور دبالے گا۔ پس فرشتوں کے آداب سے مؤدب ہونا نفس کو اُس کی طبعی امور کی خواہشوں سے باز رکھنا ہے اور صریح علم سے اُن کا جڑ سے اکھیر ڈالنا خواہ کسی قول سے ہو یا کسی فعل میں ہو اور یہ اُسی کے لئے صحیح اور درست ہے جس نے جانا اور قرب حاصل کیا اور حضور کی کالاستہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے پایا تب وہ حق کے واسطے حق کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے کہا مجھے خبر پہنچی کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک منزل میں اُترے اور کہا دسترخوان ہمارے سامنے لاؤ تاکہ اُس کے ساتھ بازی کریں۔ یہ بات اس سے مکروہ سمجھی گئی تو کہا جب سے سلمان ہوا ہوں کوئی کلمہ میری زبان سے کلام میں نہیں نکلا مگر یہ کہ مہار اس کی میں نے لگائی۔ پھر دوسری لگام دیتا ہوں تم اس کے سبب میرے اوپر باعشتہ نہ ہو۔ پس اسی کی مثال فرشتوں کے آداب سے ادب حاصل کرتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہوا ہے جو چیز تم نہ جانتے ہو اُس کا علم طلب کرو جب تک کہ تم اس پر عمل نہ کرو جو تم اُسے جان چکے ہو۔ اور ہر اُنکینہ، ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ شیطان اکثر علم کے

نے ظاہر اور باطناً دعوت قبول کی تو اُن کا حصہ علم میں سب سے زیادہ اور معرفت میں اکل ہو تو اُن کے اعمال پاکیزہ اور افضل ہوئے۔ معاذ کے پاس ایک شخص آیا کہا مجھے دو شخصوں سے خبر دے کہ ایک اُن میں سے عبادت کے اندر مجتہد کثیر العمل کم گناہ ہے مگر یہ کہ وہ ضعیف الیقین ہے متواتر اُس کو شک لاحق ہوتے ہیں۔ معاذ نے کہا ہر اُمید اُس کے عمل کو باطل اُس کا شک کرتا ہے کہا تو ایک شخص کم عمل کی خبر دے الا وہ قوی الیقین ہے اور وہ اس حالت میں بس گناہ گار ہے تو معاذ ساکت ہوا تو اُس شخص نے کہا واللہ اگر پہلے آدمی کا شک اُس کے نیک اعمال کو باطل کرتا ہے تو ضرور اس کا یقین اُس کے کل گناہوں کو ضائع کرے گا تو معاذ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر فقیہ ہو اور یقین کی وصیت میں ہے جو اُس نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اے فرزند عمل کی استطاعت یقین ہی کے ساتھ ہوتی ہے اور آدمی نہیں عمل کرتا ہے مگر اسی قدر کہ اُس کا یقین ہے اور عامل اُس کا قصر نہیں کرتا جب تک کہ قصر اُس کے یقین میں نہ ہو۔ پس یقین علم سے افضل ہے اس واسطے کہ اُس نے ارادہ عمل کا کیا اور وہ نہ تھا کہ عمل کا ارادہ کرتا تھا کہ اس نے ارادہ عبودیت کا کیا اور ارادہ عبودیت کا نہیں کرتا تھا اور تھا کہ ارادہ کیا تھا قیام کا حق ربوبیت کے ساتھ اور کمال احتیاط کا یقین اور علم سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ سب صوفیہ اور علماء زواہد کے لئے ہے تو اس سے فضل اُن کا اور اُن کے علم ظاہر ہو گیا۔

اب اس کے بعد میں ایک مسئلہ کی صورت بیان کرتا ہوں جس سے وہ فضل عالم زاہد عارف کا جو معتبر ہے اپنی صفات نفس سے غیر پر ظاہر ہو جائے۔ ایک عالم کسی مجلس میں آیا اور بیٹھا اور ایک نشست کی جگہ جس میں وہ بیٹھا اپنے لئے بقدر اپنے محل و علم کے جو اپنے اعتقاد میں سمجھتا تھا تجویز کی پھر ایک دوسرا شخص اُس کے ہاتھ چشموں سے آیا اور اُس سے اُونچی جگہ بیٹھا تب وہ عالم پہنچا اور تنگ ہوا دیکھا کہ دُنیا اُن کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی اور اگر اُس سے ممکن ہوتا تو اُس شخص پر حملہ کرتا۔ پس یہ عارضہ ہے جو اُسے لاحق ہوا اور

وہ اپنے ایمانوں پر اور بھی ایمان زیادہ کریں بنا بریں تمام مراتب کو اسم ایمان مثل اپنے وصف خاص سے ہے اور اپنے وصف عام سے شتمل نہیں ہے تو بنظر وصف عام یقین اور اُس کے مراتب علم ایمان سے ہیں اور بنظر وصف عام کے یقین زیادہ علی الایمان ہے اور شاہدہ وصف خاص یقین میں ہے اور وہ عین یقین ہے اور عین یقین میں وصف خاص ہے اور وہ حق یقین ہے۔

پس حق یقین اس وقت مشاہدہ سے بڑھ کر ہے اور حق یقین کا موطن اور مستقر آخرت میں ہے اور دنیا میں اُس سے ایک لمحہ کا لمحہ اپنے اہل کے لئے ہے اور وہ اُن تمام چیزوں سے اعلیٰ اور افضل ہے جو اقسام علم مالیہ سے ہیں اس واسطے کہ وہ وجدان تو علم صوفیہ اور زہاد ذی علم کی نسبت اُن علماء دنیا کے علم کی طرف جو نظر اور استدلال کے طریقہ سے درجہ یقین کو پہنچے ہیں اُس چیز کی نسبت کی مثال ہے جس کا ذکر ہم نے علم وراثہ اور وارستہ سے کیا ہے ان کا علم دودھ کی مثال ہے اس واسطے کہ وہ یقین اور ایمان ہے جو کہ جڑ بنیاد ہے اور علم صوفیہ باللہ تعالیٰ کا مقامات مشاہدہ سے ہے اور عین یقین اور حق یقین مسک کے مانند ہے جو دودھ سے نکلا ہوا ہو۔ پس انسان کی فضیلت علم کی فضیلت سے ہے اور اعمال کی زراعت اور وقار اسی قدر ہے کہ جتنا حقہ علم کا حامل ہوا ہو اور بے شک حدیث میں وارد ہوا ہے عالم کو ترجیح عابد پر ایسی ہے کہ جیسے مجھے میری اُمت پر ہے اور اس علم میں اشارت علم بیع و ثرا و طلاق و عتاق کی طرف نہیں ہے اور جو شاہدہ ہے وہ علم باللہ تعالیٰ اور قوت یقین کی طرف ہے اور کبھی بندہ عالم باللہ ہوتا ہے صاحب یقین کامل اور حالانکہ اُس کے پاس فرض کفایات کا علم نہیں ہے اور ہر ائینہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علماء تابعین سے بہت بڑھ کر عالم حقائق تعین اور دقائق معرفت کے تھے اور تحقیق علماء تابعین اُن میں ایسے تھے جو علم فتویٰ اور احکام کے اندر اُن میں سے بعض کی نسبت بڑی استوار اور مستقیم تھی۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی چیز کا مسئلہ پوچھا جانا تو فرماتے کہ سعید ابن المسیبؓ پوچھو، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے کہ جابر بن عبداللہ سے پوچھو۔

کی فضیلت اور راجعین کا نقص کھل جاتا ہے شک وہ مودت ملال ہوتا اور یہ ابتداء ہی علوم صوفیہ سے ہے۔ پس اُن کے علوم نفیسہ اور احوال شریفہ کی طرف کیا گمان کرے۔ اللہ توفیق دے۔

چوتھا باب

حال صوفیہ اور اُن کے اختلاف کے بیان میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے فرزند! اگر تُو صبح اور شام ایسی کر سکتے کہ تیرے قلب میں کسی کی طرف سے کینہ اور بدخواہی نہ ہو تو کر، بعد اس کے فرمایا اے میرے فرزند اور یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو جلا یا اُس نے مجھے جلا یا اور جس نے مجھے جلا یا وہ میرے ساتھ بہشت میں ہو گا اور یہ بڑا شرف اور کمالِ فضل ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے حق میں دی ہے جس نے اُن کی سنت کو جلا یا تو یہ صوفیہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس سنت کو جلا یا اور سینوں کے کینہ اور بدخواہی سے صفائی ان کے کام کی بنا لئے بلند ہے اور اس سے جو بہر اُن کا ظاہر ہو گیا اور فضیلت اُن کی کھل گئی اور وہ اس کی کہ وہ اس سنت کی احیاء پر قادر ہوئے اور اُس کے حق واجب کے ساتھ مستعد ہو گئے صرف یہی ہے کہ اُنہوں نے دُنیا میں زہد کیا اور دُنیا کو دُنیا داروں اور اُس کے طالبوں پر چھوڑ دیا اس واسطے کہ کینہ اور نفاق کا اٹھان دُنیا کے اور اہل دُنیا کے نزدیک رفعت اور منزلت کی محبت ہے اور صوفیہ نے اس بارہ میں بالکل بے پروائی اور بے رغبتی کی ہے۔ جیسا کہ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ہمارا یہ طریق انہی قوموں کے لائق ہے جنہوں نے اپنی ارواح کے گھوروں کو صاف اور پاک کیا۔ پھر جبکہ اُن کے دلوں سے دنیا کی محبت اور رفعت کی چاہت جاتی رہی تو انہوں نے صبح کی اور شام کی ایسی کر اُن کے دلوں میں کسی کی طرف سے میل اور کینہ نہ تھا۔

پس جو قول کہنے والے کا ہے کہ اپنی ارواح کو گھوروں سے پاک صاف کیا

قلوب اور نفوس کے ساتھ اجابت کی تو متابعت اقوال کی ہوگئی اُن کی اجابت نفس کی اور متابعت اعمال اُن کی اجابت قلب سے اور صاحبِ احوال ہونا اُن کی اجابت روح سے ہوگئی تو اجابت صوفیہ کی بالکل ہے اور اجابت غیر صوفیہ کی بالبعث ہے (کہا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ حبیب پر رحم فرمائے اگر اللہ سے خوف نہ کرتا اس کی معصیت نہ کرتا۔ یعنی اگر اُس کے پاس کتابِ امان کی آتشِ دوزخ سے ہوتی تو صرف معرفتِ امر الہی کی عظمت ہی اس کو برا بگنختہ کرتی کہ واجبی حق عبودیت کی ادا پر قیام کرے اس وجہ سے کہ حقِ عظمت اُس نے پہچانا تو اجابت صوفیہ عورت کے لئے اجابت مجاہدہ محبوب کے لئے لذت اور بے تکلفی کی راہ سے ہے اور غیر صوفیہ سے زحمت اور مجاہدہ سے اور یہ اجابت ایسی ہے کہ اُس کا اثر جیسا کہ استقامت اور عبودیت کے حقائق سے قیام ہو گھڑیوں اور ساعتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى فینسره للیسرے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جس نے دیا اور خوف کیا اور نیک بات کو سچ جانا تو قریب ہے کہ ہم اُس کو آسانی میں پہنچائیں گے۔

بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ دابین کو دے دیا اور کسی چیز کو نہ دیکھا اور کلمے فائدہ اور گناہوں سے پرہیز کیا اور صدق بالحسنی کے معنی ہیں طلبِ قرب پر اٹھا اور کھڑا ہوا اور یہ آیت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور اس آیت میں دوسری وجہ ظاہر ہوتی ہے اعطی اعمال پر موانعت کے ساتھ عطا کیا اور وسواسِ شیطانی اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کیا اور بچا و صدق بالحسنی یعنی باطن کی ملازمتِ مواردِ شہوات کے تصفیہ کے ساتھ مراحماتِ لوث و وجود سے کی فینسره للیسرے ہم اُس پر سہولت کے دروازے عمل اور عیش اور انس میں کھولتے ہیں اور جس نے اعمال سے بخل کیا واستغنی بھر گیا احوال سے و کذب بالحسنی اور نیک بات کو جھٹلایا یعنی ملکوت میں اپنی بصیرت کے نفوذ سے گرد پھرنے والا نہ تھا فینسره للیسرے ہم اُس پر ہم آسانی کا دروازہ اعمال میں بند کرتے ہیں اور سستی کا باب اُس پر کھول دیتے ہیں پھر جب صوفیہ کے نفوس اور قلوب اور ارواح

صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت ہوئی اور اس صورت میں محبت اللہ تعالیٰ کی واجب ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری محبت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو نشانی بندہ کی محبت کی اپنے رب کے واسطے بتائے اور بندہ کی جزاء کو خوب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھے گا تو متابعت رسول علیہ السلام کا جو شخص زیادہ حصہ دار ہو گا وہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا زیادہ حصہ پانے والا ہے۔

اور اسلام کے گروہوں میں سے صوفیہ سن متابعت میں کامیاب ہوئے اس واسطے کہ ان حضرات نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اتباع کی اور جس جس کام کا حکم آپ نے اُن کو دیا اُس پر قائم اور ثابت قدم ہوئے اور جس جس چیز سے آپ نے اُن کو روکا اُس سے ٹھٹھک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو کچھ رسول مقبول تمہارے پاس لایا اُس کو لو اور قبول کرو اور جن چیزوں سے تمہیں روکا اُس سے باز رہو۔ بعد اس کے اپنے اعمال میں انہوں نے آپ کی پیروی اور متابعت کی جدوجہد سے، عبادت اور تہجد اور نوافل میں روزہ اور نماز سے اور جو اُس کے سوا ہے اور اُن کو بہرکت اتباع کی روزی نصیب ہوئی اقوال اور افعال میں اور اُس کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہوتے ہیں جہاں سے اور علم سے اور صغ اور عفو سے اور رافت اور شفقت اور مدارت و نصیحت اور تواضع سے اور اُس کے احوال سے ایک حصہ خوف اور سیکینہ اور ہیبت اور تعظیم و رضا و صبر و زہد اور توکل سے انہیں ملا تو متابعت کے تمام اقسام کو پورا حاصل کیا اور اُس کی نسبت سنت سینہ کو انتہا درجہ کے ساتھ زندہ کیا۔ عبدالواحد بن زید سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک صوفیہ کون ہیں؟ فرمایا جو لوگ اپنے عقول سے فہم سنت پر قائم ہیں اور اپنے دلوں سے اُس کی طرف متوجہ ہیں اور اپنے سردار پیشوا کے ساتھ معتصم اپنے شرفوس سے ہیں وہ لوگ صوفیہ ہیں اور یہ پورا پورا وصف ہے جس کے ساتھ اُن کی تعریف کی ہے تو رسول اللہ

ایک مرض ہے جو اُسے عارض ہوا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ ایک مرض پوشیدہ ہے اور دوا کا محتاج ہے اور اس مرض کی منشاء اور اصل میں فکر نہیں کرتا اور اگر وہ جانتا کہ یہ نفس ہے جو ابھرا اور اپنی جہالت کے ساتھ ظاہر ہوا اور جبل اُس کا اُس کے کبر کی وجہ سے اور کبر اُس کا اپنے نفس کو اپنے غیر سے بہتر سمجھنے کے باعث ہے تو انسان نے جان لیا کہ وہ بہت بڑا اُس کے غیر سے ہے اور اُس کا قوت سے فعل میں لانا تکبر ہے تو جب وہ تنگ ہوا تو اُس کے فعل سے تکبر ہو گیا۔

پس صوفی عالم زاہد اپنے نفس کو کسی چیز کے ساتھ مسلمانوں سے تمیز نہیں کرتا اور نہ وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے مقام تمیز میں کہ کوئی مین اس کو مجلس مخصوص کے ساتھ تمیز کرے اور اگر فرض اُس کے لئے کیا جائے کہ اس قسم کے واقعے آزمائش کی جائے اور دوسرے شخص کے تقدم و ترغ سے افسردہ ہوتا ہے نفس اور اُس کے ظہور کے دیکھے اور اس بات کو کہ یہ مرض ہے اور ہر اُمینہ اگر اس معاملہ میں حیل دے نفس کی طرف شناخت کی اور اُس کی افسردگی تو یہ اُس کے حال کا گناہ ہو جاتا تو فوراً اپنے مرض کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا اور اپنے نفس کے ظہور کی شکایت اس کی طرف کرتا اور خوب توبہ عمل میں لاتا اور ظہور نفس کی قطع نسل کر دیتا اور قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا اس حال سے کہ وہ استغاثہ نفس سے کرے تب اُس کا اشتغال مرض نفس کے دیکھنے اور علاج کے طلب کرنے کا اُسے چھوڑا دیتا۔ اُس فکر سے کہ وہ شخص اُوپر اس سے اُوںچا بیٹھ گیا اور بسا اوقات اُس شخص کے ساتھ جو اُس سے اُوپر بیٹھ گیا تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آیا تاکہ وہ کفارہ گناہ موجودہ کا اور دوا اپنے مرض لاحق کی کرے۔ اب اس سے فرق ظاہر دو شخصوں میں ہو گیا اور جب کہ اعتقاد کرنے والا اعتبار کرے اور اپنے نفس کے حال کو تلاش کرے۔ اسی مقام پر تو اپنے نفس کو اور عوام خلق اور طالب مقاصد دنیا کی مثال دیکھے گا۔ پھر کون فرق اُس میں اور اُس کے غیر میں ہے اُن لوگوں سے جس کو علم نہیں ہے۔ اور اگر ہم زیادہ مسائل کی صورتیں بیان کرتے کہ جس نے زاہدین

مستحکم دست سے پکڑے ہوئے ہے اور کون ہے جو اس حال کے فائدہ کا راستہ صوفی کے سوا پائے تو ہمیشہ کی نیاز مندی اُس کی اپنے پروردگار کی طرف جناب الہی جل شانہ کے ساتھ تمسک اور دست آویز ہے اور اُس کے ساتھ پناہ جوئی ہے اور اس پناہ جوئی میں روح کا استغراق اور دل کا پیروکار ہونا محل دعا کی طرف ہے اور دل کے محل دعا بزبان حال اور اُس میں سکون کی جانب کشش ہوتی ہے کشش کا بعد اپنے مستقر سے جو اقسام فانی میں اور نزول اُس کا قلب کی طرف مدارج علم میں ہے جو رعایت حفظ الہی سے محفوظ اور ستور ہے اور کم نجات نفس اس تدبیر کے ساتھ جو منجانب اللہ تعالیٰ ہے کینہ اور نفاق اور حقد و حسد اور تمام خراب عادات کی گزند سے محفوظ اور مامون ہے تو یہ صوفی کا حال ہے۔

اور تمام احوال صوفیہ کو دو چیزیں حاوی ہیں کہ دونوں صوفیہ کا وصف ہیں اور حق تعالیٰ کے قول سے اُن دونوں کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برگزیدہ اپنی طرف جس کو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع لائے اُس کو راہ راست دکھلاتا ہے تو صوفیہ کی ایک قوم صرف اجتہاد کے ساتھ مخصوص ہوئی اور ایک قوم اُن میں کی ہدایت کے ساتھ مختص ہوئی مگر اس میں پہلے انا بت اور رجوع لانے کی شرط ہے۔

پس اجتہاد صرف میں کسی بندہ کی علت نہیں ہے اور یہ محبوب مراد کا حال ہے جس کی ہدایت منجانب حق اُس کے عطا اور بخشش سے ہے بدوں اس کے کہ کوئی سابقہ ایسا ہو جس نے جسے کہیں کیا ہوا اجتہاد اُس کا اُس کے کشف پر مقدم ہوا اور اس صورت میں صوفیہ کے ایک گروہ کا یہ حال ہوا کہ پردے اُن کے دلوں سے اٹھ چلے اور نور یقین کے سطوع نے سرعت کی تو حال وارو نے اُن میں اجتہاد اور اعمال کی خواہش کو برا ٹیختہ کر دیا تب اعمال پر ایک بندہ اور عیش کے ساتھ جس میں اُن کی آنکھوں کی خشکی تھی ٹھک گئی تو اجتہاد کو اُن پر کشف نے ہلکا اور آسان کر دیا جس طرح کہ فرعون کے ساہران پر اُس لذت نے جو صفاء عرفان سے اُن پر نازل ہوئی اس بات کو سہل کر دیا کہ وہ فرعون کے وعدہ عذاب کی برداشت کرتے

اُس سے اشارہ نہایت تواضع کی طرف ہے اور اُس کی طرف کہ وہ اپنے نفس کو ایسا نہیں دیکھتا کہ کسی مسلمان پر اُس کو اپنے نزدیک آپ کو حقیر جلانے کے سبب ترجیح دے اور ممتاز کرے اور اس حالت میں بغض اور کینہ کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اور یہ حکایت شہرت پاگئی تو بعض فقرا نے ہمارے اصحاب سے کہا کہ مجھے سمجھو پڑا کہ اس کے معنی اپنی ارواح سے انہوں نے گھوروں کو پاک صاف کیا یہ ہیں کہ گھوروں کے ساتھ اشارہ نفوس کی طرف ہے اس واسطے کہ وہ گھورے کی مثال ہر ایک غفوت اور نجاست کی جگہ ہے اور نور ارواح سے جو اُس کے ساتھ ملنے والا ہے پاک اور صاف کر دیا اس واسطے کہ ارواح صوفیہ مقامات قرب میں ہیں اور نفوس میں اُس کا نور سرایت کرتا ہے اور نور روح کے ملنے سے نفس پاک اور طاہر ہوتا ہے اور جتنی خراب چیزیں بغض اور کینہ اور خبیث اور حسد اُس میں ہیں سب اس سے زائل ہو جاتے ہیں تو گویا وہ نور روح سے پاک صاف ہوتا ہے اور یہ معنی صحیح ہیں اگرچہ قائل نے اپنے قول سے اس کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بہشتیوں کی صفت میں فرمایا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ یعنی نکال لیا ہم نے جو اُن کے سینوں میں کینہ تھا بھائی بنا کر جو تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

ابو حنظل نے کہا جو قلوب اللہ تعالیٰ کے مالوف اور اُس کی محبت پر متفق اور اُس کی مودت پر مجتمع اور اس کے ذکر سے مانوس ہو گئے ان میں کینہ اور حسد کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔ ہر آئینہ یہ قلوب ہوا۔ جس نفسانی اور ظلمات طبعی سے پاک صاف ہیں بلکہ توفیق کے نور سے سرمہ آلود ہو گئے تو وہ سب بھائی بن گئے۔ پس خلق اُن کے حجاب صفات نفوس سے قول اور فعل اور حال سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاتے رہنے سے ہیں۔ پھر جب اُن کی نفوس کی صفات بدل گئیں اور حجاب اٹھ گیا اور پردے صیح ہو گئے اور ہر ایک چیز میں رسول اللہ

۱۲۔ وہ باتیں جو دل میں آئیں گویا دوسروں سے اُن کے قلوب پاک ہیں۔

طرف اُس شخص کو دکھلاتا ہے جو انا بت اور رجوع کرنے تو اول اجتہاد کا مطالبہ اُن سے قبل از کشف ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی اور مجاہدہ کیا ہے ہر آئینہ ہم اُس کو اپنا راستہ دکھلائیں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ مدارج کشف میں مندرج کرتا ہے جس میں ہر طرح کی ریاضت اور محنت ہو اور شہائے تالیک کی بیداری اور گرم دوپہروں کی تشنگی طلب اور شوق کے شعلے اُن میں بھڑکتے ہیں اور کامیابی کے انوار اُن کے برابر حجاب میں ہوتے ہیں اور ارادت کی گرم ریگ میں کروٹیں بدلتے ہیں اور ہر ایک عادت اور مانوس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور یہ انا بت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شرط لگادی ہے اور ہدایت کو اُس کے ساتھ مقرون کیا اور اب پھر ہدایت خاص ہے اس واسطے کہ یہ اُس کی ہدایت اُس ہدایت عام کے سوا ہے جو اُس کے اسرونی کی طرف معرفت اول کی اقتضا سے راہِ راست پاتا ہے اور یہ سالک محب مرید کا حال ہے تو انا بت ہدایت عام کی غیر ہے۔

پس وہ ہدایات خاص کی منظر ہوئی اور سیدھی راہ اُس کی طرف بعد ازاں پائی کہ اُس کے لئے محنتوں سے سیدھی راہ پائی اُس وقت عسر کی ضیق سے سیر کی فضاء کو پہنچے اور اجتہاد کی سوزش سے احوال کی راحت میں امن و امان پایا تو اُن کی ریاضتیں پہلے اُن کے کشف و کرامات سے تھیں اور مراد لوگوں کے کشف و کرامات اُن کے جد و اجتہاد سے پیشتر تھیں۔

ابو محمد جریری سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے جنید علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے قبیل و قال سے تصوف نہیں حاصل کیا و لیکن بھوک اور دنیا کی ترک اور مالوفات اور مستحسانات کی قطع سے پایا تو محمد بن حنیف نے کہا کہ ارادت مراد کی طلب میں عروج کرتا ہے اور ارادت کی حقیقت جد و جہد کی مداومت اور ترک راحت ہے۔ اور ابو عثمان کا یہ قول ہے کہ مرید وہ ہے کہ دل اُس کا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی طرف سے مڑ گیا ہو تو وہ اللہ کو فقط چاہتا ہے اور اُسے قریب اور اسی کا مشتاق رہتا ہے یہاں تک کہ دنیا کی شہوات شوقِ الہی کی شدت کے سبب

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولا مالک کی طرف دائم الافتقار تھے یہاں تک کہ آپ فرماتے میرے نفس کی طرف مجھے ایک پلک مارنے کے برابر مت حوالہ کر اور میری حراست کر جیسے کہ بچے کی کرتے ہیں اور جن چیزوں میں صوفیہ کامیاب متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے اشرف اور اعلیٰ ان میں کا یہ وصف ہے اور وہ ہمیشہ کا افتخار ہے اور التجا ہے اور اس وصف سے صدق افتقار کے ہر ایک مستحق اور متصف نہیں ہوتا مگر وہ بندۂ خدا جس کا باطن صفاء معرفت سے صاحب کشف اور سینہ اُس کا نور یقین سے روشن ہو گیا اور دل اس کا بساط قرب تک جا پہنچا اور سر اُس کا ہم کلامی کی لذت سے خلوت نشین ہو گیا۔

پھر ان تمام چیزوں میں اُس کا نفس حکمی اسیر سلطانی ہو گیا اور با ایں ہمہ اس کو ہر ایک شر و آفت کا گھر دیکھتا ہے اور وہ مثل آتش ہے کہ اگر ایک تنکا اُس کا باقی رہ جائے ایک عالم کو جلا دے اور وہ بہت ہی جلد پلٹنے والا اور بدلنے اور پیچ و تاب کھانے میں شتاب زدہ کمال ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کمال لطف سے صوفی کو پہنچا دیا اور کسی قدر انکشاف اُس کا کر دیا اُس قسم کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ اس واسطے صوفی ہمیشہ اپنے مولیٰ کی طرف اُس کے شتر سے استغاثہ کیا کرتا ہے اور گویا کہ وہ بندے کے حق میں ایک تازیانہ بنایا گیا ہے کہ اپنے شتر سے اُس کی معرفت کے لئے چلاتا ہے اُس حالت کے ساتھ کہ نظر اُس کی التجا کے استانے اور صدق نیاز و دعا کی طرف ہے تو بس صوفی اُس کے مطالعہ سے ایک لحظہ بھی غالی نہیں رہتا جس طرح کہ وہ اپنے رب سے دم بھر کو غافل نہیں ہوتا اور اُس کی معرفت کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ مربوط اور مضبوط کر دیا۔

اس حدیث میں جو وارد ہوئی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا تو ہر آئینہ اپنے پروردگار کو اُس نے پہچانا جیسے رات کی پہچان کو دن کی پہچان سے وابستہ کر دیا۔ ایسا وہ کون شخص ہے جو سنت ہائے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سنت کا احیاء کرے بجز صوفی کے جو عالم باللہ اور زاہد فی الدنیا ہے۔ تقویٰ کو

ڈاڑھی کا میں مجھوں گیا تو میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی ڈاڑھی میں میری انگلیاں ڈال کر
خلال کر تا تھا اور سہل بن عبداللہ نے کہا جو وجد کہ اُس کی کتاب اور سنت کے شہادت
نہ ملے تو وہ ناحق ہے یہ ہے صوفیہ کا حال اور اُن کا طریقہ اور اس صورت کے علاوہ جو
شخص دعویٰ کسی حال کا کرے تو وہ مجھوٹا مدعی اور گمراہ ہے۔

پانچواں باب

تصوف کی ماہیت میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے ہر ایک شے کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین اور فقراء صابر کی
محبت ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں۔ پس تصوف کی
ماہیت میں فقر موجود ہے اور بنیاد اُس کی اُس کا قوام ہے حضرت آدم علیہ الرحمہ
کا قول ہے کہ تصرف تین نصلت پر مبنی ہے تمسک بالفقراء اور محتاجی دوئم صاحب
بذل و ایثار ہونا۔ سوئم تعرض اور اختیار کا چھوڑنا۔ اور جنید نے جبکہ تصوف
سے پوچھا گیا کہا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو ہے بدوں اس کے کہ
کوئی علاقہ ہو۔ اور معروف کہ غنی علیہ الرحمہ نے کہا کہ تصوف حقائق کا حصول اور
خلائق کے مال و متاع سے یاس ہے۔ جو شخص صاحب فقر نہیں صاحب
تصوف نہیں ہے۔

اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حقیقت فقیر کیا ہے؟ تو کہا کہ حق کے سوا
کسی دوسری چیز کی پرواہ نہ کرے۔ اور ابو الحسن ثوری نے کہا فقیر کی صفت
ہے کہ سکون نہ ہونے کے وقت بذل و ایثار ہو۔ اور بعض نے کہا ہے فقیر وہ ہے
کہ غنا سے احتراز کرے اس خوف سے کہ غنا اُس کے پاس آئے اور اُس کے فقر
کو بگاڑ دے جس طرح غنی دولت مند فقیر سے پرہیز کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو فقر
آجائے اور اُس کے غنا کو فاسد کر دے اور ان اسناد سے جو ابو عبد الرحمن سے پہلے
گزر چکیں کہائیں نے سنا ابو عبد اللہ ملازی سے کہا کہ میں نے مظفر قرنی سے سنا ہے

تھے اور سب نے کہا کہ ہم تجھے اُس شے پر اختیار اور امتیاز نہ کر کے جو ہم کو نازل
مُنبیہ سے پہنچے ہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اُن کو عنایتِ اِزلی کی ہو انہیں لگیں
تو سجدہ شکر میں گم پڑے اور یک زبان ہو کر سب نے کہا کہ ہم اہلِ عالم کے پروردگار
پر ایمان لائے۔

ابوموسیٰ رفاق سے روایت ہے کہ میں نے سنا ابو سعید خمراس سے کہ وہ کہتے
تھے اہلِ خالصہ سے مراد وہ شخص ہیں جن کو اُن کے مولانا نے بزرگزیدہ کیا ہے اور نعمت
اُن کے لئے پوری کی اور کرامت اُن کے واسطے مہیا فرمائی تو اُن سے حرکاتِ طلب
کو ساقط کر دیا اور عمل اور خدمت میں اُن کے حرکاتِ اُلقت و ذکر اور اُس کی
مناجات میں چین کرنے اور اُس کے قرب میں منفرد ہونے پر مبنی ہو گئیں۔ اور
فاطمہ مشہور حریر نہ شاگرد ابی سعید کہتی ہیں کہ میں نے خزانہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے
تھے کہ مراد اپنے حال میں بھرا ہوا اپنے حرکات پر مدد دیا ہوا ہے اور خدمت
میں اُس کی سعی پوری اور کفایت کی گئی شائبہ اور ناظر سے محفوظ ہے اور یہ وہ ہے
جس کو شیخ ابو سعید نے کہا وہ ایسا ہے جس کی حقیقت طائفہ صوفیہ پر مشتمل ہے اور کثرت
نوافل کے قابل نہیں ہوئے اور مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھا کہ نوافل میں قلت کرتے
تھے تو اُن کو مظننہ ہوا کہ یہ حال دائمی مطلقاً ہے۔ اور نہ سمجھے کہ جن لوگوں نے ترک
نوافل اور اقتضاءِ فرائض پر کیا اُن کی ابتدائی بات مریدین کی تھی سو جب وہ روح
وراحت حال کو پہنچے اور ریاضت کے بعد کشف اُن کو حاصل ہوا تو حال سے مملو
اور مالا مال ہو گئے۔

پس اعمال کے نوافل اور زاید کو چھوڑ دیا مراد لوگوں کے اعمال اور نوافل بدستور
باقی رہے اور ان چیزوں میں اُن کی آنکھوں کی خنکی ہے اور یہ مرتبہ اول سے اتم و
اکمل ہے۔ یہ جو ہم نے اُس کی توضیح کی صوفیہ کے دو طریق میں سے ایک طریق ہے
اور دوسرا طریق طریق مریدین کا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے انابت کی شرط
لگائی گئی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا و یهدی الیہ من ینیب اور راہ اپنی

اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اُس کا دل خاشع و متواضع ہے تو اُس کے اعضا و جوارح خاشع ہیں۔

ابو محمد جریری سے تصوف کا سوال کیا گیا تو فرمایا ہر ایک اعلیٰ خلق میں درانا اور ہر ایک ادنیٰ خلق سے نکلنا ہے۔ پس جس وقت تصوف میں یہ معنی حصول اور تبدیل اخلاق سے مفہوم ہوئے اور اُس کی حقیقت معتبر ہوگئی تو معلوم ہوا کہ تصوف نہ ہدا اور فقر دونوں سے بڑھ کر ہے اور بعض کا قول ہے کہ فقر کی انتہا ساتھ اُس کے شرف کے ابتداء تصوف ہے اور اہل شام تصوف اور فقر میں فرق اور تمیز نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہدایت قرآنی للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ یعنی اُن فقراء کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں محصور ہوئے وصف صوفیہ ہے اور حق تعالیٰ نے اُن کو فقراء کے نام سے ذکر کیا ہے اور ہم قریب ہی اُس بات کو واضح کریں گے جس سے تصوف اور فقر کے درمیان فقر ظاہر ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ فقیر اپنے فقر میں اُس کی گرفت کے لئے اور اُس کی فضیلت کے ساتھ ثابت ہے۔ غنا اور تو نگری پر اُسے ترجیح دیتا ہے اُس کا جو عرض کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متحقق ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے فقیر جنت میں یمن کے دولت مندوں سے آدھے دن بیشتر داخل ہوں گے جو پانچ سو برس کا ہے تو جیسے ہی عرض باقی کو دیکھ لیا حاصلاتِ فانی سے ٹھٹھک رہے اور فقر فاقہ سے گلے میں ہاتھ ڈال کر ملے اور فضیلت اور معاوضہ کے جاتے رہنے کے سبب زوال فقر سے ڈرے اور یہ طریق صوفیہ میں عین اعتدال اور سبب کا لانا ہے اس واسطے کہ اُس نے معاوضوں کی طرف ہمیشہ آنکھ لگائی ہے اور اُس کے لئے دنیا کو چھوڑ دیا ہے اور صوفی نہ موعودہ اجروں کے بلکہ موجودہ احوال کے سبب تمام چیزوں کو ترک کئے ہوئے ہے اس واسطے کہ وہ ابن وقت ہے اور نیز فقر کا ترک کرنا نصیب موجود کو اور لوٹنا اس کا نعمت فقر کو ایک ارادہ اور اعتقاد اُس کا ہے اور ارادہ اور اعتقاد صوفی کے حال میں ایک علت ہے اس لئے کہ صوفی جو قائم فی الاشیاء ہو گیا ہے تو ارادہ الہی سے ہوا ہے نہ اپنے ارادہ سے۔

اُس کے قلب سے جاتی رہتی ہیں اور اُس نے کہا ہے کہ مریدوں کے دل کا عذاب یہ ہے کہ وہ حیثیت معاملات و مقامات سے محبوب اُن کے اضراد کی جانب ہو جائیں۔ سو یہ دونوں طریقے احوال صوفیہ کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں اور ان دو کے سوا دو اور طریقے ہیں کہ ثبوت و تحقق تصوف کے طریقوں سے نہیں ہیں اُن دونوں میں سے ایک وہ مجذوب ہے جو اپنے جذب پر قائم رہا اور کشف کے بعد اجتهاد کی طرف نہیں رجوع ہوا اور دوم مجتہد مرتاض عابد جو اجتهاد کے پیچھے کشف کو نہیں پہنچا اور صوفیہ کے لئے اُن کے دونوں طریق میں حسن متابعت سے صحت اُن کے طریق کی اور وجہ اُن کے فضل کی ہے اور جس کسی نے اس بات کا گمان کیا کہ بدوں متابعت کے فائز المرام اور کامیاب ہو تو وہ پسماندہ اور دھوکہ میں آ گیا۔

ابو سعید خراز کا قول ہے کہ جو باطن کہ ظاہر اُس کے خلاف ہو وہ ناجیز اور ناحق ہے اور جنید علیہ الرحمہ کا قول تھا کہ ہمارا یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ملا ہوا اور گٹھا ہوا ہے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر سنت کو امیر فرمان روا کر دیا۔ قول میں اور فعل میں تو حکمت کے ساتھ اُس نے کلام کیا اور جس کسی نے ہوا کو اپنے نفس پر حاکم قول و فعل میں کیا تو اُس نے بدعت کی گفتگو کی۔ نقل ہے کہ حضرت بائزید بسطامی علیہ الرحمہ نے ایک روز اپنے پیار سے کہا ہمارے ساتھ چلو کہ اس شخص کو ہم دیکھیں جس نے اپنے تئیں ولی مشہور کر رکھا ہے اور یہ شخص اپنے گرد و نواح میں زہد اور عبادت کے ساتھ مشہور اور معروف تھا تو ہم اس کی طرف چلے تو وہ جب اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا قبلہ کی طرف تھوکا۔ بائزید نے کہا اُسے پچھ چلو تب واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور اور کہا یہ شخص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا امین معتمد نہیں ہے۔ پھر وہ مقامات اولیاء اور صدیقین کے دعوؤں کا کس طرح امین ہو سکتا ہے؟ اور شبلی علیہ الرحمہ کے خادم سے پوچھا کہ تم نے اُس کے مرنے کے وقت کیا حال اُس کا دیکھا؟ تو کہا جب اُس کی زبان بند ہوئی اور پیشانی پر پسینہ آیا مجھے اشارہ کیا کہ نماز کے لئے مجھے وضو کرادو تو میں نے اُسے وضو کرایا۔ اُس وقت خلال اُس کی

بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ طوائف میں سے کس گروہ کے ساتھ میں صحبت رکھوں؟
 کہا صوفیہ سے اس واسطے کہ بُرے کے لئے اُن کے نزدیک ایک وجہ عُذر کی ہے اور
 جو سب سے بُرا اعمال کرتا ہے اُس کی وقعت اُن لوگوں کے نزدیک کہ تجھے اُس سے
 بڑھا وادیں کہ میرا نفس تجھے عجب اور غرور میں ڈالے اور یہ علم ہے کہ نہ فقیر کے
 پاس پایا جاتا ہے اور نہ زاہد کے پاس اس واسطے کہ زاہد ترک کو بہت بُرا جانتا ہے
 اور لینے کو بُرا سمجھتا ہے اور یہی فقیر کا حال ہے اور یہ حالت اس واسطے ہے کہ
 اُس کا ظرف چھوٹا ہے اور وہ اپنے حد علم پر اُٹے ہوئے ہیں۔ اور بعض صوفیہ
 نے کہا ہے کہ صوفی وہ ہے کہ اُس کے سامنے جب اچھے دو حال پیش آویں یا وہ اچھے
 دو مُطلق ہوں تو وہ آسن اور بہت اچھے کے ساتھ ہو اور فقیر اور زاہد دونوں پوری
 تمیز دو اچھے خلق میں نہیں کرتے بلکہ وہ اخلاق سے بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں جو
 مائل ترک کی طرف ہو اور مشاغل دُنیا سے باہر ہونے کی طرف داعی ہو اپنے علم سے
 وہ دونوں اس معاملہ میں حکم کرنے والے ہوں اور صوفی اپنے صدق التجا اور سُن
 انابت اور خُط قرب اور لطف دخول و خروج الی اللہ سے بایں وجہ کہ اُس کا علم اپنے
 رب کے ساتھ ہے اور اُس کو حظ اپنے رب کی کفعلگو اور مکالمہ سے ہے۔ اور سُن
 اشرف کا منجانب اللہ خواستگار ظہور اور انکشاف ہے۔

حضرت ردیم نے فرمایا ہے کہ تصوف نفس کا اللہ کے ساتھ اُس کی مرضی پر چھوڑ
 دینا ہے اور عمرو بن عثمان کُمّی نے کہا ہے کہ تصوف اس کا نام ہے کہ بندہ ہر وقت
 اُس شے میں مشغول ہو جو اُس وقت اول اور افضل ہو۔ اور بعض صوفیہ کا قول ہے
 کہ تصوف کا اول علم ہے اور اوسط اُس کا عمل ہے اور آخر اُس کا عطاء من
 اللہ تعالیٰ ہے اور بعض نے کہا ہے تصوف ہے ذکر باجماعت اور وجد باجماعت
 اور عمل باجماعت اور بعض کہتے ہیں کہ تصوف ترک تکلف ہے اور بذل روح۔
 اور سہل بن عبد اللہ صوفی نے کہا جو کہ درت سے صاف اور سستی و شوق سے چُور
 اور آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو سونا اور مٹی اُس کے نزدیک برابر
 ہو۔ اور بعض تصوف سے سوال کئے گئے تو کہا کہ خلقت کی موافقت اور اخلاق

کہ وہ کہتا تھا فقر وہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت نہ ہو۔ اور میں نے اُس سے سنا کہ وہ کہتا تھا میں نے ابو بکر مہری سے پوچھا فقر کیا ہے تو کہا فقر وہ ہے کہ نہ وہ کسی کا مالک ہو اور نہ اُس کا کوئی مالک ہو (قولہ) جسے اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت نہ ہو اُس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے وظیفوں میں مشغول ہے۔ اپنے رب کے اوپر اُسے پورا اعتماد ہے اُس کے حسن حراست کا اپنے لئے عالم ہے اُسے ضرورت اپنی عرض حاجت کی اس واسطے نہیں ہے کہ وہ جانتا ہے اللہ میرے حال کا حلیم ہے تو سوال کو درمیان میں فضول سمجھتا ہے اور مشائخ کے اقوال جو ہیں ان کے طرح طرح کے معنی اور مراد ہیں اس واسطے کہ انہوں نے اشارہ اُن میں احوال کی طرف کیا ہے۔ ایک اوقات میں جو دوسرے اوقات کے علاوہ ہیں اور ہمیں قواعد کی حاجت ہے کہ اُس کے بعض کو بعض سے جدا کریں اس لئے کہ ہر آئینہ بہت اشیاء کا ذکر انہوں نے تصوف کے معنی میں کیا ہے جسکی مثل فقر کے معنی میں بیان کیا اور بہت چیزیں فقر کے معنی میں ذکر کیں کہ انکی مثل تصوف کے معنی میں بیان کی ہیں اور جہاں شب و واقع ہو تو فاضل کا بیان لالہ ہے اس واسطے کہ کبھی اشارت فقر کے زہد کے معنی شبہ ہو گئے اور کبھی تصوف کے معنی سے ہو گئے اور طالب رشد کو ایک دوسرے سے تمیز نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ تصوف غیر فقر ہے اور زہد غیر فقر ہے اور تصوف غیر زہد ہے۔

پس تصوف ایک اسم ایسا ہے جس میں فقر اور زہد کے معانی حاصل ہیں اور اوصاف اور اضافات کے ساتھ جن کے بغیر آدمی صوفی نہیں ہوتا۔ خواہ وہ زہد اور فقر ہی کیوں نہ ہو۔ ابو حفص نے کہا کہ تصوف بالکل آداب ہیں ہر ایک وقت کا ایک ادب ہے اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے اور جس نے اوقات کے آداب کو اپنے ذمہ لازم کیا تو وہ مزدوں کے مرتبہ کو پہنچا اور جس نے آداب کو ضائع کیا وہ بعید ہے اس راہ سے کہ ظن قریب رکھے اور مردود ہے اس راہ سے کہ امید قبول اُسے ہو اور یہ بھی کہا ہے کہ ظاہر کا حسن ادب باطن کے حسن ادب کا عنوان ہے

ڈالتے ہیں اور اُس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے اور یہ بھی اُس کا قول ہے کہ صوفی زمین کے مانند ہے کہ نیک، بد سب روندتے ہیں اور ابر کے مانند ہے کہ ہر ایک چیز پر سایہ کرتا ہے اور مینہ ایسا ہے کہ ہر ایک شے کو سیراب کرتا ہے۔ اور تصوف کی ماہیت میں اقوال مشائخ ہزار قول سے زیادہ ہیں اور اُن کی نقل کرنے میں طول ہے اور ہم ایک ضابطہ کہہ دیتے ہیں جس میں اُس کے معانی آجائیں۔

صوفی ہمیشہ اپنی اوقات کدورت سے پاک کرتا ہے اس راہ سے کہ وہ قلب کو نفس کے لوٹ سے صاف کرتا ہے اور اُس کے اس تصفیہ کو مدد اس سے پہنچتی ہے کہ وہ دماغ اپنے ہونے کا محتاج رہتا ہے تو ہمیشہ کے افتقار سے وہ کدورتوں سے صاف رہتا ہے اور جب کبھی اُس کا نفس جنبش کرے اور کسی صفت پر اپنی صفات سے ظاہر ہو تو وہ اپنی بصیرت نافذ سے ادراک کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی طرف گمبیز کرتا ہے تو اُس کے دوام تصفیہ سے جمعیت اُس کی ہے اور اُس کے نفس کی جنبش سے تفرقہ اُس کا ہے اور کدورت اُس کی ہے تو اپنے رب کے ساتھ وہ اپنے قلب پر اور اپنے قلب کے ساتھ نفس اپنے پر قائم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کو فوا قوامین للہ شہداء بالقسط۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہوتم اللہ کے لئے قائم اور سیدھے گواہ عدل کے ساتھ ہو۔ اور یہی قوامیتہ اللہ کے لئے نفس پر تصوف کے ساتھ مستحق اور ثابت ہوئی ہو۔

بعضوں نے کہا تصوف بالکل اضطراب ہے۔ پھر جب سکون تصوف بھی نہیں اور بھیداس میں یہ ہے کہ روح درگاہ الہی کی طرف کھینچی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ صوفی کی روح منجذب ناک لگائے ہوئے قرب کے مقامات کی طرف ہے اور نفس کے لئے اپنی وضع کے سبب تہ نشین اپنے عالم کی طرف ہے اور اپنے پیچھے اُس کا اللہنا پلٹنا، اور صوفی کے لئے دوام حرکت ضرور ہے۔ اس طرح کہ ہمیشہ ہمیشہ کی محتاجی اور ہمیشہ کی گریز اور نفس کی صواب اندیشی کے موقعوں کی چھان بین ہو اور جو کوئی اس بات سے واقف ہوگا صوفی کے معنی میں وہ تمام متفرقات پائے گا جو اشادات میں ہیں۔



پس وہ نہ صورت جو فقر میں فضیلت ہے اُس شے میں دیکھتا ہے اور نہ تو نگری کی صورت میں بلکہ فضیلت اُس شے میں دیکھتا ہے جس میں اُسے حق تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے اور اُسی سے اپنے تئیں داخل کرتا ہے اور ایک شے میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن پاتا ہے اور کبھی اُسودگی کی صورت میں بحکم الہی اسی میں رہنے کا ہے اور اُس وسعت میں فسحت نہیں کرتا اور داخل اُس میں ہونا صادقین کا نصیب ہے الا جبکہ حکیم الہی کا علم قوی اور محکم کر لیں اور اس معاملہ میں پاؤں کی پھسلن ہے اور مدعیوں کے دعویٰ کا باب ہے اور کوئی حال ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ صاحبِ حال متحقق ہے مگر یہ کہ اُس کی حکایت کو مرتکب بامر و شورا کرتا ہے: لیهلک من هلك عن بینة و یحیی من حی عن بینة البتہ جو ہلاک ہوتا ہے وہ بینہ سے ہلاک ہوتا ہے اور جو زندہ ہوتا ہے وہ بینہ سے زندہ ہوتا ہے۔ پھر جب یہ ظاہر ہو چکا تو فقر اور تصوف کے درمیان فرق واضح ہوا تو سمجھا گیا کہ فقر تصوف کی اساس اور بنیاد ہے اور قوام اُس کا اُس کے ساتھ ہے اس معنی سے کہ تصوف کے مراتب تک پہنچنا جو ہے وہ اس کا طریق ہے نہ اس معنی سے کہ وجود تصوف سے وجود فقر لازم آتا ہے۔

جنید علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تصوف اُس کا نام ہے کہ حق تجھے تجھ سے مارے اور اُس سے آپ تجھے جلائے اور یہ وہی بات ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ صوفی قائم فی الاشیاء اللہ کے ساتھ ہے نہ کہ اپنے نفس کے ساتھ اور فقیر اور زاہد دونوں اپنے نفس سے اشیاء میں موجود ہیں اپنے اداوت سے واقف ہیں اپنے قدر علم کے موافق مجتہد ہیں اور صوفی اپنے نفس کے مستقل اپنی معلومات کی طرف غیر مائل اپنے رب کی مراد سے قائم ہیں نہ کہ اپنے نفس کی مراد سے۔

ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ صوفی وہ شخص ہے کہ نہ طلب اُس کو تھکائے اور نہ بلب اُس کو جبکہ سے ہلائے اور یہ بھی اُس کا قول ہے کہ صوفی نے سب چیزوں پر اُن کو برگزیدہ فرمایا تو اُن کے ایثار سے یہ ہے کہ اپنے نفوس کے علم پر انہوں نے علم الہی کو اور ارادۃ نفوس پر ارادۃ اللہ کو پسند کیا ہے۔

تیسویں پہنا اور چونکہ سیر و طیر میں اُن کا حال تھا اس لئے کہ احوال میں بدلتے پلٹتے رہتے تھے اور ان کو ایک بلندی سے زیادہ بلندی پر عروج تھا کوئی وصف ان کو مقید اور کوئی چیز (نعت) اُن کو مجبوس نہیں کر سکتی تھی اور ترقی علم اور حال کے باب ان پر کشادہ تھے باطن اُن کے محتائق کے معدن اور علوم کے مخزن تھے۔

پس ہر گاہ کسی حال کے ساتھ مقید اُن کا ہونا تقلید کی راہ سے متعذر اور دشوار ہوا کہ وجدان اُن کی نوع، نوع کی اور ترقی اُن کی ہر جنس کی تھی تو لباس ظاہر کی طرف اُن کو منسوب کر دیا اور یہ امر اشارہ کرنے میں اُن کی طرف روشن تر اور اُن کے وصف کے حصہ میں داعی بیشتر تھا اس واسطے کہ صوف کا پہننا اُن کے سلف کے متقدّمین پر غالب اور مستولی تھا اور اس لئے بھی کہ اُن کا حال مقربین کا سا ہے۔ چنانچہ پہلے ذکر اُس کا ہو چکا اور ہر گاہ نسبت قرب اور عظمت اشارہ قرب الہی کی طرف ایک امر صعب ہے کہ کشف اُس کا اور اشارہ اس کی طرف عظیم اور بھاری بھر کم ہے تو اشارہ اُن کے پہناوے کی طرف ہوا جس میں اُن کا حال چھپا ہے اور اس میں غیرت اُن کے بڑے مقام کی تھی کہ اشارے بہت اُس کی طرف ہوں گے اور بار بار اُس کا تذکرہ زبانوں پر آئے گا۔

پس یہ طریق زیادہ مقرون بادب تھا اور ادب ظاہر اور باطن قول اور فعل میں معاملات صوفیہ کا مدار علیہ ہے اور اُس میں ایک بات اور ہے کہ اُن کے پہناوے کی طرف نسبت مشعر ہے کہ دُنیا کی انہیں قلت ہے اور شہوات نفسانی کی جانب اُن کو کم رغبت ہے جس کا مقتضا اچھے اچھے نفس لباس ہیں حتیٰ کہ نیا نو سیکھا مرید جو اُن کے طریق کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُن کے کاروبار میں داخل ہو تو وہ اپنے نفس کو تھوڑے گزران پر رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ کھانا پینا بھی اوڑھنے پہننے کے قبیل سے ہے پھر اُن کے طریق میں دیکھ بھال کر داخل ہوتا ہے اور یہ امر مبتدی کا سمجھا بوجھا ہے اور اُن کے حال کا بتلانا اور اُس کے ساتھ اُن کو موم کرنا اہل ہدایت کی فہم سے نہایت بعید ہے۔ پس صوفی اُن کا نام رکھنا نافع تر اور ادنیٰ تر ہے اور یہ بھی ہے کہ اس

طبعی کی مفارقت سے دل کی صفائی اور صفات بشری سے افسردگی اور نفسانی خواہشوں سے کیسوئی اور صفات روحانی کا نزول اور علوم حقیقی سے تعلق اور شریعت میں اتباع رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

ذوالنون مصری نے کہا میں نے سواحل شام سے ایک جگہ پر ایک عورت دیکھی تو اُس سے کہا کہ تُو کہاں سے آئی؟ وہ بولی اُن قوموں کے پاس سے جو خواب گاہوں سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اور کہاں کا تیرا ارادہ ہے؟ بولی اُن مردوں کی طرف جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت کھیل میں ڈالتی ہے تو میں نے کہا کہ اُن کی تعریف کرو تو یہ آیات اُس نے پڑھیں

قوم همومهم بالله قد علقت	فما لهم همهم تسول احدنا
فمطلب القوم مولاهم وسيدهم	ما احسن مطلبهم للواحد الصمد
ما ان تنازعهم دنيا ولا شرف	من المطاعم واللذات والولد
ولا للباس ثياب فالتق انت	ولا الروح مسرور محل في بلد
ان مسارعة في اثر منزلة	قد قارب الخطوفها باعدا بد
فهم رهائن عذران و ادوية	وفي الشوامخ تلتقاهم مع العدد

یعنی وہ ایسی قوم ہے جن کے ارادہ اللہ کے ساتھ معلق اور آویزاں ہیں اور اُن کی ہمتیں ایسی نہیں ہیں جو کسی اور کی طرف بڑھیں اور بلند ہوں۔ پھر ساری قوم کا مطلب اور مقصود اُن کا مولیٰ اور اُن کا سردار ہے تو اللہ پاک یکتا کے لئے کیا ہی اچھا اُن کا مطلب ہے۔ نہ دُنیا ان کو نزاع اور تکرار میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی شرف جو کھانے کی قسم سے ہو اور لذت اور اولاد سے ہو۔ نہ پوشاک عمدہ اور نفیس کے پہننے کے لئے اور نہ کسی خوشی اور آرام کے لئے جو شہر میں آیا ہو۔ مگر یہ کہ مرتبہ کے پیچھے جلدی اور شتابی ہے جس میں قدم اُن کے قریب ابد کے بعد سے گر گئے وہ چٹوں اور میل گاہوں کے اندر بسے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اُن سے ٹوگر وہ کے گروہ سے طاقات کرے گا۔

جنید علیہ الرحمہ نے کہا صوفی زمین کی مثال ہے ہر ایک بُری چیز اُس پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فقراء و مہاجرین کے لئے مخصوص تھا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یتطیعونہم با فی الارض۔ الآیۃ یعنی ان فقراء کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں روکے گئے زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور یہ تو ہمہ ہر چند اشتقاق لغوی کی صورت سے ٹھیک نہیں ہے مگر معنی کے لحاظ سے صحیح ہے اس واسطے کہ صوفیہ کا حال ان کے حال کے مشابہ ہے بایں وجہ کہ وہ باہم جمع اور ملے جلے ایک دوسرے سے صحبت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت میں جیسے اصحابِ حقیقہ کو چار سو آدمی کے قریب تھے نہ ان کے مدینہ میں گھر اور نہ کنبے قبیلے نجد میں ہو بیٹھے تھے جیسے اگلے پھلے صوفیہ گوشوں اور خانقاہوں میں رہا کئے اور وہ نہ کھیتی کی باری کرتے نہ دو دو دھکے دینے والے جانور پالتے اور نہ بیوپاری تھے۔ دن کو لکڑیاں جمع کرتے اور ٹھیلیاں پھوڑتے اور رات کو عبادت اور کلام اللہ سیکھتے اور تلاوت میں مشغول ہوتے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غم خواری کرتے اور لوگوں کو ان کی غم خواری پر برا ٹیگتے فرماتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھاتے تھے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وہ تطرد الذین یدعون بہم بالغداة والعشی یریدون وجملہ
یعنی اور مت نکال ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی
ذات چاہتے ہیں۔

اور یہ آیت: واصبر نفسك مع الذین یدعون بہم بالغداة
والعشی۔ یعنی روک اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے پروردگار کو صبح
و شام پکارتے ہیں۔

اور یہ آیت ابن ام مکتوم کے حق میں نازل ہوئی عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ اِنْ جَاہُ
اَوْعَىٰ۔ یعنی تیوری پڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ ان کے پاس اندھا آیا اور وہ اہل صفہ
سے تھا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باعث معتوب ہوئے اور جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے مصافحہ فرماتے تو ان کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نہ کھینچنا

صوفی کی وجہ تسمیہ کے بیان میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے اور حمار پر سوار ہوتے اور صوف کا لباس پہنتے تھے تو اس وجہ سے قوم اس طرف گئی کہ ظاہر لباس کی نسبت سے اُن کا نام صوفیہ رکھا ہے اس واسطے کہ صوف کا لباس انہوں نے اختیار کیا کہ وہ لطیف و ملائم ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہناوا تھا۔ جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ آپ نے فرمایا شہر رجاء کے ایک پتھر پر ستر انبیاء برہنہ پا صاحب عبادت المحرام کے قصد سے گزرے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صوف اور پشمینہ پہنا کرتے اور درخت سے پھیل کھایا کرتے تھے اور سو رہتے۔ جہاں کہیں اُن کو شام ہو جاتی۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر آئینہ ستر اہل بدر کو میں نے دیکھا ہے کہ اُن کی پوشاک صوف تھی اور اُن کی ابو ہریرہ اور فضالہ بن عبدی نے یہ تعریف کی ہے وہ بھوک کے مارے گریڑتے تھے یہاں تک کہ عرب اُن کو دیوانے خیال کرتے تھے اور پہناوا اُن کا صوف کا تھا حتیٰ کہ بعض اُن میں کے عرق آلودہ اپنے کپڑوں میں ہو جاتے تو اُس سے بھٹیری کی بُو اُنے لگتی جبکہ وہ مُنہ میں بھیگ جاتا اور اُن سے بعضوں نے کہا کہ ہر آئینہ مجھے اُن کی بُو اید اِدیتی ہے کہا آپ کو بھی اُن کی بُو اید پہنجاتی ہے۔ اس کلام سے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرتے تو صوف کا لباس انہوں نے اس واسطے اختیار کیا کہ وہ رینت دُنیا کے تارک اور سدرِ حق اور سترِ عورت پر قانع اور امرِ آخرت میں مستغرق تھے۔

اس واسطے کہ اپنے مولا کی خدمت میں مشغول اور امرِ آخرت کی طرف صرف ہمت انہیں لذت اور راحت نفس کی فرصت اور مہلت نہ تھی اور یہ اختیار اشتقاق کی حیثیت سے بھی مناسب اور موزوں ہے اس واسطے کہ جب کوئی صوف پہنتا ہے تو عرب اس کو کہتے ہیں تصوف یعنی صوف پہنا، جس طرح کہ کوئی قمیص پہنے تو اس کو کہتے ہیں قمیص یعنی

غیر و صلح کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے تو ایک قوم کو ابراہیم دوسروں کو متزین اور ان میں سے بعض کو صابریں اور صادقین اور زاکرین اور نجیبین نام رکھا اور یہ جس قدر تفریق نام مذکور ہیں ان سب کو صوفی کا نام شتمل ہے اور یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ تابعین کے زمانہ میں تھا۔ اور حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا طواف میں ایک صوفی میں نے دیکھا سو جو کچھ اُسے میں نے دیا تو اُس نے نہیں لیا۔ اور کہا میرے پاس چار دانگ ہیں مجھے کافی ہے جو میرے پاس ہے اور اُس کو مضبوط وہ روایت کرتی ہے جو سفیان سے ہے کہ اُس نے کہا ہے اگر ابوہاشم صوفی نہ ہوتا تو ایک کے دقیقے میں نہ جانتا اور یہ دلیل اُس پر ہے کہ یہ نام معرفت قدیم ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ نام دو صدی ہجری عربی تک مشہور نہ تھا۔ اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے اصحاب کرماء کے نام سے کہا کرتے کہ اُس کو شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل تھا اور اس کی طرف اشارہ اور سب اشاروں سے اولیٰ اور افضل تھا۔ اور سب عارفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر ہوا تو جس نے صحابی سے علم حاصل کیا ان کا نام تابعی رکھا گیا۔

اس کے بعد جب زمانہ رسالت گزر گیا اور عہد رسالت کا عرس گزرا اور وحی آسمانی بند ہو گئی اور نور مصطفوی چھپ گیا اور راسخین مختلف ہو گئے اور طریقے انواع و اقسام کے ہو گئے اور ہر ایک ذی رائے اپنی رائے میں فرو ہو اور علم شریعت ہوا ہائے نفسانی کے میل سے گندے ہو گئے اور متقین کی بنیادیں ہل گئیں اور زاہدین کے عزم الٹ پلٹ ہو گئے اور جہالتیں غالب آئیں اور حجاب اُن کے کثیف ہوئے اور عادات بڑھ گئیں اور اہل عادت مانک و مختار ہوئے اور دُنیا نے بناؤ سنکا کر کیا اور خطاب اُس کے بڑھ گئے تو ایک گروہ اُن سے ایک ہو گئے جن کے اعمال صالح اور احوال روشن اور صدق اُن کی عزیمت میں اور قوت اُن کی دین میں تھی اور دُنیا اور اُس کی محبت میں انہوں نے کم رغبتی کی اور

معنی کے سوا جو کہا جائے کہ انہوں نے صوفیہ نام اس واسطے رکھا ہے ایک قسم کا دعویٰ ہے اور جب یہ کہا جائے کہ صوفیہ صوف کے پہننے کے سبب نام رکھ لیا ہے تو دعویٰ سے دور ہوگا اور جو چیز دعویٰ سے زیادہ دور ہو وہی ان کے لائق حال ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ صوف کا پہننا ان کے کام سے ظاہر پر حکم ظاہر ہے اور ان کے کسی حال یا مقام کی طرف منسوب ان کو کرنا حکم باطن ہے اور ظاہر کے ساتھ حکم کرنا زیادہ موافق اور بہتر ہے۔

پس یہ کہنا کہ انہوں نے صوفیہ نام صوف پہننے کے سبب رکھا تو واضح اور فروتنی سے زیادہ تر قریب اور لائق ہے۔ اور یہ بھی لگتی ہوئی بات ہے کہ کہا جائے کہ ہر گاں ان لوگوں نے افسردگی اور گنہامی اور تواضع اور انکسار اور اوچھل اور آڑ کو اختیار کیا ہے تو وہ ایسے ہی ہو گئے جیسے بھٹے پڑانے لگے جن کو پھینکتے رہتے ہیں اور کوئی ان کو نہیں پوچھتا اور نہ ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو صوفیہ کی نسبت سے صوفی کہیں جیسے کوفہ کی نسبت سے کوئی کہا کرتے ہیں اور یہ ہے جو بعض اہل علم نے بیان کیا ہے اور اشتقاق کے قریب اور مناسب معنی مقصود ہیں اور ہمیشہ سے صالحین اور زیادہ اور متقین اور عباد کو صوفی ہی کا لباس مرغوب اور مطبوع رہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں تو آپ صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے اور صوف کی ازا بھی اور چادر بھی صوف کی تھی اور آستین بھی اس کی صوف کی تھی اور آپ کی جوتیاں غیر مذبور گدھے کی کھال کی تھیں۔ اور بعضوں نے کہا صوفیہ اس لئے نام رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صف اول میں اپنی علوہمت اور اللہ تعالیٰ کی حضور عین بدل و جان حاضر آنے سے اور اس کے سامنے اپنے اسرار باطن کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا یہ اسم دراصل صوفی تھا پھر وہ نقل مکان کیا گیا اور صوفی اس کو بنا لیا۔ اور کہتے ہیں صوفیہ نام صف کی نسبت سے رکھا ہے جو عہد

متصوف اور متشبه کے بیان میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا؟ تو وہ شخص بولا میں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا قیامت کے لئے تو نے کیا سامان کیا ہے؟ کہا اُس کے لئے میں نے نماز روزہ زیادہ نہیں جمع کئے۔ کہا میں نے اُس کے لئے کوئی بڑے عمل نہیں اکٹھے کئے مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ اُس پر آپ نے فرمایا اُدی اُس کے ساتھ ہے جس کو وہ چاہتا ہے، تو اُس کے ساتھ ہے جس کو تو چاہتا ہے۔“

حضرت انس نے کہا کہ تب میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی شے سے ایسا خوش نہیں دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے۔ پس جو شخص صوفیہ کے مشابہ ہے کہ اُس نے صوفیہ کا تشبہ اُن کے سوا دوسرے گروہ سے نہیں اختیار کیا الا ان کی محبت سے حالانکہ وہ قاصر ہے ان باتوں سے قائم ہونے سے جو ان میں ہیں صوفیہ کے ساتھ ہو گا اس لئے کہ متشبه کو صوفیہ کے ساتھ ارادت اور محبت ہے اور ہر آئینہ اس حدیث سے جو ہم نے اس مسئلہ میں روایت کی ہے واضح تردید صریح حدیث وارد ہوئی ہے۔

عبادہ بن صامت نے ابی ذر غفاری سے روایت کی ہے کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہر آئینہ میں اللہ اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ تو فرمایا کہ ہر آئینہ تو اُس کے ساتھ ہے جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ کہا کہ ابو ذر نے اس کو دوبارہ کہا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو دوبارہ فرمایا۔ پس متشبه کی اُن سے محبت نہیں ہوتی۔ مگر اس وجہ سے کہ اُس کی روح اس شے سے آگاد

کرتے اور ذی مقدرون پر اُن کو بانٹ دیتے ایک کے ساتھ تین اور دوسرے کے ساتھ چار بھیج دیا کرتے اور سعد بن معاذ اپنے گھر میں اُن میں سے اتنی آدمیوں کو لے جاتے اور کھانا کھلاتے تھے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ہر ائینہ ستر آدمی اہل صفہ سے دیکھے ہیں کہ وہ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے تھے۔ بعض اُن میں کے ایسے تھے کہ کپڑا اُن کے زانو تک نہیں ہوتا تھا تو جب ایک اُن میں سے رکوع میں جاتا تھا ہاتھ سے اُسے پکڑ لیتا کہ مبادا اُس کا ستر کھل جائے۔ بعض اہل صفہ نے کہا ہم ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ چھوڑو اُن نے ہمارے پیٹ جلا دیئے۔ یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی اور منبر پر چڑھے۔ بعد ازاں فرمایا اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ چھوڑو اُن نے ہمارے پیٹ جلا دیئے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ چھوڑے مدینہ والوں کا کھانا ہے اور ہر ائینہ اُس کے ساتھ ہم سے اہل مدینہ نے غم خواری کی اور ہم نے تمہاری غمخواری اُس سے کی کہ جس سے اُنہوں نے ہماری غم خواری کی اور مجھے اُس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے ہر ائینہ دو مہینے ہوئے کہ رسول اللہ کے گھر میں سے دھواں نہیں اُٹھا اور اُن کے پاس پانی اور کھجور کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صفہ پر کھڑے ہوئے اور اُن کی محتاجی اور کوشش اور خوش دلی دیکھی۔ پھر فرمایا اے اصحاب صفہ! تمہیں بشارت ہو جو تم سے قائم اُس صفت پر رہا جس پر تم آج کے دن ہو راہنی اُس چیز کے ساتھ جو اس میں ہے وہ ہر ائینہ قیامت کے دن میرا رفیق اور ساتھی ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اُن میں سے ایک گروہ خراسان میں تھا جو غاروں میں رہا کرتے۔ دیہات اور شہروں میں اُن کی سکونت نہ تھی۔ خراسان میں ان کو شگفتہ کے نام سے پکارتے اس واسطے کہ شگفت غار کا نام ہے بُو د و باش کی جگہ کے ساتھ اُس کو منسوب کرتے تھے اور اہل شام اُن کو جو عبیہ کہا کرتے اور حق تعالیٰ نے اہل

سے بڑھا چڑھا حال ہے اس میں وہ صاحب ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
 ان ابرار لعلیٰ نعیم علی الاراثم ینظرون یعنی بے شک جو نیک لوگ ہیں آرام
 میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں ابرار کی اور ان کی شراب کی تعریف کی ہے بعد اس کے
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا و مزاجہ من تسیم عینا یشرب بہا المقربون۔ پس ابرار
 کی شراب میں مقربین کی شراب سے میل ہے اور وہ مقربین کے لئے خالص ہے
 توصوفی کے لئے خالص شراب ہے اور متصوف کی شراب میں اس کا میل ہے اور متصوف
 کی شراب سے متشبیہ کے لئے میل ہے۔

پس صوفی بساط قرب سے قرا گاہ روح میں بڑھ گیا ہے اور صوفی کی نسبت
 متصوف ایسا ہے جیسے کہ زاہد کی نسبت مترہد ہے اس واسطے کہ یہ فعل اور عمل تکلیف
 کے ساتھ اُس نے کیا ہے اور سبب پیدا کیا ہے جس سے اشارہ اس بات کی طرف
 ہو جو صوفی کے وصف کے اُس میں موجود ہے تو وہ متصوف صوفی کے طریق میں اپنے
 رب کی طرف سیر و سلوک کرنے میں جدوجہد کرنے والا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے سیر و اسبق المفردون یعنی چلو اور بڑھو مفردین سلقت
 کر گئے ہیں۔ صحابہ نے کہا مفردین کون ہیں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا کہ وہ شیفتگان
 ذکر الہی ہیں جن کے بار اُن سے ذکر نے اُتار دیئے ہیں اور قیامت کے دن وہ
 ہلکے سبک کار آئیں گے۔

پس صوفی مفردین کے مقام میں ہیں اور متصوف سائرین کے مقام میں اپنے
 سیر میں قرا گاہ قلب میں ذکر الہی پر پہنچنے والے ہیں اور قلب سے اس کا مراقبہ
 ہے اور اپنی نظر سے التذاذ اُس کا ہے۔ اللہ کی نظر کی جانب جو اُس کی طرف
 ہے۔ پس صوفی صاحب مشاہدہ و روح کے مقام و مستقر میں ہے اور متصوف
 صاحب مراقبہ قلب کے مقام میں اور متشبیہ صاحب مجاہدہ و محاسبہ نفس کے مقابلہ اور
 ہمسری میں ہے تو صوفی کی تلوین اُس کے قلب کے وجود میں ہے اور متصوف کی اس
 کے نفس کے وجود میں اور متشبیہ کو تلوین نہیں ہے اس واسطے کہ تلوین ارباب احوال
 کے لئے ہے اور متشبیہ ایک سالک مجتہد ہے جو ابھی احوال تک نہیں پہنچا اور ان سب

گوشہ نشینی اور تنہائی کو غنیمت جانا اور اپنے نفوس کے لئے گوشے حاصل کئے جن میں وہ کبھی مل بیٹھتے تھے اور کبھی جدا ہو جاتے۔ اہل صفہ کے پیروا سباب کے تارک رب الارباب کے مبتلا۔

پس اُن کے لئے ثمرہ نیک اعمال اور پر نور احوال ملے اور علوم کے قبول کے لئے اُن کے فہم میں صفا آگئی اور زبان کے بعد اُن کے لئے ایک اور زبان اور عرفان کے پیچھے ایک اور عرفان اور ایمان کے بعد ایک اور ایمان ملا جیسا کہ حادثہ نے کہا صبح اٹھائیں سچا مومن جبکہ ایمان میں ایک مرتبہ کشوف اُس کے علاوہ ہوا جس کا انہوں نے قول و اقرار کیا تھا تو اس کی اقتضا سے انہیں بہت سے علم حاصل ہوئے جن کو وہ پہچانتے ہیں اور بہت سے اشارات جن کا انہوں نے تعابذ کیا ہے پس اپنی خاص ذاتوں کے لئے اصطلاحیں تحریر کر لی ہیں جو اُن معانی کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اُن کو یہ حسرات ہانتے پہچانتے ہیں اور بقیہ صحت اُن احوال کے بیان کرتے ہیں۔ جن کو وہ پاتے اور حاصل کرتے ہیں تو ان متاخرین نے اُسے قدمائے سلف سے اخذ کیا یہاں تک کہ وہ ہر ایک عہد اور زمانے میں ایک اسم ستم را در چیز مستقر ہو گئی تو یہ نام اُن لڑگوں میں پھیل گیا اور اُس کے ساتھ خورجہ موسوم ہوئے اور دوسروں کا بھی نام رکھا۔

پس اسم اُن کی نشانی ہے اور علم الہی اُن کی صفت ہے اور عبادت اُن کا حلیہ ہے اور تقویٰ ان کا کرتہ ہے اور حقیقت کے حقائق اُن کے اسرار ہیں۔ کنبے اور قبیلوں سے نکلے ہوئے فضیلتوں کے مالک غیرت کے قبوں میں رہنے والے اور حیرت کے ملکوں میں بسنے والے ہیں۔ گھڑیوں اُن کے لئے فضل الہی سے ترقی ہے اور آگ اُن کے شوق کی شعلہ زن ہے اور وہ ہل من مزید کہہ رہے ہیں۔ اشد میرے اُن کے گروہ میں ہم کو اٹھا اور اُن کے حالات ہمارے نصیب کر۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔



اپنے شیخ سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ اہل دُنیا سے ایک شخص شیخ احمد غزالی کے پاس آیا اور ہم اصفہان میں تھے اور شیخ اُن سے خرقہ چاہتا تھا تو اُس سے شیخ نے کہا فلاں کے پاس جاؤ اور یہ میری طرف اشارہ تھا کہ وہ خرقہ کے معنی میں تجھ سے کلام کرے۔ پھر آؤ کہ میں تجھے خرقہ پہناؤں کہا پھر وہ میرے پاس آیا تو میں نے اُس سے خرقہ کے حقوق بیان کئے اور وہ باتیں جو حق خرقہ کی رعایت سے واجب ہیں اور جو خرقہ پہنے اُس کے آداب اور وہ شخص جو اُس کے پہننے کی قابلیت رکھے تو اُس شخص نے حقوق خرقہ کو بہت بڑا بھاری جانا اور خرقہ کے پہننے سے بچ کچا یا تب شیخ کو اس معاملہ کی خبر پہنچی جو طالب کے نزدیک میرے قول سے اُس کو نیا معلوم ہوا تو مجھے بلایا اور میں نے جو اُس سے کہا تھا اُس پر خفا ہوا اور کہا میں نے تیرے پاس اُسے اس لئے بھیجا تھا کہ تو اُس سے باتیں ایسی کرے کہ جن سے اُسکی غربت خرقہ کی طرف زیادہ ہو اُس پر تو نے وہ باتیں کیں جن سے ادادہ سست ہو گیا۔ پھر جس بات کا تو نے ذکر کیا وہ صحیح ہیں اور وہ ایسی ہیں کہ حقوق خرقہ سے واجب ہیں۔ مگر جب ہم نے مبتدی پر لازم گردانیں تو وہ بھانسا اور اُس پر قیام کرنے سے عاجز آیا۔

پس ہم اُسے خرقہ پہناتے ہیں تاکہ قوم کے متشبه ہو جائے اور اُن کے لباس سے ملتبس ہو تو یہ بات اس کو مجالس اور محافل سے قربت دے گی اور اُن کے ساتھ اختلاط سے اور اُن کے احوال اور سیرت کے دیکھنے سے اُس کی وہ خواہش کرے گا کہ راہ اُن کی چلے اور اس ذریعہ سے کچھ اُن کے احوال تک پہنچے گا۔ اور شیخ احمد غزالی نے کہا اس قول سے وہ قول موافق ہے جو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ نے ابوالقاسم جنید بغدادی سے بواسطات روایت کئے کہ وہ جعفر سے کہتے تھے جب کسی فقیر سے ملے تو علم سے ابتدا مت کر اور نرمی سے آغاز کر اس لئے کہ علم اسے متوجش کرتا ہے اور نرمی اُسے مانوس کرتی ہے اور صوفیہ متشبهین سے بہ نرمی پیش آتے ہیں کہ مبتدی طالب اُس سے نفع حاصل کرے اور جو کوئی اُن میں سے حال میں اکمل اور علم میں علامہ ہے وہ زیادہ تر مبتدی طالب کے ساتھ نرمی اور رفق کرتا ہے۔

اور ہوشیار ہو گئی ہے جس سے ادراخ صوفیہ آگاہ اور خبردار ہیں اس واسطے کہ محبت امر اللہ کی اور اُس شے کی جو اُس کی طرف قربت دے الا اُس شخص کی جو اُس کا مقرب ہو روح کو بدوں اس کے کہ متشبہ نقش کی ظلمت سے باز رہتا ہے اور صوفی اس سے رہا ہو چکا ہے۔ اور متصوف حال صوفی کی طرف تاک لگا رہا ہے اور وہ متشبہ کے صفات نفسانی کے بقیہ میں شریک ہے۔ اور طریق صوفیہ سے اول ایمان ہے پھر علم پھر ذوق ہے اور متشبہ صاحب ایمان ہے اور طریق صوفیہ سے ایمان اہل بزرگ ہے۔ جنید علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایمان طریقہ کا ولایت ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ اکثر خلائق کے نزدیک احوال نادرہ کیاب اور آثار عجیب و غریب کے سبب ممتاز ہو گئے ہیں۔ اس واسطے کہ یہ حضرات قضا و قدر اور علوم غریبہ کے صاحب مکاشفہ ہیں۔ اور اُن کے اشارے اللہ کے بڑے امر اور اُس کی قرب کی طرف ہیں اور ایمان اُس پر ایمان بالقدرت ہے اور اہل ملت سے ایک قوم نے کرامات اولیاء سے انکار کیا ہے اور حالانکہ ایمان اس پر ایمان بالقدرت ہے اور اس قسم کے بہت علوم اُن کے پاس ہیں تو اُن کے طریق پر ایمان وہی شخص لاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی مزید عنایت سے مختص فرمایا ہے۔

پس متشبہ صاحب ایمان ہے اور متصوف صاحب علم اس واسطے کہ اُس نے ایمان کے بعد زیادہ علم اُن کے طریقہ سے حاصل کیا ہے اور اس سے بہت معلومات اُس کو ہوئیں جس سے استدلال اس کے تمام و کمال پر ہوتا ہے اور صوفی صاحب ذوق ہے نہ صوفی کے حال سے سچے متصوف کا حصہ ہے اور متصوف کے حال میں متشبہ کا حصہ ہے اور سنت الہی اسی طرح پر جاری ہے کہ ہر صاحب حال جس کو ایک ذوق اُس میں ہے مقرر اُسے ایک حال معلوم اور مکشوف ہو جاتا ہے جو اُس کے حال سے بلند تر ہے تو وہ حال اول صاحب ذوق ہے اور جو حال اُس پر کشف ہوا ہے اس میں وہ صاحب علم ہے اور جو اُس سے بڑھ کر حال ہے اُس میں صاحب ایمان ہے تا آنکہ طریق طلب ہمیشہ برابر جاری رہتا ہے تو ذوق کے حال میں وہ صاحب قدم ہے اور علم کے حال میں وہ صاحب نظر ہے اور جو اس

بھی دیکھتے تو اور زیادہ تسبیح اور تحمید اور تمجید کرتے پھر فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے مانگتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ جسے
 شت مانگتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا بہشت دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ نہیں پھر فرماتا ہے کہ کیا ہوتا آجائے کچھ تو کہتے
 ہیں اگر اُسے دیکھتے تو اور زیادہ طلب اُن کی اور حرص زیادہ ہوتی۔ فرشتوں نے
 کہا اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو فرماتا ہے آیا اُسے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ نہیں
 پھر فرماتا ہے کیا ہوتا اگر اُسے دیکھتے۔ فرشتوں نے کہا اور زیادہ پناہ مانگتے اور اُس
 سے بھاگتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کہتا ہوں کہ ہر آئینہ میں نے
 اُن کو بخشا۔ پھر ایک فرشتہ اُن میں سے کہتا ہے کہ فلانا شخص اُن لوگوں میں سے
 نہیں ہے وہ فقط ایک ضرورت سے آیا تھا تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ باہم ہنشیں
 اور ہم صحبت ہیں اُن کا ہم نشیں بے نصیب اور بے بہرہ نہیں رہتا۔ پس صوفیہ کا جلیس
 اور اُن کا متشبہ اور محب محروم نہیں رہتا۔

آٹھواں باب

ملا متی اور اُس کے حال کی شرح میں ہے

بعض صوفیہ نے کہا ملا متی وہ شخص ہے جو خیر کو ظاہر نہ کرے اور شر کو مخفی
 نہ کرے اور شرح اُس کی یہ ہے کہ ملا متی کے عروق اخلاص کا ذائقہ لیتے ہیں اور صدق
 سے متحقق ہوا تو وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے حال اور اعمال پر کوئی مطلع ہو حضرت
 حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
 اخلاص کیا چیز ہے؟ فرمایا میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ اُس نے
 کہا میں نے رب العزت سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ ایک سر
 میرے سر سے ہے جس کو میں اُس شخص کے دل میں اپنے بندوں میں سے
 امانت رکھتا ہوں جس کو تیس دوست رکھتا ہوں۔

پس بلا متشبہ کے لئے زیادہ اختصاص اس بات کے ساتھ ہے کہ وہ
 اخلاص کے ساتھ متمسک اور معتصم ہیں احوال اور اعمال کے اخفا کو اچھا جانتے
 ہیں اور اُس کے چھپانے میں لذت پاتے ہیں حتیٰ کہ اگر اُن کے اعمال و افعال

کو جامع دائرہ اصطفا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو کر دیا جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا ہے تو بعضے اُن میں سے اپنے نفس کے ظالم ہیں اور بعضے اُن میں سے متوسط اور میانہ روی ہیں اور بعضے اُن میں کے ہیں جو آگے بڑھ گئے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں کہ ظالم نہاد ہے اور مقصد عارف اور سابق محب ہے اور بعض کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے کہ بلا سے ناری اور بے صبری کرتا ہے اور مقصد وہ ہے جو بلا پر صبر کرتا ہے اور سابق اُسے کہتے ہیں کہ بلا سے لذت پاتا ہے اور بعضوں نے کہا ظالم وہ ہے جو غفلت اور عادت سے عبادت کرے اور مقصد رغبت سے اور خوف سے اور سابق جو اپنے پروردگار کو نہ بھولے۔

اور احمد بن عمامہ انطاکیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے ظالم صاحب اقوال ہے اور مقصد صاحب افعال اور سابق صاحب احوال اور یہ سب قول صوفی اور تصوف اور تشبہ کے حال سے مقرون بہ تناسب ہیں اور یہ سب اہل صلاح و فلاح سے ہیں کہ اُن کو دائرہ اصطفا جمع اور یکجا کرتا ہے اور خصوصیت کی نسبت اپنی عطا و بخشش سے اُن میں ملا دیتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس قول میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَمَنْ ظَالَمْ لِنَفْسِهِ وَمَنْهُمْ مَّقْتَصِدٌ وَمَنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ كُلِّهَا بِالْجَنَّةِ - یعنی بعضے اُن میں سے ظالم اپنے نفس کے اور بعضے مقصد اور بعضے خیرات میں بڑھے ہوئے یہ سب جنت میں ہیں۔“

ابن عطا کا قول ہے کہ ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو دنیا کے واسطے دوست رکھتا ہے اور مقصد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو عقبیٰ کے لئے دوست رکھتا ہے اور سابق وہ ہے کہ اپنی مراد کو اللہ کی مراد کے ساتھ اُس میں ساقط کرے اور یہی صوفی کا حال ہے تو تشبہ اس قوم کے امر سے کسی شے کے پیش آیا اور یہ ان کے قرب کا موجب اس کے لئے ہوتا ہے اور قرب اُن کا ہر ایک چیز کا مقدمہ اور دینا چاہے۔

کشش یا اخلاق نفس سے ایک خلق کی رنج کشی کے لئے ظاہر کرتا ہے اور عارفوں کے لئے اس معاملہ میں ایک علم دقیق اور بابرک ہے کہ دوسرا اُس کو نہیں جانتا تو کم علم ریاکی صورت اُس کو دیکھتا ہے حالانکہ وہ ریا نہیں ہے اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ صریح علم اللہ کے واسطے اللہ کے ساتھ ہے بدوں اس کے کہ نفس اُس میں حاضر ہو یا کوئی آفت اُس میں موجود ہو۔

رویم نے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ صاحبِ اخلاص اُس پر دالین میں کسی عضو اور دونوں ملک میں سے کسی حقہ پر راضی نہ ہو اور بعض صوفیہ نے کہا صدق اخلاص ملزم نظر آیا اللہ سے خلق کے دیکھنے کو پہنچاتا ہے اور ملا متی خلق کو دیکھتا ہے پھر اپنے عمل اور حال کو چھپاتا ہے اور جو کچھ ہم نے پہلے سے بیان کیا اخلاص صوفی کا وصف ہے اور اسی واسطے زقاق نے کہا ہے کہ ہر ایک مخلص کے لئے اپنے اخلاص کے دیکھنے سے چارہ نہیں ہے اور یہ کمال اخلاص کا نقص ہے اور اخلاص وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے صاحب کا محافظ ہوتا کہ تکمیل اُس کی کرے۔

جعفر خلدی نے کہا کہ ابو القاسم جنید بغدادی سے میں نے سوال کیا کیا اخلاص اور صدق میں کچھ فرق ہے؟ کہا ہاں صدق اصل ہے اور وہ اول ہے اور اخلاص فرع ہے اور وہ تابع ہے اور کہا اُن دونوں میں فرق ہے اس واسطے کہ اخلاص جب تک عمل میں نہ آئے نہیں ہوتا۔ پھر کہا کہ وہ یہی اخلاص ہے اور مخلص اخلاص ہے اور خالصہ ہے جو خالصہ میں ہے تو اس بناء پر اخلاص ملا متی کا حال ہے اور مخلص اخلاص صوفی کا حال ہے اور خالصہ جو خالصہ میں ہے ایک مخلص الخلاص کا ثمرہ ہے اور وہ بندہ اپنے رسوم سے اپنا قیام اپنے قیوم کے دیکھنے سے فنا اور جاتا رہتا ہے بلکہ اپنے قیام کی رویت سے اس کا غائب ہونا ہے اور وہ استغراق فی الذات آٹا اور لوٹ اخفا کی آزادی سے ہے اور وہ صوفی کے حال کا گم ہونا ہے اور ملا متی اپنے مقام اخلاص میں مقیم اور اپنے اخلاص کی حقیقت کی طرف نابینا ہے اور یہ ملا متی اور صوفی میں فرق واضح ہے اور خراسان میں ہمیشہ ملا متیوں کا ایک گروہ رہتا ہے اور اُن کے لئے مشائخ ہیں جو اُن کی بنیاد کو درست کرتے

بہن ص: فہ سے حکایت ہے کہ اُس کی صحبت میں ایک طالب آیا تو اُس نے اپنے
انس کو کثرت معاملات اور مجاہدات میں پکڑا اور اس سے ارادہ اس کا بجز اُس کے
نہ تقا نہ بتدی اُسے دیکھے اور مجاہدات ادب سے ادب سیکھے اور اُس کے عمل کی اقتداء
کرے اور یہ وہ نرمی ہے کہ کسی چیز میں در نہ آئی مگر یہ کہ اُس کو زینت اور رونق دے
دی۔ پس تشبہ حقیقی کے لئے قوم کے طریق سے ایمان ہے اور اُس کے موافق عمل ہے۔
اور سلوک و اجتہاد ہے اس کے موافق جو ہم نے ذکر کیا کہ وہ صاحب مجاہدہ اور محاسب
ہے پھر وہ متصوف صاحب مراقبہ ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ صوفی صاحب مشاہدہ ہو
جاتا ہے لیکن جو شخص متصوف اور صوفی کے حال کی طرف تشبہ کے ساتھ نظر نہیں
کہتا اور نہ وہ اُن کے اوائل مقاصد کا قصد کرتا ہے بلکہ فقط ظاہری کے تشبہ
لباس کے تشبہ اور مشارکت حلیہ اور صورت پر بروں سیرت اور صفت کے رہتا
ہے تو وہ تشبہ بصوفی نہیں ہے اس واسطے کہ اُن کے ابتدائی حالات کے ساتھ اُن
کی نقل و حکایت نہیں کرتا تو وہ اس وقت تشبہ کا متشبه ہے جو ایک قوم کی طرف
صرف اپنے لباس سے منسوب ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ وہ ایسی قوم ہے کہ جو اُن
کا جلس ہو وہ بے نصیب رہتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے ایک
قوم کی مشابہت کی تو وہ شخص اسی قوم سے ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اُمین اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سے ملائک ہیں فاضل اُن
ملائک سے جو لوگوں کے اعمال نامہ لکھتے ہیں راستوں میں پھر کرتے ہیں اور مجالس
ذکر کو ڈھونڈھا کرتے ہیں تو جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول
ہیں تو وہ باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں چلے آؤ اپنے مقصود کی طرف۔ پس قوم کو اپنے
بازوؤں سے ظاہر آسمان تک ڈھک لیتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ وہ خود
دانا تر ہے۔ کیا میرے بندے کہتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ تیری حمد کہتے ہیں اور
تیری تسبیح اور تیری تمجید کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کیا مجھے ان لوگوں نے دیکھا ہے
تو فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں۔ پس فرماتا ہے جو مجھے دیکھ پاتے تو کیا ہوتا وہ کہتے ہیں اگر

اور دل سے اور سر سے اور روح سے توجیب ذکر روح صحیح ہو گیا تو سر اور قلب اور زبان ذکر سے بند ہو جاتی ہے اور یہ ذکر مشاہدہ ہے اور جب ذکر سر صحیح ہو گیا تو دل اور زبان ذکر سے چُپ ہوتے ہیں اور یہ ذکر ہیبت ہے اور جب دل کا ذکر صحیح ہو تو زبان ذکر سے سُست ہو جاتی ہے اور یہ ذکر نعمتِ الہی ہے اور ذکر سے جب دل غافل ہو تو زبان ذکر کرنے لگی اور یہ ذکر عادت کا ہے اور اُن کے نزدیک ہر ایک کے لئے ان ذکروں میں سے ایک آفت ہے تو ذکر روح کی آفت سر کی اطلاع اُس پر ہے اور ذکر سر کی آفت اطلاع اُس پر قلب کی ہے اور قلب کے ذکر کے لئے آفت نفس کی اُس پر اطلاع ہے اور ذکر نفس کی آفت اس کا دیکھنا ہے یا اُس کی عظمت کرنی یا ثواب و اجر مانگنا ہے یا اُس نے گمان کیا کہ وہ مقامات سے ایک شے تک پہنچے گا اور کمترین خلائق قدر و قیمت میں اُن کے نزدیک وہ شخص ہے جو ارادہ اُس کے اظہار کا کرے اور اس بات کا کہ خلق اُس کے سبب اُس کی خدمت میں حاضر ہو اور اس اصل کا بھید جس پر ان لوگوں میں ہو حکم رکھے یہ ہے کہ ذکر روح ذکر ذات ہے اور ذکر سر ذکر صفات اُن کے زعم میں ہے اور ذکر قلب آلاء و نعماء سے اثر صفات کا ذکر ہے اور ذکر نفس علتوں کا متعرض ہے تو معنی اُس کے قول کے کہ اطلاع سر کی روح پر یہ ہے کہ وہ اشارہ کرتے ہیں اس کی طرف کہ ذکر ذات کے وقت فنا کے ساتھ ثابت اور تحقق ہے۔

اور اس وقت ذکر ہیبت ذکر صفات ہے جو جزد ہیبت سے خبر دینے والا ہے اور وہ وجود ہیبت اور خوف کا ہے اور وجود ہیبت مستعدی و وجود یا بقیہ کا ہے اور یہ خلاف حال فنا ہے اور اسی طرح ذکر سر و ذکر ہیبت ہے اور وہ ذکر صفات نصیب قرب کا مشعر ہے اور ذکر قلب کا جو ذکر آلاء و نعماء ہے فی الجملہ بعد کا مشعر ہے اس واسطے کہ وہ ذکر نعمت کے ساتھ اشتغال ہے اور نعمت دینے والے کی طرف سے ذہول اور غفلت ہے اور بخشش کا دیکھنا بخشنے والے کی طرف سے ایک بعد منزلت ہے اور نفس کی اطلاع ثواب کی طرف وجود اعمال کے شمار کرتی ہے اور یہ درحقیقت عین علت ہے اور یہ اقسام اس طریقہ کے ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ ہیں۔ واللہ اعلم

کسی پر ظاہر ہو جائیں تو اُس سے متوحش ہوتے ہیں جس طرح کسی گناہ کے کھل جانے سے گنہگار کو وحشت ہوتی ہے۔

پس ملامتی نے وقوعِ اخلاص اور اُس کے مقام کی قدر و منزلت کی اور اُس کا اعتبار اور شمار کر کے اُس میں ہاتھ مارا اور صوفی اُس کے اخلاص میں اپنے اخلاص سے غائب اور گم ہو گیا۔ ابو یعقوب سوسی نے کہا جب اپنے اخلاص میں انہوں نے اخلاص کو شاہد کیا تو اُن کا اخلاص ایک دوسرے اخلاص کا محتاج ہوا اور ذوالنون نے کہا اخلاص کی علامات سے تین چیزیں ہیں عوام سے مدح و ذم کی مساوات اور اعمال میں دید اعمال کا مجہول جانا اور ثواب اعمال کی خواہش کو آخرت میں چھوڑ دینا۔ ابو عثمان مغربی سے مروی ہے کہ کہا اخلاص وہ چیز ہے جس میں نفس کو حوظ کسی حال کے ساتھ نہ ہو اور یہ عوام کا اخلاص ہے اور خواص کا اخلاص وہ ہے کہ اُن پر نہ اُن کے ساتھ گزرے اور اُنہیں کے منجملہ طاعات میں جیسے وہ کیسو ہیں اور نہ اُن پر اُن کی نظر ہے اور نہ اُن کی کچھ شمار قطار ہے تو یہ اخلاصِ خواص ہے اور یہ وہ ہے جس کو شیخ ابو عثمان مغربی نے تفسیل وار لکھا ہے اس طرح کہ عمری اور ملامتی کے مابین فرق ظاہر کیا اس واسطے کہ ملامتی نے اپنے عمل اور جان سے خلق کو دور کیا ہے مگر اپنے نفس کو اپنے عمل اور حال سے دور کر دیا ہے، طرح کہ اُس کے غیر کو دور کر دیا تو وہ مخلص ہے اور مخلص خالص اور مخلص میں بہت بڑا فرق ہے۔ ابو بکر زقاق نے لکھا بڑا مخلصی کا نقص اُس کے اخلاص میں دیکھنا اپنے اخلاص کا ہے تو جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے اخلاص کو خالص کیے تو اُس کے اخلاص سے دید اُس کی جو اُس کے اخلاص پر ہے ساقط کر دیتا ہے تو وہ مخلص ہو گا نہ مخلص۔

ابو سعید خرازی نے کہا ہے کہ عارفوں کی ریامریوں کے اخلاص سے افضل ہے اور معنی اُس کے قول کے یہ ہیں کہ مریدوں کے اخلاص میں ادبیتِ اخلاص کی علت ہے اور عارف اُس راے میں ہے جو عمل کو باطل کر دے مگر شاید کہ وہ کچھ اپنے حال اور اعمال سے اپنے علمِ باطل کے ساتھ جراس میں اُس کے نزدیک ہے مرید کی

اپنا حال چھپانے کے لئے تاکہ واقعہ کوئی اُس سے نہ ہو جائے روکے اور ٹھہر لئے رکھتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ترقی کی طلب میں تاک رکھتا ہے اور ہر ایک بات میں جس سے بندہ کو تقرب ہو جہدِ بلیغ کہتا ہے اور فلندری کسی صورت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اور نہ اُس کو پرواہ ہے کہ کوئی اُس کے حال سے واقف ہو یا ناواقف ہو، اور وہ نہیں مائل ہوتا مگر اپنی خوش دلی کی طرف اور وہی داس المال اور سرمایہ اُس کا ہے۔ اور صوفی اشیاء کو اُن کے موقعوں پر رکھتا ہے اور سب احوال اور اوقات کی اپنے علم سے تدبیر کرتا ہے خلق کو اُن کے مقام پر اور امر حق کو اس کی جگہ پر قائم کرتا ہے اور جس چیز کو چھپانا چاہیئے اُسے چھپاتا ہے اور جس کو ظاہر کرنا مناسب ہے اُس کو ظاہر کرتا ہے اور تمام کام کو اُن کے مقام پر حضور عقل اور صحت توحید اور کمال معرفت اور رعایتِ صدق و اخلاص کے ساتھ لانا ہے۔

پھر ایک گروہ نے اہلِ فتنہ و گمراہی سے اپنے کو ملا متبیہ کہلایا اور لباسِ صوفیہ سے متلبس ہوئے تاکہ اُس سے صوفیہ کی طرف منسوب ہوں اور صوفیہ سے وہی بات میں نہیں ہیں بلکہ وہ دھوکے دھڑی اور غلطی میں ہیں اور وہ کبھی صوفیوں کا لباس بچاؤ کے لئے اور کبھی دعوے کے ساتھ پہنتے ہیں اور اہلِ اباحت کی راہ چلتے ہیں۔ اور اُن کا یہ زعم ہوتا ہے کہ ضامنِ ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف خالص اور رجوع ہو گئے اور کہتے ہیں کہ یہی مقصودِ دین کا میابی ہے اور شرعی رسوم کا برتنا درجہِ علوم اور اُن لوگوں کا ہے جن کے فہم قاصر ہیں اور تقلید سے اقتدار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ عین الحاد اور زندقہ اور ابعاد ہے تو جو حقیقتیں کہ شریعت نے اُن کو رد کیا ہے وہ زندقہ ہے اور یہ گروہ مغرور دھوکے میں پڑے ہوئے اس بات سے جاہل اور ناواقف ہیں کہ شریعت حق عبودیت ہے اور حقیقت ہی حقیقت عبودیت ہے اور جو شخص اہلِ حقیقت سے ہو گیا وہ حق عبودیت اور حقیقتِ عبودیت کا مقید ہو گیا اور ایسے امور اور ترقیات کا مطالبہ اُس سے ہوا کہ جو اس درجہ تک نہیں پہنچا اُس سے مطالبہ اُن کا نہیں ہوتا نہ یہ کہ تکلیفِ شرعی کے دورے سے اُسکی لڑن نکل جائے اور اُس کا باطن کجی اور تحریف کو ملا جاوے۔

اور شرطیں اُن کے حال کی انہیں بتلاتے تھے وہ ہم نے ہر اُئینہ عراق میں دیکھا، اُن لوگوں کو جو اس راہ کے سالک ہیں مگر وہ اس نام سے مشہور نہیں ہیں اور اہل عراق اس نام کو بول چال میں کمتر استعمال کرتے ہیں۔ نقل ہے کہ ایک ملائی کو سماع میں مدعو کیا تو وہ نہ آیا تب اس سے بابت اس کی کہا گیا تو کہا اس واسطے کہ اگر میں آتا تو مجھے وجد ہوتا اور میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کو میرا حال معلوم ہو۔

اور منقول ہے کہ احمد بن ابی الحواری نے ابو سلیمان درانی سے کہا کہ میں جب خلق میں ہوتا ہوں اپنے معاملہ کی لذت ایسی پاتا ہوں جو صحبت خلق میں نہیں پاتا تو اُس سے کہا کہ تو اب کم طاقت ہے۔ پس ملائی ہر چند اخلاص کے دستہ کا تابع اور بساط صدق کا فراموش ہے مگر اس میں بقیہ رویت خلق کا اور اُس شے کا جو اس میں کی بہت عمدہ ہے یعنی بقیہ اخلاص اور صدق کی تحقیق کا موجود ہے اور صوفی اس بقیہ سے پاک اور صاف ہے جو دونوں طرف میں ہے عمل یا ترک عمل سے کہ خلق کے لئے ہے اور بالکل ان کو دُور دفع کر دیا اور نظر فنا و زوال میں اُن کو دیکھا اور اُس کے لئے ناصیئہ توجید گھل گئی اور اس قول حق سبحانہ و تعالیٰ کا بھید پالیا۔ کل شئی ہالک الا وجہہ ہر ایک شے فانی ہے مگر ذات اُس کی۔

جیسا کہ بعض صوفیہ نے اپنے غلبات کے بعض اوقات میں کہا ہے وادین میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملاستی دو وجہ سے اخفا و حال کرتا ہے۔ ان دونوں وجہوں میں سے ایک وجہ تو اخلاق و تحقیق کے واسطے ہے۔ اور دوسری وجہ جو کامل تر ہے وہ یہ ہے کہ غیر سے حال بنوع غیرت پوشیدہ رہے اس واسطے کہ جو اپنے محبوب کے ساتھ خلوت نشین ہو تو اس کی اطلاع غیر کو اُسے بری معلوم ہوتی ہے بلکہ صدق محبت میں اُسے یہ بھی بُرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع اس کی ہو کہ وہ اپنے محبوب کو چاہتا ہے اور یہ بات اگر بڑھ کر ہے تو بھی طریق صوفیہ میں علت ہے اور نقص ہے بنا برائے ملاستی متصوف پر مقدم اور صوفی سے مؤخر ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اصول بلا متشبیہ سے یہ ہے کہ ذکر چار قسم کا ہے زبان سے

کی طرف نظر کرنا مباح جانتے ہیں جس سے اشارہ اس وہم کی طرف ہے اور اُن کے یہ خیال میں ہے کہ جس شخص نے اپنے بعض غلبات میں کلمات کہے ہمارے مضمونات اور مضمومات میں سے اُسی شے میں مضمرا اور مخفی تھا۔ مثلاً حلاج نے کہا انا الحق۔ اور جو کچھ ابو یزید سے قول اُس کا سبحانی نقل کیا جاتا ہے حاشا کہ ابو یزید کی شان میں ہم اعتقاد کریں کہ اُس نے ایسا کہا مگر حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی طرح منرافارہے کہ حلاج کے قول میں اعتقاد کیا جائے اور اگر اس کا ہمیں علم ہوتا کہ اُس نے یہ قول حلول سے مضمرا لٹنی بیان کیا ہے تو اُس کو بھی ہم رد کرتے جس طرح اس فرقہ کی ہم نے تردید کی ہے اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے واسطے ایک شریعت غرا پاک اور صاف لائے ہیں جس سے تمام کجی اور انجیح بیچ سیدھے اور مستقیم ہو گئے اور ہمارے عقول نے اُن چیزوں پر رہنمائی کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا وصف جائز ہے اور ناجائز ہے۔

اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ اُس میں کوئی شے حلول کرے یا وہ کسی شے میں حلول کرے حتیٰ کہ شاید بعض گمراہ مبتلا جو بڑی دکا و فظنت رکھتا ہو۔ اور اُس نے ایسے کلمات سنے ہوں جو اُس کے باطن سے متعلق ہوں پھر وہ اپنی فکر میں ایسے کلمات دل سے بناوے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرے اور وہ بات چیت اللہ تعالیٰ کی اُسی سے ہو جیسے وہ کہے کہ مجھ سے کہا اُس نے اور میں نے اُس سے کہا اور یہ ایک شخص ہے یا تو اپنے نفس اور صریح نفس سے لاعلم ہے اپنے پروردگار اور کیفیت مکالمہ اور محادثہ سے لاعلم ہے اور یا اپنے معقولات کے بطلان کا عالم ہے کہ ہوائے نفسانی اُس کو برا ٹھینتے اُس کے دعوے پر کرتی ہے کہ اُس کا وہم ہو کہ ایک شے پر ظفر یاب ہو گیا اور یہ سب ضلالت ہے اور اُس کی جرات کرنے کا اس بات پر سبب وہ ہے جو بعض محققین کے کلام سے اُس نے خطاب سنے ہیں کہ اُن پر بعد اس کے وارد ہوئے ہیں کہ معاملات اُن کے ظاہر و باطن میں حلول پکڑ گئے اور انہوں نے اصول قوم کے ساتھ صدق تقویٰ اور کلام زہد دین سے تمسک اور اعتصام کیا ہے۔ پس اس کے امرار صاف ہو گئے اُن کے

اُس شخص کے بیان میں ہے جو منسوب بصوفیہ ہے

لیکن اُن میں سے نہیں ہے

ایک گروہ اُن میں سے کبھی اپنے تئیں قلندریہ کہتے ہیں اور کبھی ملامتیہ اور ملامتیہ کا حال ہم بیان کر چکے اور وہ حال شریف اور مقام نادر ہے اور انہوں نے سنت اور اخبات سے متمسک کیا اور اخلاص و صدق سے متحقق ہیں اور وہ اُس قسم سے نہیں ہیں جن کو شرع سے بگڑے ہوئے لوگ گمان کرتے ہیں۔ پس قلندریہ سے اشارہ اُن اقوام کی طرف ہے کہ اُن کے دلوں کی پاکیزگی کی مستی اُن کی مالک بن گئی ہے یہاں تک کہ عبادت کو انہوں نے ویران و تباہ کر دیا اور ہمنشین اور اختلاف کے آداب کی بطریاں ڈال دیں اور چھوڑ دیں اور اپنے خوشدلی کے میدانوں میں سیر کی اور نماز روزہ کی قسم سے اُن کے اعمال تھوڑے مگر فرائض اور لذاتِ دنیائے کسی چیز کے کھانے کی پرواہ نہیں کرتے جو مباح ہیں شرع نے اُن کی اجازت دی اور بیا اوقات رخصت کی رعایت پر انہوں نے اقتصاد اور اختصار کیا ہے اور غرلت کے حقائق کی طلب نہیں کی اور ساتھ اُس کے جمع اور ذخیرہ نہ کرتے اور زیادہ طلبی کے ترک کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور تھوڑے پرگزرد کرنے والے اور دنیائے کم رغبت والوں اور عباد کے رسموں کا برتاؤ نہیں کرتے اور اپنی خوش دلی کے اوپر قانع اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اُسی پر انہوں نے قصد کوتاہ کیا اور اُن کو بجز اُس کے کہ جس پر اپنی خوش دلی سے ہیں طلب مزید کی طرف جھانک تا کہ نہیں۔

اور ملامتی اور قلندری میں فرق یہ ہے کہ ملامتی اخفاء عبادات میں عمل کرتا ہے اور قلندری عبادت کی تخریب میں عمل کرتا ہے اور ملامتی کل باب خیر و بر کے ساتھ متمسک ہے اور اُس میں فضل اور بزرگی دیکھتا ہے مگر اعمال و افعال کو چھپاتا ہے اور اپنے نفس کو عوام کے موافق اور جماد میں اپنی صورت اور لباس اور حرکات میں

اس اشارہ سے کہتا ہے کہ اشیاء کا قوام اللہ کے ساتھ ہے اور اصول کے احکام اور حدود و عبودیت کی رعایت اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور زندگی جو اس قول کو کہتا ہے وہ احالہ اشیاء کا اللہ تعالیٰ پر کرتا ہے اور نکو ہش اپنے نفس سے ساقط اور دین و رسم دین سے اپنے کو الگ کرتا ہے تو جو کوئی حلال اور حرام اور حدود و احکام کا معتقد اور جب اس سے معصیت صادر ہو تو اُس کا معترف ہو اس اعتقاد سے کہ توبہ اُس سے واجب ہے تو وہ سلیم صحیح ہے اگرچہ قصور وار اس چیز کے سبب ہو جس کی طرف مائل وہ بطالت سے ہو اور ہوائے نفس کے ساتھ وہ سیر سفر اور شہروں کی آمد و رفت سے راحت پائے تاکہ خوب مزے اُڑائے اور نفس کے مشتبہات کو پہنچے اس حالت سے کہ ایسے شیخ کا پابند نہ ہو جو اُسے ادب دے اور مہذب کرے اور جو اُس میں عیب ہو اُسے دکھلاوے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

دسواں باب

مشيخت کے رتبہ کے بیان میں ہے

حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اُس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم چاہو تو میں تمہاری قسم کھاؤں ہر اُنیلینہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ کے بڑے پیارے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اُس کے بندوں سے اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کرائیں اور نصیحت کے ساتھ وہ زمین پر چلتے ہیں اور یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا رتبہ مشيخت کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے اور بلانے کا ہے اس واسطے کہ شیخ اللہ تعالیٰ کی محبت حقیقت اُس کے بندوں کی طرف کراتا ہے اور اللہ کے بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور طریق صوفیہ میں اعلیٰ مراتب سے مرتبہ مشيخت کا ہے اور دعوت الی اللہ میں وہ نیابت بتوت کی ہے۔

پس دلیل اُس کی کہ شیخ اللہ تعالیٰ کی دوستی اُس کے بندوں سے کراتا ہے یہ ہے کہ شیخ طریق اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرید کو چلاتا ہے اور جو کہ اقتدا

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی سے مواخذہ کئے جاتے تھے اور ہر آئینہ وحی کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور اب تم سے مواخذہ ہم تمہارے اعمال کا کرتے ہیں تو جو ہمارے لئے اظہارِ خیر کرے اُس کو قبول کریں گے اور اُس سے قربت کر لیں گے اور ہمارے ذمہ اُس کے بطون سے کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ اُس سے محاسبہ اُس کے بطون کا کرے گا اور جو اس کے سوا ہمارے سامنے ظاہر کرے اُس کو ہم نہیں قبول کریں گے اگرچہ وہ کہے کہ میرا بطون اچھا ہے اور اُسی سے منقول ہے کہا جس نے اپنے نفس کو خسوں کے لئے سامنے کیا تو جو کوئی اُس کی طرف بدگمانی کرے تو چاہیے کہ اُس کو بڑھلا نہ کہے۔ پھر جس وقت ہم دیکھیں کسی شخص کو جو حد و دشرع کا استحقاہ کرتا ہے صلوة مفروضہ کو چھوڑے دیتا ہے۔ تلاوت کلام اللہ اور روزہ نماز کی حلاوت کو شمار و اعتبار میں نہیں لاتا اور حرام مکروہ مقام میں در آتا ہے ہم اُس کو رد کریں گے اور اُس کو قبول نہ کریں گے اور اُس کے دعویٰ کو کہ اُس کا بطون صالح ہی نہ مانیں گے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ ایک شخص سے معرفت کا بیان کرتے تھے تو اس شخص نے کہا کہ عارف باللہ برد تقویٰ کے ترک تک پہنچتے ہیں تو جنید نے کہا کہ یہ قول اُس قوم کا ہے جو ترک اعمال کا کلام کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بُری بات ہے اور جو شخص چوری اور زنا کرے ایسے شخص سے بہتر ہے جو یہ بات کہے۔ اور ہر آئینہ عارف باللہ نے اللہ تعالیٰ سے اعمال حاصل کئے ہیں۔ اور اسی کی طرف اُن اعمال میں یہ لوگ رجوع کرتے ہیں اور اگر نہیں ہزار برس زندہ رہوں ایک ذرہ اعمال پر سے کم نہ کروں الا جبکہ میرا کوئی حائل ہو اور اعمال میری معرفت کے موکد اور میرے حال کے لئے موجب قوت ہیں۔

اور ان کے منجملہ ایک قوم ایسی ہے جو حلول کے قائل ہیں اور یہ گمان باطل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن میں حلول کرتا ہے اور اُن اجسام میں جن کو وہ انتخاب کرتا ہے اور قول نصاریٰ جو لاہوت اور ناموت میں ہے اُس کے معنی اُن کے فہموں کے لئے سبقت کرتا ہے اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو خوبصورت چیزوں

وہ اہل اس کے ہوئے کہ لوگ اُن کی پیروی کریں اور وہ متقین کے امام اور پیشوا بنائے گئے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے حکایت کے طور پر کہا جب میرے بندہ پر مشغولی میرے ساتھ غالب ہو تو اُس کی ہمت مصروف اور لذت حاصل اپنے ذکر میں کرتا ہوں اور جب اپنے ذکر میں اُس کی ہمت اور لذت دلتا ہوں وہ مجھ سے عشق و محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت و عشق کرتا ہوں اور میرے اور اُس کے درمیان جو پردہ ہے اُس کو میں اٹھاتا ہوں جب اور آدمی بھول جاتے ہیں وہ نہیں بھولتا وہ لوگ ایسے ہیں کہ اُن کا کلام انبیاء کا کلام ہے وہ لوگ حقیقت میں ابدال ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں اہل زمین پر عقوبت اور عذاب کرنا چاہوں تو اُن میں مجھے وہ یاد آتے ہیں تب اُن کے سبب اُن لوگوں سے عذاب پھیر لیتا ہوں اور سالک کے رُتبے میں سخت کو پہنچتے ہیں۔ بھید یہ ہے کہ سالک نفس کی سیاست پر مامور ہے اُس کی صفات میں مبتلا اور آزمائش میں پڑا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ صدق معاملہ سے سلوک کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا نفس مطمئن ہو اور اُس کی طمانیت کے سبب اُس سے سرودی اور خشکی جو اُس کے ساتھ اہل پیدائشی ہے اور اُس کی وہ بندگی کی طاعت و انقیاد سے روگردانی اور کمرشی کرتا ہے دور ہو جاتی ہے اور نفس کو جو گرمی رُوح کی پہنچتی ہے اُس سے ملائم ہو جاتا ہے اور یہ وہی نیت اور ملائمت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں بیان کیا ہے ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ یعنی اُن کی جلدیں اور اُن کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ملائم ہو جاتے ہیں اس حالت میں عبادت کی اجابت کرتا ہے اور طاعت کے لئے پس بیجتا ہے اور بندے کا قلب رُوح اور نفس کے درمیان متوسط ہے جس کے دو رُخ ہیں اُس کے دونوں رُخ سے ایک رُخ نفس کی طرف ہے اور دوسرا رُخ رُوح کی جانب ہے رُوح سے مدد اُس رُخ سے لیتا ہے جو اُس کے قریب ہے اور نفس کو مدد اُس رُخ سے دیتا ہے جو اُس کے قریب ہے یہاں تک کہ نفس مطمئن اور تسلی ہو جائے۔ پھر جبکہ نفس سالک مطمئن ہوا اور سالک اُس کی سیاست

بطون میں خطابوں نے شکل حاصل کی کہ قرآن اور حدیث کے موافق ہیں تو ان کے ساتھ یہ خطاب استغراق بطون کے وقت نازل ہوئے اور یہ کلام نہیں ہیں جس کو وہ سنتے ہیں بلکہ ایک حدیث کی مثال ہے جو نفس میں ہو فکر سے اُس کو پاتے ہیں جو کتب اور سنت کے موافق اپنے اہل کے پاس سمجھے ہوئے علم کے موافق ہو اور یہ ان کے ساتھ ان کے اسرار و بطون کی سرگوشی اور راز گوئی ہے تو اپنے نفوس کے لئے مقام عبودیت اور اپنے مولا کے لئے ربوبیت ثابت کرتے ہیں تو جو وہ پاتے ہیں اپنے نفوس اور اپنے مالک کی طرف نسبت کرتے ہیں اور وہ لوگ اس کے ساتھ جانتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور وہ اس کے سوا نہیں کہ وہ ایک علم حادث ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے باطنوں میں پیدا کر دیا ہے۔

پس صحیح اور ٹکسالی لوگوں کا اس میں طریقہ گریز کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف ان تمام باتوں سے جن کے ساتھ ان کے نفوس حدیث کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کا میدان ہوائے نفسانی سے پاک ہو جاتا ہے اور ان کے باطنوں میں ایک چیز الہام کرتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے ایک حادث کی نسبت پیدا کرنے والے کی طرف ہو، نہ وہ نسبت جو کلام کو متکلم کی طرف ہوتا کہ کجی اور تحریف سے محفوظ رہیں اور ان میں سے ایک گروہ ہے جن کا زعم ہے کہ دریائے توحید میں غرق ہوتے ہیں اور قرار و ثبات ان کو نہیں ہے اور اپنے نفوس کے لئے اسقاط حرکت و فعل کرتے ہیں اور ان کا زعم ہے کہ وہ اشیاء پر مجبور ہیں اور کوئی فعل ان کے لئے اللہ کے فعل کے ساتھ نہیں ہے اور معامی اور شہتہیات نفسانی میں گم پڑتے ہیں اور بے کلامی اور دوام غفلت کی طرف مائل اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دین کی ملت سے باہر آنا حدود احکام حلال اور حرام کو چھوڑ دینا ان کے مرغوب ہے۔

اور سہیل علیہ الرحمہ سے اُس شخص کی بات پوچھا گیا جو کہتا تھا کہ میں ایک دروازہ کے مثال ہوں جنبش میں نہیں کرتا مگر جب کوئی مجھے جنبش دے۔ کہا یہ بات کوئی بجز دو آدمی کے نہیں کہتا یا صدیق یا زندق اس واسطے کہ صدیق ہر بات

فطنت اور ذکا عقل کا نتیجہ ہے اور جب عقل نور شرع سے خالی اور خشک ہو تو وہ ملکوت میں داخل نہیں ہوتے اور ہمیشہ ملک میں ڈانواں ڈول رہتا ہے اور اسی واسطے علوم ریاضی کی دلیل قاطعہ پر متوقف ہوا اس لئے کہ وہ ملک میں متصرف ہوا اور ملکوت تک نہیں چڑھا اور ملک ہستی کا ظاہر اور ملکوت اس کا باطن ہے اور عقل روح کی زبان ہے اور بصیرت جس سے ہدایت کی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں قلب روح ہے اور زبان ترجمان قلب ہے اور جو مضمون کہ ترجمان اس کے ساتھ بولتا ہے اس شخص کو معلوم ہے جس کی طرف سے وہ ترجمہ کرتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے جس کی طرف سے وہ ترجمہ کرتا ہے وہ ترجمان پر ظاہر نہیں ہوتا۔

پس یہی سبب ہے کہ صواب سے وہ لوگ محروم رہے جو ایسی عقل والے ہیں کہ نور ہدایت سے عاری اور انبیاء اور ان کے تابعین کے پاس مہبت الہی اور خدا کی دین ہے اور ان کے آگے پردہ پڑ گئے ہیں اس وجہ سے کہ ان کی واقفیت ترجمان سے اور ان کی محرومی غایت بیان سے ہے اور جس طرح ولادت طبعی میں ذرات اولاد باپ کی پشت میں ودیعت رکھے گئے ہیں کہ وہ اصلاہ اولاد کی طرف بتعداد ہر ولد ذرہ کے منتقل ہوتے ہیں اور یہ وہ ذرات ہیں کہ روز میثاق میں ان سے اللہ تعالیٰ نے خطاب الست بر بکھ کیا اور انہوں نے بلی کہا جبکہ آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور وہ بطن نعمان سے بلکہ اور طائف کے ملے ہوئے تھے تو ذرات اس کے چشم سے رواں ایسا ہوئے کہ جیسے عرق موافق ہر ولد کے اولاد آدم سے ایک ایک ذرہ تھا۔ بعد ازاں جبکہ خطاب کیا گیا اور جواب دیا پشت آدم کی پھیری گئی تو بعض آباء سے وہ ہیں جن کے صلب میں نفوذ ذرات ہوا یعنی وہ پشت میں ان کے گھس گئے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے صلب میں نہیں ودیعت ہوئی تو اس کی نسل قطع ہو گئی۔

اور ایسا ہی مشائخ کا حال ہے تو ان میں سے کوئی شیخ ایسا ہے جس کے اولاد کثرت سے ہوئی اور اس سے علوم اور احوال حاصل کرتے ہیں اور اُسے دوسرے کی امانت میں دیتے ہیں جس طرح پدہ کہ ان کو بواسطہ مصححت نبی علیہ السلام پہنچے ہیں

اور اتباع اُس کا صحیح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے۔

فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور اس کی وجہ کہ شیخ میں یہ صفت ہے کہ وہ بندگانِ الہی کی محبت اللہ تعالیٰ سے کرا دیتا ہے یہ ہے کہ وہ مرید کو تزکیہ کا راستہ پر چلاتا ہے اور جب نفس پاک صاف ہو جاتا ہے تو دل کا آئینہ جلا پاتا ہے اور اس میں انوارِ عظمتِ الہی منعکس ہوتے ہیں اور جمالِ توحید اُس میں تاباں ہوتا ہے اور چشمِ بصیرت کی سیاہی انوارِ جلالِ قدم اور کمالِ ازلی کے نظارہ کی طرف مجذب ہوتی ہے تو ضرور بندہ اپنے پروردگار کو دوست رکھے گا اور یہ ورثہ اور ثمرہ تزکیہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ فحیاب وہ ہو جس نے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ کیا اور فلاح اُس کی نظر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہے اور یہ بھی ہے کہ دل کا آئینہ جب روشن ہوگا تو اُس میں دنیا اپنی بُرائی اور حقیقت اور بہتیت کے ساتھ اور آخرت اپنے نفاس اور لطائف کے ساتھ اپنی کنہ اور غایت سے واضح اور لائح ہو جائے گی تو چشمِ دل کے سامنے دارین کی حقیقت اور حاصلات منکشف ہو جائے گی اُس وقت بندہ باقی کو چاہے گا اور فانی کی طرف رغبت کم کرے گا۔

پس تزکیہ اور مشنیت کا تربیت کی ہانک کا فائدہ ظاہر ہوگا تو شیخ اللہ تعالیٰ کے لشکرِ ناصرو معین سے ہے کہ مریدوں کو اُس سے راہ پر لاتا ہے اور طالبوں کو اُس سے راہمائی کرتا ہے۔

عبداللہ بن بشر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا گیا کہ انہوں نے کہا کہ پہلے یہ کہا جاتا تھا جب بیس یا زیادہ آدمی جمع ہوں تو اگر ان میں ایسا کوئی شخص نہ ہوتا تھا جو اللہ عز و جل سے ڈراتا ہو تو ہر آئینہ کام میں خطرہ ہوتا تھا۔ تو مشائخ پر اللہ تعالیٰ کا وقار ہے اور مریدان سے ظاہر و باطن میں ادب حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ پس ہر گاہ مشائخِ ہندی اور راہ یافتہ ہوتے تو

حکم دیا کہ زمین کے اجزاء سے ایک مٹھی بھر لائے اور اللہ تعالیٰ نے نظر ان اجزاء زمین کی طرف کی جن کو پیدا اُس جوہر سے کیا جسے پہلے پہل مخلوق کیا تو اللہ تعالیٰ کی نظر اُس پر پڑنے سے اس میں خاصیت من جانب اللہ سماع کی ہو گئی اور جب زمین اور آسمان کو اُس قول سے خطاب کیا اُو تم دونوں خواہ مخواہ اُس کا یہ جواب دیا کہ اے ہم فرمانبردار تو زمین کے اجزاء نے ان خطاب سے ایک خاصیت اُٹھالی پھر یہ خاصیت اُس سے باہر طور لی گئی کہ اس کے اجزاء صورت اَدَم کی ترکیب کے واسطے حامل کی گئی تب جسم اَدَم اُن اجزاء زمین سے ترکیب دیا گیا جو اس خاصیت کو شتمل تھی۔ پھر اجزاء ارضی کی نسبت سے اُس میں اَرز و اور ہوے مل گئی تا آنکہ اُس نے درخت فنا کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ کھیتوں کا درخت اکثر اقوال میں ہے تو اُس کے قالب میں فنا نے راہ پائی اور بعینایت و کرم الہی اُس میں رُوح چھوئی گئی جس کی خبر اس آیت میں ہے: فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحي علم اور حکمت کو پہنچا پھر تسویہ سے صاحب نفس منفوسہ یعنی بچہ زادہ ہوا اور رُوح کے چھوئے کئے سے روحانی ہوا اور شرح اُس کی طولانی ہے تو قلب اُس کا کان حکمت اور قالب اُس کا معدن ہوئی و اَرز و ہوا۔ پھر اُس سے علم اور ہوی منتقل ہوئی اور اُس کی اولاد میں میراث اُس کی ہو گئی۔

تب ولادت ظاہری کے طریق سے بواسطہ طبائع جو ہوی کا مقام دیا ہوا ہے باپ ہو گیا اور ولادت معنوی کی راہ سے بواسطہ علم باپ بنا تو ولادت ظاہری میں اُس کے فنا نے راستہ پایا اور ولادت معنوی فنا سے محفوظ ہے اس واسطے کہ وہ شجرۂ خلد سے پائی اور وہ شجرہ علم ہے نہ درخت گندم کا جسے ابلیس نے شجرہ خلد نام لکھا اس واسطے کہ ابلیس ایک شے کو اُس کی ضد سے دیکھتا اور جانتا ہے اُس سے ظاہر ہوا کہ شیخ فی المعنی باپ ہے۔

اور اکثر ہمارے شیخ، شیخ الاسلام ابوالنجیب سروردی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے میرا بیٹا وہ ہے جو میری راہ چلے اور میری رہنمائی سے راہ پہ آئے تو شیخ جو کسب احوال اُس کے طریق سے کرتا ہے کبھی وہ ابتداء مجہین کے طریق میں رواں

سے فارغ ہوا تو اُس کا سلوک انتہا کو پہنچا اور سیاست نفس پر متمکن اور نفس اُس کا مطیع و منقاد ہوا اور اہم الہی کی طرف رجوع کی۔ پھر قلب کی طرف متوجہ اور مستعد اُس چیز کے باعث ہوتا ہے جو اُس میں نفس کی طرف میلان اور توجہ سے ہے تو مریدین و طالبین اور صادقین کے نفوس شیخ کے نفس کی جگہ اس کے نزدیک قائم ہوتے ہیں۔ من و جہ اس لئے کہ جنسیت عین نفیست میں موجود ہے اور من و جہ اس لئے کہ تالیف الہی سے شیخ اور مرید میں تالیف موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تو وہ سب کچھ خرچ کر تا جو زمین میں ہے تو اُن کے قلوب کو نہ ملا سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی باہم تالیف کر دی تب مریدوں کے نفوس کو ایسی ہی سیاست کرتا ہے جیسا کہ پہلے اپنے نفس کی سیاست کرتا تھا اور اُس وقت شیخ میں مخلوق باخلاق اللہ کے قول الہی سے موجود ہوتے ہیں: انما ل شوق الابرار الی لقائی وافی الی لقائہ وشد شوقاً۔ یعنی آگاہ ہوشوق ابرار میرے لقا کے واسطے طول پکڑ گیا ہے اور ہر اُئینہ میں اُن کی لقا کے لئے شائق تر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے صاحب اور محبوب میں جن تالیف مہیا کی ہے اُس کی جہت سے مرید شیخ کا جزو بن جاتا ہے جس طرح کہ ولادتِ طبعی میں بیٹا باپ کا جزو ہے اور اب یہ ولادت و ولادت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وارد ہے جس شخص کی دو مرتبہ ولادت نہیں ہوئی وہ آسمان کے مقام ملکوت میں ہرگز داخل نہ ہو گا۔ تو پہلی ولادت سے اُس کو عالم ملک کے ساتھ ارتباط ہوتا ہے اور اس ولادت سے اُس کا ارتباط ملکوت سے ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وکذلک نرئی ابراہیم ملکوت السموات والارض و لیکوناً من المؤمنین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ایسے ہی ہم دکھلاتے تھے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں اور اس واسطے کہ وہ اہل یقین سے ہو جائے اور یقین خالص کمال کے ساتھ اس ولادت میں حاصل ہوتا ہے اور اسی ولادت سے میراثِ انبیاء کا مستحق ہوتا ہے اور جس کو انبیاء کا ورثہ نہیں پہنچتا تو وہ پیدا ہی نہیں ہوا اگرچہ اُس میں کمال ہی فطنت اور ذکا ہو اس واسطے کہ

کے طریق میں یہ کہ ظاہر ہوتا ہے مگر وہ کبھی اپنے حال میں مقید ہو کہ اُس میں حال اُس کا استحکم حال کے قید سے رہا نہیں ہوتا اور کمال عطا کو نہیں پہنچتا اپنے حصہ اور درجہ پر ٹھیک رہتا ہے اور وہ خط کثیر روشن ہے اور جو علم دینے گئے ہیں اُن کے بہت سے درجات ہیں لیکن مشیخت میں مقام اکل قسم چہام ہے اور وہ مجذوب مابعد سالک ہے جس کو پہلے ہی کشف اور انوار یقین حق تعالیٰ دیتا ہے اور اُس کے قلب سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور شاہدہ کے انوار سے منور ہوتا ہے اور اُس کا دل کھلتا اور تشریح ہوتا ہے اور دنیا غرور کے گھر سے دُور ہوتا ہے اور دارالخلد کو رجوع کرتا ہے اور دریاٹے حال سے سیراب اور کینہ اور علتوں سے رہا ہو جاتا ہے اور اعلانیہ کہتا ہے کہ ایسے رب کی میں عبادت نہیں کرتا جسے میں نے نہیں دیکھا۔ پھر اُس کے باطن سے اُس کے ظاہر کو فیض پہنچتا ہے اور مجاہدہ اور معاملہ کی صورت بلا وقت اور زحمت جاری ہو جاتی ہے بلکہ لذیذ اور خوشگوار اُسے معلوم ہوتی ہے اور قالب اُس کا اُس کے قلب کی صفت پر اس باعث ہوتا ہے کہ اُس کا قلب جب الہی سے بھر جاتا ہے اور اُس کی جلد میں قلب کی سی نرمی آجاتی ہے۔

اور نشانی اُس کے جلد کے نرم ہونے کی یہ ہے کہ اُس کا قالب عمل کی قبولیت ایسی ہی کرتا ہے جس طرح اُس کا دل قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے خصوصیت چاہتا ہوں اور محبوبانِ مراد کی محبت سے اُس کو محبت خالص نصیب کرتا ہے۔ اُسے انقطاع کرتا ہے پھر ملتا ہے اور منہ اُس سے پھیر لیتا ہے۔ پھر پیامِ سلام بھیجتا ہے۔ نفس کی افسردگی اُس سے دُور کرتا ہے اور روح کی گرمی سے اُسے گرماتا ہے اور نفس کی گرمی اُس کے دل سے الگ ہو جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: اللہ نزل احسن الحدیث کما بامتسابہا مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اللہ نے بہت اچھی حدیث کتاب ملتی ہوتی دوسہرائی ہے اُس سے رنگے کھڑے کرتے ہیں جلدیں اُن لوگوں کی جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر اُن کی جلدیں اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے پسیمتے ہیں۔“

اور اُن میں سے کوئی ایسا ہے جس کے تھوڑی اولاد ہے اور اُن میں سے کوئی ایسا ہے جس کی نسل قطع ہو گئی ہے اور یہ وہی نسل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر روک دیا ہے جبکہ انہوں نے کہا محمد ابتر ہے کوئی اس کی نسل میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر آئینہ دشمن دارندہ تیرا ابتر ہے وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل قیامت کے قائم ہونے تک باقی ہے اور نسبت معنوی کے اعتبار سے مسلمان کی میراث اہل علم کو پہنچتی ہے۔

حضرت کشیر بن قیس سے روایت ہے کہ میں ابی درداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُن کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے ابا درداء میں تیرے پاس مدینہ سے جو مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جو مجھے تجھ سے پہنچی ہے کہ آپ اسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتے ہیں۔ کہا تو کیا تجھے تجارت کے سبب آنا ہوا؟ کہا نہیں۔ کہا اور کون دوسرے سبب سے تجارت کے سوا؟ کہا نہیں۔ کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص راستہ چلا اور مسافت طے کی کہ اُس سے علم کی خواہش اور چاہت ہے اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے راستوں سے ایک راستہ پر لے جائے گا۔

اور ملائک اپنے بازوؤں کو طالب علم کی رضامندی کے لئے پھاتے ہیں۔ اور طالب علم کے لئے آزمائش چاہتے ہیں جو زمین اور آسمان میں ہیں حتیٰ کہ پانی میں پھلیاں بھی چاہتی ہیں اور ہر آئینہ عالم کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور ہر آئینہ علماء و ادرث انبیاء ہیں جو نہ دینا و رثہ میں دینے ہیں اور نہ دہم دیتے ہیں و رثہ ان کا یہی علم ہے تو جس نے اُسے حاصل کیا تو اُس سے حصہ یا اور بڑا حصہ حاصل کیا۔

پس اول شخص جسے حکمت اور علم سپرد ہوا وہ آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں۔ پھر اُن سے منتقل ہوا جس طرح اُن سے محمول اور گناہ منتقل ہوا اور نیز وہ باتیں جن کی طرف نفس اور شیطان بلاتے ہیں جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو

میں باقی رہتا ہے اور شیخ محبوبین کے طریق میں بند قلب سے آزاد ہے جیسے بند
 نفس سے آزاد ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ نفس ایک تاریک ارضی پردہ ہے
 کہ اُس سے اول چھوٹ گیا اور قلب حجاب نورانی آسمانی ہے اس سے دوسرا درجہ ہوا۔
 پس وہ اپنے رب کا ہو گیا نہ اپنے قلب کا اور اپنے موقت کا نہ وقت کا،
 تو اللہ کو سچ کہا اور ایمان اُس پر سچا لایا اور اللہ کو سجدہ اس کا سویلا دل اور
 خیال کرتا ہے اور اُس پر دل اُس کا ایمان لاتا ہے اور زبان اس کی اُس کا اقرار
 کرتی ہے جیسا کہ اپنے بعض سجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
 اور بندگی سے اُس کا ایک رونا بھی مُنہ نہیں پھیرتا اور عبادت اُس کی فرشتوں کی
 عبادت سے میل کھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے سجدہ جو کچھ آسمان اور
 زمین میں ہیں کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ صبح و شام جھکتے ہیں تو اجسام وہی سایہ
 سجدہ کرنے والے ہیں۔ ارواح مقرر کے سائے دُنیا عالم شہادت میں اہل کثیف
 ہیں اور سایہ لطیف اور عالم غیب میں اصل لطیف ہے اور سایہ کثیف اور ربات
 اُس کے لئے حاصل نہیں ہے جو مجبین کی راہ چلا اس لئے کہ صورت اعمال کی پیروی کرتا
 ہے اور اُس چیز سے یہ ہوتا ہے کہ جو وجدان حال سے حاصل ہو اور یہ علم کا
 تصور ہے اور نصیب کی کمی کو تا ہی ہے اور جو علم اُسے بہت ہوتا تو اعمال کا
 میل احوال سے پاتا جیسے روح بدن سے ملی ہوئی ہے اور وہ یہ سمجھا کہ اعمال سے
 بے پروائی نہیں ہے جس طرح دُنیا میں ابدان سے بے پروائی نہیں تو جب تک
 بدن باقی ہیں عمل باقی ہے اور جو شخص اُس مقام میں صبح ہو گیا جس کا ہم نے ذکر
 کیا وہ شیخ مطلق اور عارف محقق اور محبوب و راستہ ہے۔

نظر اُس کی دوا ہے اور بات اُس کی شفا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام
 اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکونت کرتا ہے۔ جیسے کہ وارد ہے :-
 ”ہمیشہ میری طرف بندہ نوافل سے تقریب کرتا ہے تا آنکہ میں اُسے چاہتا ہوں
 اور جب میں اُسے چاہتا ہوں تو میں اُس کا کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں۔
 میرے ساتھ وہ بولتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے۔“ (الحديث)

کیا جاتا ہے اور کبھی محبوبین کے طریق میں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ سالکین اور صالحین کا امر چار قسموں میں منقسم ہے۔ سالک مجرد اور مجذوب مجرد اور سالک مابعد مجذوب اور مجذوب مابعد سالک تو سالک محض مشیخت کا اہل نہیں اور نہ اس کو پہنچتا ہے اس لئے کہ صفات نفس اس میں باقی ہیں تو وہ رحمت الہی کے حصہ لینے کے وقت معاملہ اور ریاضت کے مقام پر ٹھہر جاتا ہے اور اُس حال تک ترقی نہیں کرتا جس کے سبب وہ سختی کی سوزش سے آرام پائے اور مجذوب محض بدوں سلوک کے اللہ تعالیٰ اُسے آیات تعین نہیں ظاہر کرتا ہے اور قلب سے کچھ حجاب اٹھا دیتا ہے اور معاملہ کے طریق پر نہیں چلتا اور حال تکہ معاملہ کا اثر کامل ہے کہ عنقریب اُس کی شرح ہم اُس کے مقام پر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اور یہ بھی مشیخت کے لئے اہل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے خلد لینے کے وقت اپنے حال میں خوش ہے بدوں اُس کے کہ اپنے طریق اعمال پر فرض کے سوا چلتا ہو اور سالک مابعد مجذوب وہ ہے جس کی ابتدا مجاہدہ سے ہو اور رنج کشی اور معاملہ یا اخلاص اور وفاء شرائط سے ہو۔ پھر وہ سختی کی جلن سے راحت حال کی طرف نکلا ہو اور حنظل تلخ کے بعد شہد شیریں پایا اور فضل کی بلندی پر آرام پایا اور تکلیف کی صنیق سے سہولت کے میدان میں آیا اور قرب کے نفحات سے مانوس ہوا ہو اور مشاہدہ کا دروازہ اُس کے لئے کھلا تو دو اپنی پانی اور کاسہ اُس کا چھلکنے لگا حکمت کے کلمات اس سے صادر ہوئے اور قلوب اُس کی طرف مائل ہوئے۔ فتوح غیب اسے متواتر پہنچیں۔ ظاہر اُس کا سیدھا اور باطن اُس کا مشاہدہ ہوا جلوہ کے لائق ہوا اور اُس کے جلوہ میں خلوت اُس کے لئے ہو گئی۔ پس وہ غالب ہے کہ مغلوب نہ ہو اور تصرف کرتا ہے اور اس پر کوئی تصرف نہیں کرتا ہے۔

ایسا شخص مشیخت کا اہل ہے اس واسطے کہ وہ مجنون کی راہ چلا ہے اور احوال مقربین سے اُس کو حال ملا ہے بعد ازاں کہ ابرار صالح کے طریق اعمال سے داخل ہوا اور اُس کے پیرو ہوں گے کہ انہیں علوم اُس سے منتقل ہوں اور اُس

اس وجہ سے کہ فی زمانہ علم کی قلت ہے اور قومِ صوفیہ کے علوم پارہیزہ اور بے قدر ہو گئے ہیں اور بہت سے فقہار نے مشائخ سے بدوں علم اور حال کے لقمہ پر قناعت کی ہے تو جو کوئی زیادہ کھانا کھلاتا ہو اُن کے نزدیک وہی مشیخت ہے مستحق ہے اور یہ نہیں جانتے کہ وہ خادم بے شیخ نہیں ہے اور خادمِ حسن اور خطِ صالح اللہ کی طرف سے ہے اور ہر ائینہ فضلِ خادم پر جو دلیل ہے وہ اس روایت ابو ہریرہؓ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا آپ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ سے فرمایا کہ کھاؤ تو اُن دونوں نے کہا ہم روزہ دار ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو ٹھہرو اپنے دوساتھیوں کے لئے اور اپنے دوساتھیوں کا کام کرو تم نزدیک آؤ بچھو کھاؤ۔ یعنی تم دونوں روزہ داری کے سبب ضعیف ہو گئے ہو خدمت سے۔ پس تمہیں حاجت اُس کی ہے جو تمہاری خدمت کرے تو تم دونوں کھاؤ اور اپنی ذات کی خدمت کرو۔

پس خادمِ حصولِ فصل پر حرمیں ہوتا ہے تو کبھی کسب کو ذریعہ گردانتا ہے اور کبھی استعانت اور درپوزہ سے اور کبھی اپنی طرف مال وقف کی کشش سے یہ جان کر کہ وہ اُس کا قائم رکھنے والا اور اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اسے پہنچائے اُن لوگوں تک جن پر یہ مال وقف کیا گیا ہے اور اُس کی وہ پرواہ نہیں کرتا کہ ہر ایک ایسے مقام میں جا پہنچے جس کو ثمرِ ع نے مذموم نہیں کیا تاکہ خدمت کے ساتھ احاطہِ فضل کرے۔ اور شیخ اپنی بصیرت اور قوتِ علم سے جانتا اور سمجھتا ہے کہ خرچ اور نفاق کو ضرورت ہے علمِ کامل کی اور نفس اور چھپی خواہش کے شائبہ سے نیتِ خالص کرنے کی ہے اور اگر نیت اُس کی خالص ہوتی تو اس میں رغبت نہ کرتا اس لئے کہ اُس کی مراد اس میں موجود ہے اور حال اُس کا ترک مراد اور مرادِ خلق کا قائم اور برقرار رکھنا ہے۔

جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے سری سقطی علیہ الرحمۃ کو کہتے سنا ہے کہ جنت کے سیدھے جانے کا ایک مختصر راستہ میں جانتا ہوں تو میں نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا کسی سے کچھ نہ مانگ اور نہ کسی سے کچھ لے اور نہ تیرے ساتھ

روایت کی گئی ہے کہ جیسے قلوب نرم ہوتے ہیں جلدیں نرم ہوتی ہیں اور یہ محبوب مراد کے سوا دوسرے کا حال نہیں ہوتا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ ابلیس نے قلب کی طرف راستہ مانگا تو اُس کو جواب دیا گیا کہ یہ تیرے اوپر حرام ہے الّا تیری راہ اُن عروق کے راستوں میں ہیں جو نفس کے ساتھ دل کی حد تک ملے جلتے ہیں۔ پھر جب تو رگوں میں داخل ہوگا تو اُس کے تنگ راستوں میں پسینے پسینے ہو جائے گا اور تیرا پسینہ اس راہ میں اُب رحمت سے مل جائے گا جو قلب کی جانب سے مترشح ہوتا ہے اور اس ذریعہ سے تیرا غلبہ قلب تک پہنچے گا اور صحن کوئیں نبی یا ولی کرتا ہوں اُس کے قلب کے باطن سے یہ رنگیں قطع کرتا ہوں پھر قلب سلیم ہو جاتا ہے۔ جب تو رگوں میں داخل ہوگا قلب کی جھنجھریوں تک تو نہ پہنچے گا اس لئے قلب تک تیرا تسلط نہ ہوگا۔

پس جو محبوب مراد کہ شیخت کا اہل ہے اُس کا قلب سلیم و سادہ ہے اور سینہ اُس کا کھلا کشادہ اور جلد اُس کی ملائم ہوگی تو قلب اُس کا طبیعت روح اور نفس اُس کا طبیعت قلب کے ساتھ ہو گیا اور نفس اُس کا بعد از انکہ وہ نافرمان بدی کا حکم کرنے والا تھا نرم ہو گیا اور نفس کی نرمی سے جلد ملائم ہو گئی اور یافت حال کے بعد صورت اعمال کی طرف پھیرا گیا اور ہمیشہ اُس کی روح حضرت آسمیہ کی طرف منجذب ہوتی ہے تو قلب روح کا تابع ہو جاتا ہے اور قلب کے تابع نفس اور نفس کا تابع قالب ہو جاتا ہے تو اعمال قلبی و قالبی باہم مل جمل جاتے ہیں اور ظاہر باطن کی طرف اور باطن ظاہر کی طرف پھٹ پڑتا ہے اور قدرت حکمت کی طرف اور حکمت قدرت کی طرف اور دنیا آخرت کی طرف اور آخرت دنیا کی طرف، اور اس کے لئے یہ قول صحیح ہوگا کہ اگر پردہ کھولا جائے تو میں زیادہ یقین نہ کروں۔

پس اس حالت میں حال کی قید سے رہا ہو جاتا ہے اور وہ حال کے اوپر غالب آتا ہے اس پر حال مستول ہوتا اور وہ ہر وجہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور شیخ اول جو مجبین کی راہ چلا نفس کی بندگی سے آزاد ہوتا فکر وہ قلب کی قید

اور غلق سے تعریف اور ثنا چاہتا علاوہ اُس کے جو ثواب اور رضائے الہی کو چاہتا ہے اور بسا اوقات تعریف کے لئے خدمت کرتا ہے اور بعض اوقات خدمت سے باز رہتا ہے اس سبب سے کہ ہوائے نفس اُس سے ملتی ہے ایسے شخص کے حق میں جو اُس سے بُری طرح ملاقات کرتا ہے اور واجب خدمت کی مراعات رضا اور رغبت دونوں حالت میں نہیں کرتا اس واسطے کہ اُس کے قلب کا مزاج ہومئی کے ہونے سے منحرف ہو جاتا ہے اور خادم رضا اور رغبت میں ہومئی کی پیروی خدمت کے اندر نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے کام میں اُس سے مواخذہ کسی لائیم کی ملامت نہیں کرتی اور وہ ایک فتنے کو اُس کی جگہ پر رکھتا ہے تو اب یہ شخص اُس کی ہم نے ابھی تعریف کی ہے متخادم یعنی بتکلیف خادم بنا ہوا ہے اور خادم نہیں ہے۔ اور خادم اور متخادم میں اُس شخص کے سوا کوئی تمیز نہیں کرتا جس کو صحت ثبات کا اور ثبات کے خاص کرنے کا شوائب ہوائے اعلم سے ہو اور اصل متخادم اپنے اکثر مصارف میں خادم کے ثواب کو پہنچ جاتا ہے اور اُس کے مرتبہ کو نہیں فائز ہوتا اس واسطے کہ اپنے ہوائے نفس کی آمیزش کے سبب حال خادم سے بھرا ہوا ہے و لیکن جو شخص کثرت فقراء کے لئے مقرر ہے کہ مال وقف اُس کے سپرد ہے یا اُس کے منافع کو بڑھاتا ہے اور وہ خدمت اُس عطیہ کے لئے کرتا ہے جو اُس سے ملتی ہے یا حق اور حصہ کے لئے جو مرد دست اُس کو حاصل ہوتا ہے۔

پس وہ اپنے نفس کے لئے خدمت کرتا ہے نہ کہ دوسرے شخص کے لئے کرتا ہے جو اس کا فائدہ موقوف ہوا تو وہ خدمت نہ کرے اور بسا اوقات خدمت کرنے والا دوسروں سے اپنی خدمت لیتا ہے تو وہ اپنے حفظ نفس کے ساتھ اس کی خدمت کرتا ہے جو اُس کی خدمت کرتا ہے۔ اور محفلوں میں اُس کی طرف حاجت اُسے ہوتی ہے کہ اس کی کثرت ہے اور اس سے اپنے لئے جہاں و چشم جاتا ہے کہ بہت اُس کے توابع اور ساتھی ہیں۔ پس یہ شخص اپنے ہوائے نفس کا خادم ہے اور اپنی دنیا کا طالب ہے رات دن اُن چیزوں کے حصول میں حرمی بنا ہوا ہے جن سے وہ اپنی قدر و منزلت قائم کرتا ہے اور اپنے نفس اور نبی اور اولاد

پس شیخ اللہ کے ساتھ بخشا ہے اور اللہ کے ساتھ روکتا ہے تو بعینہ اُس کی رغبت نہ دینے میں ہے نہ روکنے میں بلکہ وہ اللہ کی مراد اور مرضی کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنی مراد معلوم کرا دیتا ہے تو سب چیزیں اللہ کی مراد سے ہوتی ہیں نہ اُس کی نفس کی مراد سے پھر اگر اُسے علم ہو کہ اللہ اُسے چاہتا ہے کہ اچھی ستمری صورت میں در آوے تو وہ اُس میں مقفل اللہ کی مراد سے ہوتا ہے اس لئے کہ وہ صورت اچھی ستمری ہے بہ خلاف اُس خادم کے جو خدمت عبادت الہی پر قائم ہے۔

گیارہواں باب

خادم اور تشبیہ کے حال کے بیان میں ہے

داؤد علیہ السلام کو وحی آئی اور کہا اے داؤد! جب تو میرا کوئی طالب دیکھے تو اُس کا خادم بن جا۔ خادم ثواب کی رغبت سے خدمت میں در آتا ہے اور اُس کی خاطر سے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے تیار اور آمادہ کیا ہے اور آرام پہنچانے کے لئے پیش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والوں کی فراغ طاظر اُن کے معاش کے کاموں سے کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتا ہے نیک نیت کے ساتھ کرتا ہے تو شیخ اللہ تعالیٰ کی مراد کے ساتھ اور خادم اپنی نیت کے ساتھ قائم ہے۔

پس خادم اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک کام کرتا ہے اور شیخ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک کام کرتا ہے تو شیخ مقربین کے مقام میں اور خادم ابرار کے مقام میں ہے۔ پس خادم بذل و ایثار اور نرمی اغیار سے اغیار کے لئے اختیار کرتا ہے اور اُس کے اوقات کا وظیفہ یہ ہے کہ بندگانِ خدا کی خدمت کے لئے پیش آتا اور اُس میں فضیلت جانتا ہے اور اپنے نواقل اور اعمال پر ترجیح دیتا ہے اور کبھی خادم کو وہ شخص جو نہیں جانتا شیخ کی جگہ قائم کرتا ہے اور سب اوقات خادم اپنے نفس سے ناواقف بھی ہوتا ہے تو وہ اپنی ذات کو شیخ جانتا ہے

اور اُس کی رائے کو تسلیم اور قبول کرے اور اپنی تمام گردنوں میں اُس سے مشورہ لے اور استصواب کرے۔ پھر شیخ اُسے خرقہ پہنانا ہے کہ اظہار اُس کے تصرف کا اس میں ہے تو خرقہ کا پہننا علامت اُس کی ہے کہ اُس نے اپنے کو شیخ کے سپرد کر دیا اور اُس کا شیخ کے حکم میں در آنا اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم میں داخل ہونا ہے اور بیعت رسول اللہ کے ساتھ جو ایک سنت ہے اُس کا تازہ کرنا ہے۔ حضرت عبادہ نے اپنے والد صامت سے روایت کی ہے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی حکم سننے اور ماننے پر تنگی اور فرخی خوشی اور غم میں اور اس بات پر کہ ہم اولی الامر کے حکم میں نزاع نہ کریں اور جہاں ہم ہوں حق بات کہیں اور اللہ تعالیٰ کے تعمیل احکام میں کسی ملامت کی ملامت سے نہ ڈریں تو خرقہ عین بیعت کے معنی ہیں اور خرقہ صحبت میں در آنے کے لئے دہلیز ہے اور پورا مقصود وہی صحبت ہے اور صحبت سے مرید کو ہر ایک چیز کی امید ہے۔

بایزید سے روایت ہے کہ جس کا کوئی اُستاد نہ ہو تو اس کا امام شیطان ہے اور اُستاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے شیخ ابوعلی دقاق سے حکایت کی ہے کہ ہر آئینہ اُس نے کہا ہے درخت جب آپ سے آپ کسی باغبان بغیر اُگتا ہے تو اُس میں پھول آتے ہیں اور وہ پھل نہیں لاتا اور وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا ہے اور ممکن ہے کہ وہ پھل لائے جیسے پہاڑی جنگلی درخت لاتے ہیں مگر اُن کے میوؤں میں باغ کے میوؤں کا مزہ نہیں ہوتا اور جب ایک جگہ سے دوسری جگہ پود لگائی جاتی ہے تو اُس کی حالت اچھی ہوتی ہے اور پھل اُس میں زیادہ آتے ہیں اس سبب سے کہ اُس میں تصرف ہوتا ہے اور ہر آئینہ شریع نے تعلیم یافتہ کتے میں کیا ہے اور اُس کے شکار مارے ہوئے کہ حلال کیا برخلاف اُس کے جسے تعلیم نہ دی گئی ہو۔ بہت مشائخ کو میں نے کہتے سنا ہے کہ جس نے مفلح اور نجات دینے والے کو نہیں دیکھا تو وہ رستگاری اپنائے گا اور ہمارے واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ خصائل حسنہ ہیں جن کی اقتدار اور پیروی کی جائے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم و

کوئی شے رہے کہ اُس سے کسی کو تو کچھ دے اور خادم سمجھتا ہے کہ جنت کے طریق سے خدمت ہے اور بذل و ایثار سے اس واسطے کہ نوافل پر خدمت مقدم ہے اور اُس کا فضل دیتا ہے اور خدمت کو اُن نوافل پر ترجیح ہے جس کو بندہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ادا کرتا ہے الا وہ نوافل جن کے ساتھ تحریری اپنی صحت حال کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ نقد قبل از وعدہ ہے اور نوافل پر فضل خدمت کی دلائل سے -

یہ روایت ہے انسؓ سے کہ کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بعضے ہم میں سے روزہ دار تھے اور بعضے ہم سے افطار کرنے والے تھے تو ہم ایک منزل میں باہم اترے بہت ہی گرمی اُس دن تھی تو ہم میں سے بعضے دھوپ اپنے ہاتھ سے روکتے تھے اور اکثر ہم میں کسی سایہ سے جن کے پاس کبل تھے اس سے سایہ کئے ہوئے تھے یہ پھر روزہ دار سو گئے اور روزہ کھولے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ پھر خیمہ لگائے اور اونٹوں کو پانی پلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج روزہ کھولے ہوئے اجر اُٹالے گئے۔

اور یہ حدیث دلیل ہے کہ نوافل پر خدمت کو فضل ہے اور خادم کے لئے مقام نادر ہے جس کی اُسے رغبت ہوتی ہے مگر جو شخص نیت کا خالص کرنا نفس کی آمیزش سے نہیں جانتا اور خادم کا تشبہ کرتا ہے اور خدمت فقراء کے لئے پیش آتا ہے اور خدام کے مداخل میں داخل ہوتا ہے حسن اداوت کے ساتھ کہ وہ خدام کی تقلید چاہتا ہے تو اس کی خدمت آمیز اور طبی ہوتی ہوتی ہے۔ بعضے اُن میں سے تو ایسے ہیں کہ خادم اس میں اپنے مقصد کو پہنچ جاتا ہے اس سبب سے کہ اُس کے ایمان کی جگہ ہے اور اُس کی اداوت قوم کی خدمت میں نیک ہے اور بعضے وہ ہیں کہ اس میں اپنے مطلب کو نہیں پہنچتے اس سبب سے کہ اس میں ہوائے نفسانی کی آمیزش ہوتی ہے تو وہ ایک شے اس کے غیر موضع میں دکھتا ہے اور وہ کبھی اپنی ہوائے نفس سے خدمت اپنے مصارف میں کرتا ہے اور ایسے شخص کی بعض اوقات خدمت کرتا ہے جس کا ہر ایک مستحق نہیں ہے۔

اور جہاؤ اس کے لئے اور اُس کو شمار میں لانا شیوخ کے اچھا جاننے کے سبب سے ہے اور حدیث سے اُس کی اہل اُسی قدر ہے جن کی ہم نے روایت کی اور اس کے لئے شاہد بھی وہ تحکیم ہے جو ہم نے ذکر کی اور کون سی اقتدار اور پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اور موکد زیادہ اور بڑھ کر اس سے ہے کہ اُس کی اقتدار اس میں ہو کہ خلق کو حق کی طرف دعوت کرے۔

اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں امت کی طرف سے حاکم کر دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا ہے اور مرید کا شیخ کو حاکم کرنا اُس سنت تحکیم کا تازہ کرنا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا -

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو قسم تیرے رب کی ہے وہ ایمان والے نہیں ہیں جب تک تجھے حکم اور منصف نہ بنائیں اس معاملہ میں کہ وہ باہم جھگڑا کرتے ہیں۔ بعد ازاں وہ اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اُس فیصلہ سے جو تو کر دے اور وہ قبول اور تسلیم اچھی طرح کر لیں۔

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا حمرہ کے ایک شراب کی بابت لے گئے اور شراب پانی کا بڑھانا نالی سے ہے وہ دونوں اُس سے کھجوروں کی آب پاشی کیا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام نے زبیر سے فرمایا زبیر آب پاشی کر پھر اپنے ہمسایہ کے لئے پانی جلنے دے تو وہ دوسرا شخص غصہ ہوا اور کہا رسول اللہ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی کے لئے فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جس میں ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جان پڑتا ہے اور اُن پر تسلیم کی شرط آیت میں لگا دی اور وہ انقیاد ظاہری ہے اور تنگی کی نفی کی اور وہ انقیاد باطنی ہے اور یہ مرید کی شرط بعد تحکیم کے ہے۔

پس خرقرہ کی پوشش اُس کے باطن سے النیام شیخ کو اُس کی تمام گردان میں

کو راضی رکھتا ہے پھر دنیا میں ذی مقدر ہوتا ہے اور وہ لباس پہنتا ہے جو خدام اور فقراء کا نہیں ہے اور حفظ کے طلب پر اُس کا نفس اٹھتا ہے اور جب ریاست اُس پر غالب ہوتی ہے اور جس قدر اس کا منافع زیادہ ہوتا ہے مادہ اُس کے ہویٰ کا زیادہ ہوتا ہے اور فقراء پر دست دراندازی اور تجاوز کرتا ہے اور فقراء کو اُس کی زیادہ خوشامد کی حاجت پڑتی ہے تاکہ اُس کی رضا حاصل کریں اور اُس کے ظلم و حیف سے بچیں کہ وظیفہ جو وقت سے اُن کو ملتا ہے جاتا نہ رہے۔ پس اُس کے مناسب حال یہ ہے کہ مستخدم یعنی خدمت لینے والا اُس کا نام رکھیں اور وہ نہ خادم ہے اور نہ متخادم ہے اور ان تمام باتوں کے ساتھ اکثر وہ شخص اُن کی برکات سے کامیاب ہوتا ہے بایں وجہ کہ فقرار کی خدمت کو غیروں کی خدمت پر اختیار اور راجح کرتا ہے اور اُسے نسبت انہی فقرا کے ساتھ ہوتی ہے اور ہر آئینہ وہ سندی روایت پہلے ہم لاپچکے ہیں جس میں یہ قول ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھی سنگاتی ان کی بدولت بد نصیب اور محروم نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ موفق و مددگار ہے۔

باسرہواں باب

مشائخ صوفیہ کے خرقہ کے بیان میں ہے

خرقہ کا پہننا شیخ اور مرید کے درمیان ایک ربط اور پیوند ہی اور ایک استواری فی نفس مرید سے شیخ کے لئے ہے اور استواری دہندہ کے مصالح کے لئے شرع میں جاری ہے تو خرقہ پہننے کے لئے منکر کیا انکار کر سکتا ہے ایسے طالب پر جو اپنے طلب میں صادق ہے وہ ایسے شیخ کا اپنے حسن ظن سے اور عقیدہ سے قصد کرتا ہے جس کو اپنے نفس میں مصالح دین کے لئے محکم اور استوار کرتا ہے کہ اُس سے راستہ پیشوائی اور ہدایت کا حاصل کرے اور کامیابی کا طریق اُسے شناخت کرائے اور دکھلائے کہ نفوس میں یہ آفات ہیں اور اعمال میں یہ فساد ہیں اور ان دروازوں سے دشمن آتا ہے تاکہ اپنے نفس کو اُس کے سپرد کرے

کا دروازہ سوتے اور جاگتے کشادہ ہے تو شیخ اپنے ہوئی کے مرید میں تصرف نہیں کرتا تو وہ اللہ کی امانت اُس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف مرید کی حاجتوں کے لئے استغاثہ کرتا ہے جیسے اپنی ذات کے حوائج اور مہمات دین و دُنیا کے لئے کرتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا -

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کسی آدمی کی حد نہیں ہے کہ اُس سے اللہ باتیں کرے مگر یہ کہ دل میں القا کرے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیجے تو رسول کا بھیجنا انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی طرح وحی اور پردہ کے پیچھے سے کلام الہام اور ہاتف اور منام وغیرہ سے مشائخ اور راہِ سخن فی العلم کے واسطے ہے۔ اور جان لے کہ مریدوں کے لئے شیخوں کے ساتھ ایک وقت شیرخواری کا ہے اور ایک وقت ترک شیرخواری کا ہے اور ولادت معنوی کی شرح پہلے ہو چکی اور شیرخواری کا وقت لزوم صحبت کا وقت ہے اور شیخ اُس کا وقت جانتا ہے تو مرید کے لائق نہیں ہے کہ وہ شیخ سے بلا اُس کی اجازت کے مفارقت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت کے ادب دینے کے لئے فرمایا ہے کہ مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب اُس کے ساتھ کسی امر جامع پر ہوں تو وہ نہیں چلے جاتے ہیں جب تک اُس سے اجازت نہ لیں۔ ہر آئینہ جو لوگ تجھ سے اذن مانگتے ہیں یہ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت چاہیں تو جس شخص کو تو چاہے اُن میں سے اجازت دے اور کون امر جامع امر دین سے بڑھ کر ہے ؟

پس شیخ مفارقت کا حکم مرید کو نہیں دیتا مگر جبکہ وہ جانے کہ اس کا دودھ چھڑانے کا وقت آپہنچا ہے اور مزید کو قدرت اس کی ہے کہ استقلال بنفسہ اُسے ہو اور استقلال بنفسہ اُس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لئے فہم کا

آداب حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک چیز کو مکروہات تک جانا تو مرید صادق جب شیخ کے تحت حکم در آیا اور اُس کی صحبت میں بیٹھا اور اُس کے آداب اور قاعدوں سے تربیت یافتہ ہوا تو شیخ کے باطن سے ایک حال مرید کے باطن میں سرایت اور نفوذ کرتا ہے جس طرح کہ ایک چراغ دوسرے چراغ سے نور لیتا ہے، شیخ کا کلام مرید کے باطن کو منور کر دیتا ہے اور شیخ کی بات میں حال کے نفائس بھرے ہوتے ہیں اور صحبت داری اور باتوں کے سُنے سے شیخ کی جانب سے حال منتقل مرید کی طرف ہوتا ہے اور یہ نہیں ہونا ہے مگر اُس مرید کے لئے جس نے اپنے نفس کو شیخ کے ساتھ روکا ہے اور اپنے نفس کے ارادہ سے علیحدہ ہو گیا اور اپنے نفس کے ترک اختیار سے شیخ میں فنا اور گم ہو گیا تو صاحب اور مصحوب کے درمیان تالیف الہی سے ایک میل اور پیوند نسبت روحی اور طہارت خلقی کے باعث ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں ہمیشہ مرید شیخ کے ساتھ بے اختیاری کے ساتھ باادب رہتا ہے یہاں تک کہ شیخ کے ساتھ ترک اختیار سے اُس کو ترقی اللہ کے ساتھ ترک اختیار کی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اللہ سے سمجھتا ہے جیسے وہ پہلے شیخ سے سمجھتا تھا، اور اس خیر کل کا مبداء شیوخ کی صحبت اور ملازمت ہے اور فرقہ اس کا مقدمہ اور آغاز ہے اور فرقہ پوشی جو سنت ہے اس کی وجہ یہ ہے جو کہ بنت خالد نے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام کپڑے لائے کہ اُن میں ایک سیاہ چھوٹی کبلی تھی پھر فرمایا تم کسے دیکھتے ہو کہ یہ میں پہناؤں تو قوم خاموش ہوئی۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالد کو میرے پاس لاؤ۔ کہا کہ میں سامنے لانی گئی تو وہ مجھے اپنے ہاتھ سے پہنایا اور فرمایا کہ تو پہن اور بچاؤ دو مرتبہ اس قول کو دہرایا اور آپ اُس کبیل کے بوٹے زرد اور سُرخ کی طرف نگاہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے یا ام خالد یہ سننا ہے اور سننا حبش کی زبان میں اچھی چیز کو کہتے ہیں اور یہ چھپی بات نہیں ہے کہ اُس شکل پر فرقہ کا پہننا جس کو شیوخ فی زماننا معتد رکھتے ہیں زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھا اور یہ صورت

طبیعت ہو سکتی ہے تو شیخ اُس کو وہ پہناتا ہے جو نفس کو اُس کی عادت سے اور ہوا سے خارج کر دے۔

پس کپڑے میں شیخ تصرف کرتا ہے جیسا کہ کھانے میں کرتا ہے اور جس طرح مُرید کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں کرتا ہے اور جس طرح کہ اُس کے امر دین میں تصرف کرتا ہے جیسی مصلحت دیکھے ہمیشہ ذکر کرنا اور نماز میں نفلوں کا پڑھنا اور کلام اللہ پڑھنا اور خدمت کرنا اور جس طرح وہ تصرف کرتا ہے کہ مرید سے کسب معاش کرائے یا فتوح پریا اور خیر پر رکھے۔ پس شیخ کو اشراقِ باطن ہوتا ہے اور اختلاف استعدادات پر اطلاع ہوتی ہے تو ہر ایک مرید کو معاش اور معاد کے لئے حکم کرتا ہے جس میں اس کی اصلاح حال ہو اور طرح طرح کی استعدادوں کے ہونے کے باعث دعوت کے مراتب بھی انواع و اقسام کے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا دعوت کر اور بلا اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت سے اور نپند سود مند سے اور اُن سے مجادلہ کر اُن چیزوں کے ساتھ جو احسن ہوں۔ پس حکمت دعوت میں ایک ذمہ ہے۔ موعظت کا بھی یہی حال ہے اور مجادلہ کا بھی، پھر جس کی دعوت حکمت کے ساتھ چاہے اُس کو نصیحت اور پند سے مدعو نہ کیا جائے اور جو نصیحت کے قابل ہو وہ حکمت کے ساتھ دعوت نہ کیا جائے۔

پس اسی طرح شیخ کو علم ہے کہ کون ابرار کی وضع پر ہے اور کون مقربین کے ڈھنگ پر ہے اور کسے دوام ذکر کی صلاحیت ہے اور کس کو صلاحیت ہمیشہ نماز پڑھنے کی ہے اور کون شخص ہے جو موٹے یا باریک کپڑے یا باریک نرم کپڑے پہننا چاہتا ہے تو مرید کو اس کی عادت سے چھڑاتا ہے اور ہوائے نفس کی تنگی سے نکالتا ہے اور اپنے اختیار سے اُسے دکھلاتا ہے اور اپنے اختیار سے کپڑا پہناتا ہے جو اُس کے لائق ہو اور اُس ہیئت سے جو اُس کے لائق ہو اور خاص فرقہ اور ہیئت سے اُس کے ہونی کے مرض کی دوا کسے اور اس برتاؤ سے مرید کے راضی برضا مولیٰ ہونے کا قصد کرے تو سچا مرید جس کا باطن آتش ارادت سے مشعل ہو ابتداء کار اور شدت ارادت میں ایک سانپ ڈسے ہوئے کی

دُور کرتی ہے اور شیخوں پر اعتراض کرنے سے ڈراتی ہے اس واسطے کہ وہ مریدوں کے حق میں سم قائل ہے اور یہ بات شاذ نادر ہے کہ باطن میں مرید شیخ پر اعتراض کرے پھر فلاح اور نجات پائے اور مرید اپنی مشکلات میں تصدیقات شیخ کی نسبت قصہ موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے ساتھ یاد کرے کہ خضر سے کیا کیا تصدیقات صادر ہوئیں جن کو موسیٰ علیہ السلام انکار کرتے تھے پھر جبکہ اُس کے معنی کھولے گئے تو موسیٰ کے لئے اس میں وجہ ثواب ظاہر ہوئی تو اسی طرح مرید کو سزاوار ہے کہ چاہتے شیخ سے ہر تصدیق جس کی جو شکل ہو معلوم کرے تو شیخ کے پاس اُس کا بیان اور اُس کی محنت کی برہان موجود ہے اور شیخ کا ہاتھ خرقہ پہنانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا ناتب ہے اور مرید کی تسلیم اُس کے لئے بعینہ اللہ اور اُس کے رسول کے لئے تسلیم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنْعَمْنَا عَلَىٰ نَفْسِهِ -

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تحقیق جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی عہد شکنی کرے تو وہ اپنے ہی نفس کے لئے کرتا ہے اور شیخ شرائط خرقہ کا مرید سے عہد و فالیتا ہے اور اسے خرقہ کے حقوق بتلاتا ہے۔

پس شیخ مرید کے لئے ایک صورت ہے کہ مرید مطالبات الہی اور مرضیات نبوی اس صورت کے پیچھے دیکھتا ہے جس طرح جامہ تنگ میں سے اُس طرف کی چیز کوئی دیکھتا ہے اور مرید کا یہ عقیدہ ہے کہ شیخ ایک دروازہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آستانہ کرم کی طرف کشادہ کر دیا ہے اُسی میں سے داخل ہوتا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اُس کی وارداتیں اور مہمات دینی و دنیوی نازل ہوتی ہیں اور اعتقاد رکھتا ہے کہ شیخ خدا کے کیم کے ساتھ نازل کرتا ہے وہ چیزیں جن کے ساتھ مرید نازل کیا جاتا ہے اور اس باب میں اللہ کی طرف مرید کے لئے رجوع کرنا ہے جس طرح کہ مرید اُس کی طرف رجوع کرتا ہے اور شیخ کے لئے بات چیت

اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اُس پر ہے اور اُس کی طرف کا فضل ہے
 و لیکن خرقة تبرک کو جو وہ مانگتا ہے تو اُس کا مقصود ہے کہ اس قوم کے لباس
 سے برکت حاصل کرے اور ایسا شخص شمر اُطی صحبت کے ساتھ مطالبہ نہیں کیا جاتا
 بلکہ حدود شرعی کے لزوم اور اس گروہ کے ملنے جلنے کے لئے نصیحت کیا جاتا ہے تاکہ
 اُن کے برکات اس شخص کو پہنچیں اور اُن کے آداب سے متجلی ہو اور عنقریب
 اس کو یہاں تک دے گا کہ خرقة ارادت کا اہل ہو جائے۔ اسی واسطے خرقة تبرک
 ہر ایک طالب کے لئے مبذول ہے اور خرقة ارادت ممنوع ہے الا صادق راغب
 سے کہ اُس کو دیا جاتا ہے اور خرقة میں نیلے رنگ کا پہننا مشائخ کے مستحبات
 میں سے ہے۔

پس اگر شیخ کی یہ رائے ہو کہ مرید کو دوسرے رنگ کا پہننا تو کسی کو
 حق نہیں کہ اُس پر اعتراض کرے۔ اس واسطے کہ مشائخ کی رائیں اُن کے افعال میں
 بحکم و تقاضا نئے وقت ہوتی ہیں اور ہمارے شیخ فرمایا کرتے کہ ایک فقیر تھا جو
 چھوٹی آستینوں کا خرقة پہنا کرتا کہ خدمت کرنے کے لئے اُس سے زیادہ مدد ملے
 اور شیخ کے لئے جائز ہے کہ مرید کو بدفعات خرقتے متعدد قسم کے پہنائے جس میں
 مرید کے لئے مصلحت جس قدر دیکھے اور یہ بدنی اُس مسئلہ پر ہے جس کا ذکر ہم نے
 معالجہ ہوی سے لباس اور رنگ میں کیا ہے۔

پس نیلے رنگ کا پسند کرنا ہے اس واسطے کہ وہ فقیر کے لئے زیادہ ملائم
 بایں وجہ ہے کہ وہ میل کو اٹھاتا ہے اور زیادہ شست و شو کا اسی لئے محتاج
 نہیں ہوتا تو یہی کافی ہے اور اس کے سوا جو وجوہ اس معاملہ میں بعض صوفیہ بیان
 کرتے ہیں وہ کلام امتناعی ہے کلام اہل تکلف اور اصنع سے کہ دین اور حقیقت سے
 وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

شیخ سدید الدین ابوالفخر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ کہائیں
 ابی بکر شمر اُطی کے پاس بغداد میں تھا کہ ہماری طرف سے ایک فقیر اپنے گوشہ سے باہر
 آیا۔ نیلے چٹ کپڑے پہنے ہوئے تھا تو بعض فقرار نے اُس سے کہا کہ کپڑے کس واسطے

دروازہ کشادہ ہو۔ پھر جب مرید اُس رتبہ کو پہنچ جائے اور حوائج اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُتارے اور اس درجہ کو فائز ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعریفات اور تنبیہات حق سبحانہ تعالیٰ اُس کے بندہ سائل محتاج کے لئے سمجھے تو واقعی اُس کے فطام اور دودھ چھوڑانے کا وقت آپہنچا اور وقت فطام سے پہلے جب وہ مجرا ہو جائے تو راستہ میں علتیں اُس کے لاحق ہوں گی کہ دُنیا کی طرف پھرے اور ہوئی کی متابعت کرے جو ولادت طبعی میں غیر وقت کے دودھ چھڑائے ہونے کو پہنچتے ہیں اور مشائخ کی صحبت کا یہ تلازم مرید حقیقی کے واسطے ہے اور مرید حقیقی خسر قرۃ اِرادت پہنتا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ خرقہ، دو خرقہ ہیں، خرقہ اِرادت کا اور خرقہ تبرک کا، اور اصل خرقہ جس کا قصد مشائخ نے مریدوں کے لئے کیا ہے وہ خرقہ اِرادت ہے اور خرقہ تبرک متشبہ کے لئے اور خرقہ اِرادہ کا متشبہ ہے تو مرید حقیقی کے لئے خرقہ اِرادت ہے اور خرقہ تبرک متشبہ کے لئے اور جو شخص ایک قوم کا متشبہ ہوا تو وہ اسی قوم سے ہے اور خرقہ کو سر اور بھیدیہ ہے کہ جب طالب صلاح شیخ کی صحبت میں دریا یا اور اپنے نفس کو اُس کے تقویٰ میں کر دیا اور چھوٹے بچے کی طرح باپ کے ساتھ ہو گیا کہ اپنے علم سے شیخ اُس کی تربیت کرے جس میں اللہ تعالیٰ سے صدق افتقاد اور حسن استغاثہ کے ساتھ مدد ملی گئی ہے اور شیخ کے واسطے بصیرت نافذہ کے سبب اشرف اور واقفیت باطنوں پر ہوتی ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید موٹے کپڑے ایسے پہنتا ہے جیسے درویش قانع زاہد اور اس شکل میں لباس سے اُس کے نفس کے اندر ایک پوشیدہ ہوائے نفس ہے کہ زہد کی نظر سے دیکھا جائے تو اُس پر باریک نرم کپڑے کا پہننا بہت سخت اور دو بھر ہے اور اس کے نفس کی خواہش اور پسندیدگی اس میں ہے کہ بھوکے ٹکڑ گداؤں کا لباس اپنے ہوائے اور گمان کے موافق موٹا اور نرم جس کی آستین اور دامن کم اور زیادہ ہو پہنے تو ایسی صورت کے چاہنے والے کو شیخ اُس قسم کے کپڑے پہناتے جس سے اُس کی ہوئی اور غرض نفس کی شکست ہو اور کبھی مرید کے بدن پر باریک نرم کپڑے ہوتے ہیں یا پوشاک میں ایسی صورت ہوتی ہے جس کی طرف عادت

اللہ کے واسطے تسبیح اور تہلیل وہ مرد کرتے ہیں جن کو نہ تجارت کھیل میں ڈالتی ہے، نہ بیع غافل کرتی ہے اللہ کے ذکر سے اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے، خوف اُس دن سے کھاتے ہیں جس میں قلوب اور آنکھیں اُلٹ پلٹ جائیں گی۔

بعضے کہتے ہیں کہ یہ بیوت مسجد میں ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ مدینہ کے گھر میں اور بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ان بیوت میں سے علی اور فاطمہ کا گھر ہے؟ فرمایا ہاں افضل اُن میں کا ہے اور جس نے کہا وہ زمین کے سب بقعہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی تو کہا بنا پر اعتبار مردانِ ذاکر کے ساتھ ہے نہ جگہوں کی چار دیواری کا اور جو بقعہ مردوں کو اس صفت کے ساتھ احتوا اور انحصار کرے وہی گھر ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے رفیع ہونے کا حکم دیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ زمین کے بقعے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آیا کوئی تیرے اوپر کوئی شخص گزرا جس نے تیرے اوپر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر تیرے اوپر کیا تو بعضے کہتے ہیں کہ ہاں اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں تو جس وقت کہا کہ ہاں تو یہ بقعہ جان لیتا ہے کہ اُس بقعہ کو میرے اوپر اس وجہ سے فضل ہے اور کوئی بندہ نہیں جس نے زمین کے کسی ایک بقعہ پر اللہ کا ذکر کیا یا اللہ کے واسطے اُس پر نماز ادا کی۔ مگر یہ کہ وہ بقعہ اُس کی شہادت اُس کے لئے اُس کے پروردگار کے سامنے دے اور اُس پر مرنے کے روز روئے۔

اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت میں فما بکت علیہم السماء والارض یعنی پس نہ روئے اُن پر آسمان اور زمین اہل اللہ تعالیٰ کی فضیلت میں اہل طاعت سے تنبیہ اور اشعار ہے اس واسطے کہ زمین اُن پر روتی ہے اور اُن لوگوں پر جو دنیا کی طرف راغب اور ہوی کے تابع میں نہیں ہوتے تو اہل خانقاہ وہی رجال اور مرد ہیں اس واسطے کہ اُن لوگوں نے اپنے نفوس کو اللہ تعالیٰ کی

مثال ہے جو دو اداروں سے جنتر منتر والے کا خواہاں اور مرضی ہوتا ہے اور جب وہ کسی شیخ کو پا گیا تو شیخ کے باطن سے توجہ صادق اُس کے لئے براہِ نغمتہ ہوتی ہے کہ وہ اس پر مطلع ہے اور مرید کے باطن سے صدقِ محبت خوشنما معلوم کرتا ہے اور یہ تالیفِ قلوب اور تقاربِ ارواح اور اُن میں جو مراد ملی ہے اُس کے ظہور کے باعث ان دونوں کے لئد اور فی اللہ اور باللہ یکجا تئی سے ہوتا ہے۔

پس وہ قمیص جو مرید کو وہ پہناتا ہے ایک خرقہ ہے کہ مرید کو بشارت اُس کی دیتا ہے کہ شیخ کی حق توجہ اُس کے ساتھ ہے اور مرید کے لئے وہی کام کرتا ہے جو یوسف علیہ السلام کی قمیص نے یعقوب علیہ السلام کے لئے کیا تھا۔ اور منقول ہے کہ جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ کے بدن سے کپڑے اُتار لئے گئے اور برہنہ آتش میں جھونک دیئے گئے اس وقت جبرئیل علیہ السلام اُن کے لئے ایک کُرتہ بہشت کے حریر کالائے اور انہیں پہنادیا اور وہ کُرتہ ابراہیم کے پاس رہا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو حضرت اسحق علیہ السلام کو ورثہ میں ملا جب وہ مرے تو یعقوب علیہ السلام کے ورثہ میں آیا اور یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو ایک تعویذ میں رکھا اور یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا تو یہ کبھی اُس کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ پھر جب وہ کنوئیں میں برہنہ ڈالے گئے تو حضرت جبرئیل ان کے پاس آئے اور آپ کے پاس وہ تعویذ تھا تو کُرتے کو اُس میں سے نکالا اور وہ آپ کو پہنادیا۔

اور مجاہد سے روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام دانائے اللہ کے ساتھ تھے اس سے کہ وہ نہ جانیں کہ کُرتا اُن کا یعقوب علیہ السلام کی بعارت کو پھیر لائے گا مگر یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام کی تھی اور مجاہد نے بیان کیا جو ہم نے بیان کیا۔ کہا جبرئیل نے کہا آپ سے کہا کہ اپنا کُرتہ بھیج دو اس واسطے کہ بہشت کی اُس میں خوشبو ہے کسی گرفتارِ بلا یا مریض کو نہیں بھیجتے کہ اُسے صحیح اور تندرست نہ کر دے تو سچے مرید کے نزدیک وہ خرقہ اُس کے لئے جنت کی خوشبو سے بسا ہوا ہے بایں وجہ کہ اللہ محبت کے ساتھ اُس کے شمار میں آیا ہے اور خرقہ کا پہننا

جہاد نہیں تھے جن میں گھوڑے باندھے جاتے مگر وہ انتظار ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد تھا۔ پس ربط نفس کے جہاد کے لئے تھا اور باشندہ ربط کا مربوط مجاہدہ اپنے نفس کا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ، یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں جو اس کے جہاد کا حق ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا وہ مجاہدہ نفس اور ہوی کا ہے اور وہ حق جہاد ہے اور وہی جہاد اکبر ہے۔ اس روایت کے موافق جو حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ بعض غزوات سے واپس تشریف لائے کہا ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی اور منقول ہے کہ ہر آئینہ بعض صالحین نے اپنے ایک بھائی کو لکھا جسے وہ غزوہ کے لئے بلاتا تھا تو اس کو لکھا بھائی میرے کل سرحد اور دیند میرے لئے ایک گھر میں جمع ہیں اور دروازہ مجھ پر بند ہے۔ جواب میں اس کے بھائی نے لکھا اگر کل آدمی ایسے ہوتے کہ جو تو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے وہ بھی لازم پکڑتے تو مسلمانوں کے کاموں میں خلل پڑتا اور کافر لوگ غالب آتے۔ اس واسطے غزوہ اور جہاد سے چارہ نہیں ہے پھر اس نے لکھا کہ اے میرے بھائی جس کام پر میں ہوں اس کو اگر سب آدمی لازم پکڑتے اور اپنے اپنے گوشوں مصلوں کے اوپر اللہ اکبر کہتے تو قسطنطنیہ لے لیتے۔ بعض حکماء نے کہا ہے عبادت خانوں میں نیک نیتی اور صفائی باطن کے ساتھ آوازوں کا بلند کرنا ان عقیدوں کو صل کر دیتا ہے جن کو افلاک دوار گھٹی میں ڈالتے ہیں تو ارباب ربط کا جماؤ بلاد اور عباد کو موجب برکات ہوتا ہے۔ جبکہ ٹھیک اس طریقے پر ہو جس کے لئے ربط موضوع اور مقرر ہو اور ارباب ربط حسن معاملہ اور رعایت اوقات کے ساتھ ثابت ہوں اور اعمال کے تباہ کرنے والوں سے حفظ اور احوال کے اصلاح کرنے والوں پر اعتماد ہو۔

سری سقلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس آیت کے معنی میں اصبر و اصابرو و اربطوا کہ دنیا سے بامید سلامت صبر کرو اور لڑائی جہاد کے وقت ثبات اور استقامت کے ساتھ شکیبائی اور نفسِ امارہ کی ہوا و ہوس کی بندش کرو اور زندامت جو

نہیں دھوتے ہو؟ کہا اے بھائی! مجھے فرصت نہیں ہے۔ پھر شیخ ابوالفخر ہمیشہ مزہ فقیر کے اس قول کا کہ مجھے فرصت نہیں ہے یاد کیا کرتے تھے اس واسطے کہ وہ فقیر اس قول میں صادق تھا تو اُس کے قول میں ایک لذت پاتا ہوں اور برکت حاصل کرتا ہوں جب اُسے میں یاد کرتا ہوں۔

پس اس وجہ سے انہوں نے رنگین خرقہ اختیار کیا اس واسطے کہ وہ ایک رعایت وقت کی شاعلی کے شغل میں ہے ورنہ جو لباس چاہے مرید کو پہناوے سفید ہو یا کسی رنگ کا ہو۔ پس شیخ کو اُس کا اختیار اُس کے حسن مقصد اور امور عمل سے حاصل ہے اور واقعی میں نے بہت مشائخ دیکھے کہ وہ خرقہ نہیں پہناتے اور بہت قوموں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں بدوں اس کے کہ خرقہ پہنتے ہوں اور اُس سے کرم اور آداب حاصل کرتے ہیں اور پہلے ایک طبقہ سلف کے صالحین سے تھا جو خرقہ کو نہیں جانتے تھے اور نہ مریدوں کو پہناتے تھے پھر جو اُسے پہناتا ہے تو اُس کے لئے مقصد صحیح اور اصلاحی سنت سے اور شاہد شرع سے موجود ہے اور جو اُسے نہیں پہناتا تو اس کے لئے رائے اس کی ہے اور اس میں اس کے لئے مقصد صحیح ہے اور مشائخ کے تمام تصرفات راستی اور صواب پر محمول ہیں اور اس میں نیک نیتی ضرور ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ اور اُن کے آثار کے ساتھ نفع بخشے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تیرھواں باب

رابط یعنی خانقاہ کے باشندوں کی فضیلت میں ہے

قال اللہ تعالیٰ : فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح
 لہ فیہا بالغدوم والاصال رجال لا تلہیہم تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ واقام
 الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یومئذ نقب فیہ القلوب والا لبصار۔
 یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان گھروں میں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا حکم دیا
 ہے کہ بلند کئے جائیں اور اُن میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے صبح اور شام اُن میں

اہل صفہ سے خائفانہ والوں کی مشابہت کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ: لیسجد لیس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ
فیہ رجال یحبون ان یتطهروا واللہ یحب المطہرین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہر آئینہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ پہلے ہی دن سے اس کی مستحق
تھی کہ اُس میں تُو قیام کرے۔ اُس میں ایسے مرد ہیں جو چاہتے ہیں کہ خوب ہی صلح
طہارت ہوں اور اللہ اہل طہارت کو دوست رکھتا ہے۔

یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ تم
لوگ کیا عمل کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف اس شفاء کے ساتھ کی ہے ان
صحابہ نے کہا کہ ہم ڈھیلوں کے لینے کے بعد آبدست لیتے تھے اور یہ اور اُس کے
مثل جو آداب ہیں صوفیہ کا روزمرہ ہی ربط کی ملازمت اور اُس کا عہد کرتے
ہیں اور رباط اُن کا گھر اور خیمہ خرگاہ ہے اور ہر قوم کا ایک گھر ہے اور رباط
اُن کا گھر ہے۔ اور ہر آئینہ اہل صفہ سے اس برتاؤ میں مشابہ ہو گئے ہیں اُس
حدیث کے موافق جو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہا ایک شخص تھا کہ وہ جب مدینہ میں آیا اور مدینہ میں اُس کا کوئی شناسا
ہوتا تو اُس کے یہاں اُترتا۔ پھر اگر وہاں کوئی جان پہچان نہ ہوتا تو صفہ میں اُترتا
اور میں ان لوگوں میں سے تھا جو صفہ میں اُترتے تو قوم جو رباط میں تھی باہم اُن
کے ربط ضبط تھا ایک ارادہ اور عزم اور یکساں احوال پر متفق تھے اور اس معنی کے
خاطر ربط موضوع ہوا کہ باشندے اُس کے موصوف اس صفت میں ہوں جو اس
آیت میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی
سرور متقابلین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نکال دیا ہم نے اُن کے
سینوں میں سے جو کینہ تھا بھائی بنا کر اُن کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے
اور یہ مقابلہ باطن اور ظاہر کے برابر اور یکساں ہونے سے ہے اور جس نے

طاعت پر بند کر دیا ہے اور اللہ کی طرف ٹوٹ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے دُنیا کو خدا مر بنا دیا۔

عمران بن حصین نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کا ہو رہا اللہ تعالیٰ اُس کو مایحتاج معیشت میں کفایت کرتا ہے اور اُس کو روزی اس طرح دیتا ہے جس کا وہ حساب نہیں کرتا اور جو شخص دُنیا کا ہو رہا اُسے اللہ تعالیٰ اُسی دُنیا کے سپرد کرتا ہے۔ اور اصل رباط وہ ہے جس میں گھوڑے باندھے جائیں۔ پھر ہر ایک قلعہ اور در بند کے لئے رباط مستعمل ہوا کہ اُس کے باشندے اپنے اگلے پچھلے دشمنوں کو دفع کریں تو مجاہد رباط اپنے اُس پاس والے کو مدافعت کرتا ہے اور رباط کا رہنے والا اللہ کی طاعت پر ہے اُس کی ذات اور دُعا سے بلا بندگانِ خدا اور ملکوں سے دور ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آئینہ نیک مسلمان کے سبب اُس کے گھر کی اور ہمسایہ کے سوا دُیوں سے بلا دور ہوتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ اگر اللہ کے بندے نماز پڑھتے اور بچے دودھ پیتے اور مویشی چرتے نہ ہوتے تو ہر آئینہ تمہارے اُوپر اللہ عذاب سخت ڈالتا اور پھر خوب گُوٹتا اور پیتا۔ اور ابن عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ ایک مرد کی صلاح اور نیکو کاری سے اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور گھر والوں اور پڑوسیوں کو صاحب صلاح و فلاح کرتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں رہیں گے جب تک شیخ اُن میں رہے گا۔

اور داؤد بن صالح نے روایت کی کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے مجھ سے کہا اے میرے بھتیجے کیا تو جانتا ہے کہ یہ آیت اصبروا وصابروا وابطوا تم ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو کس چیز کے حق میں تازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا اے میرے بھتیجے زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں ایسے غزوے اور

جس پر آپ رات کی نماز پڑھا کرتے اور مہتمم:

اور میمونہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ وہ مسجد میں اپنے لئے کھجور کا چھوٹا مصلہ بچھاتے تاکہ اُس پر نماز پڑھیں اور رباط میں جوان اور بوڑھے اور اہل خدمت اور اصحاب خلق سب ہی قسم کے ہوتے ہیں تو مشائخ ضعیف گوشہ نشینی کے لئے زیادہ لائق ہیں اس نظر سے کہ نفس خواہشمند خواب اور آرام کا ہوتا ہے اور حرکات اور سکنت میں تنہائی اور تفرّد چاہتا ہے تو نفس نفرد اور غیر تفرّد کا مشتاق نہ رہے اور آسانی میں ہوتا ہے اور جوان کا جی جماعت خانہ میں بیٹھنے سے گھٹتا ہے اس سبب سے کہ اغیار کی نظر کے سامنے ہونا پڑتا ہے تاکہ اُس پر بہت سی نگاہیں پڑیں اور وہ مقید اور ادب آموز ہو اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی الا جبکہ جماعت خانہ میں گروہ خانقاہ حفظ اوقات اور ضبط انفاس اور نگہداشت حواس کا اہتمام کرنے والے ہوں جیسے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لکل امرایہ منہم یومئذ شان یغنیہ یعنی آج کے دن اُن میں سے ہر ایک شخص کے لئے ایک شان ہے جو اُس کو بس ہے۔ اُن کو آخرت کے ارادہ سے وہ کام کرتے تھے جو باہمی اشتغال سے بے پروا اور فارغ تھے اور اہل صدق اور صوفیہ کے لئے ایسا ہی سزاوار ہے کہ اُن کا اجتماع اُن کے وقت کے لئے باعثِ مفرت نہ ہو اور جب جوانوں کی اوقات میں کھیل اور ہائے ہونے تحلیل انداز ہو تو اوئی یہ ہے کہ جوان طالبِ تنہائی ہو اور گوشہ نشینی اپنے اوپر لازم کرے اور شیخ ایک گوشہ اور مکان خلوت جو ان کو دے گا تاکہ جوان اپنے نفس کو ہوائے نفسانی اور نکمی باتوں میں دھیان دینے سے باز رکھے۔

اور شیخ جماعتِ خانہ میں رہے کہ حال اُس کا قوی ہے اور مداراتِ پر خلق پر صبر کر سکتا ہے اور صحبت و اختلاط کے بد انجام سے ایمن ہے اور جماعت میں اُس کا وقار موجود ہے تو غیر اُس سے انضباط حاصل کرتا ہے اور وہ مکدر نہیں ہوتا اور خدمت کی شرح یہ ہے کہ جو شخص خانقاہ میں داخل ہو اور معاملہ کا مزہ اُس نے

تمہارے پیچھے آتی ہے اُس سے خوف کرو اور بچو شاید کہ بساط کراہت پر کل کے دن تم فلاح پاؤ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ میری بلا پر صبر اور سکون کرو اور میری نعمتوں پر بازداشت نفس اور میرے دشمنوں کے گھر میں گھوڑے باندھو اور میرے غیر کی محبت سے بچو شاید کہ کل میری بقاء سے تم فلاح اور ظفر پاؤ اور رباط یعنی خانقاہ کے باشندوں کی شرطیں یہ ہیں۔ خلاق کے ساتھ معاملہ الفت اور معاملہ کاسق کے ساتھ جاری کرنا اور حصول معاشن کو مسبب الاسباب کے بھروسے پر چھوڑ دینا اور صحبتوں سے نفس کو باز رکھنا اور بُرے انجام سے پرہیز کرنا اور اپنے رات دن کو عبادتِ قدیم کے عزمِ عبادتِ نو سے وصل کرنا۔ اوقات کا بچانا اور ورد و وظائف سے لگے رہنا اور نمازوں کا منتظر رہنا اور غفلت سے پرہیز کرنا تاکہ اُس کے سبب وہ مرابط مجاہد ہو جائے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا مکروہات میں پورا کرنا اور قدموں کا مساجد کی طرف بڑھانا اور ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد انتظار کرنا خطاؤں کو خوب ہی دھو ڈالتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے سنو میں اس بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف اور تمہارے درجے بڑھائے۔ صحابہؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا:

اسباغ الوضوء فی المکارہ و کثرة الخطاء الی المساجد و انتظار القلوة بعد الصلوة فذلکم الرباط فذلکم الرباط۔

”یعنی تکلیفات میں اچھی طرح وضو کرنا اور مسجدوں کو زیادہ چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی راہ دکھنی پس یہ رباط ہے پس یہ رباط ہے پس یہ رباط ہے یعنی جہاد کا اسمیں ثواب ہے۔“



اقتضاء بشری سے ظاہر ہوتے ہیں اور غیر جس کو اگلے مقاصد کا علم نہیں ہے اُن سے انکار کرتا ہے۔ اور اعتراض جڑتا ہے ان حضرات کا اس وجہ سے کہ خلق پر اُن کو شفقت ہے انکار ہے۔ نہ اس راہ سے کہ وہ کسی ایک مُسلمان پر اپنا اعزاز اور علوئے مرتبہ جتلائیں اور طالبِ جوان نے جب اہل اللہ کی خدمت کی جو اُس کی طاعت میں لگے ہوئے ہیں تو ثواب میں اُن کے شریک ہوتا ہے اور جہاں کہیں اُس کو اہلیتِ خدمت کی اُن کے احوال بلند اور روشن کے باعث نہ ہو تو جو اُن کی خدمت کا اہل ہے اس کی یہ خدمت کرے اس واسطے کہ خدمتِ اہلِ قرب کی نشانی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت تبوک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا مدینہ سے جب قریب ہوئے کہ ہر اُیٹنہ مدینہ میں بہت قویں ہیں کہ تم نے کوئی سفر نہیں کیا اور نہ کوئی فراخ راستے پہاڑوں کے طے کئے مگر یہ کہ وہ قومیں تمہارے ساتھ تھیں صحابہؓ نے کہا اور یہ بھی مدینہ میں موجود ہیں فرمایا ہاں اُن کو عذر نے روک لیا۔

پس قوم کا خدمت گزارِ قصور کے عذر اور نا اہلیت کے سبب قوم کے درجہ تک پہنچنے سے رک گیا اُس کے بعد وہ سب زار کے اُس پاس چو طرفہ گھومنے لگا۔ اس حالت سے کہ خدمت میں وہ اپنی کوشش کرتا تھا جہاں شفقت کی نگاہ سے ممنوع آیا وہاں کامِ خدمت سے عذر خواہی اور معافی چاہتا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ اُس پر اُسے جزار دیتا ہے جو بہت اچھی اور عمدہ ہے اور بہت بڑی عطار اُس کو ارزانی فرماتا ہے اور اسی طرح اہلِ صُفہ تقویٰ پر ایک دوسرے کی معاونت کرتے تھے اور دُنیا کے مصالح اور مال و تن سے بھائیوں کی علم خواری پر اتفاق کرتے تھے۔



اپنے بھائی کے لئے دل میں کینہ رکھا تو وہ اس کے مقابل نہیں ہے اگرچہ منہ اس کا اُس کی طرف ہو۔

پس اہل صفہ اس طرح کے تھے وجہ یہ کہ کینہ اور حسد کا جوش وجودِ دنیا ہے اور دنیا کی محبت کل خطاؤں کی اہل ہے تو اہل صفہ نے دنیا کو ترک کر دیا اور وہ نہ کھبتی کرتے تھے اور نہ دُودھ کے جانور پالتے تھے۔ پس اُن کے باطنوں سے کینہ اور بغض دور ہو گیا اور اسی طرح اہل ربط اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ متقابل اور اُلفت اور مودت پر متفق تھے اور کلام اور طعام کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں اور اجتماع کی برکت کو جانتے ہیں۔

وحشی بن حرث نے اپنے باپ سے اور اُس نے اپنے دادا سے روایت کی کہ ہر آئینہ اہل صفہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ فرمایا شاید کہ تم علیحدہ علیحدہ اپنے کھانے پر بیٹھتے ہو تم جمع ہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے گا۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان پر کھانا کھایا اور نہ چھوٹے پیالے میں اور نہ اُن کے لئے باریک چپاتی پکائی گئی تو پوچھا کہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے کہا کہ دسترخوان پر بس عباد اور نہاد نے تنہائی چاہی اس وجہ سے کہ اجتماع سے اُن پر آفت آئے گی اور اس سبب سے کہ اُن کے نفوس ہو او ہوسوں کو جمع کرتے ہیں اور غیر مقصود چیزوں میں غور کرتے ہیں تو سلاحتی انہوں نے تنہائی میں دیکھی اور صوفیہ نے اپنے قوتِ عمل اور صحتِ حال کی وجہ سے اُس کو دُور اپنے سے کر دیا اور جماعت خانوں میں مصیلتے پر جمع ہونا اچھا جانا۔

پس ہر ایک کا سجادہ اُس کا گوشہ ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقصود کے لئے قصد اور کوشش کی اور شاید ایک بھی اُن میں سے نہ ہو کہ قصد اُس کا اپنے سجادہ سے قدم نہ بڑھائے اور اُن کے لئے مصیلتے اختیار کرنے میں ایک وجہ سنت سے ہے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اہل صفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوری یا پوست خرما سے بنایا کرتی

نعمان بن بشیر نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے مومن لوگ ایک آدمی ہی کے بدن کے مثل ہیں۔ جب ایک عضو میں اُس کے اعضاء سے درد ہو تو کُل بدن درد ناک ہو جاتا ہے اور جب ایک مومن درد ناک ہو تو سب مومن درد ناک ہوں۔ پس صوفیہ کے وظائف لازمی سے یہ ہے کہ جمعیت باطن کا حفظ کریں اور تفرقہ کو پرگندگی باطن کے ازالہ سے دور کریں۔ اس واسطے کہ یہ لوگ ارواح کی نسبت سے مجتمع ہیں اور تالیف الہی کے رابطہ سے باہم متفق ہیں اور قلوب کے مشاہدہ سے موافق ہیں اور نفوس کی آراستگی اور قلوب کی صفائی کے لئے خانقاہ میں باہم بندھے اور ملے ہوئے ہیں تو اُن کے لئے اُفت اور دوا اور خیر خواہی سے چارہ نہیں اور وہ ضروری اور لا بد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا کہ مومن ملتا اور اُفت کرتا ہے اور اُس سے دوسرا اُفت کرتا ہے اور خیر اُس شخص میں نہیں ہے جو نہ دوسرے سے ملے اور نہ اُس سے دوسرا شخص ملے اور اُفت کرے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجنہ یعنی لشکر مجتہمہ ہیں تو جو اُس میں سے جانتا پہچانتا ہے وہ اُفت کرتا ہے اور جو انجان اجنبی ہے وہ الگ رہتا ہے۔ پس اُن کا یہ حال ہے کہ اپنی جمعیت سے اُن کے باطن مجتمع ہوتے ہیں اور نفوس اُن کے پابند ہوتے ہیں اس واسطے کہ بعض اُن میں سے دید بانی اور نگاہ رکھنے والے دوسرے بعض کے ہیں اس حدیث کے موافق کہ مومن آئینہ مومن کا ہے تو جب کبھی اُن میں سے کسی ایک کی طرف سے تفرقہ کا نشان ظاہر ہوتا ہے یہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ تفرقہ ظہور نفس سے ظاہر ہوتا ہے اور نفس کا ظہور وقت ناحق منائع کرنے سے ہے۔

پھر جس وقت نفس فقیر کا ظہور کرتا ہے تو اُس سے وہ جان لیتے ہیں کہ جمعیت کے دائرہ سے ہر شخص باہر ہو گیا اور اُس پر حکم لگا دیتے ہیں کہ اُس نے وقت کا حکم تلف کیا اور سیاست اور حسن رعایت کو چھوڑ دیا تب وہ دائرہ جمعیت کی طرف متاثر

نہ چکھا ہو اور احوالِ نعتیہ سے وہ خبردار نہ ہوا ہو تو اُس کی شان یہ ہے کہ خدمت پر مامور کیا جائے تاکہ اُس کی عبادت اُس کی خدمت ہو اور حسنِ خدمت سے اہل اللہ کے قلوب کو اپنی طرف کھینچے اور متوجہ کرے تو اُس کی برکت اُس کے شامل حال ہوگی اور عبادت میں جو بھائی مشغول ہیں ان کو مدد دے گا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المؤمنون اخوة يطلب بعضهم الى بعض الحوائج فيقضي بعضهم الى بعض الحوائج بقضی اللہ لهم حاجا تهم يوم القيامة۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مومن بھائی ہیں اُن میں کا ایک دوسرے سے حاجت روانی چاہتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی حاجت بر لاتے ہیں۔ اللہ اُن کی حاجات کو قیامت کے دن روا کرے گا۔

دریں صورت بوسیہٴ خدمت بے کاری سے جو دل کو مُردہ کرتی ہے محفوظ رہتا ہے اور قومِ صوفیہ کی خدمتِ مجملہ اعمالِ صالحہ ہے اور یہ کامیابیوں کے طریقوں سے ایک طریق ہے کہ اوصافِ جمیلہ اور احوالِ حسنہ اُن کو حاصل کراتی ہے اور جو کوئی ان کی جنس سے نہیں ہے اور نہ خواہش مند راہ پر آنے کا اُن کی ہدایت سے ہے تو ایسے لوگوں سے خدمت لینا پسند نہیں کرتا۔

درویش ابنِ الرامی سے روایت ہے کہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ مجھ سے کہا کرتے کہ مسلمان ہو اس واسطے کہ اگر تو اسلام لائے تو مسلمانوں کی امانت میں تجھ سے مدد لوں۔ کیونکہ لائق نہیں ہے کہ اُن کی امانتوں کے کام میں اُس شخص سے امداد طلب کروں جو اُن میں سے یعنی مسلمان نہ ہو کہا کہ میں نے انکار کیا تو عرضنے کہا کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جب اُس کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے آذاذ کر دیا اور کہا جا جہاں تیرا جی چاہے۔ تو قومِ خدمتِ اغیار کو مکروہ جانتے ہیں اور اُن کی ابرکاری سے بھی انکار کرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جو شخص ان کے طریق کو پسند نہیں کرتا تو اکثر اوقات ان کو دیکھ کے مہزرت کا خواہاں ہو جاتا ہے بڑھ کر اُن منافع سے جو اُس کے سبب ملتے ہیں۔ اس واسطے کہ یہ حضرات بھی بشر ہیں اور اُن سے بہت امور

کے کہ کس واسطے تُو نے اُس پر تعدی کی؟ اور جس پر تعدی ہوئی اُس سے کہ کیا تُو نے گناہ کیا تُو نے یہاں تک کہ میرے اوپر اس پر تعدی کی اور میرے اوپر تسلط کیا؟ اور آیا تُو نے اُس کے نفس کا مقابلہ اپنے قلب سے کیا بائیں لحاظ کہ اپنے بھائی سے نرمی تُو کرے اور فتوت اور صحبت کا حق ادا کرے تو ہر ایک اُن دونوں میں سے قصور وار اور دائرہ جمعیت سے خارج ہے تو وہ نفرت کے ساتھ دائرہ کی طرف پھیرا جاتا ہے تو وہ استغفار کرتا ہے اور اصرار کی راہ نہیں چلتا۔

حضرت عائشہؓ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ میرے اُن لوگوں میں سے مجھے کہہ کہ وہ جب بھلائی کریں تو خوش ہوں اور جب برائی کریں تو استغفار کریں تو استغفار ظاہر میں بھائیوں کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو وہ اپنے آپ کے استغفار میں دیکھتے ہیں تو اسی واسطے وہ صفِ نعال میں اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے ہیں یہ سبب تواضع اور انکساری اور اپنے شیخ کو میں نے ایک فقیر سے کہتے ہوئے سنا جبکہ اُس کے اولاد کے بعض بھائی کے درمیان وحشت پیدا ہوئی۔ اُٹھ اور استغفار کر، توفیق کتنا تھا میں اپنا باطن صاف نہیں پاتا اور نہ بغیر صفائی باطن کے استغفار کے لئے کھڑا ہونا اختیار کرتا ہوں۔ پھر شیخ کہتا تھا کہ تُو اُٹھ تو تیری سعی اور قیام کی برکت سے صفائی تجھے روزی ہوگی تو وہ یہ پاتا تھا اور اُس کا اثر فقیر پر معلوم ہوتا تھا اور دل نرم ہوتے تھے اور وحشت دور ہوتی تھی اور یہ اسی گمہ کی خاصیت ہے کہ وہ رات کو نہیں سوتے، اس حالت کے ساتھ کہ باطن اُن کے وحشت کے بھرے ہوں اور کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جب اُن کے دلوں میں وحشت ہو اور وہ جمعیت ظاہری کسی چیز سے اپنے امور میں نہیں پاتے جب تک کہ اُن کے باطن مجتمع نہ ہوں اور تفرقہ اور پراگندگی دور نہ ہو۔ پھر جب استغفار کے لئے فقیر کھڑا ہو تو اُس کے استغفار کا ذکر کسی حال میں ہوا نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا اِحرام کرو تم رجم کئے جاؤ گے اور خشو تمہاری بخشش ہوگی۔

ارباب ربط اور صوفیہ کے خصوصیات کے
بیان میں اور یہ اختصاص ان چیزوں میں ہے جس کا
وہ باہم معاہدہ اور ان کے ساتھ مخاصمہ اور مجادکہ کرتے ہیں

جان رکھو کہ اس خانقاہ کی بنا اس ملت ہادی مہدی کی زینت سے ہے اور اہل
خانقاہ کے ایسے احوال ہیں جن کے باعث وہ غیر طوائف سے ممتاز ہو گئے ہیں اور وہ
اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں: قال اللہ تعالیٰ: اوشک الذین
ہدی اللہ فبہداهم اقتدہ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو
اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے تو ان کی ہدایت کی پیروی کرو اور جو کچھ تصور ہمارے
زمانہ کے بعض لوگوں میں دیکھا جاتا ہے اور ان کے سلف کے طریقہ سے خلاف
پایا جاتا ہے اُس سے کوئی حرج اور اعتراض ان کے اہل امر اور صحت طریق میں نہیں
ہوتا اور اس قدر آثار گزشتہ سے باقی ہے اور صوفیوں کا خانقاہ میں جماؤ اور جو
کچھ کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے نرمی اور کطف سے مہیا کیا ہے وہ مشائخ سلف
کے باطنوں کی جمعیت کی برکت اور عطاء حق کے آثار سے ہے جو ان کے حق میں
تھی اور ارباب جو خانقاہوں میں اجتماع طاعت حق اور آداب ظاہری کے رسوم پر ہے،
وہ درحقیقت عکس اُس نور جمعیت کا ہے جو سلف کے باطنوں سے اور سلف کے طریق
پر خلف کے سلوک سے رہ گیا ہے تو وہ خانقاہ میں ایسے ہیں کہ گویا جسد واحد اور اُس میں
قلوب متفق اور عزم متحد ہیں اور یہ بات غیر گروہوں میں نہیں پائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کے وصف میں فرمایا ہے کانہم بنیان مرسوم یعنی
گویا کہ ایک بنیاد سیسہ پلائی ہوئی مضبوط ہے اور اُس کے برخلاف دشمنوں کی تعریف
کی ہے۔ فرمایا کہ تم یہ سمجھو کہ جمع ہیں اور حالانکہ دل ان کے پراگندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص کے سامنے اُس کے بھائی نے معذرت کی اور اُس نے قبول نہ کی تو اُس پر وہی عائد ہے جو اُس شخص پر کہ اخراج کے لینے اور بیع کے اندر تشویش پیدا کرے۔

اور جابرؓ نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص سے کوئی معذرت اور بازگشت ازگناہ کرے اور وہ قبول نہ کرے حوضِ کوثر پر وارد نہ ہو گا۔ اور سنت سے یہ وارد ہے کہ بعد استغفار بھائیوں کے لئے کچھ پیش کرے۔ روایت ہے کہ کعب بن مالکؓ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہر آئینہ میری توبہ سے یہ امر ہے کہ اپنے کل مال سے الگ ہو جاؤں اور اپنی قوم کے گھروں کو ہجرت کروں جس میں میں نے گناہ کیا ہے تو نبی علیہ السلام نے اُس سے فرمایا ایک تمہائی اس میں سے تجھے کافی ہے تب سے صوفیہ کی یہ سنت ہو گئی کہ بعد از استغفار و منافرت کے تاوان کا مطالبہ کریں اور اُن کے یہ سب قصد تالف کی غرض سے ہیں تاکہ اُن کے باطن جمعیت پر ہوں جیسے کہ اُن کے ظاہر جمعیت سے ہیں اور یہ وہ امر ہے جس کے ساتھ حضرات صوفیہ متفرد اور یکتا طوائف اسلام سے ہو گئے ہیں۔

پھر سچے فقیر کی شرط جبکہ وہ خانقاہ میں سکونت کرے اور چاہے کہ اُس کے مال وقف سے کھائے یا اُس میں سے جو باشندگان خانقاہ کے لئے درپوزہ گری سے طلب کی جائے یہ ہے کہ اُس کے سامنے شغل باللہ سے ایسا ہو جس میں کسب کی گنجائش نہ ہو مگر نہ جو بیکاری اور امور غیر محض میں غور کرنے کے لئے اُس کو فرصت ہو اور جدوجہد سے اہل ارادہ کے شرائط پر قائم نہ ہو تو اُس کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ مال خانقاہ سے کھائے بلکہ اکتساب معاش کرے اور اپنی کمائی سے کھائے اس لئے کہ خانقاہ کا کھانا اُن لوگوں کے لئے ہے جن کا اللہ کے ساتھ شغل کامل ہو گیا ہے تو اُس کی خدمت اہل دنیا سنبھالتے ہیں کہ وہ اپنے مولا کی خدمت میں مشغول ہیں الا یہ کہ وہ ایک شیخِ کامل طریقت کے ذمیر سیاست ہو جس کی صحبت سے نفع حاصل ہو اور اُس کی ہدایت سے راہِ راست پاتا ہے اور شیخ کی رائے ہو کہ مال خانقاہ سے

کے ساتھ کھیجا جاتا ہے۔

محمد عبداللہ نے کہا کہ میں نے رویم کو کتنے سنا ہے کہ صوفیوں میں خیر جب تک ہے کہ وہ باہم تنافر رکھیں اور جبکہ صلح کریں اور باہم مل جائیں ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہیں اور رویم سے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایک دوسرے کی جاسوسی اور چوپانی رکھیں اس خوف سے کہ نفس ظہور کرے کہتے ہیں کہ جب باہم صلح کر لیں اور اپنے درمیان سے منافرت کو دور کریں تو خوف ہے کہ مبادا باطنوں میں مسالمت اور نمائش مل جائے اور آداب غامض کے ترک میں ایک دوسرے سے چشم پوشی اور درگزر کرے اور اس ذریعہ سے نفوس کا ظہور اور استیلا ہو اور ہر ائینہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے جو مجھے میرے عیبوں کی طرف بہنائی کرے۔ محمد بن نعمان نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کی ایک مجلس میں کہا کہ خیر دو تم مجھے کہ اگر بعض امور کے ایذا میں رخصت دوں تو تم کیا کرو؟ کہا کہ ہم خاموش ہو رہے ہیں کہ آپس سے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ خبر دو تم مجھے اگر میں بعض امور میں رخصت دوں تو تم کیا کرو؟ بشر بن سعد نے کہا اگر میں یہ کام کروں کہا تو مجھے ہم ہدف سهام طعن کا کریں۔ تب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اب تم ہو یعنی اپنی صفات اعلیٰ مخصوصہ کے ساتھ قائم ہو۔

اور جب نفس صوفی عقب اور خصومت کے ساتھ اپنے بعض بھائیوں کے ظہور کرے تو اُس کے بھائی کی شرط یہ ہے کہ اُس کے نفس کو اپنے قلب کے ساتھ مقابل کرے اس واسطے کہ نفس جب قلب کے ساتھ مقابل ہوتا ہے تو شتر کا مادہ بیٹھ جاتا ہے اور جبکہ نفس کے مقابل نفس ہو فتنہ میں جوش آتا ہے اور عصمت چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بہت اچھی بات کے ساتھ تو جواب دے۔ پس ناگاہ وہ شخص جس کے درمیان اور تیرے عداوت ہے گویا کہ وہ گرا دوست ہے۔ اور یہ نہیں دیا جاتا مگر اُنہی لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں۔

پھر شیخ یا خادم کے پاس جب کوئی فقیر اپنے بھائی کی شکایت لے جائے تو اسے پہنچتا ہے کہ اُن دونوں میں سے جس پر خفگی ظاہر کرے پس زیادتی کرنے والے کو

اس شخص کے کھانا خانقاہ سے کھانے میں معذور ہوتا ہے جو کما لے سے عاجز ہے اور جو ان معذوروں میں یہ بات علی الاطلاق قوم کے دونوں طریق کے شرط میں ہے۔
 باین تفصیل سے شرع کے فتویٰ کی حیثیت سے تو اگر وقفہ کی شرط ہو کہ متصوفہ کے لئے ہے اور جو متصوفہ کے لباس میں ہو اور اُن کا خر قہ پہنے ہو تو اُس کا کھانا اور فتویٰ اُن کے لئے جائز مطلق ہے اور اس مسئلہ میں رخصت پر تقناعت ہے بغیر عزیمت کے جو اہل ارادت کا مشغل ہے اور اگر وقت کی شرط یہ ہے کہ جو طریق صوفیہ عملاً اور حالاً رکھتا ہو تو اُس کا کھانا اُن کے لئے روا نہیں ہے کہ بے کار ہے اور ترضیع اوقات کے مائل ہیں اور اہل ارادت کے طریق مشائخ صوفیہ کے نزدیک مشہور ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال گھوڑے کی سی ہے میخ کی نسبت جو لان کرتا ہے اور میخ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ہر ائینہ مومن سو کرتا ہے اور پھر ایمان کی طرف رجوع کرتا ہے تو تم اپنا کھانا پر ہیز گاروں کو کھلاؤ اور مومنوں کو نیکی پہنچاؤ۔

سولہواں باب

سفر اور مقام میں احوال مشائخ کے اختلاف کے بیان میں

مشائخ صوفیہ کے احوال مختلف ہیں بعضے ابتداء میں مسافرت کرتے ہیں اور نہایت میں مقیم ہوتے ہیں اور بعضے ابتداء میں مقیم اور انتہا میں مسافرت کرتے ہیں۔ اور بعضے مقیم ہیں کبھی سفر نہیں کرتے اور بعضے ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں اور ایک جگہ قیام نہیں کرتے اور ہم ہر ایک کے حال کی شرح کریں گے اور اُس کا مقصد بیان کریں گے جس کی طرف اُس کو رغبت ہے۔

تو جس نے ابتدا میں سفر اور انتہا میں اقامت کی ہے تو قصد اُس کے سفر کا بہت باتوں کے لئے ہے اُن میں سے یہ ہے کہ علم سے کچھ سیکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ہو اور بعض نے کہا ایک شخص اگر شام سے اقصائے یمن تک ایک کلمہ کے لئے جو اُس سے ہدایت پر لے جائے سفر کرے

اور صوفیہ کے لئے بعد استغفار شیخ کے ہاتھ چومنے میں ایک اہل سنت سے ہے۔
 عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا میں ایک سریہ یعنی جمعیت فوج قلیل میں حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا تو لوگ کیسو ہوئے اور پھر گئے اور میں انہی لوگوں میں سے
 تھا جو پھر گئے تھے تو ہم نے کہا ہم کیا کریں؟ حالانکہ ہم دشمن پر حملہ کرنے سے بھاگ
 گئے اور غضب میں پڑے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم مدینہ میں داخل ہوں تو اس میں توبہ
 کریں گے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم اپنے تئیں رسول اللہ کے سامنے پیش کریں۔ پس
 اگر ہماری توبہ قبول ہو تو بہتر ورنہ ہم کہیں چلے جائیں گے۔ پھر ہم نماز صبح سے پیشتر
 آپ کی خدمت میں پیش آئے۔ پس آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کون قوم ہو؟
 ہم نے کہا کہ ہم بھگوڑے ہیں فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لڑائی میں عکاد ہو، میں تمہارا گروہ
 ہوں ہم گروہ مسلمانان ہیں۔ عرب میں محاورہ ہے عکد الرجل پھر امر وجبکہ وہ شخص
 پھرے بعد ازاں لوٹ کر حملہ کرے اور عکاد بمعنی عطاق اور رجاج بمعنی پھرنے
 والے اور لوٹنے والے کے ہے کہا پھر آپ کے پاس آئے اور ہاتھ چومے۔

اور روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جب وہ آئے تو حضرت عمرؓ
 نے ہاتھ چومے اور ابی مرثد غنوی سے روایت ہے کہ کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں آئے پھر میں آپ کی طرف اُترا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا
 اور یہ ہاتھ کے بوسہ دینے میں رخصت جواز ہے ولیکن صوفی کا ادب یہ ہے کہ جب
 اپنے نفس کو دیکھے کہ اس سے افتخار و تغرز کرے یا اپنے وصف کو ظاہر کرے تو
 اُس سے باز رہے اور اگر اُس سے محفوظ رہے تو مضائقہ نہیں کہ ہاتھ کو بوسہ
 دے اور بھائیوں سے گلے ملے بعد ازاں کہ وہ استغفار کر چکے ہوں جبکہ اُس نے
 وحشت سے اُلفت کی طرف رجوع کی اور تفرقہ کے سفر ہجرت سے جمعیت کے
 وطن میں آئے تو نفس کے ظہور سے وہ غریب الوطن اور بعید ہوئے اور نفس
 کی غیبت اور استغفار سے لوٹ آئے۔

اور جس نے اپنے بھائی سے معافی چاہی اور اُس نے قبول نہ کیا تو خطا کی
 اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی بابت وعید آئی ہے۔ جناب

دیتا اس واسطے کہ وہ اپنے ہنوی کے ساتھ کلام کرنا ہے اور قول کی نورانیت قلب کی نورانیت کے موافق ہوتی ہے اور قلب کی نورانیت اس قدر ہوگی جس قدر کہ اُس کو استقامت اور قیام واجب حق عبودیت اور اُس کی حقیقت پر ہوگی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ علماءِ راسخ فی العلم اور مردانِ کامل کی نظر تریاقِ کامل ہے کہ اُن میں سے ایک بھی کسی سچے مرد کی طرف دیکھے تو اپنے چشمِ باطن کی تیز نگاہ سے پالیتا ہے کہ صادق کی حسن استعداد کیسی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطیاتِ خاص کی اہلیت اور قابلیت اُسے کس قدر ہے تو اُس کے قلب میں محبتِ صادق کے مریدوں سے پڑتی ہے اور اُس کی طرف دل سے بنظرِ محبت دیکھتا ہے اور یہ حضرات شکرِ الہی سے تو اپنی نظر سے احوالِ سینہ اور آثارِ مرضیہ جمع کرتے اور دیتے ہیں اور منکرِ قدرتِ الہی سے کیا انکار کر سکتا ہے؟ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بعضے افعی سانپوں میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب اُس نے کسی ایک انسان کی طرف دیکھا تو اپنی نظر سے اُس کو ہلاک کر دیا۔ پس ایک خاصیت اپنے بعض خاص بندوں کی نظر میں رکھی کہ جب وہ کسی سچے طالب کی طرف دیکھے تو اُس کو ایک حال اور حیات عطا کرے۔

اور ہر آئینہ ہمارے شیخِ علیہ الرحمۃ کا یہ حال تھا کہ وہ مٹی کی مسجدِ خیف میں پھرتے تھے اور ایک ایک کا مُنہ دیکھتے تھے۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب انہوں نے کسی شخص کی طرف دیکھا تو اُس کو سعادتِ بخشش تو میں یہ طلب متواتر کرتا ہوں اور ابتداء کے مقاصد سفر سے یہ ہے کہ مالوفات سے انقطاع ہوتا ہے اور معلوم و معمود کی طرف جو میل نفس ہے اُس سے علیحدگی ہوتی ہے اور نفس کو دوستوں اور اہل اور وطن کی مفارقت کی تلخی پانے کی برداشت ہوتی ہے۔ پس جس کے لئے ان مالوفات پر صبر کیا کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے اجر ملے گا تو اُس نے بڑی فضیلت حاصل کی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک مرد نے وفات پائی۔ اُن میں سے جو وہیں مدینہ میں پیدا ہوئے جو اُن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُس کو کھانا ملے تو شیخ کا تصرف ضرور صحت بصیرت سے ہو گا اور منجملہ اُن منشاؤں کے جو اس معاملہ میں شیخ کو ہو یہ بھی ہے کہ نیت اُس کی ہو کہ اُس کو فقراء کی خدمت میں مشغول کرے۔ اس صورت میں جو وہ کھاتا ہے اُس کی خدمت کے عوض میں ہو گا۔

ابو عمرو الزجاجی سے روایت ہے کہ کہا مدت تک میں جنید کے پاس رہا تو مجھے کبھی ہرگز اُس نے نہ دیکھا مگر یہ کہ کسی قسم کی عبادت میں مشغول تھا اور مجھ سے نہ بولے حتیٰ کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جماعت سے مکان خالی تھا تو میں اُٹھا اور کپڑے اپنے اُتارے اور مکان صاف کیا اور پاکیزہ کر دیا اور پانی اُس پر چھڑکا اور طہارت کی جگہ کو دھویا۔ پھر شیخ ادھر آئے اور میرے اوپر گردوغبار پڑا دیکھا تو میرے لئے دُعا کی اور کہا جبرائیل اللہ اور کہا احسنت علیک بہا تین بار اور ہمیشہ مشائخ صوفیہ جو انان نوخیز کو خدمت کی طرف بلا تے ہیں تاکہ بیکاری سے وہ محفوظ رہیں اور ہر ایک کو ایک حصہ معاملہ کا ملتا ہے اور ایک حصہ خدمت کا۔

ابو مخزومہ سے روایت ہے کہ کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے واسطے اذان دینے کا کام مقرر کیا اور بنی ہاشم کے لئے پانی زمزم سے کھینچنا اور پلانا اور بنی عبدالدار کے واسطے دربانی اور اسی کی اقتدار خادموں نے کی تفریق میں فقرا پر کرتے ہیں اور کسی قسم کی خدمت کے ترک میں نہیں معذور ہوتا الا وہ شخص کہ اپنے وقت میں پورا مشغول ہو اور کامل الشغل سے بیماری مراد اعضا و جوارح یعنی ہاتھ پاؤں سے نہیں ہے الا مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ رعایت اور محاسبہ اور دل کے ساتھ اور جسم کے ساتھ ایک وقت اور دل کے ساتھ بدوں جسم کے دوسرے وقت مشغول ہو اور نقصان سے زیادت کی طلب ہو اس واسطے کہ فقیر کا حقوق وقت پر قائم ہونا شغل کامل ہے اور اسی سے نعمت فراغ اور نعمت کفایت کا شکر ادا ہوتا ہے اور بے کاری میں نعمت فراغ اور کفایت کی ناشکری ہے۔

حضرت سمری سقطی علیہ الرحمہ سے سنا گیا کہ کہتے تھے جو شخص قدر نعمت نہیں جانتا اُسے نعمت کا سلب اس طرح ہو جاتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔ اور کبھی شیخ یعنی پیر

دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کو کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ اور ہر اُنینہ صوفیہ کو مری سقطیٰ فرمایا کرتے جس وقت جاڑے گئے اور بہار آئی اور درخت سرسبز ہوئے تو سیر و سفر خوش ہے اور مقاصد سفر سے گنہامی کا قبول کرنا اور لطف قبول کا چھوڑنا ہے تو سچے کا صدق پورا اچھی طرح ہوتا ہے اور خلق سے حسن اقبال نصیب اور کمتر ہے کہ ایک سچا آدمی خواہ اخلاص کے دستہ کو مضبوط تھامے ہوئے اور دل اس کا آباد ہو مگر یہ کہ اس کو اقبال خلق روزن ہوتا ہے یہاں تک کہ بعضے مشائخ سے میں نے سنا ہے کہ وہ بعضے مشائخ سے حکایت کرتے تھے کہ اُس نے کہا میں اپنے پاس خلائق کا آنا چاہتا ہوں نہ اس لئے کہ اپنے نفس کو ہلوی سے بہرہ یاب کروں کیونکہ مجھے پرواہ نہیں کہ وہ لوگ آویں یا جائیں لیکن خلائق کا آنا ایک علامت ہے جو صحتِ حال کی دلیل ہے تو جب اس میں مرید کو استیلا ہو تو وہ اپنے نفس سے امین اس طرف سے نہیں ہوتا کہ اُس پر توجہ اس طرح کرے جس طرح کہ خلق کی طرف مائل ہو۔ اور بسا اوقات اُس پر درمدارات کشادہ ہوتا ہے اور نکوئی کی راہ سے نفس اُس کے سامنے آتا ہے یعنی میں ابرار سے ہوں تب خلق میری طرف رجوع لاتی ہے۔ اور اسباب محمودہ کے اندر آنے کے طریق سے پیش آتا ہے اور اُس میں وجہ مصلحت اور فضیلت کی بندگانِ خدا کی خدمت اور صرف ما حاضر میں اُسے دکھلاتا ہے اور حالانکہ نفس اور شیطان اُس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں سکون الی الاسباب کی طرف اور قبولِ خلق کے مزہ لینے کی جانب اُسے کھینچتے ہیں اور اکثر وہ دونوں اُس پر غالب ہو جاتے ہیں تو بناوٹ اور تصنع کی طرف کشش کرتے ہیں اور چونکہ گناہ والے پر فرق بڑھ جاتا ہے اور وہ اُسی سے نہیں ہو سکتا۔

اور بعضے صالحین کو میں نے سنا ہے کہ اُس نے اپنے ایک مرید سے کہا اب تو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں شیطان شمرات کی راہ سے تجھ تک نہیں پہنچ سکتا مگر خیر کے طریق سے تیرے پاس تک پہنچے گا اور یہ بڑے قدم کے لئے کوشش کی جگہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی سچے کی خبر لیتا ہے۔ جب وہ اس قسم کی کسی بات میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنی عنایت سابقہ اور رعایت لاحقہ سے سفر کی طرف اُس کو

تو اُس کا سفر ضائع نہیں ہے۔

اور نقل ہے جابر بن عبد اللہ نے مدینہ سے مسہر کی طرف مہینے بھر میں ایک حدیث کے لئے سفر کیا اُسے یہ خبر پہنچی تھی کہ انس اُس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتے ہیں اور ہر آئینہ رسول علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلا تو وہ جب تک واپس آئے اللہ کی راہ میں ہے اور اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے السیاحین کہ وہ لوگ طالبان علم ہیں اور ابی ہارون نے روایت کی ہے کہ کہا ہم ابوسعید کے پاس جلتے تو وہ کہتے مر جا ہے۔ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ ہر آئینہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور زمین اطراف سے مرد تمہارے پاس آئیں گے کہ دین کو سیکھیں تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں خیر کے ساتھ یاد کرو اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے علم کا سیکھنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ جس شخص نے علم کی طلب میں سفر کیا اس کے لئے جنت کا راستہ سہل ہو گیا۔ اور ابتداء میں اُس کے مقاصد سے ایک یہ ہے کہ مشائخ اور سچے بھائیوں سے ملاقات کرے۔

پس مرید کے حق میں ہر ایک سچے اور صادق کی ملاقات سے ترقی ہے اور کبھی مردوں کا دیکھنا اُسے نفع دیتا ہے جیسے کہ اُس کو مردوں کا قول نفع کرتا ہے اور تحقیق بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص کا دیکھنا تجھے نفع نہ دے تو اُس کا کلام تجھے فائدہ نہ دے گا۔ اور اس قول میں دو وجہ ہیں ایک یہ ہے کہ صدیق مراد ہے فعل کی زبان سے صادق قول کے ساتھ کلام اس سے زیادہ کرتا ہے جو قول کی زبان سے اُن کے ساتھ کلام کرے تو جب سچا آدمی اُس صدیق کی چلت بھرت کی طرف نگاہ کرے اُس کے جانے اور آنے اور اُس کی خلوت اور خلوت اور کلام اور سکوت میں کچھ اس پر نظر کرنے سے نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ اُس کے دیکھنے کا ہے اور جس کے احوال اور افعال ایسے نہ ہوں تو اُس کا کلام بھی نفع نہیں

اپنی اداوت کے مقام کا التزام کرتا ہے اور جو اُسے عادت سے پھیرتا ہے اُس کی صحبت میں رہتا ہے اور ہر اُمینہ شبلی علیہ الرحمۃ حصری کو کہا کرتے جبکہ اُس کا امر ابتدائی تھا کہ تیرے دل میں اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اللہ تعالیٰ کے سوا گزرے حرام ہے تیرے اوپر کہ تو میرے پاس آئے تو جس کو ایسی صحبت نصیب ہو اُس پر سفر حرام ہے اس واسطے کہ ہر ایک سفر اور فضیلت سے جو اُسے متصور ہے اُس کے لئے یہ صحبت بہتر ہے اور ابو بکر زقاق سے مروی ہے فرماتے تھے کہ مرید مرید نہیں ہوتا جب تک کہ فرشتہ بائیں طرف کا میں برس تک کچھ اُس کا نہ دیکھے۔ پھر جس کو اُس شخص کی صحبت نصیب ہو جو ایسے اعلیٰ احوال اور مقاصد بلند کی جانب بلائے اُس پر مفارقت اور سفر کرنا حرام ہے بعد اُس کے جبکہ ابتداء میں لزوم صحبت اور حسن اقتدار سے مطلب اُس کا مضبوط ہو گیا اور احوال سے سیراب اور مردانِ خدا کے درجہ کو پہنچ گیا اور آبِ حیات کے چشمے اُس کے دل سے جاری ہوئے اور نفس اُس کا سعادتوں کا لینے والا تو رحمتِ الہی کی خوشبو اطرافِ شہر اور اکنافِ زمین میں پتے بھائیوں کے سینوں سے سونگھتا ہے ملاقاتوں کی طرف گردن اٹھاتا ہے اور دنیا کی سیر کے لئے اٹھتا ہے اللہ تعالیٰ شہروں میں سیر کرتا ہے تاکہ بندگانِ خدا کو اُس سے فائدہ پہنچے اور اہل صدق کے اسرار اُس کے حال کے مقناطیس سے نکلنے ہیں اور حق نمایوں کے مشتاقوں کی خواہشیں کھلتی ہیں اور دیوں کی زمین میں فلاح کا تخم بروتا ہے اور اہل صلاح اُس کے کلام اور صحبت سے بکثرت ہو جاتے ہیں اور یہ مثال ہے اُس رہنمائے اُمت کی جو انجیل میں ہے :

کز ع اخرج شطاً فاذره فاستغظ فاستواہ علی سوقہ
یعنی جیسے کھیتی جس نے برگ و بار اپنے نکالے پھر اُس کی پشت قوی کی پھر فرہ ہوا
پھر اپنی ساقوں پر کھڑا ہوا بعضے کی برکت بعضے کو پہنچتی ہے اور ایک کے احوال
دوسرے میں سرایت کرتے ہیں اور ورثہ کا طریق آبادی اور فائدہ رسانی کا پھر پرا
لہرانا ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر اُمینہ رسول اللہ

نے نماز پڑھی۔ بعد اُس کے فرمایا کاش! اپنی پیدائش کے مقام کے سوا کہیں اور میرا
لوگوں نے کہا اور یہ کیوں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا مردِ جب پر دس میں
مَرْتا ہے تو اُس کے لئے اُس کے مولد سے اُس کے انتہا کے قدم تک جنت سے
اندازہ کیا جاتا ہے اور مقاصد سفر سے یہ ہے کہ نفوس کے دقیقے کھل جاتے ہیں
اور اُن کی رعنائیں اور دعویٰ نکلتے ہیں اس واسطے کہ اُس کی حقیقتیں بغیر سفر کے
قریب انکشاف نہیں ہیں اور سفر کو اسی واسطے سفر کہتے ہیں کہ اخلاق کو وہ ظاہر کر
دیتا ہے اور جب وہ اپنے مرض سے واقف ہوا تو اُس کے علاج کو تیار ہوتا
ہے اور کبھی سفر کا اثر بتدی کے نفس میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ نوافل کا اثر نماز
روزہ اور تہجد وغیرہ سے ہوتا ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ نفلِ خوان سیر و سفر
کرنے والا اللہ کی طرف غفلت کے قربات کے مقام تک ہے اور مسافر مسافین
قطع کرتا ہے اور دشت و بیابان میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس نیت سے سیر
الی اللہ خلاف ہوئے اور لذاتِ دُنیا کرتا ہے۔

اور علی بن عبدالرحیم سے منقول ہے کہ میں نے نوری سے سنا کہ تمہارے
تصوف تمام حظوظِ نفسانی کا ترک ہے تو جب بتدی شرطِ نفس کو چھوڑ کر سفر کرتا ہے
تو نفس قراہ کپڑتا ہے اور نرم ہوتا ہے جس طرح دوامِ نوافل سے ملائم ہوتا ہے
اور سفر سے اُس کے لئے ایک دباعث ہوتی ہے جس سے سختی اور خشکی پیدائشی
اور عفونتِ طبعی جاتی رہتی ہے جس طرح کہ جلد کی صورت سے جلد کپڑے کی صورت
ہو جاتی ہے نفسِ طغیان کی طبیعت سے ایمان کی طبیعت پاتا ہے اور سفر کے
مقاصد سے بھی آثار اور عبرت کا دیکھنا اور فکروں کی چراگاہوں میں نظر کا پھرانا اور
زمین اور پہاڑوں کے ٹکڑوں کا اور مردوں کے قدم کا جو لانا گاہ دیکھنا اور جانات
کے ذروں سے سبحان اللہ کا سُنا اور اقطاعِ ہمسایہ کی زبان حال سے سمجھنا۔
ہر آئینہ آیاتِ عبرت ہائے مستودع کے تجدد سے بیداری اور ہوشیاری تازہ ہوتی
ہے اور مواقعِ مشہود کے نظارہ سے شواہد اور دلائل بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تم
نے فرمایا ہے قریب ہے کہ ہم انہیں دُنیا میں اور اُن کے نفوس میں اپنی نشانیاں

اسے صورتوں کی زیارت کیا نفع بخشنے۔

روایت ہے کہ ذوالنون مصری نے بائزید کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا اُس سے کہو یہ خواب اور راحت کب تک حالانکہ قافلہ کوچ کر گیا۔ بائزید نے قاصد سے کہا کہ میرے بھائی سے کہہ دو کہ مرد وہ ہے جو تمام رات سوتا رہے اور صبح قافلہ سے پیشتر منزل پُر کرے۔ ذوالنون نے کہا اُسے مبارک ہو یہ وہ کلام ہے جس کو تمہارے احوال نہیں پہنچتے۔ اور بشر کہتے تھے اے قرآن کے گروہ میرے سفر کرو۔ خوش رہو کہ پانی جب کہیں نہ زیادہ ٹھہر جائے تو اُس میں تغیر آجاتا ہے۔ اور روایت ہے کہ بعض نے اس کلام پر کہا ہے دریا سمندر بن جاؤ تاکہ تغیر نہ آوے اور ہر گاہ کہ مرید سیر باطن کی مداوت نفس امارہ کے قطع مسافت سے کرتے تھے کہ اُسکے منازلِ آفات کو طے کرے اور اُس کے اخلاق مذمومہ کو محوودہ سے بدلے اور بصدرق و اخلاق اللہ تعالیٰ کے پیش آمد سے ملے تو اُس کے لئے سب متفرقات جمع ہوں گے اور سفر سے زیادہ حفر میں اسے فائدہ ہوگا۔ اس واسطے کہ سفر ماندگی اور زحمت اور تشویش اور حوادث اور مصائب سے خالی نہیں ہوتا کہ ناتوانوں کو اُن کی سیاستیں معلوم کر کے ضعف از سر نو تازہ ہوتا ہے اور بجز تازہ و توانا لوگوں کے دوسرے شخص اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ سفر کے مصائب جدید پر علم کو مسلط کرے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا جو ایک مرد کو اچھا جانتا تھا کیا اُسے صحبت پڑی ہے ایسے سفر میں جس کے ساتھ اُس کے اخلاق کریمہ پر استدلال کی جائے کہا نہیں۔ فرمایا تو میں تجھے نہیں سمجھتا کہ اُسے تو جانتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ جب اپنے بندہ کو اُس کے ابتدائی حال میں تشویش سفر سے بچائے اور ہمت باندھنے اور حسن اقبال سے حفر میں ممتنع اور مستفید کرے اور مردان راہ سے ایسے شخص کو اس کی طرف بھیجے جس سے صلاح حال سیکھے تو پس اُس پر احسان کیا اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ معروجا و یرزقہ من حیث یرید یتسبب کہ یہ وہی مرد اللہ کی طرف لوٹا ہوا ہے کہ اُسے کوئی مشکل امر دینی سے پیش آوے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایسے شخص کو بھیج دیتا ہے جو اُسکی

اکھیڑ لے جاتا ہے تو وہ آشناؤں سے اور اُس محال سے جہاں یہ دروازہ اُس پر کشادہ ہوتا ہے تو سفر میں نکلنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجرد اور مفرد ہو جاتا ہے اور یہ ایک نہایت اچھا مقصد ہے جو صادقین کو سفر میں حاصل ہوتا ہے۔

پس یہ تمام مقاصد وہ ہیں جو مشائخ کو علاوہ حج اور غزوہ اور زیارت بیت المقدس کی ابتداء میں مطلوب ہوتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ ابن عمر بیت المقدس کے قصد سے باہر مدینہ سے نکلے اور اس میں پانچوں وقت کی نماز پڑھیں پھر اُس کی صبح کو جلد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ ابتدائے امور کے استحکام سے صادق پر احسان کرے تو سفروں کی طرف اُس کا منہ پھیرتا ہے اور عبرت لینے کا حصہ اُسے عطا کرتا ہے اور وہ اپنی ضرورت کے موافق علم سے اپنا نصیب لیتا ہے اور صالحین کے قرب سے فائدہ اٹھاتا ہے اور متقیوں کے حال مشاہدہ کرنے کے فائدے اُس کے دل میں نقش ہو جاتے ہیں اور مقربانِ درگاہِ الہی کی معرفت کی خوشبو سونگھنے سے باطن اُس کا معطر ہو جاتا ہے اور اہل اللہ اور خاصانِ بارگاہ کی نظر کی حمایت اور احوالِ نفس کے امتحان سے قلعہ میں ہو بیٹھتا اور سفر اُس کی عادات و اخلاق کے دہینہ اور مخفی خواہشیں ظاہر کر دیتا ہے اور خلق کی نظر اُس کے باطن سے ساقط ہو جاتی ہے اور وہ مغلوب ہو جائے گا غالب نہ رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے کے لئے فرمایا ہے۔ پس میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا جب تم سے میں ڈرا تو مجھے میرے پروردگار نے حکم بخشا اور مجھے بنی مرسل بنایا۔

پس اب اُسے اللہ اُس کے مقام کی طرف پھیرتا ہے اور بڑی بخشش سے اُس کی امداد کرتا ہے اور متقیں کا اُسے امام بنانا ہے جس کی اقتدار کی جائے اور مؤمنین کا پیشوا بنانا ہے جس سے ہدایت لی جائے اور جو کہ ابتداء میں مقیم اور انتہا کو سیاح مسافر ہوا۔ وہ ایسا شخص ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اُس کے ابتدا حال میں صحبت میں میسر کر دیتا ہے اور ایک شیخ عالم اُس کے لئے مقرر کرتا ہے جس کی شہادت سے وہ چلتا ہے اور تحقیق کے منازل پر اُسے چڑھاتا ہے تب وہ

صحیح کرنے پر قادر نہیں اور سفر پر آمادہ خوشی اور حیلے نفسانی کرتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ داعیہ حق ہے اور داعیہ حق اور داعیہ نفس میں تمیز نہیں کرتا اور یہ شخص صحت نیت کے علم میں محتاج اُس علم کا ہے جس سے خطروں کو معلوم کرے اور خطروں کی شرح اور اُس کا علم ایک باب جداگانہ کافی نفسہ محتاج ہے اور ہم آپ اُس کی طرف ایک رمز سے اشارہ کرتے ہیں جسے وہ شخص ادراک کر لے گا جسے اس میں سے کچھ پیش آیا ہوگا۔ اس واسطے کہ اکثر اُس کے علم اور معرفت سے دُور ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ہم نے جو نشاطِ نفس کا ذکر کیا ہے وہ فقیر کے لئے اکثر امور میں پیش آتی ہیں۔ اس واسطے کہ کبھی کبھی فقیر باغ اور بیابانوں میں نکل جانے کے سبب آرام اور راحت پاتا ہے جو دوسرے وقت اُسے نظر ہوتی ہے اور ہر چند اُس کے لئے موجبِ خوشدلی کا ایک وقت میں ہو۔ اور سبب اس خوشدلی کا اس وقت یہ ہوتا ہے کہ نفس اپنی غرض پوری ہونے اور بیابان کی سیر اور تفریح ملنے سے پھیلتا اور چھوٹتا ہے اور جس وقت وہ پھیلا اور پھولا تو وہ قلب سے دُور ہو جاتا ہے اور اُس سے قطع اپنی خواہشوں کی شرمق میں کرتا ہے تو قلب کو تفریح ہوتی ہے نہ بیابان سے بلکہ اس وجہ سے کہ نفس اُس سے دُور ہوا ایسے شخص کی طرح جس کے پاس سے ہمنشین اُس کا جو اُس پر گراں تھا جدا ہو گیا۔ بعد ازاں جبکہ فقیر اپنے گوشہ کی طرف پھرا اور اپنے معاملہ کے دفتر کو کھولا اور اپنے حال کے قاعدہ کو جدا کیا تو نفس کو قلب کے پاس پایا ایک مزید گرانی کے ساتھ جو اُس کے ملال اور اُس سے عاجز ہونے کے موجب ہوتی ہے اور جس قدر اُس کی گرانی زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر قلب مگر ہوتا ہے اور سبب اُس کی زیادہ گرانی کا یہ ہے کہ اُس کو خواہشوں کے پانے کے لئے چھوٹ دیا تو بیابان کی طرف جانا عین مرض ہو جاتا ہے اور فقیر یہ سمجھتا ہے کہ وہ تفریح اور دوا ہے۔ پس اگر تنہائی اور خلوت پر صبر کرتا تو نفس تو زیادہ گداز ہوتا اور سبک اور لطیف ہو جاتا اور قلب کے لئے ایک نیک مصاحب ہو جاتا جس کو یہ گراں نہ معلوم ہوتا اور اسی پر قیاس تفریح کا مسافرت کے ساتھ ہوتا ہے تو نفس کیلئے تفریحات کے وہم کی طرف جتیں اور گود پھاند ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سیدھی راہ کی طرف بلایا اُسے ثواب اُسی قدر ملتا ہے جتنے ثواب کہ تابعین کو ملیں اور اُن کے ثوابوں سے پھر ثواب کچھ نہیں گھٹاتا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اُس پر گناہ اُس کے توابعین کے گناہوں کے برابر ہوتا ہے کہ یہ گناہ اُن کے گناہوں کو نہیں کم کرتا لیکن جو مقیم ہوا اور سفر کیا ہی نہیں۔ یہ ایسا ایک شخص ہوتا ہے جسے حق تعالیٰ پرورش کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے اور خیر کے دروازے اُس پر کھولتا ہے اور اپنی عنایت سے اُس کو کھینچتا ہے اور ہر آئینہ خبر میں وارد ہے کہ جذبات الہی سے ایک جذبہ دو جہان کے عمل کا مقابلہ کرتا ہے۔ ازاں بعد جبکہ اُس سے صدق معلوم ہو اور حاجت اُس کی ایسے شخص کی طرف دیکھے جس سے یہ نفع اُٹھائے کسی ایک صدیق کو اُس کی طرف رواں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے اُس کی مدد کرتا ہے اور اُس کا فوز اور تدارک اپنے دیکھنے اور باور کرنے اور قوت سے حل کرتا ہے اور اسے کمال اہلیت کے لئے تھوڑی صحبت صاحب اور محبوب کی کافی ہو اور سنت الہی کا اجر اور رسم حکمت قائم رکھنے کے لئے اسباب کے عطیے حق میں حاجت تھوڑی صحبت کی ہے۔ اور ہوشیار بیدار بہت کے واسطے تھوڑی کے ساتھ ہو اور صحبت قلیل اُسے بہت سے مشاہدہ اور سیر و سفر سے مستغنی کر دے اور سفر ہائے دراز سے وہ خطر وافر استفار پر اکتفا کرے اور آئنا اور عبرت دیکھنے کو شعاع انوار سے بدلتا ہے جیسا کہ بعضوں نے کہا مثل ہے کہ آنکھیں کھولو اور دیکھو اور میں کہتا ہوں آنکھیں بند کرو اور دیکھو۔

بعض صالحین کو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت ایسے بندے ہیں جن کا طور سینا اُن کے گھٹنے ہیں زانوؤں پر اُن کے سر ہیں اور وہ قرب کے مقامات میں ہیں تو جس کی ظلمت تنہائی اور خلوت میں آب حیات اُس کے خاطر جوش کر رہا ہو وہ ظلمات میں جا کر کیا کرے اور جس کی شہود کی لپیٹ میں آسمانوں کے نوطبق سمائے ہوتے ہوں تو آسمانوں میں آنکھیں پھیر کر کیا کام بنائے اور جس کی آنکھ کی سیاہی نے آنکھوں کے متفرقوں کو جمع کر لیا یا بانوں کے چلنے سے اُس کو فائدہ کیا ملے اور جو اپنی فطرت کی خوبی سے ارواح کے جھمگٹوں میں جا پہنچا

کی تعلیم سے ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تعلیم استخارہ کی ہم کو دیا کرتے جس طرح کہ کلام اللہ کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ کہا جب تم میں سے کوئی کسی بات کا قصد کرے یا کسی بات کو چاہے تو دو رکعت سوا فرض کے پڑھے۔ پھر یہ کہے :-

اللهم انى استخبرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك
من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم
وانت علام الغیوب۔ اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر یسمیہ
بعینہ خیرا فی دینی و معاشی و عاقبة امری و قال عاجل امری
و آجله فاقدره لی ثم بارک لی فیہ و ان كنت تعلم شرالی ذلک
فاصرفه عنی و اصرفنی عنه و اقدر لی الخیر حیث کان -

ستارہواں باب

اُن چیزوں کے بیان میں ہے جن کی طرف صوفی کو فرائض اور فضائل سے سفر میں احتیاج ہے؟

سوفیہ کے مسائل کو کتب فقہ میں مذکور ہوئے ہیں اور اس کے لئے یہ کتاب
موضوع نہیں ہے لیکن ہم اُن کو اس واسطے کہ احکام شرعیہ کے ذکر سے ہیں جو کہ بڑبذیاد
ہے برکت لینے کے لئے بسبیل اختصار بیان کرتے ہیں۔ صوفی مسافر کے لئے علم تیمم اور
مسح موزہ اور قصر اور جمع نماز سے چارہ نہیں ہے لیکن تیمم مریض اور مسافر کے لئے
جنابت اور حدث میں جبکہ پانی نہ ہو یا نفس یا مال کے تلف یا مرض کے بڑھنے کا خوف
ہو بنا برقول صحیح مذہب کے یا اُس کے یا اُس کی سواری یا زینت کی پیاس کی وجہ سے
ضرورت پانی کی ہو جائز ہے اور ان تمام احوال میں تیمم سے نماز پڑھے اور دوسری
دفعہ اُس پر نماز واجب نہیں ہے اور جاڑے کا ڈر ہو تو تیمم سے نماز پڑھے اور
صحیح تریہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے اور تیمم جائز نہیں مگر اس شرط سے کہ پانی کو

مشکل حل کر دے۔ پس جبکہ شروع کی شرطوں پر اُس کا قدم جم گیا تو بغیر سفر کئے قیام گاہ میں انتہا کے ثمرات روزی ہوں گے۔ اس صورت میں حضر کے اندر سترقر اول اور آخر رہتا ہے اور اس مقام میں صالحین کی ایک جماعت ٹھہرائی گئی ہے اور جو شخص ہمیشہ سفر کرتا رہے تو اُس نے اپنے قلب کی اصلاح اور صحت حال اسی میں دیکھی ہے اس میں سے بعض کا قول ہے کہ اس میں توحید کر کہ ہر ایک رات کو تو ایک مسجد کا سمان ہو اور تو وفات نہ پائے مگر دو منزلوں کے درمیان میں۔

ابراہیم خواص اسی طبقہ سے تھے کہ ایک شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے اور اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر چالیس دن سے زیادہ قیام کرے تو اُس کے توکل میں خرابی آئے سو لوگوں کا علم اور اُن کی معرفت جو اُس سے تھی اُس کو سب دیکھتا اور جانتا تھا اور اُس سے حکایت ہے کہ میں ایک جنگل میں گیا رہ دن بغیر کھانا کھائے رہا اور میرے نفس نے تاک لگائی کہ جنگل کی گھاس کھائے تو میں نے سبزی کو دیکھا کہ میرے سامنے چلی آتی ہے۔ میں اُس سے بھاگا پھر مڑ کر دیکھا تو وہ مجھ سے پھر گئی تھی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں اُس سے بھاگے تھے؟ کہا میرے نفس نے کہا تھا کہ وہ میری فریاد کو پہنچے گا تو یہ لوگ اپنے دین کے ساتھ بھاگنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک غرباء ہیں اصحاب نے پوچھا وہ غرباء کون ہیں؟ فرمایا جو اپنے دین کے ساتھ بھاگنے والے ہیں، تو عیسیٰ بن مریم کے پاس قیامت کے دن جمع ہوں گے اور یہ سب احوال مختلف ہیں اور ان احوال کے آدمی وہ ہیں کہ صحت اور حسن نیت مع اللہ کی پیروی کی اور حسن نیت صدق کی مقتضی ہے اور صدق بعینہ محمود ہے چاہے کسی طرح احوال بدلے۔ پس جو کوئی سفر کرے اُسے چاہیے کہ اپنے احوال کی تفتیش اور اپنی نیت کو صحیح کرنے اور نیت کے خلوص پر آمیزش نفس سے کوئی قادر نہیں مگر جو شخص کہ علم کثیر اور تقویٰ کامل اور دنیا میں تہد کا بڑا حصہ رکھتا ہو اور جو کوئی پوشیدہ ہوئی کو نخل میں دباٹے ہوئے ہو اور نہ ہد میں انتہا کو نہ پہنچا ہو وہ نیت کے

وضو جانے سے موزہ پہننے کے بعد ہے نہ کہ موزہ پہننے کے وقت سے ہے اور موزہ پہننے کے وقت نیت کی حاجت نہیں ہے بلکہ احتیاج کمال طہارت تک ہے تا آنکہ ایک موزہ اگر پہن لیا ہو قبل اس کے کہ دوسرا موزہ پہنے تو موزہ پر مسح درست نہیں ہے اور موزہ میں ٹھٹھ سے کہ پئے درپئے اُس پر چلنا ممکن ہو اور فرض کا محل چھپ جائے اور ہلکا مسح موزہ کے اوپر سے کافی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ موزہ کے اوپر بلا تکرار صحیح مسح کرے اور جبکہ مدت کے گزرنے یا محل فرض زیادہ جگہ کھلنے سے مسح کا حکم جاتا رہے اگرچہ اُس پر لفافہ اور لپیٹ اور وہ باطہارت ہو تو دونوں پاؤں دھولے بنا بر مذہب اسی کے بروں اس کے کہ دوبارہ وضو کرے اور مسح والا سفر کے اندر کا اگر مقیم ہو جائے تو مسح ایسے ہی کرے کہ جیسے حجر میں کرے اور اسی طرح مقیم اگر سفر کرے تو مسافر کی طرح مسح کرے اور نماز اگر حجاب سے ملا ہو اور اُس پر رجوتنا پہن لیا تو مسح اُس پر جائز نہیں اور یحیٰ نہ کر وہ کٹے ہوئے پر مسح درست ہے۔ اگر اس سے محل فرض چھپ جائے اور اوپر کی بناوٹ والے پر جس سے کچھ پاؤں ڈھکا اور باقی لفافہ ہو جائز نہیں ہے۔ لیکن قصر اور جمع تو ظہر اور عصر میں جمع دونوں سے ایک کے وقت کرے اور ہر ایک کے لئے تیمم کرے اور کلام وغیرہ سے اُن میں سے فصل نہ کرے اور اسی طرح مغرب اور عشاء میں جمع ہے اور مغرب میں کچھ قصر نہیں بلکہ اُن دونوں کو ایسے ہی ادا کرے جس طرح بلا قصر و جمع پڑھتے ہیں اور سنت مؤکدہ کو دو سنت میں جمع کر کے ظہر اور عصر کے فرائض سے پہلے پڑھے اور جب دونوں فرائض سے فادع ہو تو جو ظہر کے فرض کے بعد پڑھتا ہے۔ دو رکعت یا چار پڑھے اور جب فرض مغرب اور عشاء پڑھ چکے تو اُس کی سنتیں مؤکدہ پڑھے اور دونوں کے بعد وتر ادا کریں۔

اور سواری پر فرض کا ادا کسی حال میں جائز نہیں ہے الا نمازی کے لئے جب کہ لڑائی برابر جاری رہے اور یہ سن مؤکدہ اور نوافل میں بھی جائز ہے اور سواری کی پشت پر نماز باقی ہے اور رکوع اور سجود میں اشارہ اور سجود کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچے ہوا جب کہ وہ ممکن پر قادر ہو مثلاً جبکہ کجاوہ میں ہو یا اور کسی چیز میں ہو اور

تو جو اس نکتہ کو جانتا ہے تو وہ ایسے مستعار تفریحات پر جن کا انجام خراب ہے
 غرہ نہیں ہوتا اور نہ اُس کے گزند سے بے خوف رہتا ہے اور خطرہ سفر کے ظہور پر
 ثابت قدم رہتا ہے اور اُس خطرہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اُس کو نفس اور اُس کے نشاط
 پر بظن کر کے بے التفاتی سے ترک کر دیتا ہے اور اسی قبیل سے ہے۔ واللہ اعلم
 قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہر آئینہ آفتاب شیطان کی دو شاخ کے دریا
 سے طلوع کرتا ہے سو نفس کے لئے آفتاب نکلنے وقت جست اور اچھل کود ہوا کرتی
 ہیں اور یہ برجستگی اور برجستگی ان کو ہوتی ہے جن کو تکیہ نفس سے مزاج اور
 طبیعت پر ہوتا ہے اور اُس کی شرح طولاتی اور گہری ہے اور اسی قسم سے صبح کے
 وقت بیمار کے مرض میں خفت اور کمی ہوتی ہے بخلاف اوقات شام کے سو نفس کا
 اہتراز اور ابتراج قلب کی امنگ اور انگیزگی کی شکل پر ہو جاتا ہے اور بہت سے
 آفات اس قسم کے فقیر پر ہوتے ہیں اور اکثر داخل میں اہتراز نفس سے دخل پاتے
 ہیں اور گمان ہوتا ہے کہ یہ قلب کی جست و خیز کا حکم ہے اور اکثر اوقات اُسے
 دکھلائی پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حملہ کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ کہتا ہے
 اور اللہ کے ساتھ جنبش کرتا ہے۔ سو وہ حال یہ ہے کہ نفس کی جست اور خیز میں
 مبتلا ہوتا ہے اور یہ اشتباہ انہی کو واقع ہوتا ہے جو اہل قلوب اور اصحاب
 احوال ہیں اور جو صاحب دل اور صاحب حال نہیں ہیں اور اس سے معزول ہیں
 اور یہ ایک قدم کی لغزش گاہ ہے کہ عوام کو نہیں بلکہ خواص کے ساتھ مختص ہے سو
 اس کو جان رکھو اور یہ ایسی بات ہے جس کا علم نادر اور نایاب ہے اور جنبش و سفر
 کی مبادی میں صحیح وجہ پانے کے لئے ادنیٰ مراتب فقرا سے یہ ہے کہ استخارہ کی نماز
 پہلے ادا کرے اور یہ نماز استخارہ کی متروک نہیں ہوتی اور اگر فقیر کے لئے خطہ کی
 صحت یا سفر میں مصلحت کی وجہ ایک بیان کے ساتھ جو واضح رہے ظاہر ہو تو قوم کے
 لئے علم کے بیان میں بابت صحت خطہ بہت مراتب ہیں اور اس قسم کے جو بڑھ کر اس
 سے ہیں تو ان سب میں نماز استخارہ نہیں فرو گذاشت کی جاتی۔ اسی واسطے کہ یہ
 اتباع سنت ہے اور اس میں برکت ہے اور وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زاد راہ اپنی پشت پر لدا کرتا اور ایک رات مینہ برسنا تو تمام رات عبد اللہ اپنے رفیق کے سر پر کھڑا رہ کر اُسے اپنی چادری کے ساتھ مینہ سے بچھاتا تھا اور جب کبھی ابا علی کہتے کہ ایسا نہ کرو تو وہ کہتے کیا میں امیر نہیں ہوں اور تیرے اوپر میری اطاعت اور انقیاد واجب ہے لیکن اگر امیر چند فقرا کو اپنے ساتھ رکھے اس خواہش سے کہ وہ اسکی اطاعت کریں اور غرض سرداری اور تعزز ہوتا کہ اُن لوگوں پر جو خادم خانقاہ میں تسلط کرے اور اُس کا نفس اپنی مراد کو پہنچے تو یہ ارباب ہوی کی کا طریق ہے جو جاہل ہیں اور صوفیہ اس طریق کے خلاف ہیں اور وہ ایسے شخص کا راستہ ہے جو دنیا کا جمع کرنا چاہتا ہے تو اپنے نفس کے لئے رفیق لوگ حاصل کرتا ہے جو دنیا کی طرف مائل ہیں جمع اس لئے ہوتے ہیں کہ نفس کے اغراض حاصل کریں اور جاہل دنیا اور ظالموں پر دخول پیش نظر رکھتے ہیں کہ مطالب نفس کی تحصیل کا توسل ہو اور یہ اُن کا جمع ہونا خالی اس سے نہیں ہوتا کہ صفت میں غور کریں اور مقامات مکروہ میں داخل ہوں اور خانقاہ کی آمدنی بڑھے اور فائدہ اور تفریح حاصل ہو اور جب کبھی خانقاہ میں غول زیادہ ہو تو مقام کو چوڑا چکلا بنا دیں ہر چند کہ دین کا سامان مشکل ہو اور جب کبھی آمدنی میں قلت ہو جائے تو خانقاہ سے سفر کرے اگرچہ دین کے اسباب آسان ہوں اور یہ صوفیہ کا طریق نہیں ہے۔

اور استحبات سے ہے کہ اپنے بھائیوں کو رخصت اور وداع کریں جب وہ سفر کا ارادہ کریں اور اُن کے لئے وہ دعا مانگیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ مدینہ تک گیا پھر جب اُس سے مفارقت کرنا چاہا تو میری مشایعت کی یعنی تھوڑی دُور ساتھ چلے اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند ہر آئینہ جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کسی چیز کو امانتا کیا تو اُس نے حفاظت اُس کی فرمائی اور میں اللہ کو تیرا دین اور امانت اور تیرے عمل کا خاتمہ سپرد کرتا ہوں۔

اور زید بن القم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے جب تم سے کوئی سفر کرے تو چاہیے کہ اپنے بھائی کو

مواضع طلب میں ڈھونڈنے اور مواضع طلب وہ جگہ ہیں جہاں مسافر اپنی منزل میں لکڑی اور گھاس کے ڈھونڈنے میں چلتا پھرتا ہے اور وقت کے آنے کے بعد طلب ہوتی ہے اور اس میں چھوٹا سفر بڑے سفر کی مثال ہے اور اگر تیمم سے آخر وقت میں پانی کے یقین پر پڑھے مذہب صحیح کے موافق جائز ہے اور جب تیمم سے نماز ادا کی تو دوبارہ نہ پڑھے اور اگر وقت باقی ہو تو پانی ملنے کا وہم ہو تو اس وقت تیمم جاتا ہے گا مثلاً جبکہ کارواں وغیرہ آتا ہوا نظر پڑا اور اگر نماز کے درمیان پانی نظر آیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس پر اعادہ اس کا ہے اور نماز سے اس کا باہر آنا اور از سر نو نماز کا وضو سے ادا کرنا مذہب صحیح کے دو مسے مستحب ہے اور فرض کے لئے وقت کے آنے سے پہلے تیمم نہ کرے اور ہر فرض کے لئے تیمم کرے جب تک چاہے نوافل ایک تیمم سے پڑھے مگر نفل کے تیمم سے ادائے فرض جائز نہیں اور جو کوئی پانی اور مٹی نہ پائے تو نماز ادا کرے اور نماز کا اعادہ کرے جب کوئی چیز ان دونوں میں سے پائے مگر محدث یعنی بے وضو ہو تو کلام مجید کو نہ چھوئے اور اگر جنب ہو یعنی محتاج غسل ہو تو نماز میں قرآن کی قرأت نہ کرے بلکہ قرأت کے عوض ذکر اللہ تعالیٰ کا کریں اور تیمم نہ کرے مگر پاک مٹی سے جو ریت اور چونہ سے ملی نہ ہو اور غبار سے جو حیوان اور لباس پر پڑا ہو اس سے تیمم جائز ہے اور تیمم کے وقت بسم اللہ کہے اور نماز کے مباح ہونے کی نیت کرتے قبل اس کے کہ مٹی پر ہاتھ مارے اور منہ پر ہاتھ پھیرے کے لئے انگلیوں کو ملائے اور مسح مارے منہ پر کرے اس واسطے کہ اگر فرض کے محل سے کچھ بھی مسح سے باقی رہ جائے گا تو تیمم صحیح نہ ہوگا اور ایک تھپی کھلی انگلیوں کے ساتھ ہاتھوں کے واسطے لگائے اور فرض کی جگہ سب مٹی سے ہاتھ پھیرے اور اگر بغیر دو مرتبہ یا زیادہ کے نہ ہو سکے جس طرح ممکن ہو۔

ضروری ہے کہ فرض کی جگہ مٹی کو پہنچائے اور مسح کرے جب فارغ ہو ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی سے حتیٰ کہ دونوں پر مسح ہو جائے اور دائرگی کے نیچے تک ہاتھ کو پھیرے بدوں اس کے کہ بال نکلنے کے مقاموں تک مٹی کو پہنچائے اور موزہ کا مسح تین دن رات سفر میں اور ایک دن رات حضر میں ہے اور مدت کی ابتدا

کسی منزل میں نہیں اُترتے مگر یہ کہ دو رکعت کے ساتھ اُس کو وداع کرتے سوچا جائے کہ ہر ایک منزل اور خالقہ کو جن سے کوچ کرنے دو رکعت کے ساتھ وداع کرنے اور سوار مرکب پر ہو تو یہ کہے :-

سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين بسم الله والله أكبر
توكلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اللهم انت
الحامل علی الظلم وانت المستعان علی الاموس۔

اور سنت یہ ہے کہ صبح کے وقت منزلوں سے کوچ کرنے اور جمعرات کے دن تشریح کرے۔

کعب بن مالک نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن کے سوا کتر سفر کے لئے باہر جاتے اور آپ جب کبھی چاہتے کہ لشکر بھیجیں تو دن کے اول وقت میں روانہ فرماتے اور مستحب ہے کہ جب منزل کے قریب پہنچے تو یہ کہے :- اللهم رب السموات وما اقلن ورب الارضين وما اقلن ورب
الشیاطین وما اضلن ورب الرياح وما ذریں ورب البعاد وما جریں اسالک
خیر هذا السنزل وخیر اهلہ واحوذ بک من شر هذا السنزل واهله۔

اور جب اُترے تو دو رکعت نماز پڑھے اور جو مسافر کے ساتھ چار چیزیں
چاہئیں اُن میں سے ایک طہارت کا برتن ہے۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم خواص کے ساتھ
چار چیزیں ہمیشہ سفر اور حضر میں لہتی تھیں۔ لوٹا، رسی، سوئی مع دھاگہ اور قینچی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب سفر کرتے تو پانچ چیزیں اپنے ساتھ رکھتے آئینہ اور سرمہ دانی اور استراہ،
مسواک کنگھی اور ایک روایت میں ہے مقرض اور صوفیہ کے پاس سے عصاء
بھی جدا نہیں ہوتا۔ اور وہ بھی سنت سے ہے۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے اگر میں نے منبر اختیار کیا،
تو ابراہیم نے اسے اختیار کیا ہے اور جو عصاء اختیار کروں تو ابراہیم اور موسیٰ نے اسے
اختیار کیا ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی نے

منہ اُس کا طریق کی طرف رو قبیلہ ہونے کے قائم مقام ہو اور راستہ کے سوا اُس کا منہ نہ کرے مگر قبیلہ کی طرف حتیٰ کہ اگر سواری کو اس سمت سے جدھر کو متوجہ ہے موڑے کہ قبیلہ کی جانب نہ ہو تو اُس کی نماز باطل ہو جائے گی اور پیدل سفر میں نفل پڑھے اور احرام کے وقت اسکو قبیلہ رو ہونا کافی ہے احرام میں نہیں اور قبیلہ رخ ہونا اور رکوع و سجدہ کے لئے ایما اُسے کافی ہے اور سوار کے لئے احرام کے واسطے ہے رو قبیلہ ہونے کی حاجت نہیں ہے اور جب مسافر مقیم ہو بعد ازاں سفر کرے تو اُس پر اُس دن کے روزہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر مسافر اور بعد ازاں مقیم ہو اور سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنے سے افضل ہے اور نماز میں قعر پوری نماز سے افضل ہے سو اس قدر صوفی کے لئے سفر کے امور بابت حکم شرع سے جان لینا کافی ہے۔

باقی رہے مندوب اور مستحب تو یہ بات سنرا وار ہے کہ اپنی ذات کے لئے راستہ کا رفیق تلاش کرے جو امر دین پر معین ہو اس واسطے کہ کہا گیا ہے اول رفیق بعد اُس کے طریق اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا آدمی کے سفر کرنے سے نہی فرمائی ہے الّا جبکہ وہ صوفی ایسا ہو جو آفت نفس کا واقف کار ہو تنہائی کو بصیرت کی اُسے اپنے کام میں پسند کرتا ہو تو تنہائی کا سفر میں مضائقہ نہیں اور جب ایک جماعت ہوں تو سنرا وار ہے کہ اُن میں ایک امیر سرِ غنہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم سفر میں کئی شخص ہوں ایک کو امیر بنا لو اور جس کو صوفیہ پیشرو نام رکھتے ہیں وہی امیر ہے اور چاہیے کہ امیر جماعت میں سب سے زیادہ دنیا سے کم رغبت اور سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور سب سے بڑھ کر مروت اور سخاوت میں اور سب میں زیادہ مہربان ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا ساتھیوں اہل صحبت میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اُن میں سے بہتر اپنے ساتھی کے لئے ہو۔

عبداللہ مروزی سے منقول ہے کہ اباعلیٰ رباطی اُس کے ساتھ سفر میں ہوا تو کہا کہ میرے دستر واجب ہے کہ میں امیر ہوں یا تم؟ تو کہا بلکہ تم پھر وہ ہمیشہ اپنا اور اباعلیٰ کا

اور اپنی پٹیکہ کے پیچھے اُسے رکھ پھر محلے پر بیٹھے اور اپنے بائیں ہاتھ سے موزہ آگے رکھے اور اُس کو جھاٹے اور دلہنے سے شروع کرے اور پہنے اور گڈیٹی اور پٹیکہ سے زمین پر نہ گرنے دے۔ پھر دونوں ہاتھ دھوئے اور سپر اپنا منہ اس موضع کی طرف کرے جہاں سے وہ جاتا ہے اور حاضرین کو وداع کرے اور کوئی بھائی خانقاہ کے باہر تک لوٹا مشکیزہ لے چلے تو اُسے منع نہ کرے۔ اسی طرح عصا اور چھانگل اور جو ساتھ ساتھ بطور رخصت چلیں اُن کو وداع کرے۔ پھر مشکیزہ کو پکڑ لے اور دلہنے ہاتھ سے اُٹھلے اور بائیں کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے اور بائیں طرف مشکیزہ کو باندھ لے اور داہنا شانہ اُس کا خالی رہے اور مشکیزہ کی گرہ داہنی طرف رہے پھر جبکہ راہ میں مقام بزرگ پر پہنچے یا بھائیوں کی جماعت پیشوائی کو آئے یا کوئی شیخ ایک جماعت کا پیشوائی کو آئے تو مشکیزہ کو کھولے اور رکھ دے اور اُن کا استقبال کرے اور سلام علیک اُن سے کرے۔ پھر جب اُن سے علیحدہ ہو تو مشکیزہ باندھے اور جب منزل کے قریب پہنچے خانقاہ ہو یا اور جگہ ہو تو مشکیزہ کو کھول ڈالے اور بائیں طرف کی بغل میں دبا لے اور اسی طرح عصا اور چھانگل کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لے۔

اور ان رسوم کو خراسان کے اور پہاڑ کے فقراء نے مستحسن جانا ہے اور عراق اور شام اور مغرب کے اکثر فقراء اُس کے پابند نہیں ہوتے اور اُن کی رعایت کے باب میں فقراء کے درمیان تکرار ہے تو جو لوگ اس کے پابند نہیں کہتے ہیں کہ یہ رسوم غیر لازم ہیں اور اس کے التزام سے صورتوں کے ساتھ توقف ہے اور حقائق سے غفلت ہے۔ اور جو اس کے پابند ہیں وہ کہتے ہیں یہ آداب ہیں کہ متقدمین نے ان کو وضع کیا ہے اور جب ایسے شخص کو دیکھتے ہیں کہ جو ان سب یا بعض سے غالی ہیں تو عیب لگانے کی اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ صوفی نہیں ہے اور دونوں گروہ انکار میں حصے متجاوز ہیں اور صحیح اس میں یہ ہے کہ جو کوئی اس کی پابندی کرتے ہیں اُس پر کوئی انکار نہیں کرتا تو شرع میں منکر نہیں ہوا اور وہ ایک اچھا ادب ہے اور جو کوئی پابندی اس کی نہیں کرتا تو اس

سپر دکر دے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے برکت اُن کی دعا میں کرتا ہے اور یہ بھی رسول علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب کسی کو وداع کرتے تو فرماتے خدا تیرا زاد راہ تقویٰ کرے اور تیرے گناہ بخشے اور خیر کی طرف متوجہ کرے جس طرف تو توجہ کرے۔ اور سزا وار ہے کہ اُس کے بھائی اعتقاد اس کا کہیں کہ جب اُن کے لئے وہ دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول کرتا ہے۔ سو روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو عطیات دیتے تھے کہ ناگاہ ایک مرد اپنے بیٹے کو ساتھ لئے آیا اُس سے عمرؓ نے کہا جیسا یہ تیرے مشاہد ہے اور کسی کو میں نے مشابہ کسی کے نہیں دیکھا تو مرد نے کہا اُس کی حکایت میں امیر المؤمنینؓ بتجھ سے کہتا ہوں سفر کائیں نے ارادہ کیا اور یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اُس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ تُو جاتا ہے اور مجھے اس حالت میں چھوڑے جاتا ہے سو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو تیرے پیٹ میں ہے اور میں چلا گیا۔

پھر میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ مَرچھی تھی سو ہم بیٹھے باہم باتیں کر رہے تھے کہ یکایک آگ قبر پر روشن نظر آئی تو میں نے قوم سے کہا کہ یہ آگ کیا ہے؟ قوم کے لوگوں نے کہا یہ فلانی عورت کی قبر سے ہے جسے ہم ہر ایک رات دیکھا کرتے ہیں۔ سو میں نے کہا قسم ہے اللہ کی وہ عورت بڑی روزہ دار قائم اللیل تھی سو میں نے قبیلہ والوں کو ساتھ لیا یہاں تک کہ قبر تک پہنچے اور ہم نے اُسے کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک ایک چراغ نظر آیا اور یکایک یہ لڑکا چلتا دیکھا تب کہا گیا کہ یہ تیری امانت ہے اور اگر اُس کی ماں کو ہمارے سپرد کرتے تو اس کو بھی زندہ پاتے سو عمرؓ نے کہا ہر آئینہ وہ تیرے ساتھ مشابہ ترا س سے ہے کہ تو اُس سے مشابہ ہو اور چاہئے کہ جس منزل سے کوچ کرے دو رکعت کے ساتھ اُسے رخصت کرے اور کہے:

اللهم زدني التقوى واغفر لي ذنوبي ووجهي للخير اينما

توجهت۔

اور انس بن مالک نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

غسل فرمایا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ غزوہ احزاب سے واپس آئے اور مدینہ میں فرکوش ہوئے تو اپنی زہر آتاری اور غسل کیا اور حمام گئے روز وضو تازہ کرے اور سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگا لگائے اور اس سے بھائیوں کی ملاقات کے لئے تیار ہوا اور زندہ مردہ جو یہاں ہیں ان سے برکت حاصل کرنے کی نیت کرے اور ان کی زیارت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد گھر سے باہر نکلا کہ اپنے بھائی کی زیارت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھلا دیا اور اُس نے کہا کہ کہاں کا تیرا ارادہ ہے؟ کہا کہ فلانے کی زیارت کا کہا قرابت کے سبب کہا نہیں کہا نعمت کے شکرانہ کے لئے جو تجھے اس سے ملی ہے؟ کہا نہیں۔ کہا پھر کس واسطے؟ کہا اُسے میں فی اللہ دوست دکھتا ہوں کہا میں ہر آئینہ تیری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں اس پیام کے ساتھ کہ اللہ تجھے دوست رکھتا ہے اُس دوستی کے سبب جو تو اس سے رکھتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ نے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے جب ایک مرد اپنے بھائی کی عیادت یا زیارت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے فرماتا ہے خوش رہو اور خوش تیرا چلنا ہے اور جنت سے ایک مکان رہنے کو ملے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں پہلے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا تو ان کی زیارت کرو اس لئے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے تو اس سے فقر کے لئے فائدہ زندوں اور مردوں کا ہے پھر جب شہر میں داخل ہو تو مساجد سے کسی ایک مسجد میں پہلے دو رکعتیں پڑھے اگر جامع مسجد کا قصد کرے تو اور زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں داخل ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ بعد ازاں گھر میں جلتے اور فقیر کے لئے خانقاہ ہی گھر کے برابر ہے پھر خانقاہ کا قصد کرے اور خانقاہ کا قصد سنت سے ہے اُس روایت کے موافق جو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہا ایک شخص تھا کہ جب مدینہ آتا اور اُس کا کوئی شناسا ہوتا تو اُس کے پاس اترتا اور جو

فرمایا عصا پر سہارا کرنا انبیاء کے اخلاق سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عصا تھا جس پر آپ تکیہ لگاتے اور آپ عصا پر تکیہ لگانے کا حکم دیتے اور لوٹا بھی سنت سے ہے۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ اس درمیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے سے وضو کر رہے تھے کہ دفعتاً آپ کی طرف لوگوں نے جنبش کی یعنی سرعت اور شتابی کی اور اصل اُس کی گریہ و زاری ہے جیسے لڑکا ماں کے ساتھ ہو اور روتے وقت اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا حال ہے؟ تو عرض کی یا رسول اللہ پانی نہیں ملتا جسے ہم نہیں یا وضو کریں مگر آپ کے سامنے، تو آپ نے لوٹے پر ہاتھ اپنا رکھ دیا۔ پھر میں نے دیکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح اُبلتا تھا۔ پھر قوم نے اُس سے وضو کیا میں نے پوچھا تم کتنے آدمی تھے؟ کہا جو ہم لاکھ آدمی ہوتے تو ہمیں کفایت کرتا۔ ہم حدیبیہ کی لڑائی میں پندرہ سو تھے اور صوفیہ کی سنت سے کمر کا باندھنا ہے اور وہ سنت سے ہے۔

ابوسعید سے روایت کی ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ علیہم رضوان نے مدینہ سے مکہ تک پیادہ پا جج کیا اور فرمایا کہ کمر بند سے پتی کریں باندھو تو ہم نے باندھیں اور آپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے اور ظاہر آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ جب خانقاہ سے باہر جائیں تو دو رکعت نماز صبح سفر کے دن پڑھیں جیسا کہ ہم نے گھر سے رخصت ہونے کے وقت دو رکعت کا ذکر کیا ہے اور پہلے موزہ اپنے آگے رکھے بعد ازاں اول داہنی آستین پھر بائیں آستین پہنے پھر میان بند یعنی پٹکالے کر کمر اُس سے باندھے اور تقبلی نعلین کی لے اور اُسے جھاڑے اور وہاں پر آٹے جہاں موزہ پنا جائے اور دُہرا کر کے مٹھی بچھائے اور ایک جوتے کا نعل دوسرے سے لگڑے اور بائیں ہاتھ میں جوتا اور داہنے میں تقبلی پکڑے اور تقبلی میں جوتے اس طرح رکھے کہ اڑیاں اُس کی نیچے کی طرف رہیں اور تقبلی کا سر باندھ لے اور اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں آستین سے جوتا داخل کرے

خانقاہ میں داخل ہو ایسا ہی ہے اور جو سفر میں کمر باندھے نہ ہو یا سوار بغیر کمر باندھے ہو تو صدق اسی میں ہے کہ ایسا ہی داخل ہو اور کمر کے باندھنے اور آستینوں کے چڑھانے کا لوگوں کے دکھانے کو قصد نہ کرے اس واسطے کہ یہ ایک تکلف ہے اور خلق کی طرف نظر ہے اور تصوف کی بناء صدق اور نظر خلق سے گرنے پر ہے اور متصوفہ پر جن باتوں میں انکار کیا جاتا ہے ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ یہ لوگ جب خانقاہ میں داخل ہوتے ہیں تو ابتداً سلام سے نہیں کرتے اور منکر کہتا ہے کہ یہ خلاف مندوب و مستحب ہے اور انکار کرنے والے کو یہ نہیں سزاوار ہے کہ وہ انکار بغیر اُن کے مقاصد جانے کرے جن میں اُن کا اعتماد ہے اور سلام اُن کا چھوڑ دینا بہت وجوہ کو محتمل ہے ایک یہ ہے کہ سلام اسماء الہی سے ایک اسم ہے اور ہر ائینہ عبد اللہ بن عمرؓ نے روایت کی ہے کہا کہ حضرت نبی علیہ السلام کے پاس سے ایک شخص گزرا جبکہ آپؐ پیشاب کرتے تھے اُس نے آپؐ کو سلام کیا۔ یعنی السلام علیکم کہا۔ آپ نے جواب اُسے نہ دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ شخص آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔ پھر آپ نے دیوار پر ہاتھ مارا اور اُس سے اپنے مُنہ پر مسح کیا۔ پھر دوسری دفعہ مارا اور اُس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر مسح کیا غرض یہ کہ تیمم کر لیا۔ اس کے بعد اُس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ ہر ائینہ مجھے سلام کے جواب سے بجز اس کے اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ میں طہارت سے نہ تھا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ جب تک کہ وضو نہیں کیا۔ پھر اُس سے معذرت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا طہارت کے بغیر مجھے مکروہ معلوم ہوا۔

اور کبھی ایک جماعت فقرار سے سفر میں صبح کرتے ہیں اور کسی کو اُن میں سے وضو نہیں ہوتا تو اگر با وضو سلام کرے اور بے وضو چپ ہو رہے اس کا حال کھل جائے اس واسطے سلام تبرک کیا جاتا ہے تاکہ جسے وضو کرنا ہو وضو کر لے اور پاؤں دھوئے جسے دھونے ہوں تاکہ بے وضو کا حال معلوم نہ ہو جب تک کہ اُن کا سلام طہارت سے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے اور کبھی مقیم

پر کوئی انکار نہیں کرتا تو شرع میں واجب ہے اور نہ مستحب ہے اور کوہستان اور خراسان کے بہت سے فقرا ان رسوم کی رعایت میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ افراط کے درجے تک نکل جاتے ہیں اور عراق اور شام اور مغرب کے بہت سے فقرا اس سے علیحدگی اُس حد تک کرتے ہیں کہ وہ تفریط تک پہنچ جاتے ہیں اور سزاوارتہ یہ بات ہے کہ جس چیز کو شرع انکار کرے اور برا جانے وہ منکر ہے اور جس کو وہ انکار نہ کرے تو وہ منکر نہیں اور بھائیوں کے تصرفات کے لئے عذر داریاں کی جائیں جب تک کہ اُن میں منکر نہ ہو یا مستحب میں خلل نہ پیدا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

اٹھارہواں باب

سفر سے آنے اور خانقاہ کے داخلہ اور اسکے ادب کے بیان میں

فقیر کو چاہیے کہ جب سفر سے واپس آئے تو مقام کے آفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگے جس طرح سفر کی سختی سے پناہ مانگتا ہے اور دعا مانورہ یہ ہے :-

اللھم انی اعوذ بک من وعشاد السفر وکابة العنق ولسوء المنظر فی

الذہل والعمال والولد -

اور جب اس شہر کے قریب جس میں ٹھہرنے کا ارادہ ہو پہنچے تو اہل شہر پر زندہ اور مردہ سے سلام علیک کہے اور قرآن شریف سے جو آسان ہو پڑھے اور زندہ اور مردہ لوگوں کے لئے اُس کو ہدیہ بنا کر ادر اللہ اکبر اللہ اکبر کے ساتھ تکبیر کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر آئینہ روایت کی گئی ہے کہ آپ جب غزوہ یا حج سے رجوع فرماتے تو زمین کی ہر بلندی پر تین بار تکبیر کہتے تھے اور فرماتے :

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل

شئی قدیر آمین تا یؤمن عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ

وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده۔ اور جب شہر نظر آئے

تو یہ پڑھے: اللھم اجعل لنا بما قرار اور ذقا حسنا -

اور اگر غسل کرے بہتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء سے کہ آپ نے دخول کر کے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جوتا پہنو تو ہمیشہ داہنے سے اور جوتا اتارو تو ہمیشہ بائیں سے یا دونوں کو ساتھ اتارو یا دونوں کو ساتھ پہنو۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنے سے پہلے بائیں جوتا اتار کرتے اور بائیں سے پہلے داہنے پاؤں میں پہنتے اور مصلیٰ بیچھاتے جو سنت ہے اور ہم نے اُسے بیان کیا ہے اور دوسرے کے مصلیٰ پر ایک کانہ بیٹھنا مشروع اور مسنون ہے اور ہر اکبہ ایک بڑی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی دوسری جگہ اپنے اختیار سے امام نہ ہو اور نہ اس کے اہل میں اور نہ اُس کی تعظیم کی جگہ بیٹھے الا جبکہ وہ اجازت دے اور جب بھائیوں کو سلام کرے تو یہ اُن سے اور وہ اس سے بغلیں ہوں کہ ہر اکبہ جابر بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہا جبکہ جعفر ملک حبشہ سے آئے تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے معانقہ دیا اور اگر بوسہ دے اُنہیں تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ جب جعفر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی دونوں آنکھوں کے پہنچ میں بوسہ دیا اور فرمایا کہ جعفر کے آنے سے جتنا میں خوش ہوا اس سے بڑھ کر فتح خیبر سے خوش نہیں ہوا۔

اور اپنے بھائیوں سے مصافحہ کرے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مسلمان کا بوسہ اپنے بھائی کے لئے مصافحہ ہے۔ اور انس بن مالک نے روایت کی ہے کہا کہ کہا گیا یا رسول اللہ آدمی اپنے دوست اور بھائی سے ملے تو اُس کے لئے جھکے فرمایا کہ نہیں کہا گیا اُس سے لپٹے اور چومے فرمایا کہ نہیں کہا گیا کہ مصافحہ کرے۔ فرمایا کہ ہاں اور خالقاہ کے باشندہ فقیروں کی مشیخت ہے کہ فقرا سے ملاقات مرحبا کہنے سے کریں۔

عکرمہ نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن آپ کی خدمت میں آیا دو بار فرمایا مرحبا بالراکب المہاجر یعنی سوار ہجرت کرنے والے کو مرحبا ہے یعنی فرامی کو پہنچے۔ اور اگر اُس کے لئے کھڑے ہوں تو مضائقہ

نہ ہوتا تو صفہ میں آتا سو میں نے لوگوں سے ہوں جو صفہ میں آتے پھر جب خانقاہ میں اترے تو اُس طرف جائے جہاں موزہ اتارے پھر ٹپکا کھولے اور وہ کھڑا ہو پھر تھیلی کو بائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں آستین سے نکالے اور تھیلی کا مُنہ داہنے ہاتھ سے کھولے اور بائیں ہاتھ سے جوتا نکلے پھر جوتے کو زمین پر رکھے اور ٹپکا لے کر تھیلی میں ڈالے تب بایاں موزہ اتارے پھر اگر وضو سے ہو تو دونوں پاؤں دھو ڈالے۔ موزہ اتارنے کے بعد کہ راستہ کی مٹی اور پسینہ دور ہو اور جب مصلے پر آئے تو مصلے کو بائیں طرف سے لپیٹے اور لپیٹے ہوئے کے ساتھ دونوں پاؤں کو پونچھے پھر قبلہ رو ہو او دو رکعت پڑھے پھر سلام پھیرے اور مصلے کے سجدہ کی جگہ کو پاؤں پڑنے سے پہلے اور یہ وہ رسوم ظاہری ہیں جن کو بعض صوفیہ نے مستحسن جاننا ہے جو ان کا پابند ہو۔ اس پر انکار نہیں کیا جاسکتا اس واسطے کہ یہ مشائخ کے استحسان سے ہے اور ان کی ظاہری نیت اس میں یہ ہے کہ مرید کو ہر ایک بات میں صورت خاص کے ساتھ مقید کیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ اپنی حرکات کا متفحص رہے اور بلا قصد و ہنر نیت اور ادب کے کسی حرکت کا مرتکب نہ ہو اور فقر سے جو کوئی اُس کی کسی چیز میں غفل ڈالے تو اُس پر انکار نہ کیا جائے یعنی نہ کہا جائے کہ وہ بڑا کرتا ہے جب تک کہ واجب یا مستحب کا وہ مغل نہ ہو اس واسطے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوفیہ کی اکثر رسوم کے مقید نہ تھے اور جو ان آدمی جو ان رسوم کے ساتھ اعتراض اُن پر کرنا بدوں اس کے کہ اشیاء پر نیت پر اُن کی نظر کریں چاہتے ہیں غلط ہے۔

سوشاید خانقاہ میں فقیر بغیر آستین چڑھائے داخل ہو اور ہر اُمید سفر میں وہ آستینیں بغیر چڑھائے ٹھناتو آگاہ کر دے اس بات سے کہ اُس نے تناول اُس کا لوگوں کے دیکھنے کے واسطے نہیں کیا جیسے کہ شرعی مستحب میں حلال نہیں ڈالا اور دوسرے کا آستین چڑھائے ہونا قیاس ٹپکا باندھنے پر کرے اور ٹپکا باندھنا سنت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر میں جو مدینہ اور مکہ کے درمیان تھا کمر بن باندھی تھیں۔ پس آستینوں کا چڑھانا اسی کے معنی میں ہے کہ چلنے میں اُس سے سبکی اور نرمی ہے تو جو کوئی کمر باندھے آستینیں چڑھائے

کی سنت پر عمل ہوا اور اس میں ایک بات اور بھی ہے اور یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز مکروہ ہے اور ادب یہ ہے کہ آنے والا دو رکعت نماز ادا کرے اسی واسطے عصر کے بعد آنا مکروہ چاہتے ہیں اور کبھی آنے والے فقرا سے کم خانقاہ میں آنے سے اتق ہوئے ہیں اور سر اسیمہ و متحیر ہو جاتے ہیں تو سنت یہ ہے کہ اس کے پاس اگر بیٹھیں اور بہت دوستانہ اور ہنسی خوشی سے ملیں تاکہ اس کا دل کھل جائے اور اس کی سرسبز دماغ ہو کہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ اس وقت خطبہ پڑھتے تھے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ یہ ایک شخص مسافر آیا ہے اپنے دین کا سوال کرتا ہے اور نہیں جانتا اس کا دین کیا ہے؟ کہا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے تشریف لائے اور خطبہ اپنا چھوڑ دیا پھر کرسی لائے جس کے پائے لوہے کے تھے تب آپ بیٹھے بعد ازاں مجھے تعلیم کرنا شروع کیا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھلایا تھا۔ بعد اس کے آپ خطبہ پر متوجہ ہوئے اور اس کے آخر کو تمام اس پر کیا کہ جو فقرا کے عمدہ اخلاق میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے سنے اور دیکھے مکروہات کا تحمل کرنا۔

اور کبھی فقیر خانقاہ میں آتا ہے اور متصوفہ کے بعض مراسم چھوڑ دیتا ہے تو وہ جھڑکا اور روکا جاتا ہے اور وہاں سے خارج کیا جاتا ہے اور یہ بڑی خطا ہے اس واسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکثر اولیاء اور صلحاء ان ظاہری رسوم سے واقف نہیں ہوتے اور نیک نیتی سے خانقاہوں کا ارادہ کرتے ہیں تو جب ان کو مکروہات کا سامنا ہو تو اندیشہ ہے کہ ایذا سے ان کے باطن مشوش ہوں اور جو شخص منکر ان کا ہو اس کے دین اور دنیا کو نقصان پہنچے تو اس سے پرہیز کرنا لازم ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر کرے اور آپ کی مدارات اور نرمی جو آپ کا برتاؤ خلق کے ساتھ تھا اور ہر اہلینہ بروایت صحیح یہ حدیث ہے کہ :-

ایک اعرابی یعنی دیہاتی مسجد میں آیا اور اس نے پیشاب کر دیا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک پانی بھر ڈول لائے اور اس جگہ پر ڈالا اور اعرابی کو نہ جھڑکا بلکہ

بھی طہارت سے نہیں ہوتے تو سلام کے جواب کے لئے طہارت سے مستعد ہو اس واسطے کہ سلام ایک اسم اسماء الہی سے ہے اور یہ وجہ عمدہ ترمذیہ و جوہات سے ہے جو بیان کی جاتی ہیں اور اُن وجوہ سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی سفر سے آتا ہے تو بھائی اُس سے بغل گیر ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راستہ اور سفر کے آثار گرد و غبار اُس پر پڑا ہوتا ہے جو مکروہ معلوم ہوتا ہے تو وضو اور پاکیزگی سے وہ مستعد ہوتا ہے اور پھر سلام اور معانقہ کرتا ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ خانقاہ کے لوگ صاحب مراقبہ و احوال ہیں تو دفعۃً اگر اُن سے کوئی کلمۃ السلام علیکم تو مراقبہ والا اُس سے چونک اٹھتا ہے اور محافظ قلب مشوش ہو جاتا ہے اور سلام پر مقدم ہے کہ خانقاہ میں پاؤں کے دھونے اور وضو کرنے اور دو رکعت پڑھنے سے انس اور آرام پاوے یعنی سب جان لیں کہ فلاں صاحب سفر سے آئے ہیں تو سب کوئی اس کے لئے تیار ہو جائیں جس طرح کہ وہ خانقاہ پہنچ ہاتھ منہ دھو وضو کر نماز پڑھ کر اُن کے لئے تیار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حتی تستانسوا یعنی ناک تم آپس میں استیناس کرو۔

اور ہر ایک قوم کا استیناس اُن کے حسب حال ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا کہیں داخل ہوا اور نہ اُن کی نسبت وہ مسافر ہے بلکہ وہ اُس کے بھائی بند اور دوست اُس نسبت باطنی کے سبب ہیں جو ایک راہ میں سب کو جمع کرنے والی ہے اور گھر اُس کا گھر اور گاؤں اُس کا گاؤں ہے تو برکت اس میں دیکھنا ہے کہ خلق کے معاملہ میں پہلے اللہ کے معاملہ سے گھر کو کھولے اور جس طرح اُن کی معذرت ترک سلام میں کی گئی تو اُن کو چاہیے کہ جو شخص گھر میں آتے ہی سلام علیک کرے اُس کا انکار نہ کریں اور بُرا نہ جانیں۔ سو جس طرح سلام نہ کرنے والے کے واسطے ایک نیت ہے اُس شخص کے لئے بھی جو سلام اُس کو کرے ایک نیت ہے۔ اور قوم کے لئے آداب اور قواعد ہیں کہ شرع نے جاری کئے اور بعض آداب اُن میں سے وہ ہیں جن کو مشائخ نے مستحسن رکھا تو جو شرع میں آئے اُس کا ہم نے بیان کر دیا کہ کمر باندھے اور عصا اور لوٹالے اور داہنے سے موزہ پہنے اور بائیں سے اتارے۔

میں اس کی فرق آجاتا ہے اور مکدر اس میں سما جاتا ہے تا آنکہ تین روز میں جو اس
 اس کے ٹھکانے سے ہو جاتے ہیں اور اس کا باطن صلاحیت پر آئے اور نور باطن
 سے مشائخ کی ملاقات اور زیارتوں کے لئے مستعد ہو جائے اس واسطے کہ جب اس
 کا باطن روشن ہو تو خیر کا پورا حظ ہر ایک شیخ اور بھائی سے جن کی وہ ملاقات
 کرے حاصل کرتا ہے۔

اور میں اپنے شیخ سے سنا کرتا جب وہ یاروں کو نصیحت کرتے اور کہتے کہ
 ان اہل طریق سے بجز ایسے وقت کے جو صافی ہو باتیں مت کرو اور اس میں بہت
 بڑا فائدہ ہے اس واسطے کہ کلام کا نور قلب کے نور کے موافق ہے اور سماعت کا نور
 قلب کے نور کے مقدار ہے اور جب شیخ یا بھائی کے پاس آئے اور اس سے ملاقات
 کرے تو اسے چاہیے کہ جب معاودت کا ارادہ کرے تو اجازت مانگے اس واسطے کہ
 ہر ائینہ عبد اللہ بن عمر نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس کے پاس بیٹھے
 تو ہرگز بغیر اجازت وہاں سے نہ اٹھے۔ اور اگر نیت ہو کہ چند روز قیام کرے اور
 اس کے وقت میں وسعت ہے اور اس کے نفس کو بیکاری اور خالی بیٹھے رہنے کا
 شوق ہے تو خدمت کی درخواست کرے جس کو وہ بجالائے اور جو اپنے پروردگار
 کے لئے ہمیشہ کام کرتا ہو تو اس کو عبادت کا شغل کافی ہے اس واسطے کہ
 اہل عبادت کی خدمت عبادت کے قائم مقام ہے اور خانقاہ سے بغیر وہاں کے
 شیخ یا سجادہ نشین کی اجازت کے باہر نہ نکلے اور نہ کوئی کام بغیر اس کی رائے
 کے کرے۔ پس یہ تمام اعمال ہیں جن کا برتاؤ اور ادب خانقاہ کرتے ہیں اور
 اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں توفیق اور تادیب میں ترقی بخشنے۔

انیسواں باب

صوفی متسبب کے حال کے بیان میں ہے

صوفیہ کے احوال مختلف ہیں کہ اسباب کے ساتھ گزر کریں یا اسباب سے

نہیں اور وہ منہوں ہے اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ جعفرؓ کے لئے کھڑے ہوئے جس دن وہ آئے۔ اور آنے والے کے لئے کھانا پیش کرنا مستحب ہے۔

لقیط بن صبرؓ نے روایت کی کہ پیغام لے کر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ سے ہم آپ کے مکان پر نہ ملے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے ملاقات کی تو آپ نے حریرہ کا حکم دیا اور ہمارے واسطے وہ بنوایا گیا اور ایک قناع میں ہم کو دیا گیا اور قناع طبق ہے۔ پھر ہم نے اُسے کھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے فرمایا تمہیں کچھ ملا؟ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اور آنے والے پر مستحب ہے کہ فقرا کے سامنے حق قدم سے کچھ پیش کرے۔

حدیث میں وارد ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو اونٹ ذبح کئے تھے اور جو بعد میں کسی آنے والے کا انکار وہ جانتے ہیں اس کی وجہ سنت سے ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے چلنے سے منع کیا ہے اور صوفیہ عصر کے بعد آمادہ اور مستعد رات کے استقبال کو طہارت کے ساتھ اور ذکر و استغفار پر چھلکنے کو ہوتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تم میں کا سفر سے آئے تو رات کو اپنے اہل کے پاس نہ جائے۔ اور کعب ابن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے نہیں آتے مگر دن کو دوپہر کے وقت تو دن چڑھتے آئے کو مستحب جانتے تھے۔ اگر وہ وقت جاتا رہے کہ ہر آئینہ کبھی چلنے میں ضعف کے سبب دیر ہو جاتی ہے یا اُس کے سوا اور کچھ ہو تو عصر تک فقیر کے لئے باقی دن کا عذر ہے اس واسطے کہ تعویق کا احتمال ہے اور جب عصر کا وقت آجائے تو اس کی طرف اہتمام سنت میں قصور کی نسبت ہونی ہے جو چڑھتے دن کا آنا ہے اس واسطے کہ یہ لوگ عصر کے بعد آنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عالم ہے۔

پھر جب عصر کا وقت آجائے تو التوا ریح پر کمرے تاکہ چڑھتے دن آنے

ومن يستغن يغنه الله ومن سالنا شيئا فوجدناه اعطيناه وداستيناه ومن استعف عنه واستغنى فهو احب الينا من ساء لنا - یعنی جو عفو چاہے اُس کو اللہ بخشا ہے اور جو غنا چاہے اُس کو اللہ غنی کرتا ہے اور جو ہم سے کچھ مانگے اگر ہمیں وہ چیز ملے تو ہم اُسے دین اور غم خواری اُس کی کریں اور جو کوئی اُسے چھوڑے اور بے پروا ہی کرے تو وہ ہمیں زیادہ عزیز اُس سے ہے جو ہم سے سوال کرے۔

کہا میں اُلٹا پھر آیا اور اُس سے کچھ نہیں مانگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا یہاں تک کہ میں انصار کے صاحب خانہ کو نہیں جانتا جو مجھ سے مال میں زیادہ ہو۔ لیکن ترہیب اور تخلیف کی راہ سے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی کہ آپ نے فرمایا ہمیشہ تمہارے ایک کے ساتھ سوال رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملے اس حالت میں کہ اُس کے منہ میں گوشت کا ٹکڑا ہو۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک لقمہ اور دو لقمہ اور ایک چھوڑا اور دو چھوڑا لے پہنچیں مگر وہ شخص مسکین ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے اور مکان اُس کا نہ جانا ہو کہ اُسے دیا جائے یہ ہے حال سچے فقیر اور حقیقی متعزف کا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے۔ اور ان فقرا سے بعض ایسے ہیں کہ ادب کو لئے ہوئے ہیں حتیٰ کہ اُس حال کو وہ ادب پہنچا دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرماتا ہے کہ دُنیا کی چیز اُس سے مانگے یہاں تک کہ جب سوال کا نفس ارادہ کرے تو ہیبت اُسے ہٹا دے اور سوال کے اقدام کو جرات سمجھے تو اس حالت میں اللہ تعالیٰ بغیر سوال اُس کو دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر اُمینہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور اُس وقت وہ ہوا میں تھے قبل اُس کے کہ آپ تک پہنچیں تو کہا آیا تجھے کوئی حاجت ہے۔ آپ نے کہا کہ کیا تیری طرف تو نہیں ہے؟ پھر آپ سے کہا کہ تو اپنے رب سے ہی سوال کر۔ کہا میرے سوال سے اُس کا علم میرے حال سے کفایت ہے۔

اور کبھی اس کے مثل سے ضعیف ہونا اور اگسا نا ہے تو اللہ تعالیٰ سے

اُس کے ساتھ رعایت کی اور نرمی اور ملائمت سے جو واجب تھا اُسے بتلایا اور سختی اور ہشت ہشت اور غلبہ مسلمانوں پر قول اور فعل سے کہ نا نفوس خبیثہ کا کام ہے اور وہ مال متصوفہ کے خلاف ہے اور جو اُن لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص خانقاہ میں آئے کہ دراصل وہاں ٹھہرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو بعد ازاں کہ اُس کے لئے کھانا لایا جائے اور اُس سے اچھی طرح گفتگو کی جائے بہت خوبی کے ساتھ وہاں سے واپس کر دیا جائے تو یہ ہے جو اہل خانقاہ کے لائق ہے اور جس کا برتاؤ فقراء و مسافر کے ہاتھ پاؤں دبانے سے کرتے ہیں تو وہ خوش خوشی اور نیک معاملگی حدیث میں آئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کا ایک مجلسی غلام آپ کی پیٹھ دبا رہا تھا تو میں نے کہا، یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا کہ اونٹنی نے مجھے گرا دیا تو اس کے ساتھ رضامندی اچھی معلوم ہوتی ہے جو اُس کے سفر سے آنے اور تھک جانے کے وقت ہاتھ پاؤں دباتا ہے لیکن جو کوئی اس کی عادت کر لے اور ہاتھ پاؤں دبانے کو دوست رکھے اور اُس سے نیند آنے کی خواہش کرے اور اُسے برقرار رکھے جب تک کہ نیند نہ آوے تو یہ فقراء کے مناسب حال نہیں ہے اگرچہ شرع میں جائز ہو۔ اور فقراء میں سے ایسا ایک شخص تھا کہ جب ہاتھ پاؤں دبواتا اور اُس سے لذت اٹھاتا اور اُس کی خواہش سے احتلام اُسے ہو جاتا تو اس احتلام کو پاؤں دبانے کی عقوبت جانتا تھا۔

اور اہل عزیمت کے لئے وہ امور ہیں جس میں گنجائش میلان کی رخصت اور جواز کی طرف نہیں ہے اور آداب فقیر سے ہے کہ سفر سے آنے کے بعد جب وہ ٹھہرے اور بیٹھے تو خود کلام میں ابتداء نہ کرے سوا اس کے دوسرا اس سے بات کرے۔ اور مستحب ہے کہ تین روز توقف کرے اور ملاقات کا ارادہ نہ کرے نہ مجلس وغیرہ میں جائے جو شہر میں جانے سے اُسے مقصود ہے حتیٰ کہ سفر کی تکان جاتی رہے اور اُس کا باطن اپنی حالت پر آجائے۔ اس واسطے کہ سفر اور اس کے عوارض سے طبیعت

میں کسی سے نہ مانگوں۔ پھر میں بغداد کی بعض جگہ گزر کر رہا ہوا اور سامنے ہوتے ہوئے آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی چیز اپنے بعض بندوں کے ہاتھ سے دلوائے تو کچھ تقدیر میں نہ تھا پھر میں بھوکا سو رہا اور خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ فلانی جگہ جاؤ اور وہ جگہ بتلا دی۔ پھر وہاں ایک نیلگوں خرخر ہے جس میں روٹیاں ہیں انہیں نکال اور اپنے کام میں لا۔

پس حال یہ ہے کہ جو کوئی مخلوقات سے علیحدہ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہو ہے وہ غنا میں یکتا ایسا ہے کہ اُسے کوئی چیز نہیں ہر اتنی حکمت کے اور قدرت کے دروازہ جیسے چاہے کھل جاتے ہیں اور نفس سے جو سوال کرے بہتر اُس میں سے یہ جو کہ صبر جمیل کا اُس سے سوال کرے اس واسطے کہ سچے آدمی کا کہنا نفس اُس کا مان لیتا ہے اور ہمارے شیخ نے اللہ اُن پر رحمت بھیجے حکایت بیان کی کہ میرے پاس ایک دن میرا بیٹا آیا اور کہا مجھے دانے چاہئیں۔ میں نے اُس سے کہا دانے کیا کر وگے؟ تو چاہتی چیز بیان کی کہ وہ دانے سے خریدوں گا۔ پھر کہا تیری اجازت ہو تو جاز۔ اور دانے قرض لوں۔ میں نے کہا ہاں اپنے نفس سے تو اُس قرض کو مانگ کہ یہ بہتر اُس سے ہے کہ جس سے قرض لے اور بعضوں نے صوفیہ سے اس مضمون کو نظم کیا ہے اور کہا اگر تیری خواہش ہے کہ تنگی کے ایام میں مال قرض لے تاکہ نفس کے مشتملیات میں اس کو تو صرف کرے تو نفس سے سوال کر کہ وہ صبر کے خزانے تیرے لئے خرچ کرے۔ جب آسودگی کا زمانہ آئے تو اُس کے ساتھ نرمی کرے۔ پھر اگر نفس یہ کام کرے تو غنی ہے اور اگر انکار کرے تو ہر ایک بخیل بعد ازاں بہت محذرت کرتا ہے۔

پس ہر گاہ فقیر بعد ازاں کوشش انتہا کو پہنچا دے اور ضعف و ناتوانی کے قریب اور ضرورت کا ثبوت ہو اور اپنے مولیٰ سے مانگے اور وہ اس کے لئے کچھ تقدیر نہ رکھے اور حال یہ کہ اپنے حال کے مشغولی سے اُس کا وقت پیشہ کے لئے نہ بچے تو اُس وقت سبب کا دروازہ کھٹکھٹائے اور سوال کرے اس واسطے کہ بتحقیق فاقہ کے وقت بعضے صالحین ایسا کیا کرتے تھے۔

کریں تو بعضے وہ ہیں جو فتوح پر رہتے ہیں تو وہ مال کے مائل ہیں نہ کسی پیشہ سے اور نہ سوال سے سبب معاش کا کرتے ہیں اور بعضے اُن میں سے پیشہ کرتے ہیں اور بعضے وہ ہیں کہ فاقہ کے وقت سوال کرتے ہیں اور ہر ایک طرز میں اُن کو ایک ادب اور حد ہے جس کی وہ رعایت کرتے ہیں اور اُس سے تجاوز نہیں کرتے اور جب کہ فقیر علم کے ساتھ اپنے نفس کی سیاست کرے تو اللہ تعالیٰ سے اُس کو فہم اس شے میں حاصل ہوتی ہے جس میں وہ سبب یا ترک سبب سے داخل ہوتا ہے۔

پس فقیر کو نہیں چاہیے کہ حتی الوسع سوال کرے اس واسطے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک سوال پر ترغیب اور ترہیب سے براہِ نکتہ کیا ہے سو ترغیب یہ ہے کہ جو ثوبان نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری ایک بات قبول کرے میں اُس کے لئے جنت کا دروازہ ہوں۔ ثوبان نے کہا کہ میں نے کہا میں، فرمایا لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگ۔ پھر ثوبان کا یہ حال تھا کہ اگر اُس کے گوزے کا ڈور اگر پڑتا تو کسی سے نہ کہتا کہ اُسے اٹھا دینا وہ آپ اُترتے اور اُس کو اٹھا لیتے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر کوئی تم میں سے ایک رتی لے اور اُس سے ایک لکڑی کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لادے پھر اُس کے حاصل سے کھائے اور صدقہ دے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے سوال کرے خواہ وہ اُسے دے یا نہ دے۔ پس ہر اٹینہ اُوچا ہاتھ نیچے سے بہتر ہے۔

ہلال بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا اور ابی سعید کے یہاں اُترا اور ہم اور وہ دونوں ایک جگہ بیٹھے تو اُس نے حکایت کی کہ ایک روز مجھے صبح ہوئی کہ ہمارے پاس کھانے کو نہ تھا اور میں نے اپنے پیٹ سے بھوک کے سبب پتھر باندھ لیا تو مجھ سے میری بی بی نے کہا رسول اللہ کے پاس جاؤ کہ آپ کے پاس غلانا آیا تو اس کو دے دیا اور غلانا آیا اور اُس کو دیا۔ کہا کہ میں آپ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ میں کچھ مانگوں تو مانگنے کے لئے میں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ اُس وقت خطبہ پڑھتے تھے اور فرما رہے تھے: من يستعفف عنه يعفه الله

کیا تو میرے اندر سے انکار اُس کا اٹھا اور میں نے کہا جو عہد میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اُسے میں نہ توڑوں گا اور میری عہد شکنی سے پہلے موت میرے اوپر آپہنچی۔ تب ایک درخت میں نے تاکا اور اُس کے سایہ میں بیٹھا اور سر اپنا ڈھکا دیا جس طرح کوئی مرنے کے لئے ڈال دیتا ہے اور قافلہ چل دیا۔ اس درمیان میں کہ میں اس حالت میں تھا کہ اچانک ایک جوان گلے میں تلوار ڈالے آیا اور مجھے ہلایا تو میں اٹھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں پانی تھا پھر مجھ سے کہا کہ پی تو میں نے بیا پھر میرے سامنے کھانا رکھا اور کہا کہ کھا تو میں نے کھایا۔ بعد ازاں مجھے کہا تو کیا قافلہ چاہتا ہے؟ میں نے کہا مجھے کون قافلہ تک پہنچائے گا؟ اب کہ وہ چلا گیا اور بڑھ گیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ اٹھ اور میرا ہاتھ پکڑ اور میرے ساتھ تھوڑے قدم چلا پھر مجھے کہا کہ بیٹھ کہ قافلہ میرے پاس آتا ہے۔ میں ایک ساعت بیٹھا رہا پھر اچانک میں قافلہ کے آگے تھا جو میری طرف آتا تھا۔ یہ شان اُس شخص کی ہے جو اپنے مولا کے ساتھ صدق سے معاملہ کرے۔

اور شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض صوفیہ نے قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سب سے حلال زیادہ کھانا مومن کا اپنے ہاتھ کے کسب کا ہے اس طرح تاویل کیا ہے کہ وہ مسئلہ فاقہ کے وقت ہے اور شیخ ابوطالب نے اس تاویل سے انکار کیا جو اس صوفی نے کی اور ذکر کیا کہ جعفر خلدی اس تاویل کو ایک شیخ صوفیہ سے نقل کرتا تھا اور میرے دل میں یہ پڑا اور اللہ دانا تر ہے کہ شیخ صوفی نے ہاتھ کے کسب سے وہ مراد نہیں لی جس سے ابوطالب نے انکار کیا ہے بلکہ ہاتھ کے کسب سے مراد ہاتھ کا اللہ کی طرف عند الحاجت اٹھانا ہے تو وہ سب سے زیادہ حلال ہے اُس میں سے جس کو مومن کھاتا ہے جب اُس کے سوال کو اللہ تعالیٰ قبول کرے اور رزق اُس کی طرف روانہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حکایت فرمایا ہے رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ یعنی اے پروردگار تو جو آتا رہے میری طرف اچھی چیز اُس کا میں محتاج ہوں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اُس

بندگی مانگتا ہے اور مخلوق سے سوال کرنا نہیں تجویز کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف بلا سوال مخلوق کے روزی بھیجتا ہے۔

یعنی صالحین سے ہیں معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے کہا جب فقیر نفس کے مطالبہ کو کسی چیز کے لئے پائے تو یہ مطالبہ خالی اُس سے نہیں کہ اُس رزق کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کے پاس پہنچائے۔ پس نفس کو اُس کی اطلاع ہو سو بعض فقرا کے نفوس انتظار اُس کا کرتے ہیں جو عنقریب پیدا ہو اور گویا کہ نفس اُس چیز کی خبر دیتا ہے جو ہونے والی ہے یا یہ کہ وہ عقوبت کسی گناہ کی ہے جو اُس سے پایا گیا۔

پس جبکہ فقیر یہ بات معلوم کرے اور مطالبہ پر نفس الحاح کرے تو اُسے چاہیے کہ اُٹھے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور کہے یا رب اگر یہ مطالبہ گناہ کی عقوبت ہے تو میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور جو اس رزق کے لئے ہے جو اُسے تو نے مقرر کیا ہے تو جلد اُسے میرے پاس پہنچا دے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس کے پاس پہنچا دے گا اگر اُس کا رزق اور نصیب ہے ورنہ اُس کے باطن سے مطالبہ اور خواہش جاتی رہے گی۔

پس فقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجتیں کہے پھر یا تو اُسے کوئی چیز دے گا یا صبر یا اُس مطالبہ کو اُس کے قلب سے دُور کر دے گا۔ اس واسطے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے طریق حکمت کے بہت دروازے ہیں اور طریق قدرت کے بہت دروازے ہیں تو طریق حکمت سے کوئی دروازہ کھول دے گا ورنہ قدرت کے طریق سے کوئی دروازہ مفتوح کرے گا اور اُس کے پاس کوئی خرق عادت سے پہنچ سکے جس طرح سے کہ مریم علیہا السلام کے پاس آتے تھے :

كلما دخل عليها ذكرى المحراب وجد عندها رزقا قال يا صبري انى لك هذا قالت هو من عند الله - یعنی جب کبھی ذکر یا علیہ السلام اُن کے پاس آتے محراب میں تو اُن کے پاس کھانے کی چیز پاتے تو کہتے اے مریم! یہ کہاں سے تجھے ملیں وہ کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔

بعض فقرا سے نقل ہے کہ ایک دن میں صُبحو کا تھا اور حال میرا یہ تھا کہ

جامل ہو اور جس شخص کا فقر صحیح ہو گیا تو اُس کا فقر اُس کے آخرت کے امر میں ہے جس طرح فقر اُس کا اُس کے دُنیا کے امر میں ہے اور رجوع اُس کے دارین میں اُس کی طرف ہے اور اُسی سے دونوں گھر کی حاجتیں مانگتا ہے اور اُس کے نزدیک دونوں حاجتیں برابر ہیں۔ پس کوئی شغل اللہ تعالیٰ کے سوا دو جہانوں میں اس کا نہیں ہے۔

بسیواناً باب

اُس شخص کے بیان میں ہے جو فتوح سے کھانا ہے

جب صوفی کا شغل اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل ہو جائے اور زہد اُس کا اُس کے تقویٰ کے سبب پورا ہو تو وقت کا حکم اُس کے لئے یہ ہے کہ سبب بننے کو چھوڑ دے اور صریح توحید اور صحیح کفالت بجانب اللہ الکریم اُسے کشف ہو جائے تو اُس کے باطن سے اقسام اقسام کے اہتمام دور ہو جاتے ہیں اور اس کا مقدمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مقابلہ کے طور پر ایک دروازہ معرفت کا فتوح کرتا ہے ہر ایک فعل پر جو اُس سے صادر ہوتی کہ اگر کوئی صغیرہ گناہ بھی اس کے حال کے موافق یا مطلق گناہ اُس قسم کا صادر ہو جو شرع میں ممنوع ہو تو اُس کا انجام اُس وقت یا اُس دن پائے گا۔

بعض صوفیہ کا قول ہے کہ ہر ائینہ میں اپنا گناہ اپنے لڑکے کے غلطی میں جانتا ہوں اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کا موزہ چوہے نے کاٹ ڈالا سو جب اُسے دیکھا تو مغموم ہوا اور کہا اگر تو قبیلہ مارن سے ہوتا میری سواری کے اونٹ کو ہلاک نہ کرتا۔ قبیلہ ذہل بن شیبان کا تو لڑکا راستہ میں کاہے کو پڑا ہوا ہے اس سے اشارہ ہے اس کی طرف کہ آنے والے نے اُس پر مقابل اُس کے کسی شے پر یہ واجب اُس پر کر دیا تو ہمیشہ اُس کے ساتھ مقابل ہوتے ہیں جو تعریفات الہیہ کے متضمن ہوتے ہیں یہاں تک کہ محاسبہ اور صدق مراقبہ کے سبب حقوق عبودیت کی تصنیح اور حکم وقت کی مخالفت سے محفوظ و معصون رہتا ہے اور فعل الہی کا

ابی سعید فرمازے سے نقل ہے کہ فاقہ کے وقت ہاتھ پھیلاتے تب کہتے تھے شئی اللہ اور ابی جعفر حداد سے منقول ہے جو جنید کے استاد تھے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان باہر آتے اور ایک یا دو دروازہ پر سوال کرتے اور یہ ایک یا دو دن کے بعد بقدر حاجت اُن کی جائداد ہو جاتی۔

اور ابراہیم بن ادھم سے منقول ہے کہ وہ بصرہ کی جامع مسجد سے معتکف تھے اور تین رات میں ایک رات کو روزہ کھولتے اور افطار کی رات کو دروازوں سے مانگتے تھے۔

اور سفیان ثوری سے نقل ہے کہ حجاز سے صنعاء میں سے سفر کرتے اور راستہ میں مانگتے اور کہا آپ نے میں اُن سے ضیافت کی حدیث بیان کرتا تو میرے لئے کھانا لایا جاتا تو میں حاجت کی قدر لیتا اور باقی چھوڑ دیتا۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے جو شخص بھوکا ہوا اور نہ مانگا پھر مرنے لگا تو جہنم میں داخل ہوا۔ اور جو شخص صاحب علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو حاصل ایک حال ہے تو اس قسم کی بات کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ علم کے ساتھ سوال کرتا ہے اور علم کے ساتھ سوال سے باز رہتا ہے۔

اور ہمارے بعض مشائخ نے ایک شخص کی حکایت بیان کی جو مقرر گناہوں پر تھا پھر بیدار ہوا اور توبہ کی اور اُس کی توبہ بہت اچھی ہوئی اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حال پیدا ہو گیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ قافلہ کے ساتھ میں حج کروں اور یہ میں نے نیت کر لی کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور اس پر اکتفا کی کہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کا علم ہے کہا کہ چند روز میں راستہ میں رہا تو اللہ تعالیٰ نے حاجت کے وقت توشہ اور پانی بھیجا پھر توقف امر میں ہوا اور کچھ مجھے نہ پہنچا تو میں بھوکا اور پیاسا رہا حتیٰ کہ میرے بدن میں طاقت ذرا نہ رہی اور چلنے سے باز رہا۔ اور کچھ کچھ قافلہ سے پچھڑتا گیا یہاں تک کہ قافلہ آگے بڑھ گیا تو یہ میں نے اپنے دل میں کہا اب میری طرف سے نفس کا ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے اور یہ اضطراب کا مسئلہ ہے سوال کروں۔ پھر جب سوال کا ارادہ

فناء ہے کہ جس سے فناء الارادہ والہولی مراد لیتے ہیں اور ارادہ اقسام ہوئی میں لطیف تر ہے اور یہ فنا وہ فنا ظاہر ہے ولیکن فناء باطن یہ ہے کہ نور شہود کے چمکنے پر آثار وجود مٹ جائیں وہ تجلی ذات میں ہوتی ہے اور وہ دنیا میں اقسام یقین سے اکمل ہے مگر تجلی حکم ذات کی بجز آخرت کے نہیں ہوتی اور وہ ایسا مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اُس سے حصہ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے لن ترانی کے ساتھ ممنوع ہوئے۔

پس جاننا چاہیئے کہ ہمارا قول تجلی کے مسئلہ میں ایک اشارہ یقین اور رویت بصیرت کے حظ مراتب کی طرف ہے تو بندہ جب اقسام تجلی کے مبادی تک پہنچتا ہے اور وہ فعل الہی کا فعل ماسوا سے خالی دیکھتا ہے تو فتوح کے اقسام کو پہنچتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جس شخص کی طرف اس رزق میں سے بغیر سوال اور قرب کے کچھ بھی رُخ کرتا ہے تو چاہیئے کہ اُسے لے اور چاہیئے کہ اُس کے رزق کو اُس سے وسعت دی جائے اور اگر اُسے بے پروا ہی ہو تو اُس کو دے جو اُس سے زیادہ حاجت مند ہو اور اس میں دلالت ظاہر اس پر ہے کہ بندہ کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز ہے اس نیت سے کہ دوسرے کو دے اور وہ کیوں نہ لے۔ حالانکہ وہ اللہ کے فعل کو دیکھ رہا ہے ازاں بعد جب کہ اُس نے لے لیا تو اُن میں سے بعض وہ ہیں کہ وہ محتاج کو دے دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو خرچ کرنے میں توقف کرتے ہیں اُس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو علم خاص وارد ہوتا کہ اُس کا لینا بھی حق کے ساتھ ہو اور اس کا خرچ کرنا بھی حق کے ساتھ ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیات دیا کرتے تو میں آپ سے کہا کرتا یا رسول اللہ جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو اُسے دیجئے۔ آپ نے فرمایا لے اُسے خود اپنے پاس رکھ یا صدقہ کر اور جو تیرے پاس یہ مال آیا در حالیکہ تو نہ اس سے علو و شرف چاہتا ہے او نہ تو سائل ہے تو اسے لے لے اور جو تیرے پاس نہ آئے اُس کے پیچھے

وقت کہی کہ ساگ کی سبزی اُس کے پیٹ میں لاغری کے سبب دکھلائی پڑتی تھی اور محمد باقر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ بات اُس وقت کہی جبکہ وہ ایک چھوڑے کی ٹلٹے کی تھی اور مطرف سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اُس نے کہا خبردار ہو واللہ اگر نبی اللہ کے پاس کچھ بھی ہوتا تو عورت کے پیچھے نہ جاتے لاجہد نے اُسے اُس کام پر برا لگینتے کیا۔ اور شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے نصیر آبادی سے ذکر کیا کہ اُس نے اپنے قول میں کہا ہے۔ انی لما انزلت الی من خیر فقیو۔ موسیٰ علیہ السلام نے خلق سے یہ سوال نہیں کیا بلکہ اُس کا سوال حق سے تھا اور نفس کی غذا نہیں مانگی بلکہ سکون قلب مانگا۔ اور ابو سعید فرزانے کہا ہے کہ خلق اُس چیز کے درمیان جو اُن کے لئے ہے اور اُس چیز کے جو اُن کی طرف ہے متردد ہیں سو جس نے نظر اُس کی طرف کی جو اُس کے لئے ہے تو زبان فقر کے ساتھ کلام کیا اور جس نے نظر اُس کی طرف کی جو اُس کی طرف ہو ناز اور افتخار کی زبان سے بات کی۔ کہا تم نہیں دیکھتے کلیم علیہ السلام کا حال کہ جب خواص اُن اشیاء کا دیکھا جس کے ساتھ حق نے اُس سے خطاب کیا کس طرح کہا انی انظر الیک اور جب اپنے نفس کی طرف دیکھا کیسا فقر ظاہر کیا اور کہا انی لما انزلت الی من خیر فقیو۔

اور ابن عطاء نے کہا ہے اُس نے عبودیت سے نظر و بوبیت کی طرف کی تو خشوع اور خضوع کیا اور نیاز مندی کی زبان سے کلام کیا بایں وجہ کہ اُس کے سر پر انوار نازل ہوئے اور نیاز مندی وہ جو غلام کو اپنے مولیٰ کی طرف ہر حال میں ہوتی ہے نہ وہ نیاز مندی جو سوال اور طلب کی ہوتی ہے اور حسین نے کہا کہ محتاج ہوں اس وجہ سے کہ تو نے مجھے علم یقین سے مخصوص کیا ہے اس بات کا کہ تو مجھے عین یقین اور حق یقین تک ترقی بخشے اور میرے دل میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے اس قول کے معنی میں لما انزلت الی من خیر فقیر کہ ہر آئینہ آتا دانا اُس کا مشعر ہے کہ اُس کا مرتبہ حقیقتِ قرب سے بعید ہو گیا تو اس صورت میں اُتارنا عین الفقر ہوتا ہے۔

پس منزل پر قناعت نہیں کی اور ارادہ کیا کہ اُتارنے والے کا قرب

انتظار اور نگرانی ہو۔ اس طرح پر کہ اُس کے لئے خالی ایک فعل ہے اور جو شخص پہلے علم ہونے کا اُسے انتظار نہ ہو اُس سے بڑھ کر ہے جو تقدم علم کا منتظر ہو اس وجہ سے کہ اُس کی بیعت اللہ کے ساتھ پوری ہے اور ترک اختیار میں وہ اپنے ارادہ اور علم حال سے بالکل میرا اور مسلح ہو چکا ہے۔ اور اُن میں سے بعضے وہ ہیں جن کے پاس فتوح بدوں اس کے آتی ہے کہ انہیں پہلے سے علم ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خالی فعل دیکھیں، لیکن اُسے محبت کا جرعہ جام دوست کامی سے بطریق دید نعمت نصیب ہوتا ہے اور کبھی یہ جرعہ نعمت معمودہ کے تغیر سے مکرر بھی ہو جاتا ہے اور یہ حال پہلے دو حالوں کی نسبت ضعیف جو اس واسطے کہ وہ صدقیوں کے نزدیک محبت میں ایک علت ہے اور صدق میں ایک بظانہ ہے اور حاجت فتوح کبھی صرف کرنے میں بھی منتظر علم کا رہتا ہے جس طرح کہ لینے میں انتظار کیا کرتا ہے اس واسطے خرچ میں نفس ترود و کپڑا ہے۔ جس طرح لینے میں قوت پاتا ہے اور اس سے کامل زیادہ وہ ہے جو خرچ کرنے سے مختار اور اُس کے لینے میں مختار ہو بعد ازاں کہ تصرف کی صحت اُسے تحقیق ہو گئی ہو اس دلیل سے کہ انتظار علم دینی ہوتا ہے جہاں اتہام نفس کا موقع ہو اور وہ تعبیر ہوی کے ساتھ موجود ہے۔ پھر جبکہ صریح علم کے ہوتے ہوئے اتہام جاتا رہا تو وہ بلا علم جدید کی محتاجی کے لیتا ہے اور خرچ کرتا۔

اور یہ اُس شخص کا حال ہے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متحقق ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور حکایت ہے۔ جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اُس کا میں کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے بات کہتا ہے۔ پھر ہر گاہ اُس کا تعرف صحیح ہو گیا تو اُس کا تصرف بھی ٹھیک ہو گیا اور یہ کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب احوال میں ہے۔ اور ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمہ اللہ شیخ حماد دوسی سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ ہر آئینہ کہا کرتے کہ میں فضل کے کھانے کے سوا دوسرا کھانا نہیں کھاتا تو خواب میں ایک شخص کو دیکھا کرتے کہ وہ اُن کی طرف کوئی چیز بھیجتا ہے اور خواب دیکھنے والے

حکم اُس کے لئے رہ جاتا ہے اور ماسوا اللہ کے افعال اُس کے نزدیک مٹ جاتے ہیں۔ پس اللہ سبحانہ کو ذوقاً اور حالاً معطیٰ اور مانع جانتا ہے نہ کہ علماً اور ایماناً۔ پھر حق تعالیٰ اُس کی مدد گاری کرتا ہے اور صریح توحید اور صرف فعل الہی کی اُسے توفیق دیتا ہے۔

جیسا کہ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ اس کے دل میں خطرہ لڑق کے اہتمام کا آیا تو وہ کسی جنگل کو نکل گیا تب ایک پرند قنبرہ دیکھا جو اندھا، لنگڑا اور ضعیف تھا اسی تعجب میں آکر وہاں ٹھہر گیا اس فکر میں کہ کیا وہ کھاتا ہے حالانکہ اُس نے اور چلنے اور آنکھوں سے عاجز ہے۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اچانک زمین شق ہو گئی اور اس میں سے دو سکورے نکلے ایک میں صاف تل تھے اور دوسرے میں صاف پانی تھا۔ اُس نے تل کھائے اور پانی پیا پھر زمین شق ہوئی اور دونوں سکورے غائب ہو گئے۔ کہا جب میں نے یہ دیکھا تو میرے دل سے وہ اہتمام لڑق کا جاتا رہا پھر جب کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندہ کو اس مقام پر ٹھہرایا تو اُس کے باطن سے اہتمام و اقسام دُور کر دیتا ہے اور سبب پیدا کرنے اور سوال وغیرہ سے حاصل کرنے کو عوام کا رتبہ جانتا ہے اور وہ خود مسلوب الاختیار ناواقف از اغیار اللہ کے فعل کا نظارہ کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم کا راہ دیکھنے والا ہو جاتا ہے تو قسمتیں اُس کی طرف رواں اور در عطا اُس کے کشادہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کا دوام ملاحظہ اور امر الہی کے حوادث کے طاق سے اس کو تجلیات الہی بطریق افعال کشف ہوتے ہیں اور تجلی بطریق احتمال ایک مرتبہ قرب کا ہے اور اُس سے تجلی بطریق الصفات کو ترقی پاتا ہے اور اس سے تجلی ذات تک پہنچتا ہے۔

اور ان تجلیات میں اشارہ ہے مراتب کا یقین میں اور مقامات کا توحید میں کہ ایک شے دوسری شے پر فائق ہے اور ایک شے دوسری سے صاف تر ہے تو تجلی بطریق الافعال رضا و تسلیم کی صفائی پیدا کرتی ہے اور تجلی بطریق صفات ہیبت اور انس عطا کرتی ہے اور تجلی بالذات فنا اور بقا بخشی ہے اور کھبی ترک اختیار اور اللہ تعالیٰ کے فعل سے ٹھہراؤ جو ہوتا ہے اُس کا نام

لے جا اور اُس سے کہہ دے کہ میں تجھ سے کچھ قبول نہیں کرتا اور جو سود رہم بر بڑھا وہ لے لیا کہا تو مجھے اور زیادہ تعجب ہوا پھر میں نے آپ سے یہ ماجرا پوچھا تو کہا کہ جنید مروہکیم ہے اُس کا یہ ارادہ تھا کہ رسی کو اُس کے دونوں طرف سے پکڑے۔ سود رہم کو اپنی ذرات کے لئے تو لا کہ ثواب حاصل ہو اور اُس پر ایک مٹھی درہم اللہ کے واسطے ڈال دیئے، تو میں نے وہ لے لئے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے تھے اور جو اپنے نفس کے واسطے دیئے وہ پھیر دیئے کہا پھر اُسے میں جنید کے پاس لے گیا تو وہ روئے اور کہا اپنا مال لے لیا اور بہارا مال پھیر دیا اور جو لطائف میں نے اپنے شیخ کے اصحاب سے سنا اُن میں سے یہ ہے کہ شیخ نے ایک روز اپنے یاروں سے کہا کہ ہم کسی قدر مال کے حاجت مند ہیں تو تم اپنے اپنے خلو مکانوں میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جو اللہ تعالیٰ تم کو عطا کرے میرے پاس لے آؤ سو اُن سب نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں ایک شخص اُن میں سے آیا جو اسماعیل بطاحی کے نام سے مشہور تھا اور ایک کاغذ لایا جس پر تیس دائرے تھے اور کہا یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے واقعہ میں عطا فرمایا ہے تو شیخ نے وہ کاغذ لے لیا ایک ہی ساعت گزری تھی کہ اچانک ایک شخص آیا اور سونا لایا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر کاغذ کھولا اور دیکھا کہ اُس میں تیس اثرنی تھیں۔ سوہرا ایک اثرنی کو دائرہ پر رکھا اور کہا یہ شیخ اسماعیل کی فتوح ہے یا ایک کلام جس کے یہ معنی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ایک شخص کے پاس آدمی بھیجا اور کہا فلانے کا تیرے پاس غلہ اور سونا ہے اُس میں سے اس قدر غلہ اور اس قدر سونا مجھے دے دو۔ اُس شخص نے کہا میں کس طرح اُس امانت میں جو میرے سپرد ہے تعریف کروں اور اگر آپ سے استفتا کروں تو آپ تعریف میں فتویٰ نہ دیں گے۔ تو شیخ نے اُس کے ساتھ اُس کا الزام دیا۔ پھر اُس نے شیخ کی نسبت حسن ظن کیا اور جو مانگا تھا اُس قدر حاضر کیا۔ پھر جب اس میں سے تعریف ہوا تو صاحب امانت کا ایک خط آیا اور بعض اطراف عراق میں تھا کہ شیخ عبدالقادر کے پاس اس قدر غلہ اور اس قدر سونا پہنچا دے اور یہ وہی مقدار تھی جو شیخ

تیرا نفس نہ جائے۔

سالم نے کہا پس اسی سبب سے ابن عمرؓ نے کسی سے سوال کیا کرتے اور نہ کسی چیز کو رد کرتے جو ان کو دی جاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احکام سے اصحاب کو اس درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ وہ افعال النبی جل شانہ کو دیکھتے تھے اور تدبیر نفس سے حسن تدبیر النبی کی طرف جاتے تھے۔ سہل بن عبد اللہ تبری سے سوال کیا گیا کہ علم حال کیا ہے؟ کہا وہ ترک تدبیر ہے اور اگر یہ کسی میں ہو تو وہ اوتار زمین سے ہے۔

اور زید بن خالد نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کے پاس بغیر مانگے اور بغیر طبع نفس کے اُس کے بھائی کی طرف سے پہنچے تو اُسے چاہیے کہ قبول کرے۔ اس واسطے کہ وہ اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس بھیجا ہے اور یہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام اور وقوف کئے ہوئے ہے اللہ کی بھیجی ہوئی چیز کے قبول میں مامون اُس سے ہے جس کا خوف اُس کی نسبت ہو خوف اُس شخص کے لئے ہے جو رد کرتا ہے اس واسطے کہ جو شخص ایک چیز کو رد کرتا ہے اس بات سے امین نہیں ہے کہ نفس اُس پر تسلط باں وجہ ہو کہ زہد کی نگاہ سے دیکھے اور اُس کے لینے میں نظر خلق سے گر جاتا ہے اس لحاظ سے کہ صدق و اخلاص کے ساتھ متحقق ہے اور دوسرے کو اس چیز کے دینے میں ثابت کرنا اس کی حقیقت کا ہے یعنی کہ وہ ایک چیز و اقصیت کے ساتھ ہے تو وہ ہمیشہ دونوں حال میں ایسا زاہد ہے جسے غیر شخص بنظر رغبت دیکھتا ہے اس لئے کہ اُس کے حال کا علم کم ہے اور اس مقام میں زہد کے اندر زہد متحقق ہوتا ہے اور اہل فتوح سے بعضے وہ ہیں جن کو فتوح اُس کے پاس آنے کا علم ہوتا ہے اور بعضے وہ ہیں جو نہیں چاہتے کہ فتوح اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر اُن میں سے بعضے وہ ہیں جو فتوح کو کام میں نہیں لاتے مگر اُس وقت کہ پیشتر سے اُن کو اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے علم اُس کا ہو گیا ہو اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ لے لیتے ہیں بدوں اس کے کہ پیشتر سے علم ہونے کا انہیں

جانتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔

ابابکر کتابی سے روایت ہے کہ کہائیں اور عمر و الملکی اور عیاش بن المہدی تیس برس ساتھ رہے کہ صبح کی نماز عصر کے وضو سے پڑھا کرتے اور مکہ میں مجردانہ بیٹھے رہتے۔ زمین پر ہمارے پاس کوئی مال پیسہ برابر نہ تھا اور بسا اوقات ہماری مصاحب ایک دن اور دو اور تین اور چار اور پانچ دن بھوک رہتی تھی اور کسی سے ہم سوال نہ کرتے اور ہمارے لئے اگر کوئی شے ظاہر ہوتی اور اُس کی وجہ ہم بغیر سوال اور پیسے کے جانتے اُسے لے لیتے اور اُسے کھالیتے نہیں تو بھوکے رہتے اور جب بھوک زیادہ لگتی اور ہمیں خوف اپنی جانوں پر فرائض کے نقصان کا ہوتا تو اباسعید حراز کے پاس جاتے وہ ہمارے لئے طرح طرح کے کھانے لاتے اور اس کے ہوا یہ دوسرے پاس جاتے اور کسی سے تشریح ہوتے اس وجہ سے کہ ہم اُس کے اور ورع سے واقف تھے۔

اور بایزید سے کہا کہ ہم آپ کو کوئی پیشہ کرتے نہیں دیکھتے پھر کہاں سے آپ کی معاش ہے؟ تو کہا میرا مولا گتے اور شور کو روزی دیتا ہے جو تو دیکھتا ہے کیا بایزید کو روزی نہ دے گا۔

سلمی نے کہا ہے کہ میں نے ابوالشکر رازی سے سنا ہے کہ کہتا تھا میں نے مظفر القریطی سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ فقیر وہ ہے جسے اللہ کی طرف بھی حاجت نہ ہو اور بعض صوفیہ سے کہا گیا کہ فقیر کیا چیز ہے؟ کہا حاجت کا قلب پر ٹھہرنا اور ماسوا اللہ سے اُس کا محو ہونا اور بعض صوفیہ نے کہا ہے فقیر کا خیرات لینا اُس شخص سے ہے جو اُسے دیتا ہے نہ اُس شخص کی طرف سے جس کے ہاتھ سے ملتا ہے اور جس نے وسائط اور درمیانی سے لیا تو وہ رسمی فقیروں کے واسطے ہے کہ اُس کی ہمت پست ہے۔ اباسلیمان درانی سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے زاہدوں کا اخیر قدم اول قدم متوکلین کا ہے۔ روایت ہے کہ بعض نے عابدوں سے زہد کیا اور اپنے زہد سے اس حد کو پہنچا کہ لوگوں سے جدا ہو گیا اور شہروں سے نکل گیا اور ربا میں کسی سے کچھ نہ مانگوں گا یہاں تک کہ میرا رزق میرے پاس آوے اور سفر

کو خواب میں بتلا دیتا کہ حماد کے پاس یہ اور وہ بھیج دو اور مشہور ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اپنے واقعہ یا خواب میں دیکھا کئے کہ تیرے لئے فلا نے شخص کے اوپر فلاں اور فلاں چیز اتاری گئی ہے اور انہی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہا کرتے جو بدن فضل کی غذا سے پرورش پاتا ہے اُس پر بوا مستط نہیں ہوتی اور طعام الفضل سے وہ چیز مراد رکھتے تھے جو فتوح حق سے صحت حال اُس کے لئے موجود ہوتی ہو اور جو شخص کہ اُس کی یہ حالت ہو وہ غنی بالشر ہے۔

واسطیؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو کر رہنا مریدوں کے درجوں میں سے اعلیٰ درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہونا صدیقیوں کے مراتب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور ابو سعید حزاز نے کہا ہے کہ جو اُس کی تدبیر کا عارف اور جاننے والا ہے تدبیر حق میں محو اور فنا ہو گیا۔ پس واقف مع الفتوح واقف مع اللہ ناظر الی اللہ ہے اور اس بارے میں جو کچھ حکایتیں ہیں اُن سب میں بہت اچھی حکایت یہ ہے کہ بعض صوفیہ نے نوری کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور لوگوں سے بھیک مانگتے کہا میں نے اس امر کو اُس سے امر عظیم سمجھا اور اس کی نسبت اچھا نہ جانا تو میں جنیدؑ کے پاس گیا اور اُسے خبر دی کہا کہ یہ امر چاہیے کہ تجھے بھاری نہ معلوم ہوا اس واسطے کہ نوری لوگوں سے نہیں مانگتا مگر اس لئے کہ اُن کا سوال آخرت وہ پورا کرے تب وہ اجر پائیں گے اس طرح پر کہ اُس کو ضرر نہ پہنچائے اور جنیدؑ کا یہ قول لے عظیم تاکہ اُن کو وہ دے۔ ایسا ہے جیسا کہ بعض صوفیہ کا یہ قول الید العلیا ید الّاخذ لا یعطے اشواب یعنی اوپر والا ہاتھ لینے والے کا ہاتھ ہے اس واسطے کہ وہ ثواب دیتا ہے۔ کہا بعد ازاں جنیدؑ نے کہا ترازو لاؤ تب سو درم وزن کئے پھر ایک مٹھی بھر درم لئے اور اس سیکڑے میں ڈال دیئے پھر کہا کہ اُس کے پاس یہ لے جا تو میں نے دل میں کہا وزن صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اُس کی مقدار معلوم ہو۔ پھر غیر وزن کئے درم وزن کئے ہوؤں میں کیونکہ ملا دیئے حالانکہ وہ مر حکیم ہے اور مجھے شرم آئی کہ اُس سے دریافت کروں۔ پھر میں تھیلی نوری کے پاس لے گیا تو اُس نے کہا لاؤ ترازو تب سو درم اُس نے تو لے اور کہا اُس کے پاس لوٹنا

اور ہر ایک شوق اور جھانک تاک سے باز رہا اُس کی خدمت دُنیا کرے گی اور دُنیا اُس کی اچھی خادم بن جائے گی اور جو اُس سے راضی اُس کی مخدوم ہو گئی۔ پس صاحب فتوح نفس کی جنبش کو شوق کے ساتھ جنابت اور گناہ سمجھنا ہے۔ روایت ہے کہ احمد بن حنبل ایک دن باب الشام کے راستہ پر نکلے پھر آٹا انہوں نے خرید کیا اور یہاں پر کوئی اُس کا اٹھانے والا نہ تھا پھر ایوب حمال ملا اور اُسے اٹھا کر لے گیا اور احمد نے اُسے اُجرت دے دی۔ پھر جبکہ گھر میں آیا بعد ازاں کہ اذن پایا۔ اتفاق سے گھر والوں نے روٹی پکا رکھی تھی اُٹے کی جو گھر میں موجود تھا اور روٹیاں تخت پر رکھی تھیں تاکہ پھریری ہو جائیں تو ایوب نے اُسے دیکھا اور وہ صائم الدہر تھا۔ پس احمد نے اپنے بیٹے صالح سے کہا کہ ایوب کو روٹی دو۔ اس نے دو گدہ روٹی کے دیئے اُس نے دونوں پھیر دیں۔ پھر احمد نے کہا دونوں رکھ دے۔ بعد ازاں تھوڑی دیر بٹھرا پھر کہا کہ دونوں روٹی لے اور ایوب کو دے جا کر پھر وہ ملا اور دونوں روٹی اُس نے لے لیں۔ صالح تعجب کرتا ہوا اللہ پھرا۔ احمد نے اُس سے کہا کہ اُس کے پھیرنے اور لینے سے تجھے تعجب ہوا کہا ہاں کہا یہ مرد صالح ہے کہ روٹی دیکھی اور نفس اُس کا روٹی کی طرف بڑھا جب ہم نے اُسے چاہت کے ساتھ دیا تو اُس نے پھیر دیا پھر وہ مایوس ہو گیا تو ہم نے پھرنا امید کی بعد دوبارہ دیں۔

پس کہا گیا ہے کہ یہ ارباب صدق کا حال ہے کہ اگر سوال کیا تو علم کے ساتھ سوال کیا اور اگر باز رہے تو حال کے ساتھ باز رہے اور اگر قبول کیا تو علم کے ساتھ قبول کیا تو جس کو فتوح کا حال نصیب نہیں ہوتا تو اُس کے لئے سوال اور پیشہ کا حال بشرط علم ہے و لیکن جو سائل کہ بلا وقت ضرورت حاجت سے زیادہ چاہے وہ صوفیہ سے بالکل نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائل کو سنا کہ وہ مانگ رہا تھا تو جو اُن کے پاس تھا اُس سے کہا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ سائل کو کھانا دے۔ اُس نے کہا کہ دے تو دیا تب عمر نے نظر کی دیکھا کہ اُس کی بغل کے نیچے ایک جھولی روٹی

عبدالقادر نے معین کی تھی تب شیخ نے اُس کے توقف پر حجاب کیا اور کہا تو نے فقراء کی نسبت یظن کیا کہ اُن کے اشارات صحیح اور معلوم نہیں ہوتے تو بندہ جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح ہوا اور اپنی ہوئی کو رضاء الہی کے لئے فنا کر دیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے باطن سے دُنیا کے غم رفع کر دیتا ہے اور استغنا اُس کے قلب میں دیتا ہے اور نرمی کے دروازے اُس پر کھول دیتا ہے اور جس قدر رنج اور فکر کہ بعض فقراء پر تسلط ہوتے ہیں اس سبب سے ہیں کہ اُن کے قلوب اس باب میں تکمیل کو نہیں پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوں اور حقائق بندگی کی رعایت میں کوشش اور اہتمام کریں۔

پس جس قدر کہ غم اور ہم الہی سے خالی ہوتے ہیں اسی قدر دُنیا کے غم وہم میں مُبتلا رہتے ہیں اور جو ہم الہی سے وہ مملو ہوتے تو دُنیا کے غم وہم نہ چکھتے بلکہ قناعت اور ترقی کرتے۔

روایت ہے کہ عوف ابن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست صدیق تھے اور وہ ہر ایک کے پاس ایک دن رہتے اور دوسرے کے تیس دوست تھے۔ ہر ایک کے پاس ایک دن رہتے اور ایک کے سات بھائی تھے مہینہ میں ایک دن ایک کے پاس رہتے۔ پس بھائی اُن کے اُن کا مال تھا اور مال جب اسی اللہ ناظر الی اللہ کے لئے قائم کرے جو توحید میں کامل ہو وہ ایک نعمت خوشگوار ہو جاتی ہے۔ شیخ ابی مسعود کے پاس ایک شخص آیا جو صاحب احوال سینہ تھا اور اشیاء میں فعل الہی کے ساتھ واقف اپنے حال میں متمکن اپنے اختیار کا تارک اور شاید کہ بہت سے متقدمین سے ترک اختیار کی تحقیق میں وہ سبقت لے گیا ہو اور ہم نے اس سے دیکھے اور مشاہدہ احوال صحیحہ کے جو قوت اور تمکین سے تھے تو اُس سے ایک شخص نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تیری کچھ مدد کروں۔ ہر روز روٹیاں تیرے پاس بھیجوں۔ مگر بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ مال نجس ہوتا ہے۔ شیخ نے کہا ہم نہیں کہتے کہ مال نجس ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے صاف کر دیتا ہے اور اُس کے فعل کو ہم دیکھتے ہیں۔ پس جو ہمارے حصہ میں دیتا ہے اُسے ہم مبارک

معاملہ میں عدل سے نظر کی جائے اور صوفیہ سے جس نے تجرد پر صبر کیا یہ صبر اُس وقت تک ہے کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے یعنی وقت مقدر پورا ہو۔ پھر اُس کے لئے بیوی انتخاب کی جائے اور اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار اور اسباب مہیا کرے اور ایک رفیق کے ساتھ جس سے وہ نکاح کرے زندگی خوش بسر کرے اور رزق اس کی طرف بھیجا جائے اور جب مرید جلدی کرے اور طبیعت اس کی مخوف کم اور خیانت اس کو شامل ہو اس سبب سے کہ شہوت کا دھواں اُٹھے جو علم کی شعاع کو بجھاتا ہے اور اوج ہزیمت سے جو اُس کے مال کا تقاضا اور اُس کی ارادت کا موجب ہے اور اُس کے صدق طلب کی شرط ہے رخصت کے نشیب میں جا پڑے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت عام خلقت کے لئے ہے نقصان کے ساتھ اُس پر حکم کیا جاتا ہے اور خسارت کی اس پر شہادت ہوتی ہے اور اس طرح کی عجلت مردوں کے لئے حنین ہے۔

سہل بن عبد اللہ تسری نے کہا ہے جب مرید کا ایسا حال ہو جس سے زیادتی کی امید ہو تو اُس پر ابتلا را آپہنچا اور اُس کی رجوع ابتلا میں ایسے حال کی طرف جو اس سے ادنیٰ درجہ کا ہے نقصان ہے اور حدیث ہے اور بعض فقہاء سے میں نے سنا ہے جبکہ اُس سے پوچھا کہ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ تو کہا عورت مردوں ہی کے واسطے لائق ہے اور مردوں کے درجہ کو میں نہیں پہنچا ہوں پھر میں کس طرح نکاح کروں۔

پس صادقوں کے لئے بلوغ کا ایک وقت ہے جس کے آنے کے وقت نکاح کرتے ہیں اور ہر ائینہ احادیث متعارضی اور نیا رمل محل گئے کہ تجرید افضل ہے یا نکاح افضل ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام احوال کے موافق اقسام و انواع کا ہے تو بعضے اُن میں سے تجرید کی فضیلت میں ہیں اور بعضے تاہل کی فضیلت میں اور یہ سب تعارض اُس شخص کے حق میں ہے کہ اُس کی آتش شہوت اُس کے کمال تقویٰ اور قہر ہنوی کے سبب ٹھنڈک اور سلامتی میں ہے اور اس کے سوا جو اور مرد ہے کہ اُس پر فتنہ کا خوف ہے نکاح اُس پر واجب ہے جس حال میں کہ شہوت غالب ہو اور ائمہ میں خلاف

کرنے لگا۔ پھر ایک پہاڑ کے نیچے سات دن رہا کہ اُس کو کوئی شے نہ ملی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے تب کہا اے پروردگار! اگر تو نے مجھے زندگی دی تو مجھے میرا رزق دے جو میری قسمت میں دیا ہے اور نہیں تو اپنی طرف مجھے کھینچ لے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے قلب میں الہام کیا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم ہے میں تجھے رزق نہ دوں گا جب تک تو شہروں میں نہ جائے اور لوگوں میں نہ رہے۔

تب شہر میں آیا اور آدمیوں کے درمیان قیام کیا تو ایک آیا کہ یہ کھانا حاضر ہے اور یہ پانی موجود ہے پھر اُس نے کھایا اور پیا پھر اپنے دل میں اس سے خوف کیا تو ہاتھ سے سنا کہ تو نے ارادہ کیا تھا کہ اس کی حکمت کو اپنے زہد سے دُنیا میں باطل اور معطل کرے کیا تو نہیں جانتا کہ وہ جو بندوں کو بندوں کے ہاتھ سے رزق دیتا ہے یہ بات اُسے زیادہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اُن کو قدرت کے ہاتھوں سے رزق دے۔

پس جو کہ فتوح کے ساتھ دُطا ہوا ہے اُن کے نزدیک آدمیوں کے ہاتھ اور قدرت کے ہاتھ اور فرشتوں کے ہاتھ برابر ہیں اور اُس کے نزدیک قدرت اور حکمت برابر ہے اور رُو کے ٹکڑے چاہنا اور قطع اسباب کی طرف جانا گرویدہ اسباب کے رویہ کا ہونا ہے اور جب توحید صحیح ہو گئی تو انسان کی آنکھ میں اسباب خود متلاشی اور معدوم ہو جاتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رازی سے مسموع ہے کہ وہ کہتے تھے جس نے معاش کے دروازہ کو بلا قدرت کی کلید کے کھولنا چاہا وہ مخلوقات کے سپرد ہو گیا۔ بعضے منقطعین نے کہا ہے میں ایک بڑا پیشہ ور تھا تو مجھ سے ترک اُس کا چاہا گیا تو میرے سینہ میں یہ بات کھٹکی کہ پھر کہاں سے معاش آئے گی تب ہاتھ نے غیب سے آواز دی جسے میں نہیں دیکھتا تھا میری طرف قطع کر کے آتا ہے اور اپنے رزق کی بابت میرے اوپر تہمت رکھتا ہے۔ میرے دُتر ہے کہ تیرا خادم ایک دوست کو اپنے دوستوں سے کر دوں یا ایک منافق کو اپنے دشمنوں سے تیرا مسخر اور محکم کروں۔ توجہ صوفی کا حال صحیح ہو گیا اور اپنی طمعوں سے جدا

دُنیا کی طرف مائل ہوا۔ جس نے معاش طلب کی یا کسی عورت سے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا۔ اور کہا کسی کو میں نے اپنے یاروں سے نہیں دیکھا کہ اُس نے نکاح کیا اور پھر اپنے مرتبے پر ثابت رہا ہو۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے اپنے بعد عورات سے زیادہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا کہ مردوں کو زیادہ مضرب ہو۔ اور رجم بن حیوۃ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ ہم سختی اور گزند میں مبتلا ہوئے تو ہم نے صبر کیا اور نرمی اور فائدہ میں ہم مبتلا ہوئے تو ہم سے صبر نہ ہو سکا اور ہر آئینہ خوف ناک زیادہ اُن میں سے جن کا تمہارے لئے مجھے خوف ہے وہ عورت کا فتنہ ہے جس وقت کہ سونے کے کنگن اور شام کی ایک بڑی چادر اور مین کی سرخ سنجاب پہنیں اور مالدار کو رنج میں اور فقیر کو تکلیف میں ڈالیں اُس چیز کے لئے جو وہ پہناتے۔ اور بعض حکما نے کہا ہے کہ تاجر کا علاج عورات کے علاج سے بہتر ہے۔ اور سہل بن عبد اللہ سے عورات کے بارے میں سوال کیا تو کہا الصبر عنہن خیر من الصبر علیہن والصلبر علیہن خیر من الصبر علی النار۔ یعنی عورتوں سے صبر کرنا بیٹھنا بہتر ہے کہ اُن پر صبر کرے اور زحماتیں اُٹھائے اور اُن پر صبر کرنا بہتر ہے اس سے کہ دوزخ کے اُوپر صبر کرے اور اُس کا عذاب بھیلے اور اس آیت کی تفسیر میں خلق الانسان ضعیفا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔ اور اس آیت کے معنی میں دینا و دت تحملنا ما لا طاقة لنا۔ یعنی اے ہمارے پروردگار اور نہ اُٹھوا ہم سے وہ چیز جس کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ مراد غلبہ شہوت ہے پس فقیر اگر مقابلہ نفس پر قادر ہو اور معا لجنہ نفس میں حسن معاملہ سے علم وافر نصیب ہو اور عورتوں سے صبر کرے تو درحقیقت پورا فضل حاصل کیا اور عقل کو کام میں لایا اور سہل کام کی طرف راستہ پایا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو سو برس کے بعد تمہارے درمیان سے بہتر مرد خفیف الحاذ ہیں۔ کہا یا رسول اللہ خفیف اکاذب کیا چیز ہے؟ فرمایا

سے بھری ہوئی تھی، اُس وقت عمرؓ نے کہا کہ آیا تیرے کنبہ ہے؟ تو کہا نہیں۔
پس کہا کہ تو سائل نہیں ہے مگر سوداگر ہے۔ پھر اُس کی جھولی اہل صدقہ کے اُگے
جھاڑی اور اُسے دَرے مارے۔

اور علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہا کہ ہر ائینہ اللہ تعالیٰ کے لئے
اُس کی خلق میں فقر کے ثواب اور فقر کے عذاب ہیں۔ تو فقر ارب کی علامت جب کہ
وہ ثواب کے ساتھ ہو یہ ہے کہ اُس کے خُلق نیک ہوں اور اپنے رب کی اطاعت
کرے اور اپنے حال کی شکایت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر اپنے فقر پر کرے۔
اور فقر کی علامت جبکہ وہ عذاب کے ساتھ ہو یہ ہے کہ خُلق اُس کے بُرے ہوں اور
اپنے رب کی نافرمانی کرے اور شکایت بہت زبان پر لائے اور قضا کی نسبت
غصّہ کرے۔ پس حال صوفیہ سوال ہیں حسن ادب سے اور فتوح اور صدق مع اللہ
سے ہر حال میں جس طرح بدلے۔

اکیسواں باب

متجدد اور متاہل صوفیہ اور انکے صحت مقاصد بیان میں ہے

صوفی اللہ تعالیٰ کے واسطے نکاح کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے واسطے
متجدد رہتا ہے۔ پس اُس کے تجرد کا ایک مقصد اور وقت ہے اور نکاح کرنے
کے لئے ایک مقصد اور وقت ہے اور صادق تجرد اور متاہل کا وقت جانتا ہے اس
واسطے کہ صوفی کی سرکش طبیعت علم کے دہانہ سے لگام دی ہوئی ہے جب اس کے
لئے تجرد بہتر ہو تو اُس پر طبیعت نکاح کی جلدی نہیں کرتی اور ازدواج پر اقدام
نہیں کرتی الا جبکہ نفس میں صلاحیت اُسے اور نرمی کرنے کا اُسے استحقاق ہو
اور یہ جب ہے کہ نفس مطیع و منقاد ہو اور جو اُس سے چاہا جائے اس کو قبول
کرے۔ جیسے ایک لڑکا کہ وہ خوش اُندبات کو کرے اور نقصان کی چیز سے باز رہے تو
جب نفس محکوم اور مطیع ہو جائے امر الہی کی طرف وہ رجوع کرتا ہے اور قلب کی
لڑائی سے بے زار ہو تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرائی جائے اور دونوں کے

عبادت میں گزارا ہوگا تو نفس کے خطرات اُس کے کم ہو جائیں گے اور اُس کا عبادت میں مشغول رہنا اُس کو یہ ثمرہ دے گا کہ معاملہ کی جلدات اور اُس سے زیادہ عمل کی محبت ہوگی اور سہولت کے دروازہ اس پر کشادہ ہوں گے اور عمل میں زندگی بسر کرنا اس پر آسان ہوگا۔

پس وہ اپنے حال اور وقت پر اُس کی غیرت کرے گا کہ زوجہ سے اُن میں کدورت آئے اور تجرد میں مرید کے حسن ادب سے یہ بات ہے کہ عورتوں کے خیالات کو اپنے باطن میں جگہ نہ دے اور جب کبھی اُس کے دل میں عورت اور شہوت کا خطرہ گزرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف حسن امانت کے ساتھ گریز کرے۔ پس اب حق تعالیٰ قوت عزیمت سے اس کا تدارک فرمائے گا اور نفس کی مخالفت کے ساتھ اُس کی تائید کرے گا بلکہ اُس کے نفس پر نور اُس کے قلب کا عکس ڈالے گا کہ یہ ثواب اُس کے اچھی توبہ اور رجوع کا ہے پھر مطالبہ سے نفس سکون کرے گا بعد ازاں اُس کے نفس پر ظاہر وہ باتیں کی جائیں جو نکاح سے اُس پر عائد ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ بُرے مقاموں میں جانے جو ذلت اور خواری کو پہنچائیں اور ایک چیز کو بے وجہ حاصل کرے اور جو قطع رحم کرنے والوں سے امید کی جائے اس وجہ سے کہ خاطر ملتفت نبی اور اس کی حراست کی طرف ہے اور بہت سی کلفتیں ہیں جن کے شمار نہیں ہو سکتے۔

اور عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ جہد بھلا کیا چیز ہے؟ کہا کہ کثرت عیال کی اور قلت مال کی اور بعضوں نے کہا ہے کہ کثرت عیال کی و فقر میں سے ایک ہے اور قلت عیال دو تو نگری میں سے ایک ہے۔ اور ابراہیم بن ادھمؒ کہتے تھے کہ توبہ عورت کی راتوں کا عادی ہو وہ فلاح اور نجات نہ پائے گا اور اس میں شک نہیں کہ عورت رفاہیت اور تن آرائی کی طرف بلاتی ہے اور مشغول باللہ ہونے کے قیام اور رات اور دن کے روزہ سے باز رکھتی ہے اور باطن پر فلسفی کا خوف اور مال جمع کرنے کی محبت غالب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجرد سے دور ہے۔ اور ہر اثنینہ وارد ہوا ہے کہ جب دو سو برس کے بعد زمانہ آئے تو میری اُمت کے لئے تجرد مباح ہے پھر

اُس شخص کے حق میں بہت جس میں غلبہ شہوت کا نہ ہو، تو صوفی جب نبی والہ ہو گیا تو سمجھائیوں پر اس کی مدد ایشا اور دیگر زکر کرنے میں زیادہ طلبی سے مقرر اور واجب ہے جب وہ ضعیف الحال قاصر رتبہ رجال سے نظر آئے جیسے کہ ہم نے پہلے وصف کیا ہے اُس صبر کا جس نے صبر کیا حتیٰ کہ وہ فتح یاب اُس کے لئے ہوا کہ اُس کی کتاب اپنی مدد کو پہنچی۔

عوف بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ کے پاس غنیمت کا مال آتا تو اسی دن اُس کو بانٹ دیتے۔ پس متاہل کو دو حصہ اور مجرد کو ایک حصہ عطا فرماتے۔ سوہم بلانے گئے اور میں عمار بن یاسر کے ذریعے سے طلب ہوا تو مجھے دو حصے دیئے اور اسے ایک حصہ سو وہ حصہ ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے بشرہ سے جان لیا اور اُن لوگوں نے جو حاضر تھے اُس وقت آپ کے پاس سونے کی ایک لٹری باقی تھی سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسے اپنے عصا کی نوک سے اٹھاتے تھے اور وہ گر جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ تمہارا اس روز کیا حال ہو گا جب تمہارے لئے اس کی کثرت ہو گی تو کسی نے آپ کو جواب نہ دیا۔ پھر عمار نے کہا ہم دوست رکھتے ہیں یا رسول اللہ اس بات کو کہ ہمارے لئے اُس سے زیادتی اور کثرت ہو تو ازواج اور اولاد سے سب سے زیادہ فقیر کے لئے وقت پر مددگار اور اس کے قصد کے لئے موجب جمعیت اور اُس کی زندگی کے لئے زیادہ باعث لذت ہے اور فقر کے لئے ابتدا فقر میں بہتر ہے کہ علائق کو قطع کرے اور موانع کو مٹائے اور سفر و سیاحت کرتا رہے اور خطروں پر چڑھے اور اسباب سے اگے ہو اور حجاب کی چیزوں سے باہر جانے اور نکاح کرنا عزیمت اور اولوالعزمی سے رخصت اور سہولت میں گرنا ہے اور راحت سے تلخ عیشی کی طرف پھرنا ہے اور ازواج اور اولاد کے ساتھ قیدی بننا ہے اور کجروی کے موافق کے گرد پھرنا ہے اور زہر کے بعد دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور طبیعت و عادت کے موافق ہوا کی دُرخ مڑنا ہے۔

ابویہمان دارانی نے کہا ہے تین چیزیں ہیں جس نے وہ طلب کیں وہ ہر اُمینہ

ہیں۔ اس واسطے کہ یہ علم حال سے ہے نہ علم حکم سے اور جو مجھے دل میں واقع ہوا اُس کی صحت پر یہ دلیل ہے جو آپ سے منقول ہے کہ فرمایا میں رُوح چاہتا تھا ایک مدت تک اور تزوج پر حیرت نہیں کرتا تھا اس خوف سے کہ وقت مگر ہوگا پھر میں نے صبر کیا یہاں تک کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی اللہ تعالیٰ نے چار بیدیاں مجھے بھیجیں اُن میں کوئی ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ ارادہ اور رغبت میرے اوپر صرف کرتی ہے۔ پس یہ کامل صبر جمیل کا ثمرہ ہے توجیب فقیر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کشود مانگتا ہے اس کو کشود اور راستہ ملتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث یریحہ۔ یعنی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اُس کے لئے راستہ بناتا ہے اور رزق دیتا ہے اُسے اس جگہ سے کہ وہ نہ جانتا ہو۔“

سو ہر گاہ فقیر بہت زیادہ تضرع اور دُعا کے بعد نکاح کرے اور اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دارِ دازن کے ساتھ نازل ہو تو یہ غایت اور نہایت معتمدی ہے اور اگر اذن کے پہنچنے تک صبر نہ کر سکے اور اس کی کوشش دعا و زاری میں ہو چکے تو یہ حقتہ اُس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اُس کی نیک نیتی اور صدق مطلب اور حسن رجاء اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرنے کے باعث تائید اُس کی ہوگی۔

اور عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے کہا جو ان کی عبادت پوری تب ہی ہوتی ہے کہ وہ نکاح کرے اور مشائخ خراسان سے ایک شیخ کا ذکر ہے کہ وہ نکاح بہت کیا کرتے تھے کہ دو یا تین بی بی سے خالی نہ رہتے تو اس پر صوفیوں نے اس بابت لعن کی تو کہا آیا کوئی تم میں سے جانتا ہے کہ وہ اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک جلسہ بیٹھا یا ایک وقفہ ٹھہرا اور پھر اُس کے قلب پر خطہ شہوت کا گزارا تو اُن صوفیہ نے کہا کہ ہمیں کبھی ایسا ہوتا ہے تب کہا اگر میں راضی اپنی تمام عمر میں تمہارے سے حال کے ساتھ ہوں ایک وقت میں تو میں ہرگز نکاح نہ کرتا لیکن میرے قلب میں شہوت کا خطرہ کبھی نہیں گزرتا کہ میرے حال سے مجھے غافل کر دے مگر یہ کہ میں اُس کا نفاذ کر دیتا ہوں تاکہ اُس سے مجھے راحت ملے اور اپنے شغل کی طرف رجوع کروں۔

وہ شخص ہے جس کے نہ بی بی ہو نہ اولاد ہو۔ اور بعض فقہاء نے کہا جبکہ اُس سے کہا گیا کہ نکاح کر لو کہ میں حاجت مند اپنے نفس کے طلاق دینے کی طرف زیادہ تر اس کی نسبت ہوں کہ میں نکاح کرنے کی طرف حاجت مند ہوں اور بشر بن حمرث سے کہا گیا کہ لوگ آپ کے حق میں کلام اور گفتگو کرتے ہیں۔ کہا کیا کہتے ہیں کہا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ تارک السلت ہیں یعنی نکاح نہیں کرتے اُس پر کہا کہ اُن سے کہہ دو کہ میں فرض میں سنت سے مشغول ہوں اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک مُرغی میری عیال ہو تو مجھے خوف ہے کہ میں پل پر جلا دہوں اور صوفی نفس اور اُس کے مطالبہ کا مبتلا ہے اور وہ ایک شغل میں ہے جو اُس کے نفس سے بے شغل اور فارغ کرتا ہے اور جب اُس کے مطالبوں پر بیوی کے مطالبے اور اضافے ہوں گے تو اُس کی طلب بھی المضاعف ہو جائے گی اور اُس کی ارادت تھک جائے گی اور اُس کی عزیمت میں فتور آئے گا اور نفس نے جب طمع کی تو بس طمع ہی کی اور جو قناعت کی تو بس قناعت ہی کی تو جوان آدمی جو خواہش نکاح کے مادہ دور کرنے کی لکھتا ہے تو ہمیشہ روزہ داری سے مدد چاہے اس واسطے کہ نفس کے قلع مع میں اور اُس کے مغلوب کرنے میں روزہ کا اثر ظاہر ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر جوانوں کی ایک جماعت پر ہوا اور وہ پتھر اٹھاتے تھے تو فرمایا اے گروہ جوانان جو تم میں سے نکاح کا مقدور نہ ہو وہ چاہیے کہ نکاح کرے اور جسے مقدور نہ ہو اُسے چاہیے کہ روزہ لکھے اس واسطے کہ روزہ اُس کے لئے وجہ ہے۔ اصل وجہ کی خصلیوں کا کوفت کوب اور ریزہ ریزہ کرنا ہے۔ عرب لوگ بکرے کو خصمی کرتے ہیں تاکہ اُس کی فحولت اور زری جاتی ہے اور موٹا تازہ ہو جائے۔

اور اسی سے حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے مورے طمعی قربانی کئے اور کہا گیا ہے کہ وہ نفس ہے اگر تو اسے مشغول نہ رکھے گا تو وہ تجھے مشغول کرے گا تو جب مرید جوان ہمیشہ عمل میں مشغول رہے گا اور اُس کا عبادت میں گزار ہوگا تو نفس کے خطرات اُس کے کم ہو جائیں گے اور اس کا

کو زیادہ اطمینان ہوتا ہے اور یہ نشید پڑھتا ہے مے
آسمان پوشاک جیب بدلے تو پھر بدلے زمین

خوب پوشائیں جو خود ابر بہاری نے بنیں

اور جب کبھی نفس اپنا حظ اٹھاتا ہے تو قلب خوش ہوتا ہے کہ ہمسایہ کی
راحت سے ہمسایہ شفیق راحت پاتا ہے۔ بعض فقرار کو میں نے کہتے سنا ہے کہ نفس
قلب سے کہتا ہے کہ تو میرا شریک کھانے میں ہو میں تیرا شریک نماز میں ہوں گا۔
اور یہ کیا اب احوال سے ہے جو عالم ربانی کے سوا دوسرا اُس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔
اور بہت سے مدعی ہیں جو اپنی ذات سے اُس کا زعم کر کے ہلاک ہوتے ہیں اور
ایسا بندہ نکاح سے ترقی پاتا ہے اور اُس کو نقصان نہیں پہنچتا ہے اور بندہ جب
اس کا علم کمال کو پہنچے تو وہ اشیاء سے اخذ کرتا ہے اور اُس کی اشیاء نہیں اخذ
کرتی۔ اور جنیدؒ کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے میں بی بی کی احتیاج اُسی قدر رکھتا ہوں
جیسے غذا کی مجھے احتیاج ہے۔

اور بعض علماء نے بعض لوگوں کو صوفیوں کے حق میں طعن کرتے ہوئے
سُنا تو کہا اے عجب وہ کیا چیز ہے تو تیرے نزدیک اُن میں کیا نقصان کی بات
ہے تو کہا یہ لوگ کھاتے بہت ہیں سو کہا اور تو بھی اگر بھوکا ہو جیسے وہ بھوکے
ہوتے ہیں تو ایسے ہی کھائے جیسے وہ کھاتے ہیں۔ بعدہ کہا اور نکاح بہت کرتے
ہیں۔ سو کہا اور تو بھی اگر ٹرنگاہ کا حفظ کرے جیسے وہ حفظ کرتے ہیں تو بھی نکاح
کرے جیسے وہ نکاح کرتے ہیں کہا اور کچھ اور بھی کہا کہ گانا سنتے ہیں تو کہا اور
تو بھی اگر نظر کرتا جیسے وہ نظر کرتے ہیں تو سنتا جیسے وہ سنتے ہیں۔

اور سفیان بن عیینہؒ کہا کرتے بیبیوں کی کثرت دنیا سے نہیں ہے۔ اس
واسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ
زادہ دنیا کے کم رغبت کرنے والے تھے اور اُن کی چار بیبیاں تھیں اور سترہ لونڈیاں
اُن کی حرم تھیں اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے اس امت میں سب سے
بہتر وہ ہے جس کی بیبیاں بہت ہوں۔ اور اخبار الانبیاء میں مذکور ہے کہ ایک

اگر فقیر کے دل میں نکاح کے خطرے متواتر آئیں اور باطن اس کا علی الخصوص نماز اور ذکر اور تلاوت میں دور اور زائل ہو تو چاہیے کہ اول اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ پھر مشائخ اور بھائیوں سے اور ان سے اپنے حال کی شرح کہے اور ان سے خواہش کرے کہ وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے حسن اختیار کی دعا مانگیں اور زندہ اور مردے اور مساجد اور مشاہدوں میں گھومتا رہے اور اس کو بڑا کام جانے اور اس میں قلت توجہ اور پرواہ سے نہ آئے اس لئے کہ ایک بڑے فتنہ اور خطر عظیم کا دروازہ ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ تمہاری بیبیاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں تو ان سے تم ڈرو اور اللہ تعالیٰ سے بہت عجز اور ضراعت کرے اور اس کے سامنے غلوت میں خوب روئے اور استخارہ مکرر کرے اور ہر چیز قوت اور صبر اسے نصیب ہووے تاکہ صاف فضل الہی سے بھلائی اس میں ظاہر ہو جائے تو یہ کمال ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ اس کا کشف سچے پر کر دیتا ہے خواہ ممانعت ہو یا اجازت خواب میں ہو یا جاگتے میں یا اس کی زبان پر جس کے دین اور حال کا اسے وثوق ہو کہ وہ جب اشارہ کرتا ہے تو نہیں کرتا مگر چشم دل کی بصیرت سے اور جب وہ حکم کرے تو نہیں کرتا مگر حق کے ساتھ تو اس وقت اس کا نکاح کرنا ایسا ہوتا ہے جس میں تدبیر اور مدد ہوتی ہے۔

اور ہم نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو کسی نے صالحین سے کہا کہ نکاح کس واسطے کیا ہے؟ آپ نے کہا میں نے تو نکاح نہیں کیا جب تک کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا کہ نکاح کر۔ پس آپ سے اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت کا حکم دیتے ہیں اور قوم کا طریق الزام عزیمت ہے تو میں نہیں جانتا کہ شیخ نے اس کے جواب میں کیا کہا الامین کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخصت کا حکم دیتے ہیں اور اس کا حکم زبان شریعہ پر ہے مگر جس نے التجا جناب الہی میں کی اور اس کی طرف نیاز مندی کی اور اس سے استخارہ کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ کشف کر دیتا ہے ایک آگاہی کے ساتھ جو خواب کے اندر ہوا تو اس کا یہ امر رخصت نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسا امر ہے جس کا اتباع ادباً عزیمت کرتے

اُس پر روزہ لازم ہے۔ اس واسطے کہ روزہ اُس کے دجاہ ہیں یعنی نفس کرنا ہے اور بیا ہے۔ مرد کو چاہیے کہ زوجہ کے ساتھ زیادہ خلط اور صحبت کرنے سے پرہیز کرے تاکہ بیکہ درود و وظائف اور انتظام اوقات سے جا تارہے۔ اس واسطے کہ اس میں افراط کرنے سے نفس اور اُس کا لشکر قوی ہوتا ہے اور اُس کی علمت میں اتور پڑتا ہے اور بیاہے آدمی کے لئے بی بی کے سبب دو آفت ہیں ایک آفت اُس کے عام حال کے سبب ہے اور ایک آفت اُس کے خاص حال سے تو اُس کے حال کی آفت یہ ہے کہ اسباب معیشت میں اُسے زیادہ اہتمام کرنا ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہا کرتے تھے واللہ اُس مرد کی کسی دن صبح نہیں ہوتی جو اپنی بی بی کی اطاعت اُس کی خواہش اور فرمائش کے اندر کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ اُس کو منہ کے بل دوزخ میں اوندھا ڈال دے۔ اور خبر میں ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مرد کی موت زوجہ اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی جو اُسے نرسی کے ساتھ شرمائیں گے اور اُسے تکلیفیں اُن چیزوں کی دیں گے جس کی طاقت اُسے نہ ہوگی تو وہ ایسے ٹھکانوں میں جائے گا جن میں اُس کا ایمان جاتا رہے تب وہ ہلاک ہوگا۔

اور روایت ہے کہ یونس علیہ السلام کے پاس ایک قوم آئی تو آپ نے اُن کی ضیافت کی اور آپ اپنے گھر میں آتے اور جاتے تھے۔ پس ان کی بی بی ان کو ستاتی تھی اور اُس پر ظلم اور زیادتی کرتی اور آپ خاموش تھے تو قوم کو اس سے تعجب ہوا اور اُن سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے۔ آپ نے کہا تم اس سے تعجب نہ کرو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے دُعا مانگی ہے کہ اے میرے پروردگار کہ جو آخرت میں میرے اوپر عذاب کرے وہ دنیا ہی میں مجھے دے تو حکم ہوا کہ تیرا عذاب فلاں شخص کی بیٹی ہے اُس سے تو بیاہ کر لے سو میں نے اس سے نکاح کر لیا اور جو تم دیکھتے ہو اُس پر میں صابر ہوں۔

پس ہر گاہ کہ فقیر نے افراط رعایت اور مدارات میں کی تو بیشتر وجوہ معیشت میں حد اعتدال سے بڑھ جلتے گا تاکہ بی بی کی خوشی اور رضامندی حاصل کرے۔ پس اُس کے عام حال کی یہ آفت ہے اور آفت اس کے خاص حال کی یہ ہے کہ اُس کے

اُس کے بعد کہا کہ چالیس برس ہوئے کہ میرے قلب پر گناہ کا خطرہ نہیں گزرا۔ پس سچے لوگ نکاح کے کام میں نہیں در آئے الّا بصیرت سے اور اُن لوگوں نے مراد نفس کا انقطاع کرنا چاہا ہے اور کبھی تو انا اور علماء راسخ فی العلم کے لئے ایسے احوال نکاح کرنے میں حاصل ہوتے ہیں کہ وہ مختص انہی کے ساتھ ہیں اور وہ یہ ہے کہ نفوس اُن حضرات کے بہت بڑے مجاہدوں اور مراقبوں اور معتوتوں کے بعد مطمئن ہو جاتے ہیں اور قلوب ان کے اقبال کرتے ہیں اور قلوب کے لئے اقبال اور ادبار ہے۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر ائینہ قلوب کے واسطے اقبال و ادبار ہے توجیب وہ پلیٹھ پھیرتے ہیں نرمی کے ساتھ راحت پاتے ہیں اور جب وہ پیش آتے ہیں تو یلثاق کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ دریں صورت اُن کے قلوب ہمیشہ اقبال کو تھوڑے وقت کے لئے کرتے ہیں اور اُن کا اقبال دوام نہیں دکھتا مگر اس لئے کہ نفوس اُن کے طمانیت کے ساتھ ہیں اور منازعت سے رُکے ہوئے اور قلوب میں مداخلت چھوڑے ہوئے ہیں توجیب نفوس مطمئن ہوں اور اپنی خطار و سبکی اور وحشت اور بد خوئی سے ٹھہر جاتے ہیں تو نفوس کے بہت حقوق قلوب پر عائد ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اُن کے حقوق سے اُن کے حظوظ ہو جاتے ہیں اس لئے ادار حق میں قناعت ہے اور اخذ حظ میں وسعت ہے اور یہ صوفیہ کے علم دقیق سے ہے۔ اس واسطے کہ یہ حضرات نکاح مباح سے حظوظ نفس کے پہنچانے میں وسعت پاتے ہیں کیونکہ وہ نفس مخالفت ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ مرض اُس کا دوا اُس کی ہو جاتا ہے اور اُس کی مباح شہوات اور شروع لذات اس کو مضر نہیں ہوتیں اور اس کی عزیمتوں اور اداؤں میں مغل نہیں ہوتیں بلکہ جب کبھی نفوس زکیہ اپنے حظوظ سے ملتے ہیں تو قلب میں زیادہ انشراح اور اتساع ہوتا ہے اور قلب و نفس میں موافقت ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے پر عطف کرتا ہے اور ہر ایک جو ان دونوں میں سے جو حصہ پائے دوسرے کو زیادہ ہوتا ہے۔

توجیب کبھی اللہ تعالیٰ سے قلب اپنا حصہ لیتا ہے تو نفس کو طمانیت کا خلعت پہناتا ہے اس وقت قلب کو زیادہ اطمینان اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نفس

سے وہ وصف سلب کرتا ہے اور اُسے اپنی طرف، اس صورت سے اخذ کرتا ہے کہ میں اُن باتوں سے بچ گیا ہوں جن میں اور لوگ مشاہدہ سے مفتوں اور مغالطہ میں پڑے ہوتے ہیں تو میں نے صورت فسق سے جو اُس کے نزدیک شراب شہوت کی جھگ اور کف ہیں محفوظ اور مصئون امر حاصل کیا ہے اس واسطے کہ اگر عدت شراب کی جاتی رہتی تو جھگ اور کف باقی نہ رہتی تو اس سے قطعاً حذر کرنا چاہیے اور جو اس میں حال اور صحت میں دعویٰ کرے اُس کی بات نہیں سننی چاہیے اس واسطے کہ وہ جھوٹا مدعی ہے اور اسی بات کے واسطے طبیبوں نے کہا ہے کہ جماعِ عشق کے بیجاں کو سکون دیتا ہے ہر چند غیر معشوق سے ہو۔

پس جاننا چاہیے کہ اُس کی مستند اس کی شہوت ہے اور جو حال کا اُس میں دعویٰ کرے جھوٹا ہے اور یہ متاہل بی بی والے کی آفتیں ہیں اور مجرب بن جانا کی آفت عورات کا اس کی خاطر میں گزرتا ہے اور اس کے خیال میں آتا ہے۔ اور جس کے باطن میں طہارت دی گئی ہے تو اس کا باطن شہوت کی خطرات سے میلا نہیں ہوتا اور اُس کے دل میں خطوہ آئے تو حسن توبہ اور پناہ فقر سے اُسے مٹاتا ہے اور جب فکر نے افسانہ گوئی کی تو خطوہ کشیف اور پُرکار ہو جاتا ہے اور قلب سے نکل کر سینہ تک پہنچتا ہے اور اس حالت میں خطرے کے ساتھ عضو کے احساس سے خوف کرے تو یہ پوشیدہ عمل ہے۔ اور کیا ہی بُری بات ہے اُس سچے آدمی کے لئے جو حضوری اور بیداری کی طرف تاک لگا رہا ہو۔

پس یہ حال فاحشہ ہے اور بے شک یہ قول کہا گیا ہے کہ خیال فاحشہ کا عار فوں کے قلب میں گزرنا ایسا ہی ہے جیسے نعل اُن لوگوں کا جو اُسے کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عابد دنیا سے عبادت کے لئے قطع تعلق کر کے بیٹھا یہاں تک کہ اپنے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا اُس کا ذکر زمانہ کے نبی کے سامنے ہوا تو کہا اچھا آدمی ہے۔ اگر وہ سنت سے کوئی چیز ترک نہ کرتا۔ پھر عابد تک یہ بات پہنچی اور اُسے اندوہ میں ڈالا اور کہا مجھے کیا فائدہ عبادت سے ہے جو میں سنت کا تارک ہوں۔ پھر نبی کے پاس آیا اور اُن سے پوچھا کہا ہاں تو نکاح کا تارک ہے۔ کہا میں نے اس واسطے نہیں ترک کیا کہ اُسے میں حرام جانتا ہوں اور میں صرف اس وجہ سے باز رہا ہوں کہ میں فقیر ہوں کچھ میرے پاس نہیں ہے اور میں خود لوگوں پر بار ہوں کہ ایک بار مجھے یہ کھلاتا ہے اور ایک بار مجھے وہ کھلاتا ہے تو مجھے یہ کدوہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت سے نکاح کروں جو سختی اور بلا میں اُسے ڈالوں اور خواہ مخواہ اُسے تنگ کروں۔ تب نبی علیہ السلام نے اُس سے کہا اور تجھے یہی امر مانع ہے کہا ہاں! آپ نے فرمایا میں تجھ سے اپنی بیٹی بیاہتا ہوں اور اپنی بیٹی سے انہوں نے اس کا نکاح کر دیا۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے جو میری عمر میں دس دن ہی باقی رہیں تو مجھے یہ بات محبوب و مرغوب ہے کہ میں نکاح کروں اور مجرد اللہ تعالیٰ سے نہ ملوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں ذکر کیا مگر انہی انبیاء و کواجو بی بی والے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے نکاح کیا اس سبب سے کہ وہ سنت ہے اور بی بی کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ وہ نکاح کریں جب وہ زمین پر اتریں گے اور ان کے اولاد ہوگی۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعت سے بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح میری سنت ہے۔ پس میری سنت پر جس نے عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پس تم لوگ نکاح کرو اس واسطے کہ میں تم سے اُمت کو زیادہ کرنے والا ہوں اور جو ذی مقدور ہو تو چاہیے کہ وہ نکاح کرے اور جو ایسا نہ ہو تو

معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُس سے اُنکھ اُنسو گراتی ہے اور کبھی اُس کا اثر روح کی طرف
 گرتا ہے اور اُس سے روح ایسی توج سے لہراتی ہے کہ قالب کا میان بند قرب
 ہوتا ہے کہ اُس سے تنگ ہو جائے اور اس میں نہ سمائے تب اس سے چیخ نکلتی ہے
 اور مرتبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ سب احوال ہیں جن کو اصحابِ حال سے اہل حال
 پاتے ہیں اور کبھی ہوائے نفس کی دلالت سے اُس کی نقل جھوٹے لوگ اُتارتے ہیں۔
 روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر اپنے ورد میں کسی ایک آیت سے
 گزرتے تو اُنسو اُن کا گلا دیا تا تھا اور آپ گریڑتے اور ایک اور دو دن کھڑے
 رہتے حتیٰ کہ لوگ اُن کی عیادت کو آتے اور وہ بیمار سمجھے جاتے تھے۔ پس سماع
 اللہ کریم سے رحمت کو کھینچتا ہے۔ زید بن اسلم نے روایت کی ہے کہا کہ ابی بن
 کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے فرات کلام مجید کی پڑھی تو سب
 کو رقت ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقت کے وقت دعا
 کو قیمت بناؤ۔

اور ام کلثومؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندہ کے بدن پر بال کھڑے ہو جائیں تو اُس
 سے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جس طرح کہ سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور
 یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدن پر بال کھڑے ہو
 جائیں اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور یہ سب وہ ہیں جس سے
 انکار نہیں کیا جاتا اور نہ اُس میں اختلاف ہے۔ مگر اشعاع الحان کے ساتھ سننے
 میں اور اس میں بہت کثرت سے اقوال ہیں اور احوال جدا جدا ہیں بعضے منکر اُسے
 فسق سے ملاتے ہیں۔ اور بعضے مریض اُس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ حق واضح
 ہے اور یہ دونوں افراط اور تفریط کی طرف کھینچتے ہیں۔

ابوالحسن بن سالم سے پوچھا گیا کہ سماع کا انکار کس طرح کرتے ہو حالاکہ جنید
 اور سری سقطی اور ذوالنون اُسے سنا کرتے تھے تو کہا میں کیونکر سماع کا انکار کروں
 حالانکہ اُس شخص نے جائز رکھا ہے اور سنا ہے جو مجھ سے بہت بہتر ہے۔

ساتھ خلط اور صحبت رکھے گا۔ تب نفس اعتدال کی قید سے آزاد ہو جائے گا اور غرض کا بندہ ڈور کے بڑھانے سے ہو گا۔ پھر قلب پر اُس کی سبب سہوا و غفلت، غالب ہو جائے گی اور وہ سستی اور درنگ کی جگہ میں بیٹھنا چاہے گا۔ پھر اوراد کی قلت سے واقعات اور واردات کم ہو جائیں گے اور شروط اعمال کے اہمال سے حال اُس کا مکدر ہو گا اور اُن دنوں آفات سے کچھل آفت زیادہ لطیف ہے جو اہل قرب و حضور کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اس واسطے کہ نفوس کے لئے ملاپ ہے اور ملاپ کے لگاؤ نے نفس قوی بازو زور آور ہو جاتا ہے اور اُس کی افرہ طبیعت نمناک اور اُسکی بھگی ہوئی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو اس آفت کی دوا اور علاج یہ ہے کہ نبی کی صحبت اور مجالست میں اُس کے باطن کی دوائیں نکھیں جن سے وہ اپنے مولیٰ کو دیکھتا ہے اور دو ظاہر کی آنکھیں جو اپنے مولیٰ کے طریق میں استعمال کرے اور اس کو رابعیہ نے نظم کیا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے

تجھے میں نے دل میں کیا ہم نشین رہے جسم میں چاہے جو یار ہو
مرا جسم ہے یار کا غم گسار وہ دل میں ہے جس سے دلی پیار ہو

اور ان میں سے دوسری آفت زیادہ لطیف سے جس سے مثال ڈرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بوج کو لطیف جمال سے آفت کی طلب ہوتی ہے اور یہ سترحت روح پر موقوف ہے اور جب روح میں جو حضرت الوہیتہ کے تعلق کے ساتھ مخصوص ہے وہ ذلیل اور بظاہر بن جاتا ہے تو روح میں ہلاوت اور عبادت آجاتی ہے اور فتوح کی ترقی کا سدباب ہوتا ہے اور اس ہلاوت کا شعور اور امتیاز روح کے اندر کمتر ہوتا ہے تو چاہیے کہ تم ڈرو اور حذر کرو اور اس قبیل کی آفت ایک گروہ میں پھیل گئی ہے جو مشاہدہ کے قابل ہوتی ہے اور جبکہ باب حلال میں ایک بطانہ حب کا ہو جس سے روح کی ہلاوت و ظائف جب بارگاہ الہی کے قیام میں سپا ہو تو کیا تمہارا ظن اُس شخص کے حق میں ہے جو باب غیر مشروع میں دعویٰ کرتا ہے اس کو سکون نفس مغرور اور مفتون کرتا ہے اور یہ گمان اُس کو ہے کہ سرگردہ از قبیل ہوئی ہوتا تو نفس کو سکون ہوتا اور حال یہ ہے کہ نفس اس میں ہمیشہ ساکن نہیں ہوتا بلکہ روح

پس دف اور رہا نہ اُن دونوں میں ہر چند مذہب شافعی کے موافق وسعت ہے مگر اُن دونوں کا ترک اور احوط کا لینا اور خلاف سے نکلنا اولیٰ ہے اور اس کے سوا اگر قصائد ہبشت اور دوزخ کے ذکر اور آخرت کی ترغیب اور ملک جبارہ کی نعمتوں کی توصیف اور عبادات کے تذکرہ اور خیرات کی طرف شوق دلانے میں ہوں تو انکار کی کوئی سبیل نہیں ہے اور اسی قبیل سے ہیں۔ غازی اور حاجی لوگوں کے قصیدہ سے جہاد اور حج کی تعریف میں جن سے غازیوں کے دبے ہوئے عزم اور حاجیوں کے ٹھنڈے شوق جوش میں آئیں مگر جو قصائد ایسے ہوں جن میں ذکرِ قد اور رخصا اور عورتوں کے حسن و جمال کا ہو تو ایسے سماع کے لئے جماؤ اہل دیانت کے لائق نہیں ہے اور اگر ایسے ہوں جن میں ذکرِ جدائی اور وصل اور قطع اور منع کا اُس قسم سے ہو کہ جس کا محمول امور حق سبحانہ و تعالیٰ پر کرنا قریب ہو اور وہ بیرون کے احوال بدلتے رہنا اور طالبین کے سر پر آفات آتی ہے اور جو اُس کو سنے اور اُس کے نزدیک ایک حادثہ ہو گذشتہ پر نام ہو یا اس کے نزدیک امور آئندہ کا عزم تازہ ہو تو اُس کے سماع پر کیونکر انکار کیا جائے اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ بعض اہل وجد سماع سے لذت اور قوت پاتے ہیں اور اُس سے طے اور وصال کے روزوں کے لئے تقویت حاصل کرتے ہیں اور سماع کے وقت شوق جوش کرتا ہے کہ اس سے بھوک کی سوزش جاتی رہتی ہے پھر جب بندہ ایک بیت شعر کی سنتا ہے اور اُس کا قلب اُس میں حاضر ہوتا ہے تو گویا وہ سادبان حدی خوان سے سنتا ہے جو کہتا ہے۔ مثلاً ۷

اللہی توبہ کرتا ہوں کہ میں نے خطا کی اور ہوئے افزوں معافی
مگر ییلے کے عشق اور اسکے ملنے اور اُس کے دیکھنے سے توبہ کب کی

اور اس کا دل خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں ایک قوت عزم کی پاتا ہے جس سے آخر وقت تک امرِ حق پر ثابت قدم رہے وہ اس سماع میں ذکرِ اللہی کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنے یادوں کے وجدوں کو تین چیزوں میں پہچانا کرتے تھے سوال کے وقت، غصہ کے وقت اور

قول کی بابت جو سماع میں قبول اور اخبار کے رُوسے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس خوشخبری میرے اُن بندوں کو دے جو قول کو سننے ہیں پھر اُس میں سے جو احسن اور بہت اچھا ہو اُس کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہ لوگ صاحب عقل و دانش ہیں۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ احسن کے معنی یہ ہیں کہ جو زیادہ ہدایت اور ارشاد کرے اور حق عزوجل نے فرمایا ہے اور جس وقت اُس چیز کو سنا جو رسول پر اتاری گئی ہے اُن کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ اُنسو بہا رہے ہیں اُن چیزوں سے جو انہوں نے سچی سچی جاتی ہیں یہ منادی حق سنائی جس میں اہل ایمان دو آدمی بھی اختلاف نہیں کرتے اُس کے سننے والے کے لئے حکم کیا گیا ہے کہ وہ صاحب ہدایت اور ذی عقل ہے اور یہ سماع اپنی حرارت کو یقین کی برودت پر ورود کرتا ہے تو آنکھیں اُنسو بہاتی ہیں اس واسطے کہ وہ اُنسو کھین رنج اور غم کے سبب جوش کرتا ہے اور رنج و مزہن گرم ہے اور کبھی شوق کے سبب جوش کرتا ہے اور شوق گرم ہے اور کبھی ندامت سے جوش کرتا ہے اور ندامت گرم ہے تو جس وقت سماع ان صفات کو جوش میں لایا ایسے صاحب دل جو یقین کی برودت سے ملبو ہے تو اُس کو رُلاتا ہے اور اُنسوؤں کو جاری کرتا ہے اس واسطے کہ حرارت اور برودت جب آپس میں ٹکراتی ہیں تو وہ دونوں پانی پڑکاتے ہیں تو جب قلب میں سماع نازل ہوتا ہے کبھی تو اُس کا نزول خفیف ہوتا ہے تو اُس کا بدن میں اثر ظاہر ہوتا ہے اور بدن کی جلد کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

تفتش حرمہ جلود الذین یخشون ربہم۔ یعنی اُس سے اُن لوگوں کی کھال پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور کبھی اس کا وقوع اور ورود عظیم ہوتا ہے اور اثر اُس کا سمت دماغ کے اوپر کرتا ہے اُس چیز کے مثال جو عقل کی خبر دینے والی ہو تو ایک حادث چیز کا گرنا عظیم

سے کہہ کہ ہمارے یاروں سے کسی چیز سے ظفر یاب ہوتا ہے یا اُن سے تجھے کچھ ملتا ہے تو جواب دیا کہ میرے اوپر اُن کا کام دشوار ہے اور میرے اوپر یہ بڑی مہم ہے کہ اُن سے میں کچھ پاؤں مگر یہ کہ دو وقت میں میں نے کہا کہ کس وقت؟ کہا ایک سماع کے وقت اور نظر کے وقت کہ اُن سے اس میں چرا لیتا ہوں اور اُس سے اُن پر میں پہنچتا ہوں۔ کہا میں نے اپنا خواب بعض مشائخ سے کہا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر میں اُسے دیکھتا تو اُس سے کہتا کہ اے احمق جس نے اُس سے سماع کیا جبکہ سماع کیا اور جس نے نظر اُس کی طرف کی جبکہ اُس نے نظر کی تو اس سے تجھے کچھ راحت ملتی ہے یا اُس سے تو کچھ اڑا سکتا ہے؟ تو میں نے کہا آپ نے سچ کہا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے پاس ایک کینز تھی کہ مجھے گانا سنانا یہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بدستور گاتی رہی۔ پھر عمرؓ آئے تو وہ بھاگ گئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ کس چیز سے آپ کو ہنسی آئی؟ تو آپ نے اُن سے کینز کی بات کہی تو عمرؓ نے کہا کہ میں یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ میں وہ سن نہ لوں جو رسول اللہ نے سنا ہے۔ تب حضرت علیہ السلام نے اُس کینز کو حکم دیا اور اُس نے گانا سنا دیا۔

اور شیخ ابوطالب مکیؒ نے ذکر کیا ہے کہ عطار کے یہاں دو کینز میں تھیں جو گانا گاتیں اور اُس کے بھائی ان کینزوں کے پاس جمع ہوتے تھے اور کہا میں نے ملاقات ابو مروان قاضی سے کی ہے اور اُس کے یہاں کینز میں تھیں جو گانا سنا یا کرتیں کہ صوفیہ کے لئے تیار کی تھیں۔ اور یہ قول جو میں نے نقل کیا ہے شیخ ابوطالب مکیؒ کا ہے پھر کہا اور میرے عندیہ میں اس سے اجتناب صواب اور بہتر ہے اور وہ نہیں قبول کیا جاتا مگر اس شرط سے کہ قلب ظاہر ہو اور آنکھ بند ہو اور قول اللہ تعالیٰ کے شرط کا وقار ہے: **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْعَيْنِ وَمَا تَخْفَى الصُّدُورِ**۔ اور یہ قول شیخ ابوطالب مکیؒ سے نہیں ہے مگر عجیب اور غریب اور اس کے مثل سے منزه صحیح ہے۔

اور حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے اندر وارد ہے کہ وہ خوش آواز اپنے اوپر نوحہ اور زبور کے پڑھنے میں تھے یہاں تک کہ انس و جن اُن کی آواز سننے

ہر ائینہ جعفر طیار سنا کرتے تھے اور منکر وہی ہے جو لہو و لعب سماع میں ہو اور یہ قول صحیح ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر ائینہ ابو بکر ان کے پاس آئے اس حال میں کہ آپ کے پاس دو لونڈیاں گاہی اور دف بجاہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھے ہوتے تھے تو ان لونڈیوں کو ابو بکر نے جھڑکا اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کھولا اور فرمایا ابو بکر ان دونوں کو چھوڑ دو کہ ہر ائینہ عید کے دن ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے اور میں اُن جھینوں کی طرف دیکھتی جو مسجد میں کھلتے تھے حتیٰ کہ تھک جاتے۔ اور شیخ ابوطالب مکی رحمہ اللہ نے اُس کا ذکر کیا ہے جو اُس کے جائز رکھنے کی دلالت کرتی ہے اور بہت سے سلف صحابی اور تابعین وغیرہم سے نقل کی ہے۔ اور شیخ ابوطالب مکی کا قول معتبر ہے کہ علم وافر اور کمال حال اُن کو تھا اور سلف کے احوال جانتے تھے اور ورع و تقویٰ اُن میں تھا اور اصوب اور اولیٰ کو سوچتے اور شائستہ کرتے تھے اور اُس نے کہا ہے کہ سماع حرام ہے اور حلال ہے تو جس نے اُسے نفس کے مشاہدہ شہوت اور ہنوی سے سناوہ حرام ہے اور جس نے اُس کے معقول کو مباح صفت پر لونڈی یا زوجہ سے سناوہ مشتبہ ہے اس لئے کہ لہو اُس میں داخل ہے اور جس نے اُسے قلب سے سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اُس کو دلیل پر پہنچتا ہے اور اس کے شاہد طرقات جلیل ہیں تو وہ مباح ہے اور یہ شیخ ابی طالب مکی کا قول ہے اور وہ صحیح ہے۔

پس اب اُس کے منع اور تحریم پر اطلاق قول نہیں ہوتا اور نہ اُس کے سننے والے پر انکار کا ہوتا ہے جیسا کہ اُس کے انکار میں مبالغہ کرنے والے قادی لوگ زاہد بنے ہو کر تے ہیں اور نہ اُس میں علی الاطلاق وسعت دی جاتی ہے جیسا کہ ہنسی باز اُس کے ساتھ چھوڑنے والے اُس کے شروط اور آداب کے جھننے والے اصرار پر کرتے ہیں اور ہم تفصیل وار اُس میں جو امر ہے اس کو بیان کریں گے اور تحریم اور تحلیل سے اُس کی ماہیت کو واضح کریں گے۔

کہ اُس پر کوئی نہیں ٹھہرتا مگر علماء کا قدم۔

خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ اس سماع سے کچھ انکار کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں اس سے انکار نہیں کرتا مگر اُن سے کہہ دے کہ اُس سے پہلے قرآن پڑھیں اور اُس کے بعد قرآن پڑھیں۔ سو میں نے کہا یا رسول اللہ وہ لوگ مجھے ایذا دیتے اور خوش ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اُن سے تحمل کر یا ابا علی! وہ تیرے اصحاب ہیں۔ پس ممتاز فخر کرتے اور کہتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیت بخشی۔ مگر دجرا انکار کی اُس میں یہ ہے کہ ایک مریدوں کی جماعت مبادی اداوت میں در آنے اور صدق مجاہدہ پر اُن کے نفوس مشاق نہیں ہوئے تالہ صفت نفس کے ظہور اور احوال قلب کا علم ارا کو پیدا ہوا اور اُن کی حرکات کو قانون علم سے منضبط کریں اور وہ جان لیں کہ اُن کے ذمہ کی باتیں کیا ہیں؟ اور اُن کے نقصان کی باتیں کیا ہیں۔

بجائیت سے کہ جب ذرانون بغداد میں آئے تو ایک جماعت اُن کے پاس آئی اور اُن کے ساتھ ایک فوال تھا۔ پھر آپ سے اُن لوگوں نے اجازت مانگی اور آپ نے کہا اچھا۔ اُس وقت فوال نے یہ اشعار کہے۔

صغیر ہواک عذبنی فکیف بہ اذا احتنکا

وانت جمعیت من قلبی ہوئے قد کان ہشترکا

اما توتی لمکتب اذا اصحاء نخلے نکا

پھر ان کا دل خوش ہوا اور کھڑے ہو گئے اور وجد کیا اور پیشانی کے بل گہرے اور اُن کی پیشانی سے خون ٹپکتا تھا اور زمین پر نہیں گرتا تھا پھر اُن لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا سو اُس کی طرف ذرانون نے دیکھا اور کہا خوف اور اندیشہ کہ اُس سے جو تجھے دیکھتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے پھر وہ شخص بیٹھ گیا اور اُس کا بیٹھنا اس کے صدق اور علم کے سبب تھا کہ وہ کامل الحال نہیں ہے تو اجد کے ساتھ کھڑے ہونے کے لائق اور قابل نہیں ہے۔ پس اُن میں سے ایک شخص بنیر سوچے اور بنیر بھانے

سماع کے وقت -

اور جنید کا قول ہے کہ اس گروہ پر تین جگہ رحمت ہوتی ہے، کھانے کے وقت اس واسطے کہ وہ ناقہ کے بعد کھانا کھاتے ہیں، اور جب باہم مل کر ذکر الہی کرتے ہیں اس واسطے کہ وہ وقت سماع صدیقین اور احوال انبیاء میں قیام واعمال کرتے ہیں اس واسطے کہ یہ لوگ وجد اور حال سے سماعت کرتے ہیں اور حق کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور رویم سے صوفیہ کے وجد عند السماع کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ یہ لوگ اُن معانی سے آگاہ ہوتے ہیں جو اور غیر لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ پس اُن کی طرف اشارے وہ معانی کرتے ہیں کہ یہاں آؤ یہاں آؤ اور اس سے خوشی کے باعث لطف اور حظ اٹھاتے اور ناز و نعمت سے متمتع ہوتے ہیں اور وقت پر حجاب آجاتا ہے تب یہ خوشی پلٹ کر تدریسی ہو جاتی ہے پھر بعضے تو ان میں سے کپڑے پھاڑتے ہیں اور بعضے اُن میں سے روتے ہیں اور بعضے چیخیں مارتے ہیں -

محمد بن سلیمانؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے صاحب سماع استنار اور تجلی کے درمیان ہے تو استنار سوزش کا ثمرہ دیتا ہے اور تجلی مزید نور کا فائدہ دیتی ہے تو استنار سے حرکات مریدین کے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ضعف اور عجز کا محل ہے اور تجلی سے واصلین کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ محل استقامت اور تمکین کا ہے اور اسی طرح محل حضرت ہے کہ اس میں بجز اس کے کہ موارد ہیبت میں لاشیاں کھایا کرے اور کچھ نہیں ہے اور عبدالرحمنؒ نے کہا کہ میں نے اپنے دادا سے سنا ہے وہ کہتے تھے مستمع کو چاہیے کہ دل زندہ اور نفس مردہ سے سماع کوئے اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اُس کے لئے سماع حلال نہیں ہے اور اس قول اللہ تعالیٰ کے معانی میں یزید فی الخلق ما یشار۔ کہا گیا ہے کہ صوت حسن اور آواز خوش ہے اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ خوش آواز آدمی سے قرآن کو اُس سے بڑھ کر سنتا ہے جو کوئی مالک اپنی لونڈی کی بات سننے کی طرف کان لگا کر سنتا ہے۔ جنیدؒ سے نقل ہے کہ خواب میں ابلیس کو میں نے دیکھا تو اُس

جو نہیں جانتا کہ اُس نے اہل دیانات سے ایک کوتاہمت لگائی اُس پر راضی ہوتا ہے اور اُس کو بُرا نہیں جانتا۔ تو اس وجہ سے منکر کے لئے انکار پہنچا اور وہ معذرت کا مستحق ہے۔ سو بہت سی حرکتیں سخت عداوت کی موجب ہوتی ہیں اور بہت سی برا لگینئیاں وقت کو بے رونق کر دیتی ہیں۔

پس منکر کا مرید طالب پر انکار ایسی حرکتوں سے اُس کو روکتا ہے اور ایسے مجاس سے اُسے ڈراتا ہے اور یہ انکار صحیح ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعضے صادق سچے آدمی ایک بے تک اور وزن کے سبب رقص کرنے لگتے ہیں بدوں اس کے کہ وجد اور حال کا اظہار کریں اور اس میں وجہ اس کی نیت کی یہ ہوتی ہے کہ وہ بسا اوقات حرکت میں بعضے فقرار سے موافقت کرتا ہے۔ پھر وہ ایک موزوں حرکت کے ساتھ جنبش کرتا ہے بدوں اس کے کہ وجد اور حال کا اظہار کریں اور اس میں وجہ اس کی نیت پھیری جاتی ہے اس واسطے کہ وہ حرکت ہر چند شرع کے حکم میں حرام نہیں ہے مگر وہ بحکم حال حلال نہیں ہے اس وجہ سے کہ اُس میں لہو ہے تو اس کی حرکات اور رقصان مباحات کی قبیل سے ہو جاتی ہیں جو اُس پر ہنسی اور کھیل اور بی بی اور اولاد کے کھلانے سے گزرتے ہیں اور یہ خوش دلی کے باب سے داخل ہوتے ہیں اور یہ اکثر حسن نیت کے سبب حادث ہو جاتا ہے جب اُس سے نیت ہو کہ نفس کے تکان دور کرے۔

جیسے کہ حضرت ابی دردا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر آئینہ آپ نے کہا کہ میں ایک باطل شے سے اپنے نفس کی تکان دور کرتا ہوں تاکہ یہ مددگار میرے لئے حق پر ہو اور آرام کے مقام پر نماز کا اوقات میں پڑھنا کروہ ہے کہ اللہ تمہارے کام کرنے والے آرام پائیں اور نفوس اپنے بعض مقاصد کے ساتھ ترک عمل سے مدارات کئے جائیں اور مہلت کی جگہ خوش آئند معلوم ہوں اور اپنی ترکیب مختلف اور پیدائش کی ترتیب سے آدمی ہر ہر قسم کا اپنے اصول خلقت کے اقسام سے ہوتا ہے اور اس کی شرح دوسرے کسی باب میں گزر چکی ہے اُس کے قوی حق محض پر صبر کرنے کو وفا نہیں کرتے تو ایسی باتوں میں جن کا ہم نے ذکر

کے لئے جمع ہو جاتے اور ہزاروں جنازے اُس کی مجلس سے اٹھائے جاتے تھے۔
 اور ابی موسیٰ اشعری کی تعریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ ہر آئینہ وہ آل داؤد کی مزامیر سے ایک مزار عطا کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ان من الشعر لحکمة۔ یعنی
 ہر آئینہ شعر حکمت ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص
 آیا اور آپ کے پاس ایک قوم بیٹھی قرآن پڑھ رہی تھی اور ایک قوم شعر پڑھتی تھی تو
 اُس شخص نے کہا یا رسول اللہ قرآن اور شعر؟ آپ نے فرمایا: من ہذا مردہ ومن
 ہذا مردہ۔ یعنی ایک دفعہ اس سے اور ایک دفعہ اس سے۔ اور تابع نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیبتیں پڑھیں جن میں کی یہ ہیں سے

ولا خیر فی حلم اذا المرکین له بو اور تحمی صفوة ان یکدرا

ولا خیر فی امر اذا المرکین له حکیم اذا ما اور داک امر اصدا

یعنی اُس حلم میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جبکہ اُس کو یہ بات حاصل نہیں ہے کہ
 خطا اور غلطی کو اس کی صفائی کی صورت سے حفاظت نہ کرے اور نہ کوئی خوبی اس
 بات میں ہے کہ اُس کے لئے کوئی ایسا حکم نہ ہو کہ جب وہ کسی امر کو وارد کرے
 تو اس کا اصرار بھی کرے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا یا ابالیلی اللہ تیرے منہ کی آواز
 بند نہ کرے۔ بعد ازاں وہ سو برس تک زندہ رہا اور وہ سب آدمیوں سے زیادہ خوبصورت
 اور خوشنما اُس کے دانت اُگے کے تھے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے
 تو وہ منبر پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو
 کیا کرتے تھے اور آپ فرماتے کہ روح القدس حسان کے ساتھ ہے جب تک کہ
 وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑائی لڑتے ہیں۔

اور ابو العباس خضر کو بعض صالحین نے دیکھا کہا کہ میں نے اُس سے کہا سماع کی
 بابت کیا کہتے ہو جس میں اصحاب اختلاف کرتے ہیں کہا وہ صاف اب زلال ہے

کہ سماع میں انکار ممنوع ہے یہ ہے کہ جو شخص مطلق سماع کا منکر ہے بدوں اُس کے کہ تفصیل کرتے تین باتوں میں ایک بات سے خالی نہ ہو گا یا تو وہ سنن اور احادیث سے جاہل اور ناواقف ہے یا کہ وہ فریفتہ اُن اعمالِ اِجبار پر ہوا ہے جو اُس کے لئے مقدر ہوئے ہیں اور یا وہ طبیعت کا غبی ہے کہ اُسے ذوق ہی نہیں جو انکار پر اصرار کرتا ہے اور ہر ایک ان تینوں میں سے مقابل اُس کے کرے جو اُس کے آگے قریب آتا ہے۔ پہلے جو حدیثوں اور آثار سے ناواقف ہے وہ اُس سے واقف ہو جو ہم حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کر چکے ہیں اور اِجبار و آثار جو اس باب میں وارد ہیں۔

اور بعض جنبش کرنے والوں کی جنبش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو جان گیا جو جنبشہ کے لئے رخصت میں تھی اور اُن کی طرف عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا یہ اُس وقت ہے کہ حرکت اور جنبش ان مکروہات سے بچے ہوئے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہر آئینہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اس پر وہ اُچھلے اور کودے اور جعفر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے خلق اور خلق میں مشابہ ہے تو وہ اُچھلے اور کودے۔ اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا مولا ہے تو وہ اُچھلے اور کودے۔ اور جعفر اپنے بیٹے حمزہ کے قہقہے میں اُچھلے اور کودے تھے جس میں علی اور جعفر اور زید باہم جھگڑے تھے اور جو منکر کہ اس پر مغرور ہو کہ اعمالِ اِجبار اُس کے مقدر کئے گئے اُس سے کہا جائے آپ کا تقرب الی اللہ عبادت کے سبب اس واسطے ہے کہ تیرے اعضاء و جوارح عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور اگر تیری نیت قلب کی نہ ہوتی تیرے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں کے عمل کے لئے قدر نہ ہوتی اس واسطے کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ہر ایک شخص کے لئے وہی ہے جو اُس نے نیت کی اور نیت اس وجہ سے ہے کہ تو اپنے رب کی طرف خوف اور رجا کی نظر سے دیکھتا ہے تو جو کوئی شاعر

اپنے قیام کے کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ جب اُس نے ایک موزوں لُحْنِ رَاگ کے سُننے اور نفس کا حجاب جو طبیعت کے انبساط سے متشرح ہے قلب کے چہرہ پر لٹک کر پڑتا ہے اور طبیعت سے جو خوشی پیدا ہوتی ہے اُس کے خوف کو کم کر دیتی ہے تو پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور موزونیت کے ساتھ دُص کرتا ہے جو تصنع سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ اہل حق کے نزدیک حرام ہے اور وہ لمان کرتا ہے کہ اُسے قلب کی خوشی ہے اور حالانکہ اُس نے نہ وہی قلب کو اور نہ اُس کی خوشی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم سے کہ قلب کی خوشی ہے لیکن قلب نفس کے رنگ سے رنگا ہوا ہے جو موسیٰ کی طرف مائل اور ہلاکت کے لئے موافق ہے نہ وہ حرکات میں حسن نیت کی طرف راہ پختاب اور نہ وہ صحتِ ارادت کی شرائط کو پہچانتا ہے اور ایسے ہی دُص لے لئے کہا گیا ہے کہ الرقص نفس - یعنی رقص نذعان ہے اس واسطے کہ طبیعت سے صادر ہونے سے نیتِ صالح کے مفروض نہیں ہے علی الخصوص جبکہ اُس کے حرکات کی آمیزش صریح نفاق اور دورنگی کے ساتھ تو دو اور تقریب بعض حاضرین سے جا ملی ہو بغیر اُس کے کہ نیت ہو بلکہ نشاطِ نفس کی دلالت سے اور وہ یہ ہے کہ وہ معانقہ کرتا ہے اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیتا ہے اور اس کے سوا اور حرکات جن پر متصوف سے کوئی بجز اُن کے اعتماد نہیں کرتا جس کو تصوف سے سوال باس اور صورتِ محض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ یا کہ قوال اور مرد ہو جس کے دیکھنے کی طرف نفوس متجذب ہوتے ہیں اور اُس سے لذت حاصل کرتے ہیں اور دل میں بڑے خطرے آتے ہیں کہ عورات کا سر مجلسِ قرب ہو اور باطن جو موسیٰ سے بھرے ہوئے ہیں حرکات اور رقص اور اظہارِ تواجد کی سفارت کے مراسلت اور خط و کتابت کرتے ہیں تو یہ عین فسق ہے جس کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے تو اس وقت پچھلے لوگ یعنی جن کا آخر میں ذکر ہوا زیادہ کی امید کے قابل اندر سے حال ان لوگوں سے ہیں جن کا یہ منصوبہ اور یہ حرکتیں ہیں اس واسطے کہ وہ ان کا فسق دیکھتے ہیں اور یہ اُن کو نہیں دیکھتے اور اُسے عبادتِ ظاہر اُس شخص پر کرتے ہیں

جو ہم نے ذکر کئے یا یا جانے سُننا اُس کا فتنہ کے خوف سے حرام ہے نہ کہ صرف آواز کی وجہ سے مگر صورت کا سماعِ حریم فتنہ گردانا جاتا ہے اور ہر ایک حرام کا ایک حریم ہے جس پر مصلحت کی وجہ سے ممانعت کا حکم کہینچتا ہے جیسے بوسہ جو ان روزہ دار کے لئے کہ مجامعت حرام کا حریم بنایا گیا اور جیسے نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا اور اُس کے سوا جو ہے۔

پس اس بناء پر مصلحت اُس کی مقتضی ہے کہ سماع سے منع کیا جائے جبکہ سُننے والے کا حال اور اُس بات کا جس کی طرف اس کو سماع اس کا پہنچاتا ہے سمجھ لیا جائے۔ پس اس طرحِ حریم حرام ممنوع ہوتا ہے۔

اور کبھی سماع کا انکار وہ شخص کرتا ہے جس کی طبیعت جامد یعنی بستہ اور افسردہ ہو کہ اُسے ذوق ہی نہیں ہے تو اُس کو نامرد کہا جاتا ہے جس کو لذتِ جماع سے واقفیت نہیں ہے اور اندھے کو جمالِ فائق سے نفع نہیں اور جو مصیبت میں نہ پڑا ہو وہ استرجاع (انا نشد وانا الیہ راجعون) نہ کہے گا پھر کیا انکار اُس دوست سے کیا جائے جس کا باطن شوق اور محبت سے پرورش یافتہ ہے اور وہ اپنی روح پرندہ کو نفسِ آمارہ کے پنجرہ کی ضیق میں بند دیکھتا ہے۔ اُس کی دُوح کو جھونکے حبِ وطن کی ہوا کے لگتے ہیں اور معرفت کی فوج کے طلائیہ اُسے نظر آتے ہیں اور وہ نفس کے سبب پر دین میں ہے جدائی کے پیالے گھونٹ لے لے کر پی رہا ہے۔ مجاہدہ کے بار کے نیچے دبا ہے اور مشاہدہ یعنی عالم شہادت کی سوانح اُس سے نہیں اُٹھائی جاتیں اور ہر چند کثرتِ اعمال سے نفس کے منازل طے کرتا ہے مگر کعبہ وصال کے پاس نہیں پہنچتا اور اُس کے لئے لٹکے ہوئے پردے نہیں کھولے جاتے تو لمبی لمبی سانس لے کر خوش ہوتا ہے اور سختی اور گزند کی شدت سے ہلاکت کے ساتھ راحت پاتا ہے اور نفس اور شیطان سے جو دونوں موانع اُس کے ہیں مخاطب ہو کر کہتا ہے :-

کہا ہے وسعت کا دُنیا اس قسم کے مباح سے ہے جو لوہو کی طرف باطل نہیں کہتے کشش کہے اُس سے حق پر مدد لی جائے اس واسطے کہ مباح اگرچہ حقیقت شرع میں باطل نہیں ہے اس واسطے کہ مباح کی تعریف یہ ہے کہ اُس کے دونوں طرف برابر ہوں اور دونوں جانب اُن کے معتدل ہوں مگر یہ کہ وہ احوال کی نسبت باطل ہے۔

اور میں نے سہل بن عبداللہ کے بعض کلام میں دیکھا ہے کہ وہ صادق کے وصف میں کہتے ہیں کہ صادق کا جہل اُس کے علم کے لئے زیادت اور اُس کا باطل اُس کے حق کے لئے مزید اور اُس کی دُنیا اُس کی آخرت کے لئے مزید ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتیں محبوب جائز کی گئیں تاکہ یہ اُس کے نفس شریعت کا حظ اُس کی طہارت اور تقدس کے مقام کے لئے ہو جس کو اُس کے مخلوظ عطا کئے ہیں اور اُس پر حقوق اُس کے بڑھائے گئے ہیں تو جو کچھ باطل صرف کا نصیب غیر کے حق میں مباحات مقبولہ برخصت شرعی حدود و بعزیمت حال سے ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عبادات کے نقش اور نشانات سے منقش اور مزین ہو اور ہر آئینہ نکاح کی فضیلت میں ایسا کچھ وارد ہوا ہے کہ وہ دلالت اس پر کرتا ہے کہ نکاح عبادت ہے اور اسی سے بطریق قیاس اُس کا اشتمال دین و دُنیا کی مصلحتوں کو ہے اُس بناء پر کہ اُس کی شرح میں فقہاء نے طول مسند تغلی لنوافل العبادات (خلوت میں نوافل کا پڑھنا) میں دیا ہے۔

پس اب یہ رقص کرنے والا اس نیت کے ساتھ حال کے دعویٰ سے الگ ہونے والا اس میں انکار منکر سے خارج ہوتا ہے لہذا رقص اُس کا نہ اُس کے لئے مضر ہے اور نہ اُس کے لئے مفید ہے اور بسا اوقات حسن نیت کے سبب تزویج میں عبادت ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنے نفس میں اپنے پروردگار کے ساتھ خوشی کو مضمحل کر لے اور اُس کی رحمت اور عطوفت کے عام ہونے پر نظر کرے لیکن مشائخ اور اُن کے اقتدا کرنے والوں کے لائق رقص نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس میں لوہو کی مشابہت ہے اور لوہا اُن کے منصب کے سزاوار نہیں ہے اور اس قسم کی بات ممکن کے حال کے خلاف اور مبائن ہے اور وجہ اُس کی

کی طرف اُس کو راہ نہیں ملتی جو غیب کے پردہ میں تجلی کرنے والی رواج کے لئے ظاہر ہونے والا ہے اور مطالبہ جمال سے یہ مرتبہ خاص مرتبہ ہے اور عالم تر اُس سے جو مرتبہ محبت خاص کے عام چھوڑ کر ہیں۔ وہ جمال کمال کا دیکھتا ہے کبریا اور جلال سے اور عطیات و نوال کے استقلال سے اور اُن صفات سے جو منقسم اُن اشیاء کی طرف ہیں جو ظاہر اُن سے ابدوں میں ہوں اور انہوں میں ذات کی لازم ہیں۔ پس کمال کا ایک جمال ہے جو حواس سے ادراک اور قیاس سے اُس کا استنباط نہیں ہوتا اور اس جمال کی دید میں مجبین کے ایک گروہ نے شروع کیا جو تجلی صفات سے مخصوص ہیں اور اُس کے موافق اُن کو ذوق اور شوق اور وجد اور سماع میں حاصل ہے اور اولین کو تجلی ذات سے ایک حصہ عطا ہوا تو اُن کا وجد علی قدر وجود ہے اور سماع ان کا بحد شہود ہے۔

اور بعضے مشائخ سے حکایت ہے کہ ہم نے ایک جماعت اُن لوگوں کی دیکھی جو پانی اور ہوا پر چلتے ہیں سماع سُننے میں اور اُس پر وجد کرنے میں اور سماع کے وقت وہ دیوانے مست ہو جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہم ساحل پر تھے تو ہمارے بعض بھائیوں نے سنا تو وہ پانی پر تبصر صرف آمد و رفت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے مکان کو واپس آئے۔ اور نقل ہے کہ بعض ان حضرات سے سماع کے وقت اُگ پر کوٹتے تھے اور اُس سے اُن کو خبر نہیں ہوتی تھی اور نقل ہے کہ بعض صوفیہ کو سماع کے وقت وجد پیدا ہوا تو شمع لی اور اپنی آنکھ میں کر لی۔ ناقل نے کہا کہ میں اُس کی آنکھ کے قریب ہوا کہ دیکھوں تو میں نے اُگ یا نور کو دیکھا کہ اُس کی آنکھ سے نکلتا تھا اور شمع کی اُگ کو رر کرتا تھا۔

اور شیخ ابو طالب مکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ہم اگر سماع سے مجمل مطلق غیر مفصل انکاہ کریں تو ستر صدیق کے اوپر انکاہ ہوتا ہے اور اگر چہ ہم جانتے ہوں کہ انکاہ قرار اور عباد کے قلب سے اقرب ہے مگر ہم ایسا نہ کریں گے اس واسطے کہ ہم وہ جانتے ہیں جو وہ نہیں جانتے اور ہم نے سلف کے صحابہ اور تابعین سے وہ سنا ہے جس کو وہ نہیں سُنتے اور یہ قول شیخ کا اس سبب سے ہے کہ

سے ایک بیت کا سننے والا ہے تو اُس سے وہ معنی اخذ کرتا ہے جو اُس کو یاد اُس کے لب کی دلاتا ہے خوشی سے یا غم سے یا عاجزی سے یا نیا زہندی اور محتاجی سے۔ کس طرح اس قسم کے احوال میں جبکہ قلب جبکہ وہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اُلٹ پلٹ ہوتا ہے اور اگر کسی پرند کی آواز سنی یہ آواز سن کر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں فکر کرتا ہے کہ پرندہ کا گلہ کیسا اچھا بنایا ہے اور اُس کا حلق اُس کے بس میں کر دیا ہے اور کس طرح اُس کے حلق سے آواز نکلتی ہے اور کانوں تک پہنچتی ہے اس تمام نکر میں وہ تسبیح او تقدیس کرنے والا ہے۔ پھر وہ جب آدمی کی آواز سنتا ہے اور اس طرح کی فکر اُس کے سامنے موجود ہوتی اور اُس کا باطن ذکر اور فکر سے بھر گیا تو کیوں کر اس کا انکار کیا جائے۔

بعض صالحین نے حکایت کی ہے کہ میں دریا کے کنارے جدہ کی مسجد میں معتکف تھا تو ایک روز میں نے ایک قوم دیکھی کہ اُس کے ایک طرف وہ لوگ کچھ پڑھ رہے تھے تو اپنے دل میں میں نے اُسے بُرا جانا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے ایک گھر میں شعر خوانی کرتے ہیں۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اسی رات دیکھا اور آپ اسی قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے برابر ابوبکر تھے اور اُس وقت ابوبکر کچھ گنگنا رہے تھے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف کان لگائے سن رہے تھے اور اپنا ہاتھ سینے پر اس طرح رکھتے تھے جیسے کوئی اُن سے وجد کرتا ہو۔ تب اپنے دل ہی دل میں میں نے کہا کہ مجھے یہ سزاوار نہیں ہے کہ اُن لوگوں کو جو سن رہے تھے بُرا جانوں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے برابر گنگنا رہے ہیں۔

اُس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور آپ فرما رہے ہیں کہ یہ حق بحق یا حق از حق ہے۔ ہاں جس وقت کہ یہ آواز امر کی ہو جس کی طرف دیکھنے سے فتنہ کا خوف یا عورت غیر محرم کی ہو اگرچہ اذکار اور افکار سے

اُسے جواب دیا جائے کہ بدعتِ محذور اور ممنوع وہ بدعت ہے کہ کسی سنتِ مامورہ کو مزاحم ہو اور جو اس صفت کی نہ ہو تو وہ جائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ جس طرح کوئی آنے والے کے لئے اٹھ کھڑا ہو سو یہ قیامِ پہلے نہ تھا اور عرب کی عادت میں اس کا ترک تھا۔ یہاں تک کہ منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور آپ کے واسطے قیام نہیں کیا جاتا اور جن شہروں اور ملکوں میں کہ یہ قیام اُن کی عادت ہے تو جب مدارات و قلوبِ خوش کرنے کے لئے یہ قیام قصد کیا جائے تو جائز ہے۔ اس واسطے کہ ترک اُس کا دلوں کو وحشت دلاتا ہے اور سینوں کو غصہ سے بھرتا ہے پس یہ قیامِ عشرت اور حسنِ صحبت کے قبیل سے ہو گا اور ایسی بدعتِ جائز ہو گی اس واسطے کہ وہ کسی سنتِ مامورہ کی مزاحمت نہیں کرتی۔

تثبیتوں باب

اُن سماع کے بیان میں جو رد اور انکار کی رو سے ہے

ہم صحتِ سماع کی وجہ بیان کر چکے ہیں اور جو اہلِ صدق کے لائق اُس سے ہے اور جہاں فتنہ اُس کے طریق میں پھیل گیا اور عصمت اُس میں جاتی رہی اور حرص کے مارے بہت اقوام نے اُس کا انہام کیا جن کے اعمال تھوڑے ہیں اور احوال اُن کے بگڑ گئے ہیں اور سماع کے لئے بہت اجتماع کثرت سے کتے اور اکثر اوقات اُس جھاؤ کے لئے کھانے پکاتے جاتے ہیں جس کے لئے نفوس اس حال کے طلب کرتے ہیں نہ اس لئے کہ اُن کے دلوں میں سماع کی رغبت ہے جیسا کہ صادقین کی سیرت اور عادت تھی تو سماع معلول ہو جاتا ہے کہ نفوس اُس کی طرف مائل اس لئے ہوتے ہیں کہ کھانے خوب کھائیں اور لہو و لعب اور غفلت کے مقام میں مزے اٹائیں اور یہ عمل در آمد ریب کے اوپر ترقی کی خواہش کو قطع کرتی ہے اور اُس کے طریق سے اوقات کا ضائع کرنا اور عبادات سے کم فائدہ اٹھانا ہے اور اس اجتماع میں رغبت اس واسطے ہوتی ہے کہ طبیعت کی چہیتی چیزیں طین اور عیش و عشرت اور لہو و طرب سے خوش ہوں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ اجتماع اہلِ صدق کے نزدیک

ایا جبلی نعان بالثہ خلیبا نسیم الصبا یتخلص الی نسیمما
 نان السیاریح اذا ما تبست علی قلب محزون تجلت همومها
 اور بردھا اور شفت غی حرارة علی کبد لم یبق الا صمیمها
 الا ان دانی بلیلی قدیمة واقتل دار العاشقین قدیما

ترجمہ :- نوان کے دو جبل والندھو پڑرو۔ باد صبا کو مجھ تک آنے دو جھوم جھوم کر۔
 بار صبا مجھ ہے جبکہ وہ چلے۔ میرے دل حزیں پہ توجا تے رہیں ہوم۔ ٹھنڈک مجھے
 لے کہ تشفی جگر کو ہر۔ گرمی سے جس میں مغز دکھائیں نے تمام تقوم۔ میرے مرض قدیم
 ہیں لیلے کے عشق کے۔ ہو جو مرض قدیم مچا آدہی ہے دھوم۔“

اور شاید کہ منکر کے محبت نہیں ہے مگر حکم کا بجالانا اور انہیں اس کے سوا کچھ
 جان پڑنا اور یہاں نہیں الا خوف اللہ تعالیٰ کا اور اُس محبت خاص کا وہ انکار کرتا
 ہے جزائا و لایح اور ابدال مقرب کے ساتھ مختص ہے اور ہر گاہ اُس کے فہم قاصر
 میں یہ بات قرار پا چکی کہ محبت استدعا مثال اور خیال اور اجناس اور اشکال کی کرتی
 ہے تو قوم صوفیہ کی محبت سے اُس نے انکار کیا اور حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ قوم صوفیہ
 کے حضرات ایمان کے مرتبہ میں محسوس سے بھی کامل تر کو پہنچ گئے ہیں اور نفوس اولیٰ
 کو کشف و اعیان کی شدت سے تصدق اور قربان کر دیا۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے
 روایت کی کہ آپ نے ایک لڑکے کا ذکر کیا جو پہاڑ پر بنی اسرائیل میں تھا۔ اُس نے
 اپنی ماں سے کہا ماں آسمان کس نے پیدا کیا؟ وہ بولی کہ اللہ نے، کہا زمین کس نے
 پیدا کی؟ وہ بولی کہ اللہ نے، کہا پہاڑ کس نے پیدا کئے؟ وہ بولی کہ اللہ نے، بولا
 کہ ابر کس نے پیدا کیا؟ وہ بولی کہ اللہ نے۔ پھر اُس نے کہا کہ میں اللہ کے لئے ایک
 شان اور حال مستتا ہوں اور پہاڑ کے اوپر سے گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

پس جمال ازلی الہی ارواح کے لئے منکشف ہے جو عقل کے لئے کیف نہیں
 ہے اور نہ فہم کے لئے مفسر ہے۔ اس واسطے کہ عقل عالم شہادت کی موکل اور مفوض
 ہے وہ اللہ سبحانہ سے راستہ نہیں پاتی ہے مگر وجود محض ملک اور شہود کے حیرم

اور جن فقہاء نے اُسے مباح کہا ہے وہ بھی بہ اعلان اُس کا مساجد اور بزرگ مقامات میں سُنانا نہیں درست سمجھتے اور اس تفسیر میں کہا گیا ہے: ومن الناس من يشتري لهما الحديث - عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ راگ اور اُس کا استماع ہے۔ اور اس آیت کے معنی میں کہا گیا ہے وانتہ سامدون - یعنی تم گانے والے ہو۔

عکرمہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے ہے کہ نعت حمیر میں وہ راگ ہے اہل یمن بولتے ہیں سمہ فلان۔ جبکہ اُس نے گانا گایا اور قول اللہ تبارک و استغفر من استطعت منه بصوتک - اس میں مجاہد نے کہا کہ راگ اور مزامیر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا سے ابلیس نے پہلے پہل نوحہ کیا ہے اور اول اول گانا گایا۔

اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کے سوانہیں کہ دو آواز بدکار سے نہی کیا گیا ہوں ایک آواز جو خوشی کے وقت ہو اور ایک آواز جو مصیبت کے وقت ہو۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے نہیں گایا اور نہ میں نے استماع کیا اور نہ عضو کو میں نے داہنے ہاتھ سے چھوا اُس وقت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راگ دل میں نفاق اُگاتا ہے۔

اور روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی قوم پر گزیرے جبکہ احرام حج باندھے ہوئے تھے اور اُن میں ایک شخص گاتا تھا تو آپ نے کہا خبردار اللہ تعالیٰ تمہاری نہ سُنے گا۔ اور روایت ہے کہ قاسم بن محمد سے ایک شخص نے راگ کی بابت سوال کیا تو کہا میں اُس سے تجھے روکتا ہوں اور تیرے لئے اسے میں مکروہ جانتا ہوں۔ کہا کہ کیا وہ حرام ہے؟ کہا کہ لے شخص دیکھ جب اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل الگ کر دیا ہے اُن میں سے کس میں غنا گر دانا جائے۔ اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے کہ راگ زنا کا منتر ہے۔ اور ضحاک سے ہے کہ غنا قلب کا بگاڑنے والا

اُن کو احادیث اور آثار کا بڑا علم تھا جس کے ساتھ ہی اجتہاد اور نحوی صواب کا مرتبہ حاصل تھا مگر ہم اہل انکار کے لئے زبانِ معذرت کھولتے ہیں اور ہم اُن کے لئے توضیح سے کہتے ہیں کہ فرق کیا ہے اُس سماع میں جو اختیار کیا جائے اور اُس سماع میں جن سے انکار کیا جائے۔ اور شبلی نے ایک کو یہ گاتے ہوئے سنا ہے

سُنی کو پوچھتا ہوں ہے مخبر کوئی بھی یاں جس کو یہ علم ہو کہ اترتی وہ ہے کہاں
توشیل رحمہ اللہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا نہیں واللہ کوئی مخبر اُس کا دو عالم میں نہیں ہے
اور بعض نے کہا ہے کہ وجد صفات باطن کا سر ہے جس طرح کہ طاعت صفات ظاہر کا
سر ہے اور ظاہر کی صفات حرکت اور سکون ہے اور باطن کی صفات احوال اور
اخلاق ہیں۔ اور ابو نصر سراج نے کہا ہے کہ اہل سماع کے تین طبقہ ہیں۔ پس ایک
قوم وہ ہے جو اپنے سماع میں جو وہ سُنتے ہیں اُس میں اپنی نسبت، مخاطباتِ حق
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ایک قوم وہ ہے کہ اُن چیزوں سے جو سُنتے ہیں اپنے
احوال اور مقام اور اوقات کے مخاطبات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ لوگ علم
سے ارتباط اور صدق سے مطالبہ رکھنے والے اُن چیزوں میں کہ وہ اللہ کے لئے
اُس سے اشارہ کرتے ہیں اور ایک قوم وہ ففرا مجرد ہیں جنہوں نے عنایت
قطع کر ڈالے اور اُن کے قلوب بحبتِ دنیا اور جمع و منع سے ملوث نہیں ہوئے۔
سو یہ لوگ اپنے قلب کے خوش کرنے کے لئے سُنتے ہیں اور اُن کے لئے سماع لائق
جو اس واسطے کہ وہ سب آدمیوں کی نسبت زیادہ سلامت کے قریب ہیں اور
سب سے زیادہ فتنہ سے بچے ہوئے ہیں اور جو لوگ دنیا کی محبت میں ملوث ہیں
تو اُن کا سماع طبیعت اور تکلف کا سماع ہے۔

اور بعض صوفیہ سے سوال کیا گیا ہے کہ سماع میں تکلف کیا چیز ہے تو کہا
کہ یہ دو قسم کا ہے۔ ایک تکلف سُنانے والے میں طلب جاہ یا نفع دنیوی کے لئے
ہے اور یہ قریب اور خیانت ہے اور ایک تکلف اُس میں حقیقت کی طلب کے
لئے ہے۔ جیسا کہ کوئی وجد کو تواجہ سے طلب کرے اور وہ بشر لہ اُس کے ہے کہ
بہ تکلف، مگر یہ جاننے کرے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ ہدیت اجتماعِ بدعت ہے

اور اکثر فقر اقرآہ قرآن میں بلا غلبہ بہت چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عروہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے اپنی دادی اسماء بنت ابی بکرؓ سے پوچھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تھا تو کہا کہ وہ تھے اُس حالت میں جیسا کہ ان کا اللہ تعالیٰ نے وصف کیا ہے کہ آنکھیں ان کی آنسو بہاتی ہیں اور بدن پر ان کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہا کہ میں نے کہا آج کے زمانہ میں جب قرآن لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان میں کوئی شخص غش کھا کر گرتا ہے میری دادی نے کہا کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط۔

اور روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اہل عراق سے ایک شخص پر گزرے کہ وہ گرتا پڑتا ہے کہا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جب اُس کے آگے قرآن پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتا ہے تو وہ گر پڑتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہم ہر آئینہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور گرتے نہیں ہر آئینہ شیطان ان میں سے ایک کے پیٹ میں ددا آتا ہے ایسا نہیں اصحاب رسول اللہ کیا کرتے تھے۔

اور ابن سیرین کے آگے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو گر پڑتے تھے اس وقت کہ قرآن پڑھا جاتا تو کہا ہمارے اور ان کے درمیان ایک شخص ان میں کا گھر کی چھت پر دونوں پاؤں اپنے پھیلا کر بیٹھے پھر اُس کے آگے قرآن اول سے آخر تک پڑھا جائے پھر وہ اگر اپنے کو گرا دے تو وہ سچا ہے اور یہ دل ان سے انکار مطلق نہیں ہے اس واسطے کہ بعض شیخوں کو اس کا اتفاق پڑا ہے مگر یہ کہ اُس بناوٹ کے باعث ہے جو اکثروں کے حق میں متوہم ہوتا ہے کہ کبھی ایسا تکلف اور زیادہ کے سبب بعضوں سے ہوتا ہے اور بعضوں سے بائیں وجہ ہوتا ہے کہ علم ان کو کم ہے اور جہل ان کا ہوئی سے ملا ہوا ہے۔ وجد سے تھوڑا سا ان پر نازل ہوتا ہے پھر اُسکی پیروی فضولیات سے کرتا ہے نہیں جانتا کہ یہ بات اُس کے دین کو ضرر پہنچاتی ہے اور کبھی وہ نہیں جانتا کہ یہ نفس کی طرف سے ہے لیکن استراق سمع مخفی طور پر کرتا ہے کہ وجد کو اُس حد سے باہر کرتا ہے جس پر سزا وارد تھا کہ وہ ٹھہرا ہے اور یہ صدق کے خلاف ہے۔

مردود ہے اور مشہور قول ہے کہ سماع عارف کے سوا دوسرے کے لئے صحیح نہیں ہے اور مبتدی مرید کے لئے مباح نہیں ہے۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب تم مرید کو دیکھو کہ وہ سماع چاہتا ہے تو جان لو کہ اس میں بطلت کا بقیہ ہے۔

اور کہتے ہیں کہ جنید نے سماع کا سُندا چھوڑ دیا تو انہیں کہا گیا کہ پہلے آپ سُنا کرتے تھے تو کہا کس کے ساتھ؟ اُس نے کہا کہ اپنے نفس کے لئے آپ سُنتے تھے تو فرمایا کہ کس سے اس واسطے نہیں سُنتے تھے مگر اہل سے اور اہل کے ساتھ سُنتے تھے جب کہ بھائی گم اور ناپید ہو گئے تو چھوڑ دیا۔ پس سماع کو اختیار نہیں جہاں اُس کو اختیار کیا مگر شرائط اور قیود اور آداب کے ساتھ کہ اُس آخرت کو یاد کرتے تھے اور بہشت کی رغبت کرتے اور دوزخ سے ڈرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کی طلب ہوتی تھی اور اس سے ان کے انوار منور تے تھے اور یہ ان کو بعض اوقات اتفاق ہوتا تھا نہ یہ کہ اس کو عادت اور معمول بنا دیں حتیٰ کہ بڑے بزرگوں نے اوراد کو چھوڑ دیا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کتاب قضا میں کہا ہے کہ لاگ امو و گمراہی ہے کہ باطل سے مشابہ ہے اور کہا جس نے اُس کی کثرت کی وہ نادان سبک عتق ہے اُس کی شہادت رد کی جائے۔ اور اصحاب شافعی نے اُس پر اتفاق کیا ہے کہ غیر محرم عورت سے سماع کا سُندا جائز نہیں ہے خواہ وہ آزاد ہے یا لونڈی ہو منہ کھولے ہو یا کہ حجاب میں ہو۔

اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ لکڑی سے آواز نکالنے کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے کہ زندیقیوں نے اُس کو ایجاد کیا ہے تاکہ قرآن سے اُس کے ساتھ مشغول ہوں اور کہا اس کا مضائقہ نہیں کہ الحان اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھیں جس طرح پر ہو اور مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ہے جب ایک شخص لونڈی خریدے اور اس کو گاہن پایا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اس عیب کے سبب واپس کر دے اور وہ کل اہل مدینہ کا مذہب ہے اور اسی طرح امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اور لاگ سُندا داخل گناہ ہے اور اس کو چند فقہاء نے مباح کیا ہے

قول فی السماع کے بیان میں جو علو اور استغنا کی رُوسے

معلوم کرو کہ وجد اور حال سابقہ کو بتلاتا ہے جو مفقود ہو گیا ہو تو جس نے مفقود نہیں کیا تو وہ پائے گا بھی نہیں اور کھو بیٹھنا بائیں علت ہے کہ بندہ کا وجود صفات کے وجود اور اُس کے بقایا کے سبب مزاحمت کرتا ہے۔ پس اگر بندہ خالص ہو تو آزاد خالص ہو گیا۔ اور جو آزاد خالص ہو گیا وہ شرک و جد سے رخصت اور الگ ہو گیا تو وجد کا شرک بقایا کا شکار کرتا ہے اور وجود بقایا کا عطیات کے کسی شے کی مخالفت سے ہوتی ہے۔

اور حضرت می رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کیا ہی دون اور سبت اُس شخص کا حال ہے جو محتاج اُس کا ہو جو اُس کو جگہ سے اُکھیڑے تو وجد سماع محق کے حق میں اس نظر سے کہ وہ واجد کو جگہ سے ہلا دیتا ہے اور باطن میں اثر کرتا ہے اور ظاہر پر اُس کا اثر پیدا ہوتا ہے اور بندہ کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدل دیتا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مبطل کے حق میں ہے اور اس کے سوا نہیں کہ محق اور مبطل کے حال میں اختلاف ہوتا ہے یعنی مبطل وجود ہوئی کی وجہ سے وجد کرتا ہے اور محق ارادہ قلب کے وجود سے وجد کرتا ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ سماع قلب میں کوئی چیز پیدا نہیں کرتا اور وہ فقط اسی چیز کو جنبش دیتا ہے جو قلب میں ہے۔ پس جو شخص کہ اُس کا باطن ماسوا اللہ سے متعلق ہے اُس کو سماع جنبش دیتا ہے تب وہ ہوئی کے ساتھ وجد کرتا ہے اور جو شخص کہ اس کا باطن اللہ کی محبت سے متعلق ہے وہ ارادہ قلب سے وجد کرتا ہے تو مبطل حجاب نفس کے ساتھ محبوب ہے اور محق حجاب قلب سے محبوب ہے اور حجاب نفس ارضی تاریک ہے اور حجاب قلب آسمانی نورانی ہے اور جو شخص ایسا ہے کہ اُس نے سابقہ کو شہود کے ساتھ ہمیشہ ہونے کی وجہ سے نہیں مفقود کیا ہے اور وجود کے دامنوں سے لغزش سے نہیں پڑا ہے وہ نہ سماع سنتا ہے اور نہ وہ وجد کرتا ہے اور اسی لحاظ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے میں پورا سدا جوج ہوں کہ کوئی قول میرے

ہے اور پروردگار کا غنمہ دلانے والا ہے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے غنار سے اپنے تئیں بچاؤ کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو کھوتا ہے اور وہ شراب کی نیابت کرتا ہے اور کرتا ہے وہ کام جو نشتر کرتا ہے اور یہ جو قائل نے کہا ہے صحیح ہے اس واسطے کہ موزوں طبیعت راگ اور وزن سے ہوش میں آتی ہے اور طبیعت دار آدمی راگ کے وقت وہ چیزیں پسند کرتا ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ چٹکی بجانا، تالی دینا اور ناچنا اور اُس سے فعل ایسے صادر ہوتے ہیں جو سب عقلی پر دلیل ہیں۔

اور خواجہ ابن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا ان مسلمانوں کے طریق سے نہیں ہے۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت نے شعر سنے ہیں وہ راگ کے مباح ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ شعر اکیس کلام منظوم ہے اور جو شعر نہ ہو وہ کلام منشور ہے۔ پس اُس کا اچھا اچھا ہے اور براں میں کابر ہے اور غناتب ہی ہوتا ہے کہ الحمان سے ہو اور اُس نے نہ ان افہ اور اہل زمان کے اجتماع میں اور گوئیے کے ذمہ سمیت بیٹھنے اور غزل خوان کی نسبت میں غور اور فکر کرے اور اپنے دل میں تصور کرے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نشست کی مثل کبھی ہوئی ہے اور آیا قوال غزل خوان کو اس مجلس میں بلایا اور اُس کے سننے کے لئے جمع ہو کر بیٹھے ہیں تو اس میں شک نہیں ہے کہ وہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے اس کا انکار کرے گا اور اس میں اگر کوئی فضیلت ہوتی جو طلب کی جاتی تو اس سے نہ چھوڑتے۔ پس جو اشارہ کرتا ہے کہ وہ فضیلت ہے کہ طلب کی جائے اور اس کے لئے اجتماع ہو وہ شخص معرفت احوال رسول اللہ اور صحابہ و تابعین کے ذوق سے بے بہرہ ہے۔

اور بعض متاخرین کے حال سے راحت حاصل کرتے ہیں اور اکثر لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں اور جب کبھی اُن پر سلف ماضیہ سے حجت اٹھائی جاتی ہے تو وہ متاخرین کی دلیل پیش کرتی ہیں اور حالانکہ سلف کے لوگ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھے اور ان کی ہدایت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے مشابہ تر ہے۔

اور انباء باہمی تلازم اور میل کی طرف ہے جو انیلاف اور تعاشق کا موجب ہے اور نغمات سے رُوح لذت پاتی ہے۔ اس واسطے کہ دو متعاشق کے درمیان وہ چھتے فریبندہ بات کا کہنا ہے اور جس طرح عالم حکمت میں حوا آدم سے پیدا ہوئیں۔ عالم قدرت میں رُوح روحانی سے نفس پیدا ہوا تو یہ تالف اس اصل سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ نفس رُوح حیوانی ہے رُوح روحانی کے قرب سے محسوس ہو گیا اور اُس کی ہم جنسی اس طرح ہے کہ جنس حیوان کی ارواح سے ممتاز ہو گیا اس سبب سے کہ رُوح روحانی سے اُس کو شرف قرب تھا تو وہ نفس ہو گیا۔ پھر جبکہ نفس رُوح روحانی سے عالم قدرت میں پیدا ہوا جس طرح کہ آدم حوا سے عالم حکمت میں پیدا ہوئیں۔

پس یہ تالف اور عشق ہمدگیر نسبت مونث و مذکر ہونے کے یہاں سے ظاہر ہوا اور اس طریق سے رُوح نغمات سے خوش ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ دو متعاشق ہیں مراسلات ہیں اور اُن دونوں کے بیچ میں مکالمہ ہے اور ایک قائل نے کہا ہے

تکلم منافی الوجود عیوننا فنحن سکوت والہوی تکلم
بتلائیں آنکھ ہماری طرح وجود میں ہم چُپ ہیں اور عشق ہے باتیں بتایا
پھر جب رُوح سے لذت اٹھائی تو نفس جس میں ہوا کی علت ہے
اُس نے وجد کیا اور عارضی حدوث سے جنبش اُن چیزوں کے ساتھ کی جو اُس میں تھیں
اور قلب نے جو اولادہ کا ملتجی تھا اُن چیزوں کے ساتھ حرکت کی جو اُس میں تھیں اس
وجہ سے کہ رُوح میں ایک عارض موجود ہوا ہے

شربنا و اھر قنا علی الارض جرثہ وللارض من کاس الکرام نصیب
سے میکشی کی اور زمین پر جبرے ریزی ہونے کی ہے زمین کے واسطے جام کرامت سے نصیب
تو نفس مبطل اُس کے فلک قلب کے لئے زمین ہے اور قلب محق اُس کی رُوح
کے آسمان کے لئے زمین ہے۔ پس مردوں کے مقام پر پہنچا ہوا اور صاحب جو ہر جو
اغراض احوال سے مجرد اور خالی ہے اس نے داوی مقدس میں نفس اور قلب کی

نقل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کیا تو ایک شخص نے اُن میں سے اپنا قمیض پھاڑ ڈالی تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ گرتے والے سے کہہ دو کہ اپنا گرتہ نہ پھاڑے اور اپنے قلب کو شرح و بسط دے۔ ولیکن جبکہ سماع کے شامل یہ ہو کہ کسی امر و لڑکے سے سُنے تو اُس وقت آفت پہنچتی ہے اور اہل دیانات پر اس کا انکار مقرر ہو گیا۔ یقیناً بن ولید نے کہا کہ کہہ اہت کیا کرتے تھے اس بات سے کہ لڑکے امر و خوبصورت کی طرف دیکھیں۔ اور عطا نے کہا ہر ایک نظر کہ قلب کو اس کی ہونے ہو تو اُس میں خیر نہیں ہے۔ اور بعضے تابعین نے کہا ہے میں جو ان تائب کے لئے اس قدر دندہ جانور ضرر رساں سے نہیں ڈرتا جس قدر کہ مجھے خوف اُس کے لئے غلامِ امر دے ہے کہ اُس کے تئیں پہنچے۔

اور بعضے تابعین نے یہ بھی کہا ہے کہ لوطیہ تین قسم ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو نظر کرتے اور دیکھتے ہیں اور ایک قسم ہے جو مصافحہ کرتے ہیں اور ایک قسم ہیں جو یہ عمل کرتے ہیں۔

پس طائفہ صوفیہ پر واجب ہے کہ ایسی جماعتوں سے پرہیز کریں اور تہمت کی جگہوں سے علیحدہ رہیں۔ اس واسطے کہ تصوف کل صدق ہے اور کل جہد ہے۔ بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف ہر امر جہد ہے اس میں کوئی چیز ہزل اور بے ہودگی کی نہ ملاؤ۔

پس یہ آثار سماع سے اجتناب اور پرہیز کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور پہلا باب اُن بیانون کے ساتھ جو اس میں ہے اُس کے جواز پر دلالت کرتا ہے، اپنے شرائط کے ساتھ اور اُن مکروہات سے دُور ہونے کے ساتھ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہم نے قول فیصل کر دیا ہے اور قصائد اور غنائ وغیرہ میں تفریق کی ہے۔ اور ایک جماعت صالحین سے تھی کہ وہ نہیں سُنتے تھے اور اُس کے ساتھ اُس شخص پر انکار نہیں کرتے تھے جو نیک نیتی سے سُنتا تھا اور ادب کی اُس میں رعایت کرتا تھا۔



وقت بندہ حجابِ قلت کی طرف عود کرتا ہے تو جو شخص حق کے ساتھ ہے جب اُسے لغزش ہو تو قلب پر گرتا اور تنزل کرتا ہے جو شخص قلب کے ساتھ ہے جب وہ پھیلے تو نفس پر واقع اور تنزل ہوتا ہے، اپنے بعضے مشائخ سے میں نے سنا ہے کہ وہ بعض صوفیہ سے حکایت کرتے ہیں کہ ہر اٹھینہ سماع سے اُن کو وجد ہوا تو اُن سے پوچھا کہ کہاں تمہارا حال اور کہاں یہ وجد۔ جواب دیا کہ ایک داخل ہمارے اوپر آیا کہ ہمیں اس گھاٹ پر اتار دیا۔ بعضے اصحابِ سہل نے بیان کیا کہ برسوں میں سہل کے ساتھ رہا کبھی میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ کسی چیز سے متغیر ہوئے ہوں جو ذکر اور قرآن سے سنا کرتے۔ پھر جبکہ اُن کی عمر آخر کو پہنچی اُن کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی: لا یؤخذ منکم فدیۃ یعنی تم سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا تو آپ کپکپائے اور قریب تھا کہ گر پڑیں تو میں نے اُس کا حال پوچھا۔ کہا مجھے ضعف آ گیا تھا۔ اور ایک دفعہ یہ آیت سنی تھی: الملئ یومئذ الحق للرحمن آج کے دن بادشاہت حقِ رحمن ہے تو آپ پڑھنے لگے تو ابنِ سالم نے آپ سے سوال کیا جو آپ کے یار تھے کہا ہر اٹھینہ مجھے ضعف آ گیا۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ اگر یہ ضعف ہے تو قوت کیا ہے؟ کہا قوت یہ ہے کہ ہر اٹھینہ کامل اُس پر کوئی وار نہیں آتا مگر یہ کہ اپنی قوت حال سے اس کو بچاتا ہے۔

پس اُس کو کوئی وار متغیر نہیں کرتا اور اسی قبیل سے ہے قول ابی بکرؓ کا۔ لہذا کناحتی اقتست القلوب یعنی ایسے ہی ہم تھے حتیٰ کہ دل سخت ہو گئے جب کہ ایک شخص کو قرآن کے پڑھتے وقت روتے دیکھا اور قول آپ کا اقتست یعنی سخت اور صلب ہو گیا اور قرآن کی سماعت خمیر میں پڑ گئی اور اُس کے انوار سے مالوف اور مانوس ہو گئے۔ پس کوئی نئی چیز وہ نہیں پاتے تاکہ متغیر ہوں اور صاحبِ وجد اُس کی مثال ہے جس کو نئی چیز معلوم ہو اور اسی واسطے بعضے صوفیہ نے کہا ہے ہمارا حال نماز کے پہلے جیسے ہمارا حال نماز کے اندر ہے اشارہ اس سے ہے کہ حالِ شہود کو استمرار ہے۔ پس اسی طرح سماع میں ایسا ہے جیسا سماع سے پہلے تھا۔

اندر نفوذ اور اثر نہیں کرتا۔

اور ممشاد دنیوری رحمہ اللہ علیہ کا ایک قوم پر گزر ہوا جن میں ایک قوال تھا جب ان کو دیکھا تو چیپ ہو رہے۔ تب آپ نے کہا کہ پھر جاؤ اُس چیز کی طرف جس میں تم تھے واللہ اگر دُنیا کے تمام کھیل میرے کان میں بھر جاتے میرے ارادہ کو باز نہ رکھتے اور نہ وہ بعض علت کو شفا دیتے جو میرے ساتھ ہیں۔

پس وجد روح گرفتار نفس کا چیخنا اور چلانا ہے کبھی مبطل کے حق میں اور گرفتار قلب کا کبھی محق کے حق میں ہے تو وجد کا منبع روح و روحانی محق اور مبطل کے حق میں اور وجد کبھی تو معانی کے سمجھنے سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی محض نعمات اور الحان سے تو جو معانی کے قبیل سے ہو مبطل کے لئے سماع میں نفس شریک روح ہوتا ہے اور محق کے لئے قلب شریک اُس کے ہوتا ہے اور جو محض نعمات کے قبیل سے ہو سماع کے لئے روح مجرد ہوتی ہے مگر مبطل کے لئے نفس استراق سمع کرتا ہے اور محق کے لئے قلب استراق سمع کرتا ہے اور جو اس کی کہ روح نعموں سے لذت حاصل کرتی ہے یہ ہے کہ عالم روحانی حسن اور جمال کا مجمع ہے اور وجود تناسب موجودات میں قولاً اور فعلاً مستحسن ہے اور شکل و صورت میں تناسب کا ہونا روحانیت کی میزات ہے توجیب روح نے نعمات لذیز اور الحان متناسب سنے تو بوجہ جنسیت اُس سے اثر قبول کیا۔ پھر یہ شرع کے ساتھ مصالح عالم حکمت کی وجہ سے مقید ہو گئے اور بندہ کے لئے دُنیا اور دین میں حدود کی رعایت میں مصلحت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ روح نعمات سے اس لئے لذت پاتی ہے کہ نعمات کے ساتھ روح سے نفس نے ایما و خفی سے بات چیت ایسے لہز و اشارہ سے کی جیسے دو عاشق معشوق میں ہوتی ہے اور نفوس و ارواح میں تعاشق اصلی ہے جو نفس کے موثث ہونے اور روح کے مذکر ہونے کی طرف کھینچتا ہے اور مذکر اور موثث میں معاشرتہ بالطبع واقع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجعل منہا زوجاً لیسکن الیہا۔ اور بنایا اُس سے جوڑا اُس کا تاکہ اُس سے آرام پائے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول میں اشعار

اُسے جانتا ہے جو اُسے قدرًا و وصولًا پاتا ہے یا اُس کو بڑی بحث اور مثالوں سے سمجھتا ہے اور وہ بکاء و جبران بکاء فرح کے علاوہ ہے اور وہ حق الیقین کے بعض مواطن میں پیدا ہوتا ہے اور دنیا میں حق الیقین سے تھوڑے اوتار ہیں تو اُس کے بعض مواطن میں بکاء پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ محدث اور قدیم میں تفائر اور بتائن ہوتا ہے۔

پس بکا ایک تشریح ہوتا ہے جو حدوث کے وصف سے ہے اس سبب سے کہ عظمت رحن کی سطوت شعلہ زنی کرتی ہے: ویقرب من ذلک مثلاً فی الشاهد قطرا الغمام بتلاقی مختلف الان جرام۔ اور یہ وجد ہر حید عزیز الوجود ہے بقیہ پر مشعر ہے جو فناء صرف کے قدر کر تا ہے۔ ہاں کبھی فنا میں بندہ اُس حال سے متحقق ہوتا ہے کہ آثار سے بالکل پاک اور منزہ ہو اور انوار میں ڈوبا ہو اور ازاں بعد اس سے مقام بقا کو ترقی کرے اور اُس کو ایسا وجود پھر دیا جائے جو مظہر ہو تو بکا کے اقسام اُس کی طرف عائد ہوتے ہیں خوف اور خوشی سے اور شوق سے اور وجدان سے کہ صورت میں اُن کے مشاغل اور مبائن ان کے حقائق سے ہو۔ ایک فرق لطیف کے ساتھ جس کو اُسے لوگ ادراک کرتے ہیں اور اس صورت میں سماع سے بھی ایک قسم اُس پر عود کرتی ہے اور یہ قسم اُس کے لئے مقدور ہے اور اُس کے ساتھ مقہوری لیتا ہے اُسے جب وہ چاہتا ہے اور ذکر تا ہے جب چاہتا ہے اور یہ سماع ممکن سے اُسی نفس کے ساتھ ہوتا ہے جو مطمئن ہو اور روشن ہو اور اپنی طبیعت کی مبائن ہو اور طمانیت اپنی حاصل کی ہو اور روح نے اُسے ایک معنی اُس میں سے سکھلا دیئے ہیں تو اس کا سماع نفس کے لئے ایک قسم کا تمتع اور انتفاع ہے جس طرح لذات اور شہوات سے تمتع حاصل کرتا ہے نہ کہ یہ اُس کا نفس ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا باپ کی گود میں کہ اُس کو بعض اوقات بعض خواہشوں میں خوش کر دیتا ہے۔

اور اسی قبیل سے ہے یہ نقل کہ آیا محمد الراشی اپنے یاروں کو سماع میں مشغول کرتے اور آپ اُن سے ایک طرف گوشہ میں جا کر نماز پڑھتے تو ہر اُئینہ ان نغمات

دونوں جوتیاں اُتار ڈالیں اور صدق کی بیٹھک میں بادشاہ صاحب اقتدار کی حضور میں قرار پکڑا اور خوشی منائی اور نور عیان سے آکان کے احرام کو جلا پھونک دیا اور اُس کی روح جو اپنے محبوب کے اُتار دیکھنے میں مشغول ہے اپنے خالق کے ہر اُٹیندہ و مہازی کی طرف مائل نہیں ہوتی تو جو کوئی حیران مشتاق ہو وہ داد خواہی عشاق کی فریاد رسی کی فرصت نہیں رکھتا اور جس کا یہ حال ہو اُس کے سر کو سماع جنبش نہیں دیتا۔ یعنی گراں اور مکروہ جانتا ہے اور ہر گاہ حال یہ ہے کہ الحان یا وجود اپنے لطیف کا نا پھوسی اور حینی فریبندہ باتوں کی اس روح کو پاتی اور اس سے نہیں جا ملتی تو کس طرح اُسے سماع پاسکتا اور اس سے مل سکتا ہے اس طریق سے کہ معانی سمجھے جاویں اور وہ بہت بھدا اور کثیف ہے اور جو کوئی اشارات لطیف کے اُٹھانے سے زانلے کرے تو وہ عبارات کے بار گراں کا تحمل کس طرح ہو سکتا ہے اور اس سے قریب تر ایک عبارت ہے جو قریب الفہم ہے۔

وحد ایک دار و حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اللہ کا ارادہ کرے تو اُس چیز پر فنا عمت نہیں کرتا جو من عند اللہ ہو اور جو شخص محل قرب میں مستحق بقرب ہو انہ اُس کو کھیل کھلاوے اور نہ اُس کو جنبش دیتی ہے وہ چیز کہ من عند اللہ ہو اس واسطے کہ وارد من عند اللہ بعد اور مسافت کی خبر دیتا ہے اور قرب یابندہ ہے وہ وارد کو لے کر کیا کرے اور وجد آتش ہے اور رب پانے والے کا قلب نوری اور نور آتش سے کہیں لطیف تر ہے اور کثیف لطیف کے اوپر تسلط نہیں ہے۔

پس جب تک کہ مرد رسیدہ اپنی راہ استقامت پر ہمیشہ برابر چلتا رہے وجود کے جھگڑوں اور کشاکش کے سبب اپنے طریق معبود سے منحرف نہ ہو اُس کو وجد سماع نہیں پاتا۔ پھر اگر فتور اُس میں آیا اور اسے کسی قصور نے روکا اس باعث کہ ممتحن محسن کی طرف سے اس کا امتحان اور ابتلا ہو تو وہ ابتلا کی طرح طرح کی محنتوں سے موافقت اور سازگاری کرتا ہے یعنی اُس پر ایک وجود پہنچتا ہے جس کو وجد پاتا ہے اس سبب سے کہ آزمائش اور ابتلا کے

میری روزی مجھے کمر دو آنکھیں جو بہت اشک ریزاں ہوں اور بکاء فی اللہ ہو
پھر اللہ اور پھر باللہ ہو اور وہ تم ہے کہ یہ اُس کی طرف ایک وجود جداگانہ کے
ساتھ جو اُس کو کریم منان سے مقام بقائیں عطا کیا گیا ہے اس کی طرف عود کرتا ہے۔

پچیسواں باب

قول فی السماع کے بیان میں ادب اور توجہ کیساتھ ہے

اور یہ باب آداب سماع اور حکم جامہ دری اور اشارات مشائخ پر جو اس میں
ہیں اور جو چیزیں کہ اس میں ماثور منقول اور معذور ممنوع سے ہے اُن سب پر
مشتمل ہے کہ بناء تصوف جملہ احوال میں صدق پر ہے اور وہ جد یعنی درستی اور
کوشش بالکل ہی صادق کے سزاوار نہیں ہے کہ وہ ایسی مجلس میں جانے کا
ارادہ کرے جس میں راگ ہوتا ہو مگر جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے نیت کر لے اور اپنی
ارادت اور طلب میں اُس کی ترقی کی امید ہو اور نفس کے کسی ہوائی کی طرف مائل
ہونے سے پرہیز کرے پھر استخارہ پہلی مجلس میں جانے کے لئے کرے اور اللہ تعالیٰ
سے برکت کا اس میں سوال کرے جبکہ وہ جانا چاہے اور جب مجلس میں آئے تو صدق
اور وقار کو ہاتھ اور پاؤں کے سکون سے لازم رکھے۔

ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے سماع پر واجب ہے کہ وہ اپنی سماع میں
اس سے راحت ایسی حاصل نہ کرے جس سے سماع اُس کے وجد یا شوق یا غلبہ وارد
کو برا لگیتے کرے اور وار اُس کا ہر ایک حرکت اور سکون اُس سے کھو دے تو صادق
وجد سے بچے اور اُس میں حرکت سے پرہیز کرے جب تک ہو سکے علی الخصوص جب کہ
شیخوں کی حضوری میں ہو۔

حکایت ہے کہ ایک جوان جنید کی صحبت میں رہتا تھا اور جب کبھی کوئی چیز
سنی نعرہ مارا اور متغیر ہو گیا تو آپ نے اُس سے ایک روز کہا کہ آج کے بعد اگر تجھ
سے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو میری صحبت میں مت بیٹھ، تو اُس کے بعد وہ اپنے تئیں ضبط
کرتا اور بسا اوقات اُس کے ہر ایک بال سے عرق کے قطرے ٹپکاتے۔ پھر جبکہ

اور جنیدؒ نے کہا کہ وجد فضل علم کے ساتھ مضر نہیں ہے اور فضل علم افضل
 وجد سے بہت پورا ہے اور شیخ حماد رحمہ اللہ سے ہمیں پہنچا ہے کہ وہ کہا کرتے کہ
 اگر یہ بقیہ وجود سے ہے اور یہ سب قریب المعنی قول ہیں۔ مگر اُس شخص کے لئے جو
 اُس معنی میں اشارہ جانتا ہو اور سمجھتا ہو اور ایسا شخص نادر الفہم اور نادر الوجود ہے
 اور معلوم کرو کہ گریہ کرنے والوں کے لئے مختلف موجب سماع کے وقت ہیں اُن میں
 سے بعضے خوف سے روتے ہیں اور بعضے شوق کے مارے روتے ہیں۔ اور کوئی
 ایسا ہے کہ وہ خوشی کے افراط سے روتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

طفح السرور علی حتی انسی من عظمہ ما قد سر فی ابکانی

اُمڈا ہے تن بدن میں سرور اسقدر کہ میں عظمت اُسکی جس نے کیا خوش تھا و دیا

شیخ ابو بکر کنانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عوام کا سماع طبیعت کی متابعت
 سے ہے اور مریدوں کا سماع خوف و رجاء سے ہے اور اولیاء کا سماع نعمتوں
 اور آلاء کے دیکھنے سے ہے اور عارفوں کا سماع مشاہدہ سے اور اہل حقیقت کا
 سماع کشف اور عیان سے ہے اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے ایک مصدر
 حلو و مقام ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ موارد اُترنے میں پھر ایک شکل سے یا ایک
 موافق سے ملتے ہیں تو جو وار و شکل سے ملا اُس سے مل گیا اور جو وار و موافق سے
 ملا اسے ٹھہرا دیا اور یہ سب ادبای سماع کے مواجید اور احوال ہیں اور جس کو
 ہم نے ذکر کیا اس شخص کا حال ہے جو سماع سے بلند اور مرتفع ہے اور یہ
 اختلاف اقسام بکا کے اختلاف پر واقع ہے جس کو ہم نے خوف اور شوق اور
 فرح سے بیان کیا ہے اور اُن میں سے اعلیٰ درجہ کا بکا فرح ہے جیسے کوئی شخص
 آئندہ مدت کے بعد بعد اپنے گھر میں آتا ہے تو اہل کے دیکھنے کے وقت خوشی
 کئی کثرت اور قوت سے روتا ہے اور گریہ میں ایک اور مرتبہ ہے جو اس سے
 بھی نایاب تر ہے اُس کا بیان نادر ہے اور اس کی شرح بھی نادر ہے اور اُس
 کا بیان اس وجہ سے کہ فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے بڑا معلوم ہوتا ہے تو
 اکثر اس کا بیان انکار کے مقابلہ میں ہوتا اور غرور سے اُس پر جفا ہوتی ہے اِلا

موافقت کو مدارات سے اٹھاتا ہے اور گناہوں کی شرح اس میں بہت ہوتی ہے تو چاہیے کہ اپنے اللہ پروردگار سے خوف کرے اور جنبش نہ کرے مگر جبکہ اُس کی جنبش وعشہ دار کی سی ہو جو بند کرنے کی راہ اسے نہ ملے یا چھینکنے والے کی مثل جس کو اس کی قدرت نہیں ہے کہ چھینک آئی ہوئی کو روک دے اور اُس کی جنبش سانس کی طرح قہراً اور جبراً ہو جس کو داعیہ طبیعت مقتضی ہے۔

سہری نے کہا ہے نعرہ اور فریاد میں صاحب وجد کی شرط ہے کہ وجد اُس حد کو پہنچ جائے کہ اُس کے منہ پر اگر تلوار ماری جائے تو اُس کو خبر نہ ہو کہ درد ہے اور یہ اہل وجد کی نوبت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور کبھی اس رتبہ کو غیبت سے صاحب حال نہیں پہنچتا مگر اُس کی آواز ایسی نکلتی ہے جیسے کسی کو تنفس ہو اور وہ ایک قسم کے ارادہ سے ہوتا ہے جو اضطرار سے ملا ہوا ہے اور یہ ضبط حرکات کی رعایت اور نعروں کی رُو سے ہے اور کپڑوں کے پھاڑ ڈالنے میں زیادہ مؤکد ہے اس واسطے کہ یہ مال کا اتلاف اور خرچ باطل ہے اور اسی طرح سمرایندہ کی طرف خرقہ کا پھینکنا ہے سزاوار اُس کے نہیں کہ یہ فوت کیا جائے الا جب کہ اُس کی نیت ایسی موجود ہو کہ اس میں تکلف بناوٹ اور ریا کاری نہ ہو اور جب کہ نیت نیک ہے تو قوال کی طرف خرقہ کے پھینکنے میں کچھ معنائقہ نہیں۔

کعب بن زبیر سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ابیات پڑھیں جن کی اول بیت یہ ہیں

ع بانف سعاد تعلبی الیوم تبون

یعنی سعاد محبوبہ جدا ہو گئی تو آج میرا دل ہوش سے گیا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بیت تک پہنچا۔

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مہذمن سیوف اللہ مسلول
یعنی رسول اللہ ایک شمشیر ہیں کہ اُس سے روشنی اور ضیاء حاصل کی جاتی ہے۔
اللہ کی تلواروں میں سے ایک کچی ہوئی تلوار ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے سو کہا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ میں

نے ایسا ہی راستہ پایا ہے جیسا کہ اُس مصلیٰ نے پایا ہے تو اُسے نفسِ خوش اس سے ہو کر مل بیٹھا اس واسطے روح کا موردِ انس میں صفائی کے سبب اُس وقت زیادہ ہوتا ہے کہ روح نے نفسِ اپنی تمتع اور انتفاع میں دوا ہے کیونکہ نفس باوجود طہائیت کے اپنی حیلت اور بناوٹ کے سبب موصوف باجنسیت ہوتا ہے اور اُس کے بعد میں فتوح سے اقسامِ روح اور اُس کے حصے وافر ہو جاتے ہیں اور اُس کے کان میں نماز کے وقت الحان کا راہ پانا اُس کی اور اُس کی حقیقت مناجات اور کلامِ تنزیل کے ختم میں درمیان مکر اور حیلہ کرنے والا نہیں ہے اور وہ اقسامِ بلا مزاحمت اپنے اپنے محل تک پہنچ جاتے ہیں اور کوئی مزاحمت نہیں ہے اور سب اسی وجہ سے ہے کہ ایمان کے ساتھ کی سینہ کی شرح کو وسعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محسن اور منان ہے۔

اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ سماعِ ایک قوم کے لئے مثلِ دوا ہے ، اور ایک قوم کے لئے مثلِ غذا اور ایک قوم کے لئے سچے کے مثل ہے اور اقسامِ بکا کے عود سے جو مروی ہے یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ کلامِ مجید پڑھو۔ انہوں نے عرض کی میں آپ کے سامنے پڑھوں اور حالانکہ آپ کے اوپر نازل ہوا ہے تو حضور نے فرمایا مجھے رغبت ہے کہ اُسے میں اپنے غیر سے سنوں۔ پھر سورۃ النساء پڑھنی شروع کی۔ یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے : فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنا بالعلیٰ ہوداء شہیدا۔ یعنی پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امت سے ایک ایک گواہ بلائیں اور تجھ ان سب پر شہادت کے لئے بلائیں تو کیا ایک حضرت کی دونوں آنکھیں اشک ریزاں تھیں۔ اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود کے سامنے آئے اور ہاتھ سے اُس کو ملا اور پھر اپنے دونوں لب اُس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور کہا اے عمر! یہاں اشک گرا کرتے ہیں اور تمکن جو ہے اس کی طرف اقسامِ بکا عود کرتے ہیں اور اس میں ایک فضیلت ہے جس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا ہے اور فرمایا : اللھم ارزقنی عینین ہطالتین یعنی لے اللہ!

محکم قولِ قوال کا برکتِ جماعت کے ساتھ ہے کہ وجد پیدا ہوا اور احداث و جد قوال کے گانے پر متصور نہیں ہے پس قوال اُن میں سے ایک ہو گا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے روز کہا جو شخص ایسی جگہ ٹھہرے اُس کے لئے یہ درجہ ہے اور جو مارا جائے اُس کے لئے یہ اجر ہے اور جو قید ہو اُس کے لئے یہ ثواب ہے تو جوان لوگ شتابی کر گئے اور بوڑھے اور سردار کھڑے نیروں اور جھنڈوں کے پاس ہوئے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی تو جوانوں نے خواستگاری کی کہ یہ فتح ہمارے نام ہے اور بوڑھے لوگوں نے کہا کہ ہم تمہارے یاد اور شپتی تھے۔ پس مالِ غنیمت ہم سے الگ الگ نہ لے جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِنْفَالِ قُلِ الْاِنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ**۔ یعنی تجھ سے مالِ غنیمت کا سوال کرتے ہیں کہہ دے کہ مالِ غنیمت اللہ اور رسول کے واسطے ہے۔

پھر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب پر برابر مالِ غنیمت تقسیم کر دیا اور بعض کا قول ہے کہ اگر گانے والا قوم میں سے ہو تو وہ ایک کے مثل تو گنا جائے گا اور قوم سے نہ ہو تو جو اُس کی قیمت ہو اُسے دی جائے اور جو فقراء کے خرقوں سے ہو اُن سب کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ اور کہا گیا کہ اگر قوال اجرت پر آیا ہو تو اُس کو کچھ اُس میں سے نہ ملے گا اور اگر وہ شے بے اجرت ہو تو اُس کو دیا جائے گا اور یہ سب باتیں اُس وقت ہیں کہ وہاں شیخ نہ ہو جو حکم دے اور وہاں پر شیخ موجود ہو جس کی بزرگداشت اور اس کے امر کا امتثال ہو تو شیخ اس میں حکم دے گا جو اس کی رائے میں آوے کہ ہر آئینہ اس میں مختلف احوال ہوتے ہیں اور شیخ کے لئے اجتہادِ حاصل ہے تو جو اُس کی رائے میں آئے کرے اُس پر کسی کو اعتراض نہیں اور بعض اجاب اور بعض حضار نے اُس کا فدیہ اور معاوضہ دے دیا اور قوال و قوم اس پر راضی ہو گئی اور ہر ایک شخص اُن میں سے اُس کے خرقہ کی طرف پھرتا تو جائز ہے اور اگر ایک نے اُن میں سے ایثار اور دے دینے پر اصرار کیا اس وجہ سے کہ اُس نے اُس کی

ایک دن ان دنوں سے آیا ایک سخت نعرہ مارا اور رُوح اس کی نکل گئی تو صدق سے نہیں ہے کہ بلا وجد نازل وجد کا اظہار یا حال کا دعویٰ بغیر حال کے حاصل کرے اور یہ علین لفاق ہے۔ مشہور ہے کہ نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے بڑے حرفی تھے تو اس میں لوگ بہت غصہ کرتے، کہا ہاں وہ اس سے بہتر ہے کہ ہم بیٹھیں اور غیبت کریں۔ تو ان سے ابو عمرو بن مجید وغیرہ اُن کے بھائیوں نے کہا افسوس ہے ابا القاسم سماع کی لغزش بدتر ہے اتنی اور اتنی برسوں سے کہ ہم لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ سماع کی لغزش اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور گھلے جھوٹ سے حال کا مزوج اور معطر کرنا ہے اور اس میں کئی گناہ ہیں ایک تو اُن میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ نے ایک چیز بخشی ہے اور حالاً تک بخشی نہیں۔ اور اللہ پر جھوٹ لگانا سب گناہوں سے بدتر ہے اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ بعض حاضرین کو فریب دینا ہے کہ اس کی نسبت حسن ملن کریں اور فریب دینا خیانت یعنی دغلی اور ناراستی ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمیں فریب دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ ہر گاہ وہ مبطل ہے اور چشم صلاح سے اپنے کو دکھلاتا تو عنقریب اُس سے ظاہر وہ امر ہو جائے گا جو اہل اعتقاد کے عقیدہ کو فاسد کر دے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اور لوگوں کی نسبت جو اُس کے امثال ہیں اس کا اعتقاد خراب ہو جائے گا۔

پس اہل صلاح کے حق میں فساد عقیدہ کا سبب پیدا کرنے والا ہوگا اور اس سے نقصان اُس شخص کو پہنچے گا جو حسن ظن رکھتا ہے اور اس سے صالحین کی مدد بند ہو جائے گی اور اس سے بہت کچھ آفتیں پیدا ہوں گی جس سے اُس شخص پر مشکل پڑے گی جو اس سے بحث کرے گا اور ایک اُن میں سے یہ ہے کہ حاضرین کو اُن کے قیام اور قعود میں موافقت کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ اپنے جھوٹ سے لوگوں کا تکلف تکلیف دینے والا ٹھہرے گا اور جماعت میں وہ شخص موجود ہو کہ نور فراست سے دیکھتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور اپنے نفس پر مجلس کی

کیا کروں؟ آیا میں اسے پہن لوں۔ فرمایا کہ نہیں لیکن اس کی اوڑھنیاں فواطم کے لئے بناؤ
مقصود فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ بنت حمزہ
اُن سے ہیں۔ اور اس روایت میں ہے کہ ہدیہ ایک حملہ حریر کا دوہرا سیلا ہوا تھا اور
یہ وجہ کپڑے کے پھاڑنے اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں سنت کے اندر ہے۔

حکایت ہے کہ نیشاپور کے مقام پر ایک دعوت میں فقیہ اور صوفیہ جمع ہوئے
اور خرقہ گر پڑا اور وہاں شیخ الفقہاء ابو محمد جوینی اور شیخ الصوفیہ ابو القاسم قشیری تھے
اور اپنی عادت کے موافق خرقہ کو تقسیم کر لیا تو شیخ ابو محمد نے بعض فقہاء کی طرف
توجہ کی اور چپکے سے کہا کہ یہ اسراف اور اتلاف مال ہے تو ابو القاسم قشیری نے سُن
لیا اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ تقسیم ہو چکی۔ پھر خادم کو بلایا اور کہا مجلس میں دیکھو
جس کے پاس پھٹا پرانا مصلے ہو تو اُسے میرے پاس لے آ۔ تب وہ مصلی لایا۔ پھر
ایک شخص آگاہ واقف کار کو حاضر کیا اور کہا یہ مصلے کتنے پر زیادہ سے زیادہ خریدو
گے؟ کہا ایک دینار پر۔ کہا اور ایک ہی قطعہ ہوتا تو کتنے کا ہوتا؟ کہا نصف
دینار کا۔ پھر شیخ ابو محمد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اس کا نام مال تلف کرنا نہیں ہے
اور پھٹا ہوا خرقہ سب حاضرین پر تقسیم ہوتا ہے خواہ ہم جنس ہوں یا غیر جنس جبکہ قوم
کی نسبت اُن کو حسن ظن ہو اس اعتقاد سے کہ خرقہ سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

طارق بن شہاب نے روایت کی کہ اہل بصرہ نے اہل نہاند سے محاربہ کیا اور
ان کی امداد اہل کوفہ نے کی اور عمار بن یاسر اہل کوفہ کے سردار تھے اور فتحیاب ہوئے
اور اہل بصرہ نے چاہا کہ غنیمت سے کوفہ کے لوگوں کو کچھ نہ بانٹیں۔ بنی تمیم سے ایک
شخص نے عمار سے کہا کہ اے اجدع یعنی خصومت کرنے والے تو چاہتا ہے کہ ہماری
غنیمتوں میں تو شریک ہو۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حضرت نے جواب
لکھا کہ غنیمت اس کے لئے ہے جو لڑائی میں موجود ہو اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ
پھٹا خرقہ مجلس پر تقسیم ہو اور جو اس میں ثابت ہو تو مال کو دیا جائے۔

اور استدلال اس روایت سے الی قنادۃ کے ساتھ کیا گیا ہے کہ جب جنین
کے دن لڑائی میں اپنے اوزار رکھ دیئے اور قوم سے ہم کو فرصت ملی تو رسول اللہ

کعب بن زبیر ہوں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف ایک چادر جو اوڑھے ہوئے تھے پھینک دی جب زمانہ معاویہ کا تھا تو اُس کے پاس آدمی بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہمارے ہاتھ دس ہزار کو بیچ کر دے۔ اُس کو واپس معاویہ کی طرف یہ کہہ کر بھیج دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پٹرا کسی کو نہیں دے سکتا۔ جب وہ مر گیا تو معاویہ نے اُس کی اولاد کے لئے بیس ہزار بھیجے اور چادر لیلیٰ اور وہ چادر آج کے دن امام ناصر الدین کے پاس موجود ہے کہ اُس کی برکات اُس کے ایامِ رخشندہ پر پہنچی اور متصوفہ کے آداب ہیں کہ اُن کا التزام یہ حضرات کرتے ہیں اور اُس کا لحاظ صحبت اور معاشرت میں ہوتا ہے اور سلف کے بہت لوگ اُس کے مقید نہیں ہوتے تھے مگر ہر ایک بات کو اُن لوگوں نے پسند لیا اور اُس کے اوپر اتفاق کیا ہے اور نہ اُن پر شرع کا انکار ہے کوئی وجہ انکار کی اُس میں نہیں ہے تو اُس میں سے ایک یہ ہے کہ اُن لوگوں میں سے اگر کوئی سماع میں متحرک ہوا اور اُس سے خرقہ گر پڑا یا وجد اُس پر نازل ہوا اور اُس نے اپنا عمامہ قوال کی طرف پھینک دیا تو مستمن اُن کے نزدیک یہ ہے کہ حاضرین سر برہنہ کرنے میں اس کے ساتھ موافقت کریں جبکہ یہ امر سرگروہ اور شیخ سے ہو اور اگر نفل شیخوں کی حضور میں جو انوں سے ہو تو شیخوں پر واجب نہیں ہے کہ اس میں جو انوں کی موافقت کریں اور بقیہ حاضرین پر جو انوں کے لئے ترک موافقت حکم مشائخ پہنچتا ہے۔

پھر جب سماع سے خاموش ہوں صاحبِ حال کو خرقہ واپس دیا جاتا ہے اور حضار مجلسِ عماموں کے اٹھانے سے اُس کا ساتھ دیتے ہیں پھر انہیں فوراً سروں کی موافقت کے لئے پہنتے ہیں اور جب خرقہ قوال کی طرف پھینکا جائے تو وہ قوال کا ہے جبکہ اُس نے ارادہ اس کے عطا کیا ہو اور اگر قوال کو عطا کرنے کا قصد نہیں کیا تو بعض نے کہا ہے کہ وہ قوال کا ہو چکا اس واسطے کہ اس کا محرک وہی قوال ہے اور اسی کی طرف سے وہ موجب صادر ہوا کہ خرقہ کو پھینک دے اور بعض کا قول ہے کہ وہ مجلس بھر کے لئے ہے کہ ازاں جملہ قوال ہے کہ اس میں

آئے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے کہا اچھا آپ کا لعب ہے یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا آہ یا معاویہ وہ شخص کریم نہیں ہے جسے ذکر حبیب کے سُننے پر ہتھرازا اور جنبش نہ ہو۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین کو بانٹ دیئے۔ اور یہ حدیث ہم نے سند سے وارد کی ہے جیسا کہ ہم نے سنا اور پایا اور ہر ائینہ اُس کی صحت میں اہل حدیث نے کلام کیا ہے اور ہم نے کوئی چیز ایسی نہیں پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور وہ ہم شکل اہل زمان کے وجد اور اُن کی سماع و اجتماع اور اُن کی ہئیت کے ہو مگر یہ حدیث اور کیا اچھی حجت اہل صوفیہ اور اہل زمان کے واسطے ہے اُن کی سماع اور اُن کے خرقہ چاک کرنے اور اُس کے بانٹ لینے میں اگر وہ صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ بہتر دانا ہے اور میرے دل میں کھٹکتی ہے۔ یہ بات کہ وہ صحیح نہیں ہے اور اُس میں ذوق اس کا نہیں پاتا ہوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ یہ کیا ہو اور اُن خبروں پر وہ اعتماد کرتے ہیں بناء بریں اُس کے جو ہمیں اس حدیث میں پہنچا ہے اور دل اُس کے قبول سے انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب تر جانتے والا اُس کا ہے۔

چہبیسواں باب

اُن چلوں کے بیان میں جن کا التزام صوفیہ کرتے ہیں چلے سے قوم صوفیہ کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے جس کے سوا وہ اس کی طلب کرتے ہوں لیکن جبکہ حکم اوقات کی مخالفتیں اُن میں ذخیل ہوتی ہیں تو چلے کے ساتھ وقت کا مقید کرنا ان کو محبوب اور مرغوب ہوا اس امید سے کہ چلے کا حکم ان کے تمام زمانے پر جاری ہو جائے گا تو وہ اپنی جمیع اوقات اسی ہئیت سے ہیں جو چلے میں ہوتی ہے بناء اس کی یہ ہے کہ چلا ذکر کے ساتھ مخصوص ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص کر دیئے حکمت کے چشمے اُس کے قلب سے زبان پر اُس کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ائینہ اللہ تعالیٰ

نیت سے اُتارا ہے تو قوال کو اُس کا خرقہ دیا جائے گا مگر پھٹے ہوئے خرقہ کا چاک کرنا جس کو سچے صاحبِ حال نے ایسے غلبہ کے سبب پھاڑ ڈالا ہے جس سے وہ بے اختیار ہو گیا جس طرح کہ نفس کو غلبہ ہوا کرتا ہے۔ پھر جو کوئی اس کے روکنے کا قصد کرے تو سب اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیتے ہیں تبرک بالخرقہ ہے اس واسطے کہ وجد فضل حق کے آثار سے ایک خرقہ ہے اور خرقہ کا چاک کرنا آثارِ وجد سے ایک اثر ہے تو خرقہ میں اثر ربانی آگیا اُس کا حق ہے کہ سب لوگوں کو دیا جائے اور اعزاز و اکرام کے لئے سر پر رکھا جائے۔

تضوع ارواح بخذن شياہم یوم القدوم تقرب العمد بالدار
 ۷ ارواحِ نجدیں ہے مہک اُنکے جامے آ نیچے دن کہ وصل کا وعدہ قریب ہے
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابر کا استقبال فرمایا کرتے اور اُس سے برکت حاصل کرتے اور فرماتے کہ نئی تازی چنیر ہے جس کا وعدہ پروردگار نے کیا تھا۔ پس پھٹا ہوا خرقہ تازہ دار و عہد کا ہے تو حکم پھٹے خرقہ کا یہ ہے کہ حاضرین کو بانٹ دیا جائے اور جو ثابت خرقہ اس کے تابع ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ شیخ اُس کے حق میں حکم جاری کرے۔ اگر بعض فقر کو مخصوص اس کے حصے سے کر دے، تو اُس کو اختیار ہے اور اگر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو بھی اُس کو اختیار ہے اور یہ اعتراض اس پر نہ ہوگا کہ یہ تفریط اور خرچِ فضول ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹے خرقہ سے اُس کے موقع پر وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ حاجت ہو جیسا کہ بڑا خرقہ فائدہ دیتا ہے۔

اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حملہ حریر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ آیا تو وہ میرے پاس بھیج دیا۔ میں وہ پہن کر باہر آیا تو آپ نے فرمایا کہ جو میں اپنی ذات کے لئے مکروہ جانتا ہوں اس سے تیرے لئے راضی نہیں۔ پھر آپ نے اُس کے ٹکڑے کر کے عورتوں کے لئے اوڑھنیاں بنا دیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کو

علیہ وسلم نے اُس کی خبر دی الایہ امر کہ مدت چالیس دن کا تعیین قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں اور اس امر میں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کا حکم دیا اور چالیس دن سے قید اور حد لگانے کی ایک حکمت کے واسطے ہے اور اس کی حقیقت پر کوئی مطلع نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معلوم کر دیا یا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے سوا اُس کے معلوم کرانے سے مخصوص کر دیا اور اُس کی پوشیدگی میں ایک معنی چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر دانا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کرنا چاہا تو خمیر کی مدت اس قدر تعداد سے مقرر کی جیسا کہ وارد ہوا ہے حمد طینۃ آدم عبیدہ اربعین صباحا۔ یعنی آدم کی سرشت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دن خمیر کیا تو آدم جبکہ دارین کی آبادی کے لئے صلاح خواہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُس سے دُنیا کی آبادی چاہی جس طرح کہ بہشت کی آبادی اُس سے چاہی مٹی سے اس ترکیب کے ساتھ اُس کو پیدا کیا جو عالم حکمت اور شہادت اور اس دار دنیا کے مناسب تھی اور قانون حکمت کے موافق اُس سے دنیا کی آبادی بن نہ آتی جس حالت میں کہ سفلی اجزاء زمین سے وہ مخلوق نہ ہوتا۔

پس مٹی سے اُس کو پیدا کیا اور چالیس دن اُس کی سرشت کو خمیر کیا تاکہ اس چالیس دن کے خمیر سے چالیس جناب حضرت الہی سے دُور ہو جائے اور بارگاہ الہی اور مقاماتِ قرب سے ٹھٹک رہے اس واسطے کہ اس جناب سے رُک نہ جاتا تو دُنیا معمور نہ ہوتی تو عالم حکمت کی آبادی اور زمین میں خلیفۃ اللہ ہونے کے لئے بعد از مقام قرب نے اُس میں جوڑ بکچڑ لی۔

پس ہر روز اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لئے دنیا سے انقطاع کرنا اور اُس کے سامنے آنے اور امر معاش کی طرف نور سے کھینچنا ایک جناب سے نکالتا ہے جو ایک معنی ہے کہ اس میں امانت رکھا ہوا ہے اور ہر ایک جناب کے اُٹھنے کے موافق منجذب ہونا اور منزل حاصل کرنا ہے۔ قرب حضرت الہی جو مجمع علوم اور

نے کہا جس شخص نے کسی مقتول کو مارا اُس کا لباس مارنے والے کا حق ہے اور یہ اس کے لئے وجہ صیح فرقہ میں ہے اور بیٹھا خرقة جو ہو اُس کا حکم ہے کہ حاضرین کے حصہ کر کے بانٹ دیئے جائیں اور اگر مجلس میں تقسیم کے وقت داخل ہو جو حاضر پہلے نہ تھا اسے بھی حصہ ملے گا۔

ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین دن بعد جنگ خیبر سے آئے تو ہمارے حصہ لگانے لگئے اور کسی کو حصہ نہیں دیا گیا جو ہمارے سوا فتح میں موجود نہ تھا اور قوم صوفیہ کے لئے سماع میں اُن کے پاس غیر جنس کا موجود ہونا مکروہ معلوم ہوتا ہے جیسے متعبد جس کو ذوق اس کا کچھ نہیں تو وہ انکار کرتا ہے اُس کا جو منکر نہیں ہے یا دنیا دار جو تکلف اور ملازمت کا محتاج ہو یا وجد میں تکلیف کرنے والا جو اپنے لواحد سے حاضر ہی کو تشویش وقت دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ہر اُئینہ تیری اُمت کے فقراء دولت مندوں سے پہلے آدھے دن یعنی پانچ سو برس پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ہمارے لئے اشعار پڑھے تو ایک بدوی نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا لاؤ تو اعرابی نے پڑھا ہے

لقد لسعت حیاة الہوی کبدی فلا طبیب لہا دلا راتی

والحبیب الذی شفقت بہ فعندہ رقیتمی و تریا قی

ترجمہ :- ہر اُئینہ عشق کے سانپ نے میرے جگر میں کاٹا ہے کہ اُس کا نہ کوئی طبیب ہے نہ منتر پڑھنے والا ہے مگر وہ ہے حبیب کہ جس کا میں شیفتہ اور فریفتہ ہوا ہوں اُس کے پاس میرا منتر ہے اور نہ ہر مہر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد کیا اور آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی وجد کیا یہاں تک کہ دوائے مبارک آپ کے شانے سے گر پڑی۔ پھر جب فالخ ہوئے ہر ایک شخص اُن میں سے اپنی اپنی جگہ

کے سبب وہ ایک طبقہ کی بانی پیدائشی طبقات سے دُور کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اُس کو دُور رکھتا ہے یہاں تک کہ چلنے کے چالیس دن پورے کرنے سے چالیسوں طبقوں کو ایک دن پیچھے ایک طبقہ طبقات حجاب سے دُور کر دیتا ہے اور اس بندے کی صحت کی نشانی اور چلنے سے اُس پر اثر پڑنے کی علامت اور اخلاص کی شرطوں کا پورا کرنا یہ ہے کہ چلنے کے بعد دُنیا سے کم رغبت کرے اور فریب کے گھر سے الگ ہو جائے اور دارالبقا کی طرف رجوع کرے اس واسطے کہ دُنیا میں زہد نہ کرنا ظہورِ حکمت سے ضرورت سے ہے اور جو دُنیا میں زہد نہ کرے تو اُس کو حکمت نصیب نہ ہوگی اور جو حکمت چلنے کے بعد برہ مند نہ ہو تو ظاہر ہو جائے گا کہ اُس نے شرائط میں کچھ خلل ڈالا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہیں ہوا اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص نہیں ہوا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ہم کو محال کا حکم دیا قال اللہ تعالیٰ وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين۔ اور وہ لوگ نہیں حکم دیئے گئے مگر اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس طرح کہ دین کو اس کے لئے خالص کریں۔ صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اخلاص اور شرک دونوں گھٹنوں کے بل پروردگار عزوجل کے سامنے حاضر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اخلاص کو حکم دے گا کہ تو اپنے اہل شرک کے ساتھ دوزخ میں جا۔

اور اس اسناد سے سلمیٰ نے کہا علی بن سعید سے میں نے سنا اور اس سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا ابراہیمِ شقیقی سے میں نے سنا اور اسیس سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا محمد بن جعفر الخصاف سے میں نے سنا اور اس سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا احمد بن ایسا سے میں نے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا ابایعقوب الشروطی سے میں نے سوال اخلاص کا کیا کہ کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا احمد بن غسان سے میں نے

نے چلے کو ذکر کے ساتھ قصہ موسیٰ علیہ السلام میں مخصوص فرمایا ہے اور چلے کے ساتھ تخصیص امر الہی مزید ترک دنیا کے لئے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلة واتمناھا بعشر فتمت میقات ربہ
 اربعین لیلة۔ اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا اور اُس کو دس
 رات کے ساتھ پورا کیا اس کے پروردگار کا میقات اور زمانہ پورا چالیس رات کا ہوا۔
 اور قصہ اُس کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا جبکہ وہ
 مصر میں تھے کہ اللہ تعالیٰ جب اُن کے دشمنوں کو ہلاک اور اُن کے دشمنوں کے ہاتھوں
 سے خلاص کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک کتاب اُن کے ساتھ لائے گا جس
 میں حلال اور حرام اور حدود اور احکام کا واضح بیان ہوگا۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے
 وہ کام کیا اور فرعون کو ہلاک کر ڈالا تو موسیٰ نے اپنے پروردگار سے کتاب مانگی
 تب اُس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تین دن روزہ رکھے اور وہ ذیقعد ہے۔ پھر جبکہ
 تیس راتیں پوری ہوئیں تو اُن سے منہ کی بدبو پوری معلوم ہوئی تو خرنوب جنگلی
 درخت کی لکڑی سے مسواک کی تب اُس سے فرشتوں نے کہا کہ ہم تیرے منہ
 سے مُشک کی خوشبو سونگھتے تھے تو نے اُسے مسواک سے کھو دیا۔ پھر اُس کو اللہ تعالیٰ
 نے ذی الحجہ کے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ
 روزہ دار کے منہ کی بدبو مجھے مُشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے اور
 موسیٰ علیہ السلام کا روزہ یہ نہ تھا کہ دن کو کھانا چھوڑ دیں اور رات کو کھائیں
 بلکہ چالیس دن بغیر کھانے طے کر گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معدہ کا کھانا سے خالی ہونا ایک بڑی صلاح بات
 میں ہے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کے محتاج ہوئے جبکہ مکالمہ الہی کے
 لئے وہ مستعد ہوئے تھے اور علوم لدنی اُن لوگوں کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی
 طرف دُنیا سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں ایک قسم کا مکالمہ ہے اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ
 کی طرف چالیس دن خالص طور پر ہو گیا اس طرح کہ اپنے نفس سے معاہدہ وعدہ
 ہلکا رکھنے کا کیا ہو تو اللہ اُس پر علوم لدنی کھولتا ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

دیکھتے تھے مگر اس طرح پر کہ جیسے صبح نمود ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آپ کو خلوت پسند آئی اور حرار میں آپ تشریف لاتے تھے اور اُس میں کئی رات برابر عبادت اور خلوت کیا کرتے اور اس کے لئے توشہ تیار ہوا کرتا۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ پھر اُس کے مثل کے لئے آپ تیاری فرماتے۔ پس اچانک حتیٰ آن پہنچا اور آپ غار حرار میں تھے اس میں ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اقسرا یعنی پڑھ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں قاری اور پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اُس نے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ وہ اپنی غایت کو پہنچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ تو میں نے کہا کہ میں قاری نہیں ہوں پھر مجھے پکڑا اور دوبارہ دبوچا حتیٰ کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھ تو میں نے کہا میں قاری یعنی خواندہ نہیں ہوں تو اُس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار دبا یہاں تک کہ اپنی غایت کو وہ پہنچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا پھر کہا :

اقراء باسم ربك الذي خلق الانسان من علق۔ یعنی پڑھ اپنے رب کے اسم سے جس نے کہ پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے یہاں تک کہ ماہم یعلم تک پہنچا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے ساتھ واپس آئے اس حالت میں کہ اُس کے دفعۃً ظاہر کرنے سے لرزتے تھے یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا زملونی زملونی یعنی کلمی مجھے اڑھاؤ کلمی مجھے اڑھاؤ تو آپ کو کلمی اڑھا دی یہاں تک کہ آپ سے خوف جاتا رہا اور خدیجہؓ سے کہا میرے واسطے کیا صلاح ہے اور اُن کو خبر دی پھر فرمایا میں اپنی عقل پر ڈرتا ہوں۔ خدیجہؓ نے کہا نہیں ہرگز نہیں خوش ہو۔ اللہ کی قسم ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ عنگیں ابد تک نہ کرے گا۔ اس واسطے کہ آپ صلۃ رحم کرتے ہیں اور بات سچ کرتے ہیں اور بار اُٹھاتے ہیں اور معدوم کو کسب کرتے ہیں اور یتیموں کی ضیافت کرتے ہیں اور جو مصیبتیں پہنچتی ہیں اُسیں امانت کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو ساتھ لے کر چلیں یہاں تک کہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور وہ ایک شخص تھا کہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور وہ کتاب عربی لکھتا تھا اور انجیل میں سے وہ عربی لکھتا جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اُس کو لکھے

اُن کا مصدر ہے۔

پھر جبکہ چلہ پورا ہو گیا تو پردے دُور ہو جاتے ہیں اور علوم و معارف اُس پر خوب ریزش کرتے ہیں۔ بعد ازاں علوم و معارف جو اعیان ہیں انوار سے بدل جاتے ہیں اس سبب سے کہ نور عظمت الہی کی ایک سرسے متصل ہوتے ہیں۔ اس وقت اعیانِ حدیثِ نفس کے علوم الہامیہ بن جاتے ہیں اور حدیثِ نفس کے احرام انوارِ عظمت کے قبول کرنے کو پیش آتے ہیں۔

پس اگر وجودِ نفس اور اُس کی حدیث نہ ہوتی تو علوم الہیہ ظاہر نہ ہوتے اس واسطے کہ حدیثِ نفس قبولِ انوار کے لئے ظرفِ وجودی ہے اور قلب میں بالذات قبولِ علم کے لئے کوئی شے نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اُس کے قلب سے حکمت کے چشمے اُس کی زبان پر ظاہر ہوں گے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ قلب کا ایک رخِ نفس کی طرف ہے اس وجہ سے کہ توجہ اُس کی عالمِ شہادت کی طرف ہے اور ایک رخِ اُس کا روح کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ اُس کی توجہ عالمِ غیب کی طرف ہے تو جو علومِ نفس میں پیدا کئے گئے ہیں اُن سے قلب مدد چاہتا ہے اور زبان جو اُس کی ترجمان ہے اُس کے حوالے کرتا ہے تو علومِ نفس میں پیدا کئے گئے ہیں اُن سے قلب مدد چاہتا ہے اور زبان جو اُس کی ترجمان ہے اُس کے حوالے کرتا ہے تو علومِ ظہورِ قلب سے ہے اس واسطے کہ علومِ اُس میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں تو قلب اور روح کے لئے قرب الہی سے وہ مراتب حاصل ہیں جو الہام کے دُنبوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

پس بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑنے اور لوگوں سے یکسو ہونے کے سبب اپنی مسافت ہائے وجود کو قطع کرتا ہے اور اپنے نفس کے معاون سے جوابِ علوم کو نکالتا ہے اور ہر اُٹیلینہ حدیث میں وارد ہے: الناس معادن مکادن الذہب والفضة خیارہم فی الجاہلیة خیادہم فی الاسلام اذا فقهوا یعنی آدمی سونے چاندی کی سی کھان ہیں جو جاہلیت میں اُن میں کے اچھے ہیں وہی اسلام میں اُن کے بہترین ہیں جبکہ وہ لقیہ ہوں تو ہر روز اللہ تعالیٰ کے واسطے عمل میں خلوص کرنے

آن چیزوں کا ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دیں۔ بعد ازاں قوم کی خلوت
ستبری اور جملہ اور اُس کے تکملہ کا اثر ظاہر ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بشارتوں کے مبادی
اور اُس کے عطایا نے سینہ ظاہر ہوں۔

ستائیسواں باب

فتوح اربعین کے بیان میں ہے

اور ہر آئینہ طریق خلوت اور اربعین میں ایک قوم نے غلطی کی ہے اور کلمات
کو اُن کی جگہ سے تحریف اور تبدیل کر دیا اور شیطان اُن پر داخل ہوا اور غرور و
فریفتگی کا دروازہ اُن پر کھول دیا اور خلوت میں بلا اصل مستقیم جو اخلاص کو حق خلوت
پہنچاتا ہے داخل ہوئے اور اُن لوگوں نے یہ سن لیا کہ مشائخ اور صوفیہ کے لئے
خلوتیں تھیں اور اُن کے لئے واقعات ظاہر ہوئے اور مکاشفہ غرائب اور عجائب کے
ساتھ اُن کو ہوا تو اس کے حامل کرنے کے لئے یہ لوگ خلوت میں گھس گئے اور یہ محض
اعتمال و ضلال ہے۔ ہاں صحیح یہ ہے کہ قوم نے خلوت اور وحدت دین کی سلامتی اور نفس
کے احوال کی جستجو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے عمل کرنے کے لئے اختیار کی۔

ابی عمرو الاغاطی سے نقل ہے کہ اُس نے کہا ہرگز صاف نہ ہو گا عاقل کے لئے
انجام مگر یہ کہ اُن باتوں کو مضبوط کر لے جو اُس پر واجب ہیں۔ یعنی حال اول کی اصلاح
اور اُن مقامات کی اصلاح کہ اُن کی معرفت مزاد ہے خواہ زیادہ ہو یا ناقص ہو ہو
تو اُس پر واجب ہے کہ خلوت کے موضع تلاش کرے تاکہ اُس کے معارض کو کوئی
مشاغل نہ ہو۔ پس اگر معارض ہو تو وہ چاہتا ہے وہ بگڑ جائے گا۔

ابا تمیم مغربی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جو خلوت کو صحبت پر ترجیح دے تو
مزاد ہے کہ وہ تمام افکار سے بجز ذکر الہی عزوجل کے خالی ہو اور جمیع مرادات سے
بجز مراد اپنے رب کے سے خالی ہو اور نفس جو تمام اسباب میں مطالبہ کرتا ہے اُس
سے خالی ہو اگر ان صفات کے ساتھ نہ ہو تو اُس کی خلوت یا بلا میں اُس کو ڈولے گی۔
ایک شخص ابی بکر رزاق کی زیارت کو آیا اور کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا میں نے

پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں محمد الوالد بن سید
 پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ حسن سے میں نے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز
 ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے حدیث سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ اس نے
 کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟
 آپ نے فرمایا میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ جبرائیل
 نے کہا کہ میں نے رب العزت جل جلالہ سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے؟ حکم ہوا کہ
 وہ میرے اسرار سے ایک سر ہے جس کو میں نے ان لوگوں کے قلب میں رکھا ہے جس کو
 میں اپنے بندوں سے دوست رکھتا ہوں تو بعض آدمی خلوت میں مخالفت نفس پر
 داخل ہوتے ہیں اس واسطے کہ نفس بالطبع خلوت سے کراہت کرنے والا ہے غلق کی
 مخالفت کی طرف بہت ہی مائل ہے۔

پس جبکہ اس کو اس کی عادت کے قرار گاہ سے اُکھٹرا اور اللہ تعالیٰ کی
 اطاعت میں قید کیا تو اس کے قلب میں حلاوت بعد اس تلخی کے آتی ہے جو اس پر داخل
 ہوتی ہیں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو خلوت سے
 بڑھ کر باعث اخلاص پر ہو اور جس نے خلوت کو درست رکھا تو ہر آئینہ اس نے
 اخلاص کے گھر کا ستون پکڑ لیا اور ارکان صدق سے ایک رکن پر فتحیاب ہو گیا اور
 شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا جس نے وصیت آپ سے چاہی تھی
 وحدت کو لازم اپنے اوپر کرے اور قوم سے اپنے نام کو مٹا دے اور دیوار کی
 طرف منہ رکھ جب تک کہ تو مرے۔

اور سخی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وحدت یعنی تنہائی صدیقین کی
 آرزو ہے اور انسانوں میں سے جس کے باطن سے فراغت خلوت آوے اور اس
 کی طرف نفس کھینچے تو یہ اتم و اکمل اور بڑی دلیل اس کے کمال استعداد کی ہے اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حال روایت کیا گیا جو اس پر دلالت کرتا ہے۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پہلے پہل جو وحی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو شروع ہوئی وہ خواب میں رویا نے صادقہ ہے تو آپ رویا نہیں

جاتا ہے اور اُسے والے بات ظاہر ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں کھلتی اور اُس کا نہ ہونا اُن کے حال میں اعتراض پیدا نہیں کرتا گوا اعتراض اُن کے حال میں پیدا کرتا ہے تو وہ صرف الخراف حد استقامت سے ہے۔ پھر جو کچھ صادقین پر اُن میں سے کشف ہوتا ہے اُن کے مزید یقین کا سبب ہو جاتا ہے اور صدق مجاہدہ و معاملہ اور دُنیا کی بے رغبتی اور اخلاقی حمیدہ سے متعلق ہونے کی طرف مائل کرتا ہے اور جو کچھ اس میں سے اُس شخص پر مکشوف ہوتا ہے جو سیاست شرع سے خارج ہے۔ اس کے واسطے مزید بعد اور غرور اور حماقت کا اور لوگوں سے تکبر اور خلق کے عیب لگانے کا باعث ہوتا ہے اور یہ حالت اُس کی رہتی ہے حتیٰ کہ اسلام کے سلسلہ کا حلقہ اُس کی گردن سے نکل جاتا ہے اور وہ حدود و احکام اور حلال و حرام سے انکار کرتا ہے اور اُس کا گمان ہوتا ہے کہ عبادات سے مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر دیتا ہے۔ پھر بعد ازاں رفتہ رفتہ اس سے ملحد اور زندقہ ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم گمراہی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور کبھی اقوام کو خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو وہ لوگ وقائع تصور کرتے ہیں اور مشائخ کے وقائع سے ان کو تشبیہ دیتے ہیں بدوں اس کے کہ حقیقت کا اس کے علم ہو تو جو کوئی اس کی تحقیق چاہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ ہر اُٹینہ جب ایک بندہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاص ہو گیا اور اپنی نیت کو اُس نے درست کیا اور چالیس دن یا زیادہ خلوت میں بیٹھا تو اُن میں سے بعضے وہ ہیں کہ اپنے باطن کو صفائی یقین دیتا ہے اور اپنے قلب سے حجاب کو اُٹھاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسا اُن میں سے بعضوں نے کہا ہے دیکھا ہے میرے قلب نے میرے پروردگار کو۔ اور کبھی اس مقام کو ایک دفعہ اس طرح پہنچتا ہے کہ اپنے اوقات کو اعمالِ صالحہ سے آباد اور اعضا، جوارح کو امور ممنوعہ سے باز رکھے اور تقسیم اوراد و وظائف اور تلاوت اور ذکر سے اوقات پر کرے اور ایک بار اُسے حق تعالیٰ اُس کے مقام صدق اور قوت استعداد پر بلا کسی عمل کے پہنچا دیتا ہے جو اُس سے صادر ہوا۔ اور ایک بار اُس درجہ کو اذکار سے ذکر واحد کے التزام سے پاتا ہے اس واسطے

اور ایک بوڑھا بزرگ آدمی تھا کہ نابینا ہو گیا تھا تو اُس میں خدیجہ نے کہا اے چچا اپنے بھتیجے کی بات سُن ورنہ نے کہا اے میرے بھتیجے کیا تو دیکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو خبر دی تو اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یہ وہی ناموس ہے جس کو موسیٰ پر نازل کیا کاش میں جو ان ہوتا کاش میں زندہ اُس وقت ہوتا جب قوم تجھے خارج کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا وہ مجھے نکالنے والے ہیں۔ ورنہ نے کہا ہاں اس واسطے کہ کوئی ایسی چیز جو تولا یا ہرگز نہیں لایا مگر یہ کہ وہ عداوت اور ایذا سے ستایا گیا اور تیرا دن اگر مجھے ملے گا تو میں تیری بھاری مدد کروں گا۔

اور جابر بن عبد اللہ نے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور قطع وحی کا ذکر کرتے تھے۔ پس کہا اپنی حدیث میں کہ اس درمیان میں کہ میں چلا جاتا تھا، آسمان کی طرف سے ایک آواز سُنی میں نے سر اٹھایا اچانک ایک فرشتہ دیکھا جو حرار میں آیا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک گہسی پر بیٹھا ہوا ہے اور شرف سے میں پھر گیا اور پلٹ آیا اور میں نے کہا۔ ذملونی ذملونی ، فذرونی۔ تب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا: یا ایہا المدثر قم فانذرتا والبرجز فاہجر۔ اور ہر آئینہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا گئے تاکہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنی جان کھودیں تو جب کبھی آپ پہاڑ کی بلندی پر پہنچے تاکہ اُس سے اپنے تئیں گرا دیں۔ جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے یا محمد انت لرسول اللہ حقاً۔ یعنی اے محمد! آپ سچے رسول اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اس سے دل آپ کا ٹھہ جاتا اور جب قطع وحی کو طول ہوتا اور اسی طرح پھر ہوتا تو جبرئیل علیہ السلام اور اسی کے مثل کہتے تو یہ اختیار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے خبر دینے والی اصل ہیں۔ اس معاملہ میں کہ مشائخ نے مریدوں اور طالبوں کے لئے خلوت پسند کی اس واسطے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خلوت خالص ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اُن پر وہ باتیں کشود کرتا ہے جو اُس کی مانوس خلوت میں ہوں یہ کہ یا معاوضہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے لئے

قلو باغلقا۔ یعنی اسے نبی ہم نے تجھے بھیجا ہے شہادت اور بشارت دینے والا اور ڈرنے والا ہونوں کے لئے پناہ اور ناخواندہ لوگوں کے لئے خزانہ تو میرا بندہ ہے اور تو میرا رسول ہے نام تیرا میں نے متوکل رکھا جو نہ دل اور بات کا سخت اور کڑا ہے اور نہ بازاروں میں چمکنے چلانے والا ہے اور نہ وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے کرتا ہے الایہ کہ وہ معاف اور درگزر کرتا ہے اور میں اُس کی روح قبض نہ کروں گا جب تک کہ اُس کے سبب ٹیٹھی ملت سیدھی نہ ہو جائے اس طرح کہ کہیں وہ لا الہ الا اللہ ، اور کھولیں اندھی آنکھیں اور برے کان اور جو غلاف میں لپٹے ہوئے دل ہیں۔

پھر ہمیشہ خلوت میں بندہ اس کلمہ کو موافقت دل کے ساتھ اپنی زبان پر بار بار لاتا ہے یہاں تک کہ کلمہ قلب میں جڑ پکڑتا اور حدیث نفس کو دُور کرتا ہے کہ اس کے معنی قلب میں حدیث نفس کے قائم مقام ہو جاتے ہیں پھر جبکہ کلمہ غائب ہو گیا اور زبان پر آسان ہوا تو قلب اُس کو کھینچتا اور پی جاتا ہے۔ پھر اگر زبان چپ رہی تو قلب نہیں چپ رہتا۔ پھر وہ کلمہ قلب میں جو بہر بن جاتا ہے اور اُس کے جو بہر بن جانے سے دل میں نور یقین قرار پکڑ لیتا ہے حتیٰ کہ جب دل اور قلب سے صورت کلمہ دُور ہو جاتی ہے تو اُس کا نور جو بہر ہو کر رہ جاتا ہے اور ذکر کو عظمت نہ کو یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ لیتا ہے اور اُس وقت ذکر ذکر ذات ہو جاتا ہے۔ اور یہی ذکر مشاہدہ اور مکاشفہ اور معائنہ ہے یعنی ذکر ذات کا نور ذکر کے جو بہر ہونے سے اور یہ خلوت سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے اور یہ کبھی خلوت سے حاصل ہوتا ہے نہ کلمہ کے ذکر سے بلکہ تلاوت قرآن مجید سے جب کثرت سے تلاوت کرے اور زبان کے ساتھ قلب کی موافقت میں جِد و جہد ہو یہاں تک کہ تلاوت زبان پر جاری ہو جائے اور کلام کے معنی حدیث نفس کے قائم مقام ہو جائے اور اس وقت بندہ کو تلاوت اور نماز میں سہولت پیدا ہوتی ہے اور اس سہولت سے تلاوت اور نماز میں باطن روشن اور نورانی ہو جاتا ہے اور قلب میں نور کلام کا جو بہر بن جاتا ہے اور اُس سے ذکر ذات بھی ہوتا ہے اور قلب میں نور کلام جمع ہوتا ہے جس کے ساتھ کلام کرنے والے پاک کی بزرگی نظر آتی ہے اور اس عطیہ کے سوا علوم الہامی

دنیا و آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں اور اُن دونوں کی برائی کثرت اور اختلاط میں پائی تو جو شخص خلوت میں کسی سلب اور بہانہ سے بیٹھا تو شیطان اُس پر داخل ہوا اور ہر طرح کی نافرمانی کو اُس کے لئے مزین اور آراستہ کرتا ہے اور وہ چھوٹے اور دھوکے کی باتوں سے مملو ہو گیا اور سمجھا کہ میرا حال اچھا ہے۔ فتنہ اُس قوم میں آ پہنچا جو خلوت میں بدوں شرائط خلوت کے داخل ہوئے اور کسی ایک ذکر افکار سے یہ متوجہ ہوئے اور اپنے نفوس کی ماندگی اور تکان کو گوشہ نشینی کے ساتھ خلوت سے اتارا اور مشغولیوں کو جو اس سے باز رکھا جس طرح کہ راہب ترسا اور برہمن اور فلسفہ کا عمل ہے اور جمع ہمت میں جو وحدت ہے اُس کی صفاء باطن میں مطلقاً طبری تاثر ہے تو جو چیزیں کہ ان میں سے حسن سیاست شرعی اور صدق مطابقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہیں اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلب روشن ہو جاتا ہے اور دنیا سے کم رغبتی ہوتی ہے اور ذکر میں حلاوت آتی ہے اور جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اُس میں اخلاص ہوتا ہے جیسے نماز اور تلاوت وغیرہ۔

اور جو اُن میں سے ایسے ہوں کہ سیاست شرع اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں نہ ہو تو اُن سے نفس میں صفائی ہوتی ہے جس سے علوم ریاضی کے حصول میں مدد حاصل ہوتی ہے کہ اُن کی طرف فلاسفہ اور دہریہ اللہ تعالیٰ اُن کو شرمندہ اور خوار کئے متوجہ ہوتے ہیں اور جس قدر کہ اُس کی کثرت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے اور جو شخص اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے شیطان اُن چیزوں کے وسائل سے جو علوم ریاضیہ وہ حاصل کرتا ہے یا اُن اشیاء سے کہ صدق خاطر وغیرہ سے اُس کو نمودار ہوتا اور نظر آتا ہے مگر اہی چاہتا ہے یہاں تک کہ میل تمام اُس کی جانب کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ مقصود کو پہنچ گیا اور نہیں جانتا کہ یہ ن نصاریٰ اور برہمنوں کے لئے فائن سے غیر ممنوع ہے اور حکومت سے مقصود نہیں۔

اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ استقامت تجھ سے چاہتا ہے اور تو کرامت کا طلب گار ہے اور کبھی خرق عادات صدق فراست سے صادقین پر کھل

ہے جن میں روح کشف کی چھونکی جاتی ہے۔ پھر جبکہ وہ اپنی غیبت سے عود کرتا اور اُس کو افاقہ ہوتا ہے تو یا یہ ہوتا ہے کہ اُس کی تفسیر اُس کے باطن سے آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے اور یا اُس کی شارح۔

شیخ اُس کا ہے جس طرح کوئی معتبر خواب کی تفسیر کہتا ہے اور یہ واقعہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ ایک حقیقت کا کشف مثال کے لباس میں ہے اور صحت واقعہ کی شرط اولاً ذکر میں خلوص ہے دوسرے ذکر میں اُس کا مستغرق ہونا ہے اور اُس کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کی ملازمت ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے واقع میں اس کو امر مکشوف کا سبب مورد حکمت بنایا ہے اور حکمت زہد اور تقویٰ کا حکم کرتی ہے اور کبھی ذکر کے لئے حقائق مجرد بلا لباس مثال کے ہوتے ہیں اور یہ کشف اور خبر دنیا میں جانب اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ہے اور یہ کبھی دیکھنے سے ہوتا ہے اور کبھی سُننے سے اور کبھی اپنے باطن سے سنتا ہے اور کبھی وہ ہوا سے گرتا ہے نہ اُس کے باطن سے جیسے ہاتف کہ وہ فرشتہ غیب مشہور ہے کہ اس سے وہ ایک امر کو جس کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ اُس کے یا غیر کے لئے چاہتا ہے جان لیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا خبر اُس کو دینا اُس کے ساتھ اُس کے یقین زیادہ ہونے کا ہوتا ہے۔ یا خواب میں ایک شے کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔

بعض صوفیہ سے نقل ہے کہ اُس کے لئے شربت ایک پیالہ میں لایا تھا اور اُس نے اپنے ہاتھ سے اُسے لکھ دیا اور کہا ہر آئینہ عالم میں ایک حادثہ پیدا ہوا اور میں اُس کو نہ پٹوں گا جب تک کہ جان لوں کہ وہ کیا ہے؟ پھر اُس پر کشف ہوا کہ ایک قوم مکہ میں داخل ہوئی اور اُس میں قتل کیا۔

اور اباسلیمان خواص سے حکایت ہے کہ کہا ایک دن میں سوار ایک گدھے پر تھا اور اُسے ایک مکھی ستا رہی تھی اور وہ اپنے سر کو نیچے کی طرف جھکاتا تھا تو میں اُس کے سر پر نکل پڑی جو میرے ہاتھ میں تھی مادتا تھا، گدھے نے اپنا سر میری طرف اٹھایا اور کہا مار کہ تو اپنے سر پر مادتا ہے اُن سے پوچھا کہا کہ اے اباسلیمان یہ تیرا واقعہ ہے یا اُس کو تو نے سنا ہے؟ کہا میں نے اُس سے سنا ہے

کہ وہ ہمیشہ اس ذکر کی تکرار اور ترویج کرتا ہے اور اُس کو کہتا ہے اور اُس کی عبادت پانچوں وقت کی نماز فریضہ اور سنت مؤکدہ فقط ہوتی ہے اور اُس کے تمام اوقات ذکر واحد سے خالی نہیں رہتے اس طرح پر کہ اُس کے اندر کوئی فتور نہیں آتا اور نہ اُس میں کوئی اُس کی طرف سے قصور ہوتا ہے اور برابر ہمیشہ اس ذکر کو دہرانا بالالتزام ہے حتیٰ کہ وضو اور کھانے کے وقت میں بھی اس سے نہیں چھوڑتا۔ اور مشائخ کی ایک جماعت نے ذکر سے کلمہ لا الہ الا اللہ کو قبول کیا ہے اور اس کلمہ کی ایک خاصیت نور باطن اور قصد کی جمعیت دینے میں ہے جبکہ کوئی مخلص صادق اُس کی مداومت کرے اور وہ اس امت کے لئے عطیاتِ الہی سے ہے۔

اور اُس میں ایک خاصیت اُس امت کے لئے ہے اُس بات میں ہے جس کی روایت عبدالرحمن بن زید نے کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اس امت مرتومہ سے خبر دے۔ فرمایا امت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہیں علماء گوشہ نشین پارسا برد باد گزیدہ دانا راست کا لاگوا کیا وہ انبیاء ہیں، تھوڑی عطا پر مجھ سے رضامند اور تھوڑے عمل پر میں اُن سے خوش ہوں اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ ہیں اُن کو بہشت میں داخل کروں گا۔ اے عیسیٰ وہ اکثر بہشت کے رہنے والے ہیں اس واسطے کہ کسی قوم کی ہرگز زبان نے لا الہ الا اللہ کی اطاعت نہیں کی جیسی کہ اُن کی زبانوں نے کی اور نہ قوم کی گردنیں ہرگز سجدہ میں جھکیں جیسی کہ ان کی گردنیں جھکیں۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہر آئینہ یہ یہ آیت توریت میں لکھی ہوئی ہے :-

يا ايها النبي ارسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً وحزواً للمؤمنين و
كنزاً لياسين انت عبدى ورسولى سحيتك المتوكل ليس بفظ ولا غليظ ولا
صخاب فى الاوساق ولا يجزى بالشية الشيه ولكن يعفود ليضع ولن اقبضه حتى
تقام به العلة المعرجة بان يقولوا لا اله الا الله ويفتحوا اعيننا عميا واذنا صمداً

کہ وہ اس بات سے کہ ایک بندہ اللہ کا مشرق میں داہنی کروٹ سوتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کرم سے یہ ہو کہ اس کو قوت ایسی بخشے کہ وہ داہنی کروٹ سے جو بائیں کروٹ لے تو وہ مغرب میں ہوتی اُس کے جواز کا اور اُس کے ہونے کا ایمان رکھو۔

اور مجھ سے ایک فقیر کی حکایت کی گئی کہ وہ مکہ میں تھا اور ایک شخص بغداد میں تھا جس کی موت کی خبر مشہور ہوئی کہ وہ مر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو مکاشفہ ایک آدمی کے ساتھ اُس حال میں کھوارا تھا کہ آیا کہ وہ بغداد کے بازار میں چلتا پھرتا ہے تو فقیر نے اُس کے دوستوں کو خبر دی کہ وہ نہیں مرا اور ایسا ہی تھا یہاں تک کہ مجھ سے اُس شخص نے ذکر کیا کہ ہر آئینہ وہ اس حالت میں کہ مکاشفہ شخص کا سوار کی حالت میں کیا گیا کہا کہ میں نے اُسے بازار میں دیکھا اور میں اپنے گاؤں کے لوہار کے ہتھوڑے کی آواز بغداد میں بازار میں سنتا تھا اور یہ سب مواہب اور عطیات الہی ہیں۔ اور کبھی ایک قوم کو ان واقعات کا مکاشفہ کرایا جاتا ہے اور یہ مرتبہ عطا ہوتا ہے اور کبھی ان لوگوں سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے جس کو ان کشف اور کرامات سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ یہ تقویت یقین کے اسباب ہیں اور جو شخص کہ اُس کو یقین شرف عطا کیا گیا اُس کو حاجت ان چیزوں سے کسی چیز کی نہیں ہے۔

پس یہ کُل جتنے کہ آیات فروتر اس سے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا کہ قلب میں ذکر جو ہر بن جاتا اور جڑ پکڑ لیتا ہے اور ذکر ذات کا موجود ہونا ہے۔ اس واسطے کہ اس حکمت میں مریدوں کی تقویت اور سالکوں کی تربیت ہے تاکہ اُن کو زیادہ یقین اُن کا ہو جس کے سبب وہ لوگ نفس کی جنگ جوئی اور لذت دُنیا کی فراموش کرنے کی طرف منحذب ہوں اور اس کے سبب اُن کا عزم آمدیدہ اُن سے قربات کے ساتھ اوقات کی بربادی کے لئے برا بیگتہ ہو۔

پس اس سے یہ لوگ خوش ہوں اور رفتہ رفتہ اُس شخص کے طریق پر چلیں جو اس سے یقین صرف کے ساتھ مکاشفہ کیا گیا اس وجہ سے کہ نفس اُس کا سریع الاجابت اور سهل الانقیاد اور کامل استعدادی اور اولین کے لئے اُسے وہ چیزیں نرم ہوئیں

لذی بندہ پر مکشوف ہوتے ہیں اور اس قدر حقیقت ذکر اور تلاوت پر بندہ کے پہنچنے تک جبکہ اُس کا باطن صاف ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی کمال انس اور علاوت ذکر سے ذکر میں گم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ ذکر میں غائب ہونے کے اندر سونے والے میں مل جاتا ہے اور گویا سوتا ہے۔

اور کبھی حقائق اُس کو خیال کے پیرایہ میں جلوہ گرہ ہوتے ہیں جس طرح کسی نے خواب میں دیکھا کہ اُس نے ایک سانپ مارا تو اُس کو تعبیر دینے والا کہتا ہے کہ تو دشمن پر فتح یاب ہو گا۔ پھر اُس نے دشمن پر فتح پائی اور وہ کشف ہے جس کا حق تعالیٰ نے مکاشفہ کرایا اور یہ فتح روح مجرد ہے کہ خواب کے فرشتہ نے اُس کے لئے ایک بدن اس روح کے لئے سانپ کے خیال سے ڈھال دیا تو روح جو کشف ظفر ہے حق کا خبر دینا ہے اور خیال جو بدن کے مانند ہے ایک صورت مثالی ہے جو خواب دیکھنے والے کے نفس سے پیدا ہو گئی۔ اس وجہ سے کہ بیداری میں قوت وہی اور خیالی باہم ملی ہوئی ہیں۔ پس کشف ظفر کی روح سانپ کے بدن مثالی سے مرکب ہو جاتی ہے اس واسطے تعبیر کی حاجت پڑی اس واسطے کہ اگر کشف اُس حقیقت کا ہوتا جو روح ظفر کی ہے تعبیر اُس صورت مثالی کی جو بدن کے مانند ہے تو احتیاج تعبیر کی نہ ہوتی اور ظفر کو ہی دیکھتا اور ظفر صحیح ہوتی۔

اور کبھی بیداری کے وہم و خیال کے اشتعال سے خواب میں بغیر حقیقت کے خیال مجرد اور خالی ہوتا ہے اُس وقت وہ خواب پریشان ہوتا ہے جسے اضطراب اعلام کہتے ہیں اور اُس کی تعبیر نہیں ہوتی اور صاحب مخلوت کے لئے کبھی ایک خیال مجرد ہوتا ہے جو اُس کی ذات سے بدوں اس بات کے کہ وہ کسی حقیقت کا ظرف ہو پیدا ہوتا ہے تو اس پر کوئی بنا نہیں رکھی جاتی اور نہ اُس کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پس یہ واقعہ نہیں ہے اور وہ فقط خیال ہے اور ہر گاہ کہ ایک سچا آدمی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غائب ہو گیا یہاں تک کہ محسوس سے بھی وہ غائب ہو گیا اس طرح پر کہ اگر کوئی آدمی اُس کے پاس جائے تو اُس کو خبر اس کی نہیں اس وجہ سے کہ وہ ذکر کے اندر گم ہے اور اس حالت میں ابتداء اُس کے نفس سے مثال اور خیال پیدا ہوتا

الرجین میں داخل ہونے کے بیان میں

روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس رات اور دن سجدہ میں گرے رہے یہاں تک کہ اُس کے پروردگار کی طرف سے معافی اور مغفرت آئی اور ہر آئینہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمہائی اور گوشہ نشینی اصل امر اور دستاویز اہل صدق کی ہے پھر جس کی اوقات اس پر مستمر رہے تو اُس کی تمام عمر خلوت ہے اور اُس کا دین درست اور محفوظ ہر عیب اور آفت سے ہے۔ پھر اگر یہ بات اُس کو میسر نہ ہو اور وہ پہلے اپنے نفس اور پھر اہل و اولاد میں چنسا ہو تو تو چاہیے کہ اُس کے نفس کے لئے اس سے ایک حصہ ہو۔

سیفیان ثوریؒ سے منقول ہے اُس روایت میں جو احمد بن حنبل نے خالد بن زید رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ کہا یہ کہا جاتا تھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس روزہ اخلاص بجا نہ لایا مگر یہ کہ اللہ سبحانہ نے حکمت کو اُس کے دل میں جمایا اور دُنیا سے بے رغبت اور آخرت کا رازِ غیب کر دیا اور دنیا کے مرض اور دوا کو دکھلا دیا۔ پس بندہ اپنے نفس سے دس دن میں ایک دفعہ تعہد اُس کا کرتا ہے اور مرید طالب جب خلوت میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس میں سب سے کامل یہ امر ہے کہ دنیا سے متبرک و اور خالی ہو اور جن چیزوں کا وہ مالک ہے اُن کو خارج اور دفع کرے اور غسل کامل کرے جبکہ پوشاک اور جانماز کی احتیاط پاکیزگی اور طہارت سے کر لی ہو اور دو رکعت نماز پڑھے اور گریہ و عاجزی و فروتنی اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور باطن اور ظاہر کو یکساں بنائے اور دعا فصل اور حمد و کینہ و خیانت میں نہ پلٹے۔ پھر اپنی خلوت کی جگہ بیٹھے اور وہاں سے بجز نماز جمعہ اور نماز جماعت کے دوسرے کام کے لئے نہ نکلے اس واسطے کہ نماز جماعت کا خیال چھوڑ دینا غلطی اور خطا ہے اور اگر باہر نکلنے میں تفرقہ پائے تو ایک شخص اُس کے لئے ایسا ہو جو اُس کے ساتھ خلوت میں نماز ادا کرے اور قطعاً سزاوار نہیں ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے پر راضی

جیسا کہ تم نے مجھ سے سنا۔

اور حکایت ہے احمد بن عطاء روز باری سے کہا مجھے طہارت کے امر میں بہت احتیاط تھی تو ایک رات استنجا کرتا رہا یہاں تک کہ ایک تہائی رات گزر گئی اور میرا دل خوش نہ ہوا اور جی میرا گھٹا پھر میں رویا اور کہا میں نے یا اللہ العفو تو ایک آواز سنی اور کسی کو نہ دیکھا وہ کہتا تھا اے ابا عبد اللہ عفو علم میں ہے۔
اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر آیات اور کرامات کا کشف اُس کی تربیت اور تقویت یقین اور ایمان کے لئے کرتا ہے۔

روایت ہے کہ جعفر خلدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک قیمتی نگینہ تھا اور وہ ایک دن کشتی میں دجلہ پر سوار تھا تو اُس نے ارادہ کیا کہ ملاح کو پیسے دے اور کپڑا کھولا تو نگینہ دجلہ ندی میں گر پڑا اور اُن کے پاس ایک دُعا مجرب کھوئی چیز کی تھی اور اُس کے ساتھ دُعا کیا کرتے۔ پس نگینہ کو ورقوں کے درمیان پایا جن کو وہ اُلٹ رہے تھے اور دُعا یہ ہے کہ کہے: یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علی ضالستی۔ اور میں نے اپنے شیخ سے ہمدان میں سنا ہے کہ ایک شخص کی حکایت اُن کے سامنے کی گئی کہ بعض خلوت میں اس پر کشف ہوا کہ لڑکا اس کا کہ جیوں میں تھا قریب ہی کہ وہ کشتی سے پانی میں گر پڑے کہا میں نے اس کو جھپڑکا اور وہ نہ گرا اور یہ شخص ہمدان کے نواح میں تھا اور بیٹا اس کا جیوں میں تھا پھر جب وہ لڑکا آیا تو اُس نے خبر دی کہ میں پانی میں گر چاہتا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں منبر پر یاساریۃ الجبل کہا اور لشکر نماوند میں تھا تب لشکر نے اڑبہاڑ کی طرف پکڑی اور دشمن پر فتح پائی۔ تب لشکر سے کہا گیا کیونکہ تم نے یہ جانا تو کہا ہم نے عمرؓ کی آواز سنی اور وہ کہتے تھے یاساریۃ الجبل!

ابن سالم کا قول تھا کہ ایمان کے چار رکن ہیں ایک رکن ایمان بالقدرۃ ہے اور ایک ایمان بالحکمۃ اور ایک رکن قوت اور طاقت سے بری ہونا اور ایک رکن اللہ عزوجل سے سب چیزوں میں مدد مانگنا سو اُس سے سوال کیا گیا کہ ایمان بالقدرت کے کیا معنی ہیں تو جواب دیا کہ وہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور انکار مت

تھک جائے تو اُسے دل سے کہے بدوں اس کے کہ زبان کو جنبش ہو اور سہل بن عبداللہ نے کہا ہے جب تُوْرًا اِلَہِ اِنَّ اللہ کے تو کلمہ کو کھینچے اور قدم حق کی طرف نظر کر، پھر اُس کو ثابت کر اور اُس کے ماسوا کو باطل اور چاہیے کہ جانے ہر آئینہ امر زنجیر کے مانند ہے جو حلقہ حلقہ کو چاہتا ہے تو فعلِ رضا کے ساتھ لزوم دائمی پر رہے۔

اور شخصِ اربعین اور خلوت میں بیٹھے تو بہتر ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت

کرے اور ہر رات ایک رطل بغدادی عشاءِ آخر کے بعد کھائے رطل کا وزن قریب آدھ سیر کے بارہ اوقیہ ہے اور اوقیہ چالیس درہم۔ پس رطل چارہ سو اسی درہم کا ہے اور درہم کا وزن اٹھائیس جو کے برابر ہے اور اس درہم ثمرعی کی سا مثقال کے حساب سے رطل میں سو چھتیس مثقال کے برابر ہے، اور اگر اس کو نصف نصف تقسیم کرے تو اول شب نصف رطل اور آخر شب نصف رطل کھائے کہ یہ عمدہ کے لئے سبک اور قیام شب اور اُس کے ذکر اور نماز سے زندہ رکھنے کے لئے معین اور مددگار ہے۔ اور اگر چاہے کہ سحری تک آخر اختیار کرے تو اختیار ہے اور اگر نان خورش یعنی سالن تیوں لگائے بغیر صبر نہ آئے تو اُسے کھائے اور اگر وہ ایسی چیز ہو جو روٹی کے قائم مقام ہو تو اُس کے موافق روٹی میں سے کم کر دے اور اگر اس مقدار سے بھی قلت کرنی چاہے تو ہر رات ایک لقمہ سے کم گھٹائے اس طرح سے کہ اُس کی قلت عشرہ آخر میں اربعین سے آدھے رطل تک پہنچے اور اگر قوی ہو تو نفس کو قانع اول اربعین سے آدھے رطل پر کرے اور ہر رات تھوڑا تھوڑا گھٹائے یہاں تک کہ افطاری اُس کی عشرہ آخر میں چوتھائی رطل کو پہنچے اور مشائخ صوفیہ کا اتفاق اس پر ہے کہ بناء اُن کے امر کی چاکہ چیزوں پر ہے: کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے گوشہ میں رہنا۔ اور بھوک کے دو وقت بنائے ہیں۔ ایک اُن دونوں میں جو بیس ساعت کا آخر ہے تو ایک رطل سے دو ساعت پیچھے ایک اوقیہ ایک بار کھانے کا ہے کہ اُس کو بعد نماز عشاء کھائے یا اُس کو دو دفعہ کے کھانے میں تقسیم کرے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور دوسرا وقت بہتر ساعت کے شروع پر ہے۔ پس دو رات طے اور تیسری رات افطار ہے اور ہر ایک دن رات کے لئے رطل کا ایک تہائی ہوگا اور ان

جو سخت نہ تھیں اور جو باتیں پوشیدہ تھیں وہ مکشوف ہوتیں۔

اور کبھی اس کی صورتیں ترساؤں اور برہمنوں سے جو سبیل ہدیٰ پر نہیں چلتے اور ہلاکت کے طریق پر چلتے ہیں عدو کی اور باز رکھی نہیں جاتیں تاکہ یہ معاملہ اُن کے حق میں مکر اور استدراج ہو جائے اور اپنے حال کو مستحسن جائیں اور دُوری اور لانگی کے قرار گاہ میں ٹھہرے رہیں اس غرض سے کہ وہ اس پر باقی رہیں اُس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ وہ اندھے ہوں اور گمراہ اور ہلاکت و وبال میں مبتلا رہیں اور ساک مقوڑی بات جو اُس کے لئے حاصل ہو جائے اس پر فریفتہ نہ ہو اور سمجھے کہ اگر وہ پانی پر چلے اور ہوا میں اُڑے تو یہ اُس کو مانع نہیں حتیٰ کہ حق تقویٰ اور زہد کو ادا نہ کرے مگر جو شخص کہ ایک خیال میں الجھایا غلط پرستی کی اور خلوت کی بنیاد کو اخلاص سے مستحکم نہ کیا وہ مکر سے خلوت میں جلتا ہے اور غرور سے نکلتا ہے پھر وہ عبادات کو ترک کرتا اور اُن کو حقیر سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاملہ کی لذت اُس سے سلب کر لیتا ہے اور اُس کے دل سے شریعت کی دہشت جاتی رہتی ہے اور دنیا و آخرت میں فضیحت ہوتا ہے۔

پس مرد صادق کو جان لینا چاہیے کہ خلوت سے مقصود تقرب حق تعالیٰ ہے اس طرح پر کہ اوقات نیک حسد سے قریب ہوں اور اعضا و جوارح کو مکر وہات سے باز رکھے۔ اور باب خلوت کی قوم کے لئے اور اُن کی ملازمت اور تقسیم اُس کی اوقات پر لائق ہے۔ اور ایک قوم کو ذکر واحد یعنی فقط ایک ذکر کا التزام مناسب اور ایک قوم کے لئے مراقبہ کی ہمیشگی اور ایک گروہ کے لئے ذکر سے اوراد و وظائف کی طرف نقل کرنا اور ایک گروہ کے واسطے وظائف سے ذکر کی طرف جانا اور اس کے مقدار کی معرفت شیخ کی صحبت اُس کو سکھلاتی ہے جو نوعیت اور اختلاف اوضاع پر مطلع ہے کہ وہ اُمت کا خیر خواہ اور اس گروہ کا مہربان ہے۔ مرید کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہتا ہے نہ اپنے نفس کے لئے اُزاد ہوا ہے نفس سے دوست ہے استتباع کا اور جو شخص محب استتباع کا ہو اور ایسا شخص اصلاح زیادہ کرے امور فساد اُس سے کمتر ہوتے ہیں۔



کی راہ میں یہ بات ہو جاتی ہے اور جس نے یہ کام کیا اور اپنے نفس کو ان اقسام سے جن کا ہم نے ذکر کیا کسی میں کھپا دیا تو یہ امر اُس کے عقل کے نقصان اور اُس کے جسم کے اضطراب میں اثر نہیں کرتا جبکہ وہ صدق اور اخلاص کی حمایت میں ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات اور دوام ذکر اُس شخص کے لئے خوف کا باعث ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اخلاص حاصل نہیں کیا۔

اور ہر اٹینہ کہا گیا ہے کہ ٹھوک کی حد یہ ہے کہ ٹھوکا روٹی وغیرہ میں جو کھانے کی چیزیں ہیں تمیز نہ کرے اور جب نفس نے روٹی کی تعین کی تو وہ ٹھوکا نہیں ہے اور یہ بات کبھی تین دن بعد دو حدوں کے آخر میں پائی جاتی ہے اور یہ صدیقیوں کی ٹھوک ہے اور اس وقت غذا کا طلب کرنا اس ضرورت سے ہوتا ہے کہ بدن بنا ہے اور فرائض بندگی کے قائم رہیں اور یہ حد ضرورت اُس شخص کے لئے ہے جو بتدریج تعلیل غذا میں اجہتا نہ کرے مگر جس نے کہ اُس میں اپنے نفس کو کھپا دیا تو وہ اُس سے زیادہ پر چالیس روز تک صبر کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ٹھوک کی حد یہ ہے کہ وہ ٹھوکے اور جب اُس کے ٹھوک پر کبھی نہ بیٹھے تو یہ اُس پر دلیل ہے کہ مدہ اُس کا چکنائی سے خالی ہے اور اُس کے ٹھوک میں ایسی صفائی ہے جیسے پانی میں کہ کبھی اُس کا ارادہ نہیں کرتی۔

روایت ہے کہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہم جمعین تین تین دن بھوکے رہتے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سات دن بھوکے رہتے۔ اور ہمارے دادا محمد بن عبداللہ مشہور عمویہ کا حال مشہور ہے اور وہ احمد اسود دیتوری کے یار تھے کہ وہ چالیس روز تک بھوکے اور اس معاملہ میں انتہا درجے کا طے جو ہمارے کالوں تک پہنچا یہ ہے کہ ایک شخص تھا جس کا زمانہ ہم نے پایا اور اُس کو دیکھا نہیں ابہر میں رہتا تھا تاہذاہد خلیفہ کے نام سے ایک مہینے میں ایک باہم کھاتا اور ہم نے نہیں سنا کہ اس امت میں کوئی شخص طے اور تدریج کو اس حد تک پہنچا ہو اور ابتدا میں اُس کی حالت جیسا کہ منقول ہے یہ تھی کہ وہ غذا کو لٹری کے سگھانے سے گھٹاتا تھا پھر وہ بھوکا رہتا حتیٰ کہ چالیس دن میں ایک باہم تک اُس کی نوبت آگئی پھر

ہو کہ جماعت کے ترک میں اُس پر اُفتوں کا خوف ہے اور ہم نے دیکھا ہے ایسے شخص کو جس کی عقل خلوت میں شوش ہو گئی اور شاید کہ یہ جماعت کی نماز چھوڑنے پر اصرار کی سختی سے ہو سوا اس کے منزاوار ہے یہ کہ اپنی خلوت سے نماز جماعت کے لئے باہر آئے اور اقرار کرے ایسا کہ ذکر میں اُس کے فتور نہیں آتا اور جو دیکھے کثرت سے نگاہ اُس کی طرف نہ دوڑائے اور جو سنے اس کی سماعت نہ کرے اس واسطے کہ قوتِ حافظہ اور متخیلہ ایک لوح کے مثل ہے جس میں ہر ایک چیز دیکھی اور سنی ہوئی نقش بکھرتی ہے تو اس سے وسوس اور خبث باطن اور غلغل زیادہ بڑھتا ہے اور اس بات کی کوشش کرے کہ جماعت میں ایسے پہنچے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریر میں شریک ہو۔ پھر جب امام سلام پھیرے اور وہاں سے الٹا پھرے تو یہ اپنی خلوت کو چلا آوے اور اپنے باہر آنے میں اس بات سے پرہیز کرے کہ لوگ اُس کی طرف گھوریں اور خلوت میں اس کے بیٹھے کو جانیں اس واسطے کہ کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلت کی طمع مت رکھ جبکہ تو لوگوں کے سامنے اپنی منزلت چاہتا ہے۔

اور یہ ایک اصل ہے جس سے بہت اعمال فاسد اور تباہ ہو جاتے ہیں جبکہ اس میں کوئی فروگزاشت کرے اور بہت احوال اُس سے سدھ جاتے ہیں جبکہ کوئی اُس کا اعتبار و پاس لحاظ رکھے اور خلوت میں اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک چنیر دی ہوئی کرے اُن فعلوں کی مداومت سے جو اُس کی رضا کے ہوں یا تلاوت یا ذکر یا نماز یا مراقبہ اور جب کسی وقت ان اقسام سے تکان ہو تو سو رہے۔ پس اگر چاہے تو تھوڑی تھوڑی شمار کعتوں کی یا تلاوت اور ذکر کی مقرر کرے۔ اور اگر چاہے کہ حکم وقت کے ساتھ رہے تو ان اقسام سے جو قسم اُن کے دل پر ہلکی اور آسان معلوم ہو اس پر اعتماد اور قرار داد کرے اور جب اُس سے سستی معلوم ہو سو رہے اور جو چاہے کہ ایک سجدہ یا ایک رکوع یا ایک دو رکعت میں ایک ساعت یا ایک دو ساعت ٹھہرا رہے تو ایسا ہی کرے اور خلوت میں ہمیشہ با وضو رہنے کا التزام کرے اور سوتے نہیں جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو بعد اس کے کہ نیند کو کئی بار اپنے سے ٹال دیا ہو اور یہ شغل اُس کا رات دن رہے اور جب کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہو اور نفس زبان سے ذکر کرتے کرتے

نفس کو اُس دُوح کی جنسیت سے جو اُس میں پیدا ہو گئی ہے کھینچتی ہے پھر دُنیا کے کھانے اور حیوانی خواہشیں حقیر ہو جاتی ہیں اور اُس کے نزدیک اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی متحقق ہو جاتے ہیں - ایت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں رات گزارتا ہوں اپنے رب کے پاس کہ مجھے وہ کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے اور اس حالت پر جس کی میں نے تعریف کی نہیں قدرت رکھتا مگر وہ بندہ جس کے اعمال اور اقوال اور تمام احوال ضرورت ہو جائیں -

پس کھانا بھی بضرورت کھاتا ہے اور اگر فی المثل وہ کلمہ غیر ضرورت کے تو اُس میں بھوک کی آتش بھڑک اُٹھے جس طرح آگ لکڑی میں جلتی ہے اس واسطے کہ نفس خوابیدہ ہر ایک چیز سے جاگ اُٹھتا ہے جو اُس کو جگا دے اور جب وہ جاگ اُٹھا تو وہ اپنے ہوئی کی طرف کھینچتا ہے۔ پس بندہ جو اُس کے ساتھ مراد ہے اگر سیاست نفس کو جانتا ہے اور اُس کو علم روزی ہو اُسے اُس پر طے آسان ہے اور تائید الہی اُس کو پہنچتی ہے خصوصاً جب کہ عطیات الہی سے کسی چیز کا اُس کو کشف ہو گیا اور مجھ سے ایک فقیر نے حکایت کی کہ اُس کو بھوک شدت سے معلوم ہوئی اور وہ نہ مانگتا تھا اور نہ کوئی اُس کا پیشہ تھا کہا جب انتہا درجہ کو بھوک عرصہ کے بعد پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سبب عطا کیا تو میں نے وہ سبب لیا اور چاہا کہ اُسے میں کھاؤں جب اُسے میں نے توڑا تو ایک حور اُس میں سے نکلی کہ توڑنے کے بعد اُس سے میں نے کھایا پھر مجھے ایسی خوشی اس سے حاصل ہوئی کہ بہت دنوں تک میں کھانے سے مستغنی ہو گیا اور مجھ سے ذکر کیا کہ حور سبب کے درمیان سے نکلی اور ایمان بالقدرت ایمان کے ارکان سے ایک رکن ہے۔ پس یہ حکایت تسلیم کی گئی اور اُس سے انکار نہیں کیا گیا۔

اور سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس نے چالیس دن طے کیا اُس کے لئے ملکوت سے قدرت ظاہر ہوئی اور کہا جاتا تھا کہ بندہ نہ ہر حقیقی جس میں کچھ آمیزش نہ ہو نہیں کرتا مگر اُس وقت کہ قدرت کا مشاہدہ ملکوت سے کر لے۔ اور شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہم نے ایسے شخص کو معلوم کیا جس نے

دونوں وقتوں کے درمیان ایک وقت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر دورات سے ایک رات کو افطار کرے اور ہر ایک دن رات کے لئے نصف رطل ہے اور یہ منزاوار ہے کہ عمل میں آنے جب یہ کوئی تھکاوٹ اور تنگ دلی اُس پر اور انقباض و افسردگی ذکر میں نہ پیدا کرے اور جبکہ اُن میں سے کچھ بھی پائے تو چاہئے کہ ہر رات افطار کرے اور ایک رطل دو وقت میں یا ایک ہی وقت میں تناول کرے۔ پس نفس جبکہ ایک رات کو دورات سے افطار کرنا شروع کرے اور پھر ایک رات کا افطار چاہے تو قناعت کرے اور اگر ہر رات کے افطار سے سہولت کی جائے رطل پر قناعت نہ کرے اور ناخورش اور دل خواستہ چیزیں نفس طلب کرے گا اور اسی پر قیاس کر لو۔ پس اگر لالچ دیا جائے تو وہ لپچائے اور اگر قناعت کرایا جائے تو قناعت کرے۔

اور بعض صوفی ہر رات کو گھٹاتے تھے حتیٰ کہ نفس کو بہت ہی کم قوت پر لا کر رکھا اور صالحین سے بعض ایسے تھے جو غذا چھوڑنے کی گٹھلیوں سے وزن کرتے اور ہر رات ایک گٹھلی برابر کم کرتے اور بعض اُن میں سے غذا گیلی لکڑی سے وزن کرتے اور خشکی کے بقدر ہر رات گھٹا دیتے اور بعض ہر شب روٹی کے ساتویں حصہ کی ایک چوتھائی کھاتے کہ اٹھائیسواں حصہ ہے یہاں تک کہ ایک روٹی مہینے میں کم ہو جاتی۔ اور بعض ان میں ایسے تھے کہ کھانے میں تاخیر کرتے اور تغلیل غذا کا عمل نہ کرتے مگر اُس کی تاخیر میں رفتہ رفتہ عمل کرتے حتیٰ کہ ایک شب سے دوسری شب میں در آتے اور ایک گروہ نے یہ عمل تحقیق کیا ہے کہ ان کا طے اور بھوکا رکھنا اپنے کو سات دن اور دس دن اور پندرہ دن اور چالیس دن تک پہنچ گیا ہے۔ اور ہر آئینہ سہل بن عبداللہ سے کہا گیا کہ یہ شخص جو چالیس دن اور اُس سے زیادہ دن کے بعد کھاتا ہے تو اُس کی بھوک کی سوزش اُس سے کہاں چلی جاتی ہے؟ کہا اُس کو نور بجا دیتا ہے اور بعض صالحین سے اُس کا سوال کیا گیا تو مجھ سے یہ کلام کیا گیا ایسی عبادت کے ساتھ کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ وہ شخص ایک فرحت اپنے پروردگار سے پاتا ہے جس کے ساتھ آتش گرسنگی منطفی ہو جاتی ہے اور یہ بات خلقت میں موجود ہے کہ ایک آدمی میں فرحت آتی ہے اور وہ بھوکا تھا تو اُس سے بھوک جاتی رہتی ہے اور ایسا ہی خوف

حکمت کے چشے اُبے اُس کی زبان سے جاری ہوئے۔

انتیسواں باب

اخلاق صوفیہ اور شرح خلق کے بیان میں ہے

حضرات صوفیہ اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور لوگوں سے زیادہ حصہ لئے ہوئے ہیں اور بڑے مستحق سب سے اُس کے اجراء سنت کے ہیں اور اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہونا حسن اقتدار اور اجراء سنت سے ہے اُس بناء پر کہ جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے فرزند! اگر تو اُس کی قدرت رکھے کہ تو صبح اور شام اس طرح پیر کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے میل نہ ہو تو ایسا کہ پھر فرمایا اے فرزند اور یہ میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا تو ہر آئینہ اُس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

پس صوفیہ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا اس واسطے کہ وہ اپنے شروع میں آپ کے اقوال کی رعایت کی توفیق دیتے گئے اور اپنے حال کے درمیان آپ کے اعمال کی اقتدار کی اور اس کا ثمرہ اُن کو یہ ملا کہ وہ آپ کے اخلاق کے ساتھ اپنے نہایت میں متحقق ہوئے اور اخلاق کی درستی اور تہذیب نہیں ہوتی۔ مگر جبکہ پہلے نفس کا تزکیہ اور تصفیہ ہو اور تزکیہ کا طریق سیاست شرع کے اذعان اور مان لینے سے ہے اور ہر آئینہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ**۔ یعنی اور ہر آئینہ تو بڑے خلق ہے۔

ہر گاہ کہ آپ اشرف الناس اور زیادہ پاکیزہ نفس تھے تو خلق میں بھی اُن سب سے احسن تھے۔ مجاہد نے کہا علی خلق عظیم سے مراد ہے علی دین عظیم اور دین اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا گیا فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ قتادہ نے

یہ راہ کبھی ایک جماعت صادقین کی چلتے ہیں اور کبھی یہ راہ غیر صادق بھی چلتے ہیں اس لیے سے کہ ہوسوی اُن کے باطن میں پوشیدہ ہے کہ وہ غذا کے ترک اُن پر آسان کر دیتی ہے۔ جبکہ اُس کو خلاق کے بغور دیکھنے کی طلب ہوتی ہے اور یہ عین نفاق ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں اور صادق اکثر اوقات طے پر قادر ہوتا ہے۔ جب اُس کے حال سے کوئی واقف نہ ہو اور اکثر اوقات اس معاملہ میں عزیمت اُس کی ضعیف ہو جاتی ہے جبکہ اُس کے طے سے لوگ واقف ہو جائیں اس واسطے کہ صدق اُس کا طے میں اور نظر اُس کی اُس اللہ کی طرف جس کے لئے وہ بھوکا رہتا ہے طے کو اُس پر آسان کر دیتی ہے۔ پس جب کسی کو اُس کا علم ہوا تو اس میں عزیمت اس کی ضعیف ہو جاتی ہے اور یہ صادق کی علامت ہے۔

اور جب کبھی اُس نے اپنے نفس میں دریافت کیا کہ وہ اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ مکر تہنی کی نظر سے دیکھا جائے تو نفس کو چاہئے کہ متمم کرے اس واسطے کہ نفاق کی آمیزش اُس میں ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے عجز، روحانی اُس کے باطن میں فرحت عطا کرتا ہے کہ اُس کو کھانا فراموش ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں مجھولتا مگر اُس کا قلب انوار سے بھر جاتا ہے کہ وہ فرحت روحانی کی جاذب کو قوی کرتا ہے اور اس کو اُس کے مرکز اور قرار گاہ کی طرف عالم روحانی سے کھینچتا ہے اور اُس کے سبب شہوت نفسانی کی زمین سے نفرت کرتا ہے لیکن اثر جذبہ روح کا جذبہ مقناطیس سے جو لوہے پر ہوتا ہے بہت بڑھ کر ہے جبکہ جذبہ نفس کا مخالف روح کے ہو اُس حالت میں کہ نفس مطمئنہ اور اُس پر روح کے انوار قلب منور کے واسطے سے منعکس ہوتے ہوں اس واسطے کہ مقناطیس لوہے کو جذب ایک روح کے سبب کرتا ہے جو مقناطیس کی ہم شکل لوہے میں ہے تو جنسیت خاص کی وجہ سے اُس کو کھینچتا ہے۔

پس جبکہ نفس ہم جنس روح کا اُس نور روح کے عکس سے ہو جاتا ہے جو اُس کو قلب کے واسطے سے پہنچتا ہے تو نفس میں ایک روح حامل ہوتی ہے کہ قلب اُس کی استمداد روح سے اور ایصال اُس کا نفس کو کرتا ہے اس واسطے روح

اور کہا اے فرزندِ کیا تیرا حال ہے؟ کہا دو شخص میرے پاس آئے سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ پھر مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا تب اُس میں سے کچھ نکالا اور اُس کو پھینک دیا۔ پھر اُس کو ویسا ہی کر دیا جیسا تھا اُس کے بعد آپ کو ہم نے کرچلے آئے۔ پھر اُس کے باپ نے کہا کہ اے حلیمہ مجھے ڈر معلوم ہوا کہ میرے اس بیٹے کو کچھ صدمہ نہ پہنچے ہمارے ساتھ چلو تاکہ ان کو قبل اس کے کہ کوئی بات ایسی ظاہر ہو جس سے ہم ڈرتے ہیں اُس کے کنبے قبیلے میں پہنچا آویں۔ حلیمہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو اٹھا لیا اور اُس کی ماں کے پاس پہنچایا پیشتر اس سے کہ وہ خائف ہو اُس کی ماں نے کہا کہ کس سبب سے تم لے آئے اور حالانکہ تم کو بڑی محبت اور حرص اُس کے رکھنے کی تھی؟ ہم نے کہا کہ واللہ کوئی دکھ نہیں ہے الایہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اٹینہ ہم سے ان کا حق ادا کر دیا اور ہم نے اس بات کو پورا کر دیا جو ہمارے ذمہ واجب تھا۔ اور ہم نے کہا کہ ہم آپ کے ہلاک ہونے اور کوئی برائی پیدا ہوئے سے ڈرتے ہیں اس لئے ہم آپ کے گھر پہنچائے دیتے ہیں۔ آپ کی ماں نے کہا کہ وہ کیا چیز تمہارے پاس ہے جس سے تصدیق تمہاری اس حالت کی ہو۔ پھر ہم کو نہ چھوڑا جب تک کہ ہم نے اس کی خبر نہ دے دی۔

آپ نے کہا کہ تم شیطان کی طرف سے اُس کے واسطے ڈرے حاشا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس کی طرف شیطان کی راہ نہیں ہے اور ہر اٹینہ میرے اس بیٹے کے لئے ایک شان ظاہر ہونے والی ہے۔ کیا میں تمہیں اُس کی خبر سے آگاہ کروں؟ ہم نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا میں اُن کی حاملہ ہوئی اور اس سے نحیف تر کوئی حمل مجھے نہیں ہوا۔ پھر جب اُن کے حمل سے میں تھی تو مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ گویا مجھ سے ایک نور پیدا ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ پھر جب میں نے جنا تو اس طرح واقع ہوا کہ اس طرح کوئی مولود نہیں گیا کہ اپنے ہاتھوں پر ٹھہرا ہو اور اپنا آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھا تو خیر تم اس کو یہاں چھوڑ دو۔

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو شیطان کے حصّہ سے پاک اور مطہر کیا تو نفسِ زکی نبوی نفوسِ بشری کی حد پر باقی رہا کہ اُن کے لئے صفات و اخلاق کے

تاخیر قوت میں نفس کی ریاضت چالیس دن کا طے کیا اور اُس کا حال یہ تھا کہ وہ افطار کو ہر شب چودھویں حصہ رات تک تاخیر میں ڈالتا یہاں تک کہ آدھے مہینے میں طے لیل کرتا۔ پھر اربعین کو ایک سال اور چار مہینے طے کرتا تب ایام ولیا یعنی دن اور رات مندرج ہو جاتے اور سما جاتے تا آنکہ اربعین ایک دن کے برابر ہو جاتا۔ اور میرے سامنے ذکر ہوا کہ جس شخص نے یہ کہا اُس کے لئے عالم ملکوت سے آیات ظاہر ہوئے اور قدرت جبروت کے معنی اُسے مکشوف ہوئے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تجلی اُس کے واسطے کی جس طرح چاہی۔

آر جاننا چاہئے کہ طے اور قلت غذا اگر عین فضیلت ہوتی تو کسی نبی سے فوت نہ ہوتی اور ہر ائینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقصیٰ نماز کو پہنچتے اور اس میں شک نہیں کہ اُس کے لئے ایک فضیلت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا الاعطیات الہی اس میں منحصر نہیں اس واسطے کہ کبھی وہ شخص جو سارے دن کھایا کرے اُس سے افضل ہوتا ہے جو اربعین کی طے کرتا ہے اور کبھی وہ شخص جس کو معافی قدرت سے کچھ بھی منکشف نہیں افضل اُس سے ہوتا ہے جس کو وہ معافی کشف ہوتے ہوں جبکہ صرف معرفت سے اُس کو اللہ تعالیٰ نے کشف دیا ہو۔ پس قدرت ایک اثر قادر سے ہے اور جو شخص قرب قادر کا اہل ہو گیا اس کو قدرت سے کسی چیز کا تعجب اور انکار نہیں ہوتا اور وہ قدرت کو دیکھتا ہے کہ عالم حکمت کے اجزاء کے پردے سے جلوہ کر رہی ہے تو جبکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس دن خالص ہوا اور کسی حال کے ضبط میں انواع عمل اور ذکر اور قوت وغیرہ سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کوشش اور جہد کی اس اربعین کی برکت اُس کے تمام اوقات و ساعات پر پہنچتی ہے۔ اور وہ ایک اچھا طریقہ ہے جس پر ایک گروہ صالحین نے اعتماد کیا ہے اور صالحین کی ایک جماعت تھی جو اربعین کے لئے ذیقعدہ اور دس دن فی الحجہ کے اختیار کرتے تھے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا اربعین ہے۔

حجاج نے مکحول سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس دن عبادت خالص کی اُس کے دل سے

اخلاق نبوی صاف ہو گئے تاکہ آپ کا خلق قرآن ہو اور نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ان صفات کے بقاء میں معنی اس حدیث شریف کے حاصل ہوں انما انا بشر انسی کرا تنسون۔ یعنی میں بھی تو آدمی ہوں بھلا دیا جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو تو آپ کے نفس شریف کے صفات کا ظہور اُس وقت میں کہ نزول آیات کی خواہش تھی اوسطے تھا کہ نفوس امت ادب حاصل کریں اور مہذب ہوں سبب اُس کا صرف رحمت اُن کے حق میں ہے تاکہ اُن کے نفوس پاک اور اخلاق اُن کے شریف ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخلاق اللہ تعالیٰ کے پاس خزانہ میں رکھے ہوئے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اُس خزانہ سے اُس کو ایک خلق عنایت کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اسی واسطے بھیجا گیا ہوں کہ مکالم اخلاق کو پورا اور مکمل کروں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک سوکتی دہائی خلق ہیں کہ جس کسی کو اُن میں سے ایک بھی عطا فرمائے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔

پس اُس کا شمار اور اُس کا حصر نہیں ہو سکتا مگر وحی آسمانی سے جو کسی رسول اور نبی کے واسطے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسماء حسنیٰ اپنے خلق پر ظاہر کئے جو صفات الہی سے خیر دیتے ہیں اور یہ اُن کے لئے ظاہر نہیں کئے مگر اس مقصود سے کہ اُن کو ان اسماء کی طرف بلائے اور اگر نہ ایسا ہوتا کہ مخلوق باخلاق اللہ کی صفت قوائے بشری میں رکھتا تو ان اسماء صفات کو اُن کے لئے نہ ظاہر کرتا تاکہ اُن کی طرف دعوت خلق کرے اور جس کو چاہے اپنی رحمت مختص کرے بعینہیں اور اگے خدا جانے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول جو کان خلقہ القرآن ہے اُس میں ایک لفظ غامض اور ایما مخفی اخلاق ربانی کی طرف ہو تو اس بات کے صاف اور صریح کہنے میں کہ ذات رسول اللہ متخلق باخلاق اللہ تھی حضرت الہی سے ڈریں۔ پس اُس معنی کو اپنے اس قول کہ کان خلقہ القرآن تعبیر اور بیان کیا انوار جلال کے شرم سے اور لطف مقال سے حقیقت حال کا پردہ دکھا اور یہ اُن کے وفور علم اور کمال ادب سے تھا اور اس میں ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن

لہا وہ یہ ہے کہ امر الہی کے ساتھ آپ امر کرتے اور نہی الہی کے ساتھ نہی کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں کان نعلقہ القرآن بڑا سہ ہے اور علم غامض و پوشیدہ ہے جس کے ساتھ آپ نے کلام نہیں کیا مگر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی آسمانی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور اس کلمہ سے کہ: بخذوا شطرہ وینکم من ہذہ الحمیراء یعنی حامل کرو دین کا ایک حصہ اس حمیرا سے مخصوص کیا اور یہ اس وجہ سے کہ نفوس انواع و اقسام کی سرشت اور طبائع کے پیدا کئے گئے ہیں کہ یہ ان کے لوازم اور ضروریات سے ہیں۔ بعضے مٹی سے پیدا کئے گئے اور ان کی اس کے موافق ایک طبع ہے اور بعضے پانی سے اور ان کی اس کے موافق طبیعت ہے اور اسی طرح حماء مسنون یعنی کالی مٹی سٹری ہوئی سے اور صلصال یعنی کچی کھنکھناتی مٹی سے جو مثل فخر یعنی پکے ہوئے سفال کے ہے اور ان اصول کے موافق جو ان کے پیدائش کے مبادی یعنی ساز و سامان میں صفات بہیمی و سبعی اور شیطانی حتیٰ کہ صفت شیطنت کی انسان میں حاصل ہوتی جس کی طرف اشارہ قول اللہ تعالیٰ سے ہے من صلصال کافخار۔ بایں وجہ کہ آگ سفال اور پکے برتن میں داخل ہوتی ہے اور مقرر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وخلق الجنان من نار اور جن کو پیدا کیا آگ کے شعلہ سے جس میں دھواں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پوشیدہ لطف اور بڑی عنایت سے شیطان کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیج لیا اور الگ کر دیا۔

اس روایت کے موافق جو علیہ بنت الحرث کی حدیث طویل میں وارد ہے کہ اس درمیان میں کہ ہم اپنے گھروں میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی کے ساتھ ہماری بھینٹ بکریوں میں تھے کہ ان کا بھائی ہمارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو آدمی آئے کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان کو لٹا دیا اور اس کے پٹ کو چاک کیا تو میں اور میرا باپ دونوں اس کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور آپ کو ہم نے کھڑا پایا کہ رنگ ان کا خوف سے بدلا ہوا تھا۔ پھر آپ کو باپ نے گلے لگایا

پائی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس سبب سے کہ تو نے طرح طرح کی نعمتیں جو تجھے میں نے دی ہیں ان کو بہت اچھی طرح سے قبول کیا ہے ان انبیاء کی نسبت جو تجھ سے پہلے تھے۔ اور حسین نے کہا ہے اس سبب سے کہ جفا خلق تیرے اندر مطلقاً حق کے ساتھ اثر نہیں کرتا۔

اور کہا گیا ہے خلق عظیم لباس تقویٰ اور تخلق باخلاق اللہ ہے اس واسطے کہ اُس کے ہوتے ہوئے خطرہ عوضوں کے لئے نہیں باقی رہا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ یہ قول اللہ تعالیٰ کا پورا اور اکل ہے۔ ولو تقول علينا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمن۔ یعنی اور اگر بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بائیں طور فرمایا انک اے اور البتہ تو بڑے خلق پر ہے تو حضرت کو حاضر کیا اور جب آپ کو حاضر کیا تو آپ کو غفلت اور حجاب میں رکھا اور یہ قول اللہ تعالیٰ کا پورا اور اتم ہے لاخذنا اے ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑتے اس واسطے کہ اس میں فنا ہے اور اس قائل یعنی توجیہ و تفسیر کرنے والے کے قول میں نظر اور بحث ہے تو کیوں نہیں کہا اگر اس میں فنا ہوئے تو اُس کے قول و انک میں بقا ہے اور وہ بقا بعد فنا ہے اور بقا فنا سے اتم و اکل ہے اور یہ منصب رسالت کے لئے سزاوارتر ہے۔

اس واسطے کہ فنا کو اسی واسطے اعزاز ہے کہ وہ وجود مذموم کے مزاحم ہے پھر جبکہ مذموم کو وجود سے نکال ڈالا اور نعوت و صفات بدل گئے تو پھر کون عزت فیما بین باقی رہ گئی؟ پس حضوری اُس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے نہ کہ اُس کے نفس کے ساتھ۔ پھر اب کون سے حجاب یہاں باقی رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو کوئی خلق عظیم دیا گیا پس وہ بزرگ ترین مقامات پر لایا گیا اس واسطے کہ مقامات کے لئے ارتباط عام ہے اور خلق ایک ارتباط نعوت اور صفات کے ساتھ ہے۔ اور جنیدؒ نے کہا ہے کہ اس میں چار چیزیں جمع ہیں سخا اور اُفت اور نصیحت اور شفقت۔

اور ابن عطارؒ نے کہا ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ اُس کو کوئی اختیار نہ ہو اور

ساتھ ظہور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی رکھی گئیں اور اس سے مقصود رحمتِ خلق کے حق میں ہے اس واسطے کہ ان صفات کی اصول اور جڑ بنیاد نفوسِ اُمت میں ظلمتِ مزید کے ساتھ موجود ہیں سبب یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیے حال میں اور امت کے حال میں تفاوت ہے۔ سو ان صفات نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ظہور کے ساتھ باقی رکھی گئیں اُن کے مقابلہ میں آیاتِ ممکنات کی تنزیل سے اعانت چاہی کہ اُن صفاتِ مظلمہ کا استیصال کمزیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تادیباً کہ رحمتِ خاص اُس نبی کے لئے اور رحمتِ عام اُمت کے لئے ہو جو ساعات اور اوقات پر ظہور صفات کے ہنگام منقسم نزول آیات کے ساتھ ہیں:

قال الله تعالى وتالوا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لثبت به فؤادك ورتلناه توتيلًا - یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کہنے لگے وہ لوگ جو مکر ہیں کیوں نہ اُتر اُس پر قرآن سارا ایک ساتھ اسی طرح اُتارنا تھا تاکہ اُس سے تیرے دل کو ہم ثابت رکھیں اور پٹھر پٹھر اُسے پڑھ سنا یا اور دل کا ثابت کہ نہ اُس وقت ہے کہ نفس کی حرکت سے جو ظہور صفات کے ساتھ ہووے اُس کو اضطراب ہو اس واسطے کہ قلب اور نفس کے درمیان ایک ارتباط اور تعلق ہے اور ہر ایک اضطراب کے وقت ایک آیت کا نزول ہے جس میں ایک خلیق صالح اور نورانی موجود ہو خواہ تصریحاً اور کھلا کھلا ہو یا کہ تعریفاً اور کنایتاً ہو جیسے نفسِ شریفیہ نبویہ کو اُس وقت حرکت ہوئی کہ آپ کے دندانِ شریف نہ خم کے صدمہ سے منکسر ہوئے اور خون تھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خون کو ملتے تھے اور فرماتے تھے کہ کس طرح وہ قومِ فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو سرخ رنگ نہ دیا اور حالانکہ وہ اُن کے پروردگار کی طرف اُن کی دعوت کرتا ہے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی : لیس لك من امر شئی - اور اُس پر قلبِ نبوی نے صبر کا جامہ پہن لیا تاکہ اضطراب کے بعد قرار حاصل ہو۔ پس جبکہ آیاتِ قرآنی مختلف اوقات میں ظہور صفات پر متفرق نازل ہوئیں تو قرآن سے

جاتے رہنے کا ہے اس واسطے کہ یہ غصہ اور تنگ دلی کو متعمن ہے اور اُس میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور قضا سے نارضا مندی ہے اور خوشی وہ ہے جو دنیا کے حظوظ ممنوع سے حاصل ہو اس آیت کریمہ کے موافق کلید ما سوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم یعنی تاکہ تم گٹی ہوئی چیزوں پر غمناک نہ ہو اور اُن چیزوں کے ساتھ جو تم کو ملی ہیں خوش نہ ہو اور یہ وہ خوشی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذ قال له قومہ لا تعرح ان الله لا يحب الفرحین یعنی جس وقت قارون کو اُس کی قوم نے کہا کہ تو خوش مت ہو کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ خوشی کرنے والوں کو خوش نہیں رکھتا جبکہ دیکھا اُس کی کنجیوں کو زور آور گروہ مشکل سے اٹھاتے تھے لیکن جو خوشی از قسم اُخروی ہیں تو وہ محمود ہیں کہ اُن میں حمد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو اللہ کے فضل اور رحمت سے تو اُس کے ساتھ چاہیے کہ خوش ہو۔ اور عبداللہ بن مبارک نے حسن خلق کی تفسیر کی ہے اور کہا کہ وہ کشادہ اور شگفتہ روتی اور بھلائی کا خراج کرنا اور ایذا سے رکننا ہے تو صوفیہ نے اپنے نفوس کو مرتاض مجاہدوں اور سختیوں سے کیا تا آنکہ تہذیب اخلاق کو قبول کیا اور بسا نفوس میں جو اعمال کی اجابت کرتے ہیں مگر اخلاق کی اجابت نہیں تو عباد کے نفوس نے اعمال کی اجابت کی اور اخلاق سے سرکشی اور روگردانی کی اور نفوس زہاد نے بعض اخلاق کی اجابت کی اور بعض کی نہیں کی اور نفوس صوفیہ نے کل اخلاق کریمہ کی اجابت کی۔

ابوبکر کتانی سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے تصوف خلق ہے تو جو تیرے اوپر خلق میں زیادہ ہوا وہ تیرے اوپر تصوف میں زیادہ ہوا۔ پس جو عابد لوگ ہیں انہوں کے نفوس نے اجابت اعمال کی اس واسطے کہ وہ نور اسلام کے ساتھ چلتے تھے اور جو زاہد ہیں اُن کے نفوس نے بعض اخلاق کی اجابت کی۔ اس واسطے کہ وہ نور ایمان کے ساتھ چلتے ہیں اور صوفیہ اہل قرب ہیں وہ نور احسان کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر جس وقت اہل قرب اور صوفیہ کے باطنوں نے نور یقین حاصل کیا اور یہ اُن کے بطوں میں جڑ پکڑ گیا تو قلب کو صلاحیت ہر ایک اطراف

العظیم۔ اور اس آیت وانک لعلی خلق عظیم کے درمیان ایک مناسبت ہے جو قول عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کان خلقہ القرآن ہے مشعر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کا خلق عظیم کے ساتھ موسوم اس لئے ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہوا اور ہمت نہ تھی۔

اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا اُس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے حق تعالیٰ کے بدلے دونوں جہاں کو دے دیا اور اُن سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ اور یہ بھی بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق سے لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کی اور اپنے قلب کے ساتھ اُن سے علیحدہ رہے اور یہ وہ مطلب ہے جو بعض صوفیہ نے تصوفیہ نے تصوف کے معنی میں کہا ہے کہ تصوف خلق کے ساتھ خلق اور حق کے ساتھ صدق ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا خلق اس وجہ سے عظیم ہے کہ مخلوقات آپ کی نظر میں خالق کے مشاہدہ کے سبب صغیر ہو حقیر ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا خلق عظیم اس واسطے ہے کہ اس میں مکالم اخلاق اور بزرگ خصائل جمع تھے۔ اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کی دعوت حسن خلق کی طرف اُس حدیث میں فرمائی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے زیادہ تر محبوب اور میرا مجلس میں قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہے کہ جو تم میں سے اخلاق کے اندر احسن ہوگا اور تم میں سے زیادہ تر بغضی اور مجھ سے دور تر مجلس میں قیامت کے دن وہ لوگ ہیں جو ثرثاروں اور متشدقوں اور متفہمقوں ہیں۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ثرثاروں اور متشدقوں کو تو ہم سمجھے، متفہمقوں کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ وہ منکبیر ہیں اور ثرثار ملکتا یعنی تڑتڑ باتیں کثرت سے کرنے والے اور متشدق وہ لوگ ہیں جو کلام میں لوگوں پر گردن اٹھا کر جوہر کرنے والے ہیں۔

واسطی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ خلق عظیم یہ ہے کہ نہ یہ کسی سے خصوصیت کرے اور نہ کوئی اُس سے خصوصیت کرے اور یہ بھی کہا کہ وانک لعلی خلق عظیم یعنی اول ہر آئینہ تو بڑے خلق پر ہے اس سبب سے کہ تو نے اپنے سر کے دیکھنے کی حلاوت

وقت وہ مثل عرش ہو جاتا ہے۔ عرش عالم خلق و حکمت میں قلب کائنات ہے اور قلب عالم امر و قدر میں عرش ہے۔

اور سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا ہے قلب عرش کے مثل اور سینہ کرسی کے مثل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے وار د ہے میری سمائی میری زمین اور میرے آسمان میں نہیں ہے اور میری وسعت میرے مؤمن بندہ کے قلب میں ہے پھر جبکہ قلب ذکریٰ ذات کے نور سے سرمہ آلود اور قرب کی ہوا سے بھر موج زن ہو گیا تو نعوت اور صفات کی صفائی اخلاق نفس کی نروں میں جاری ہوئیں اور اخلاق اللہ تعالیٰ سے متعلق ثابت ہو گیا۔

شیخ ابو القاسم گرگانی سے مروی ہے کہ اُس نے کہا ہر آئینہ ننانوے آسمان حبیبی بندہ سالک کے لئے اوصاف ہو جاتے ہیں اور پھر بھی یہ شخص سلوک میں دراصل نہیں ہے۔ اور شیخ کی مراد اس سے یہ ہے کہ بندہ ہر ایک اسم سے ایک وضوح حاصل کرتا ہے اور بشر کے ضعف حال اور اُس کے قصور کے مناسب ہے۔ مثلاً وہ اسم اللہ تعالیٰ سے الرحیم کو بمعنی رحمت بقدر قصور بشر کے لئے اور مشائخ کے کل اشارات آسمان و صناعات میں جو اُن کے علوم میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں اسی معنی اور تفسیر کی بنا پر ہیں اور جس کسی نے اس سے توہم حلول کا کچھ بھی کیا وہ نزدیک اور ملحد ہو گیا اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاذ کو ایک وصیت فرمائی جو محاسن اخلاق کو جامع ہے فرمایا اُسے اے معاذ میں تجھے وصیت کرتا ہوں خوفِ خدا اور صدقِ کلام اور وفا عہد اور ادائے امانت اور ترکِ خیانت اور حفظِ ہمسایہ اور رحمِ یتیم اور نرمی کلام اور سلام اور حسنِ عمل اور قصرِ اہل اور قصدِ عمل اور لزومِ ایمان اور قرآن میں نفقہ اور محبتِ آخرت اور اضطراب از حساب اور تواضع اور اجتناب دشنامِ حلیم اور تکذیبِ صادق اور اطاعتِ گنہگار اور امامِ عادل کی نافرمانی یا خرابی زمین کی میں وصیت کرتا ہوں تجھے کہ اللہ سے ڈرو ہر ایک پتھر اور درخت اور کلوخ کے نزدیک اور توبہ کو ہر ایک گناہ سے پوشیدہ کے پوشیدہ سے اور ظاہر کے ظاہر سے اس کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں

اور وہ فنا، نفس اور فنا و مالوفات کے ساتھ محکوم ہو۔

اور ابوسعید قرشی کا قول ہے کہ عظیم اللہ ہے اور اُس کے اخلاق سے جو د ہے اور کرم اور صفا اور عفو اور احسان ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے حضرت علیہ السلام کے قول کی طرف کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک سوکنی دہائی خلق ہیں جس میں ایک بھی خلق اُن میں کاہے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ پس ہر گاہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ آپ متعلق ہوتے تو اس قول کے ساتھ وائیک علی خلق عظیم۔ شفاء حاصل کی اور بعض کا یہ قول ہے کہ آپ کا خلق اس واسطے عظیم ہوا کہ آپ اخلاق کے ساتھ راضی نہ ہوئے اور آگے بڑھے اور سیر کی اور لغوت پر نہ ٹھہرے یہاں تک کہ توذات تک پہنچا اور بعض نے کہتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاز کی طرف بھیجا تو اُس کے سبب لذات اور شہوات سے روکا اور آپ کو غربت اور کربت میں ڈالا۔ پھر جبکہ اس کے ذریعے صاف پاک بھلے اخلاق سے ہوتے تو آپ کے واسطے فرمایا انک لعلی خلق عظیم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہانی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ مکالم اخلاق دس ہیں جو آدمی میں ہوتے ہیں اور اُس کے بیٹے میں نہیں ہوتے اور بیٹے میں ہوتے ہیں اور اُس کے باپ میں نہیں ہوتے اور غلام میں ہوتے ہیں اور اُس کے مالک میں نہیں ہوتے اُس کی تقسیم اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے کرتا ہے جس کے حق میں سعادت چاہتا ہے۔ بیچ بولنا اور دنیا سچی نا اُمیدی اور یہ کہ آپ پیٹ نہ بھر کر کھائے اور اُس کا ہمسایہ اور اُس کے ساتھی بھوکے ہوں اور سائل کو دنیا اور نیکیوں کا بدلہ دینا اور امانت کو محفوظ رکھنا اور رشتہ داروں سے سلوک کرنا اور اہل صحبت کے ساتھ عاجزی اور ہمان کی ضیافت اور ان سب کی چوٹی کی چیز جیہ ہے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ زیادہ لوگ وہ کون ہیں کہ جو بہشت میں جائیں گے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور حسن خلق۔ اور سوال کیا گیا کہ دوزخ میں زیادہ کون لوگ جائیں گے؟ فرمایا کہ غم اور خوشی۔ غم تو دنیا کے مخلوق

اپنے نفس کو ہر ایک شخص کے سامنے ایک اندازہ پر رکھتا ہے جس کو وہ جانتا ہے کہ اُس کو قائم رکھتا ہے اور وہ ہر ایک شخص کو اپنے نفس کی طرف سے اُس اندازہ پر جو اُس کے نزدیک ہے قائم رکھتا ہے اور جس کو یہ بات نصیب ہوئی تو ہر آئینہ وہ آدم سے رہا اور دوسرے کو آرام سے رکھا اور نہیں جلتے اُس کو مگر وہ لوگ کہ جو عالم ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے وحی میرے پاس بھیجی کہ تواضع کرو تم اور ایک دوسرے پر بغاوت یعنی گردن کشی اور ظلم نہ کرو۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ یعنی کہو اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو نہ کوئی اور تقویٰ اور خوف اور ذلت نفس میں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع سے یہ بات تھی کہ آپ آزاد اور غلام سب کی دعوت قبول کرتے اور ہدیہ اُن کا لیتے اور اگرچہ وہ ایک ہی گھونٹ دودھ کا ہوتا یا کہ خرگوش کی دان ہوتی اور اُس کی مکافات کرتے اور اُس کو نوش فرماتے اور آپ کینز اور مسکین کی اجابت پر غرور نہ کرتے۔

اور سلیمان بن عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تواضع کی چوٹی کی یہ بات ہے کہ جس سے تو ملے اس کو پہلے سلام کرے اور جو تجھے سلام کرے اُس کا تو جواب دے اور مجلس میں ادنیٰ مقام پر بیٹھنے میں تو راضی ہو اور یہ بات ہے کہ اپنی تعریف اور تزکیہ اور نکوئی کو دوست نہ رکھے۔ اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ خوشی ہو اُس شخص کو جس نے تواضع بلا نقص کی اور اپنے نفس میں تذل بغیر مسکنت کیا۔

جنید سے سوال تواضع کی نسبت کیا گیا کہا بازو کا جھکانا اور پہلو کا نرم کرنا ہے۔ اور فضیل سے تواضع کا سوال کیا گیا تو کہا کہ حق کے لئے خضوع اور اُس کی انقیاد کرے اور جو حکم دیا اُس کو قبول کرے اور اُس کی سماعت کرے اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اپنے نفس کی قیمت کا اعتقاد کرے تو اس کے لئے تواضع

اور جوانب کی پیدا ہوئی۔ اس واسطے کہ قلب کا بعض حصہ نور اسلام سے سفید اور روشن ہوتا ہے اور بعض حصہ نور ایمان سے اور کل قلب نور احسان اور ایقان سے نورانی ہوتا ہے۔ پس جبکہ قلب روشن اور منور ہو گیا اُس کا نور نفس پر منکس ہوا اور قلب کا ایک رخ روح کی طرف ہے اور نفس کا ایک رخ قلب کی جانب اور ایک رخ طبیعت اور سرشت کی جانب ہے اور جبکہ قلب کل روشن نہ ہو روح کی طرف کل نہیں متوجہ ہوتا اور اُس وقت وہ دو وجہیں یعنی دو رخا ہونا ہوتا ہے ایک رخ روح کی طرف اور ایک رخ نفس کی طرف اور جبکہ کل قلب روشن نہ ہو روح کی طرف کل نہیں متوجہ ہوتا ہے پھر اُس کو روح پاتی اور پہنچتی ہے اور نور و اشراق میں زیادہ ہوتی ہے اور جب کبھی قلب روح کی طرف منجذب ہوتا ہے نفس قلب کی طرف کھینچتا ہے اور جب کبھی وہ منجذب ہوا تو قلب کی طرف متوجہ ہوا اسی رخ کی طرف سے جو اُس کے قریب ہے اور نفس منور ہو جاتا ہے اس واسطے کہ وہ قلب کی طرف متوجہ اسی رخ سے ہوتا ہے جو قلب کے نزدیک ہے اور اُس کی نورانیت کی علامت اُس کی طمانیت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: یا ایہما النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے نفس مطمئنة اپنے پروردگار کی طرف خوش اور پسندیدہ رجوع کر اور جبکہ اُس کے رخ کی جو قلب کے قریب ہے ایسے ہی ہے کہ جیسے سیپ کے ایک رخ کی ہوتی ہے کہ موتی سے حاصل ہو اور جو کچھ ظلمت کہ نفس پر باقی رہ جاتی ہے وہ اُس کے ایک رخ کے باعث ہوتی ہے جو سرشت اور طبیعت کے نزدیک ہوتی ہے جس طرح کہ سیپ کے باہر کا رخ ایک قسم کی کدورت اور نقصان رکھتا ہے جو اُس کے اندر کی نورانیت کے برخلاف ہے اور جبکہ نفس کے دو رخ میں سے ایک رخ منور ہو گیا تو وہ تہذیب اخلاق اور تبدیل صفات کی طرف ملتی ہوا اور اسی واسطے ابدال، ابدال کے نام سے موسوم ہوئے اور بڑا بھید اس میں یہ ہے کہ صوفی کا قلب جو ہمیشہ توجہ الی اللہ اور ذکر قلب اور لسان سے کرتا ہے تو وہ ذکر ذات کی جام ترقی کرتا ہے اور اس

میں سے وہ تھے بعد ازاں آپ نے کھانا کھایا اور اُن سب نے کھایا اور ہمیں آپ کے چہرہ پر وہ بات ظاہر ہوئی جو آپ کے باطن نے تواضع لُتد اور انکسار فی نفسہ اور اُن پر مکر کرنے سے علیحدگی اپنے ایمان اور علم اور عمل سے نازل کی۔

اور ابوالحسین فارسی سے مسموع ہے کہ کہتے تھے میں نے حریری سے سنا ہے کہ کہتے تھے اہل معرفت کی صحیح یہ بات ہوئی ہے کہ دین کے لئے سرمایہ ہے پانچ ظاہر میں اور پانچ باطن میں ہیں۔ پس جو ظاہر میں ہیں وہ صدق زبان اور سخاوت میں، اور تواضع ابدان میں اور اذیت سے رکنا اور اذیت کا بلا عذر اٹھانا اور باطن کے یہ ہیں محبت و جود سید اپنے کی اور خوف فراق اپنے سید کا اور امید و موصول اپنے سید کی اور اپنے فعل پر ندامت اور حیا اپنے رب سے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ تواضع خلق میں اچھی ہے مگر دو تہمتوں میں زیادہ اچھی ہے اور تکبر خلق میں بُرا ہے اور فقرار میں بدتر ہے۔ اور ذوالنون کا قول ہے کہ تواضع کی علامات سے تین یہ ہیں۔ نفس کی تصغیر اور عیب کی شناخت اور لوگوں کی تعظیم توحید کی حرمت سے اور امر حق اور نصیحت کا ہر شخص سے قبول کرنا اور بایزید سے کہا گیا آدمی کب متواضع ہوتا ہے؟ کہا جب اپنے نفس کے لئے کوئی حق نہ دیکھے اور نہ کوئی حال اپنے علم سے اس وجہ سے کہ نفس شریب اور عیب دار ہے اور خلق میں کسی کو آپ سے زیادہ شریب نہ اعتقاد نہ کرے۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ ہم نے تواضع جہل اور بخل کے ساتھ محمود اور عمدہ تر اُس کبر سے پائی جو ادب اور سخاوت کے ساتھ ہے۔ اور بعض حکیموں سے پوچھا گیا کہ تو کوئی ایسی نعمت جانتا ہے جس پر حسد نہ ہو اور ایسی بلا کہ صاحب بلا پر کوئی تم نہ کرے کہا ہاں وہ نعمت تو تواضع ہے اور وہ بلا کبر ہے اور تواضع کی اصل حقیقت کا کھول دینا یہ ہے کہ تواضع رعایت اعتدال کی کبر اور ضلعہ میں ہے۔

پس کبر انسان کا اپنے نفس کو اپنے مرتبہ سے زیادہ اُو سچا کرتا ہے اور ضلعہ انسان کا اپنے نفس کو ایسی جگہ دکھنا جس سے بڑھ اور عیب لگتا ہو اپنے حق کے ضائع کرنے تک پہنچا ہے اور ہر اُمینہ اکثر اشارات مشائخ سے جو شرح تواضع میں بہت چیزیں مفہوم

کو ادب دیا ہے اور اُن کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف دعوت کی ہے۔ اور معاذ نے یہ بھی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کہ اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے ڈھکا ہوا ہے۔

اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی چیز اُن میں سے جو میزان میں رکھی جائے گہراں تر حسن خلق سے نہیں ہے اور حسن خلق والا اُس کے سبب درجہ نمازی اور روزہ وادہ کو پہنچتا ہے۔ اور ہر آئینہ اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا کہ آپ سب سے زیادہ سخی تھے کہ رات کو آپ کے پاس نہ دینا نہ بہتا تھا اور نہ ایک درہم اور اگر بڑھا اور کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ اُس کو آپ عطا فرمائیں اور رات ہو جاتی تو آپ اپنے گھر مراجعت نہ فرماتے جب تک کہ اُس سے بری نہیں ہو جاتے اور دنیا سے نیل مرام نہ کرتے تھے اور آپ کی قوت عام اکثر چھوڑے اور جوڑے تھی جو بہت ہلکے اور کم قیمت ہیں اور اس کے سوا جو ہوتا وہ فی سبیل اللہ دیتے اور کوئی چیز آپ سے نہ مانگی جاتی کہ آپ عطا نہ فرماتے۔

پھر اپنی قوت عام کی طرف رجوع کرتے اور اُس میں سے آپ اس قدر لیتے کہ اکثر اوقات سال تمام ہونے سے پہلے ختم ہو چکتی اور آپ جوتا کا نٹھے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور خدمت اہل خانہ میں مشغول رہتے اور اُن کے ساتھ گوشت کا ٹکا کرتے۔ اور آپ حیا میں سب سے زیادہ تھے اور سب سے زیادہ متواضع تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ کے اوپر اور آپ کے آل و اصحاب سب پر ہو۔

تیسواں باب

اخلاقِ صوفیہ کی تفصیل میں ہے

اخلاقِ صوفیہ میں سب سے اچھا خلق تواضع ہے اور بندہ کے لئے اس تواضع سے افضل کوئی لباس نہیں۔ اور جس کو تواضع اور حکمت کا خزانہ ہاتھ لگ گیا وہ

ایک وجہ صحت میں بتائی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اوبال اُن کا سکر حال میں ہے اور متوالے لوگوں کا کلام گمان کیا جاتا ہے تو ان مشائخین نے جو صاحب تکلیف ہیں جب جان لیا کہ یہ مرض نفوس میں گڑھ یا ہوا ہے تو تواضع کی شرح میں انہوں نے مبالغہ بیان تک کہ اُس حد کو پہنچا دیا کہ وہ تواضع شامل درجہ صغیر کے ہو گئی تاکہ مریدوں کی دوا علاج اُس سے کریں اور تواضع میں اعتدال یہ ہے کہ انسان راضی اس پر ہو کہ جس مقام پر وہ مستحق ہے اُس سے کسی قدر فروتر جگہ اختیار کرے اور اگر کوئی شخص نفس کی سرکشی سے امین ہووے تو وہ اُس حد پر ٹھہرے جس کا وہ مستحق ہے بدوں اس کے کہ کچھ اس میں زیادتی یا کمی ہو مگر جبکہ گردن کشی نفس کی جبلت میں ہے اس واسطے کہ پیدا ہوا ہے صلصال سے جو مثل فخر کے ہے یعنی سُوکھی مٹی سے جو مثل پتے برتن کے کھنکھتی ہے تو اُس میں ایک نسبت آتشی ہے اور بالطبع مرکز آتش کی طرف اُس کو استعلاء کی خواہش ہے تو اُس کے علاج کے لئے تواضع کی احتیاج ہوئی اور جس جگہ کا وہ مستحق ہے اُس سے کسی قدر نیچے درجہ پر ٹھہرنے کی ضرورت ہے تاکہ اُس میں کبر کو راستہ نہ ملے۔

پس کبر انسان کا ظن ہے کہ وہ دوسرے سے بہت بڑا ہے اور تکبر اس کے اظہار کا نام ہے اور یہ ایک صفت ہے جس کا مستحق کوئی سوا اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے اور مخلوقات سے جس کسی نے اُس کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے اور کبر اعجاب سے پیدا ہوا اور اعجاب حقیقت محاسن کے جہل سے پیدا ہوا اور جہل درحقیقت انسانیت سے باہر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شان کر کے عظمت فرمائی ہے اپنے اس قول سے کہ ہر اُمینہ اللہ تعالیٰ سے مستکبروں کو دوست نہیں لکھتا اور فرمایا ہے کیا دوزخ میں متکبرین کا مسکن و ماویٰ نہیں ہے اور ہر آئینہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبر یا میری چادر ہے اور عظمت میری شلوار ہے تو جو مجھ سے کسی ایک میں ان دونوں سے نزاع کرے تو میں اُس کو توڑ کر الگ کر دوں۔

اگر ایک روایت میں ہے کہ اُسے دوزخ کے باب میں پھینک دوں اور حق عزوجل نے انسان کو طغیان میں اُس کی حد پر پھیرنے کے لئے فرمایا ہے اور زمین

میں حصہ نہیں ہے اور وہب بن منبہ نے کہا کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے کہ میں نے پشت آدم سے ذریات کو نکالا سو کوئی قلب تو واضح میں بڑھ کر قلب موسیٰ سے نہ پایا۔ اسی واسطے اُس کو میں نے برگزیدہ کیا اور اُس سے کلام کیا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس نے اپنے نفس کے امور تمہائی کو جاننا اور پہچانا اُس نے بلندی اور شرف میں طمع نہیں کی اور تواضع کی راہ چلتا ہے تو وہ نعمت اس شخص سے نہیں کرتا جو اُس کی مذمت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اُس کی نسبت جو اُس کی تعریف کرے۔

اور ابو حفص نے کہا جو شخص اس بات کو محبوب رکھے کہ اُس کا قلب تواضع کرے تو چاہیے کہ صالحین کی صحبت میں رہے اور التزام اُن کی حرمت کا کرے۔ پس اُن کی شدت تواضع سے جو اُن کے نفس میں ہے ان کی اقتدا کرے گا اور تکبر نہ کرے گا۔ اور لقمان علیہ السلام نے کہا ہے کہ ہر ایک شے ایک سواری ہے اور عمل کی سواری تواضع ہے۔

اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے پانچ نفوس دُنیا میں عزیز ترین خلق ہیں۔ عالم زاہد، فقیہ صوفی، عتیق متواضع، فقیر شاکر اور شریف روشن۔ اور جلاوٹے کہا ہے اگر شرف تواضع کا نہ ہوتا تو ہم جب چلتے تو خطرہ میں پڑتے۔

اور یوسف بن اسباط نے کہا جبکہ غایت تواضع سے سوال کیا گیا کہ اگر تو اپنے گھر سے باہر نکلے تو کسی سے نہ ملے مگر یہ کہ تو اُسے اپنے سے بہتر خیال کرے اور میں نے اپنے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب کو دیکھا جب کہ میں اُس کے ساتھ شام کی طرف سفر میں تھا اور ہر آئینہ بعض اہل دُنیا نے آپ کے پاس اسیران فرنگ کے سروں پر کھانا فرنگ سے بھیجا اور وہ لوگ اُن کے قید میں تھے پھر جب دسترخوان بچھایا گیا اور قیدی لوگ برتنوں کے لئے منتظر تھے کہ وہ برتن خالی ہوں۔ آپ نے خادم کو فرمایا کہ قیدیوں کو حاضر لاؤ تاکہ دسترخوان پر فقرا کے ساتھ بیٹھیں۔ خادم اُن کو لایا اور دسترخوان پر ایک صف میں اُن کو بٹھایا اور شیخ اپنے مصلے سے اُٹھے اور ٹہلتے ہوئے اُن کی طرف آئے اور اُن کے نیچ میں اس طرح بیٹھے کہ گویا ایک اُن

کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے عزت ہے اور مومن کے لئے نہیں روا ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس واسطے کہ عزت یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت نفس کو پہچانے اور اُس کا اکرام اس طرح کرے کہ اُس کو دنیا کے اغراض جاننے کے لئے خوار نہ کرے جیسے کبر انسان کا اپنے نفس سے جاہل رہنا اور اُس کا منزلت اُس کے سے اتارنا۔ بعض صوفیہ نے کہا جن سے ما اعظمت فی نفسک کہا گیا یعنی کیا ہے تو اپنے نفس میں عظیم کہا میں عظیم تو نہیں مگر عزیز ہوں اور عزت ہر گاہ مذموم نہ تھی اور وہ کبر کے ہم شکل ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین پر بغیر حق کے استکبار اور غرور کرتے ہیں اس میں ایک پوشیدہ اشارہ ہے اس کے ثبوت کے لئے کہ حق کے ساتھ عزت ہے۔ پس حد تواضع پر ٹھہرنا بدوں اس کے کہ ضلع کی طرف میل اور انحراف ہو یہ ٹھہرنا صراطِ عزت پر ہے جو کبر کی دوزخ میں بناتی ہوئی ہے اور اس میں تائید نہیں پاتے اور نہ اس پر قائم ہوتے ہیں۔ مگر انہی کے قدم جو علماءِ راسخ اور مقتدر مقررین اور رئیسِ اہلِ اہل اور صدیقین ہیں۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جس نے تکبر کیا تو اُس نے اپنے نفس کی فرومانگی سے صبر دی اور جس نے تواضع کی اُس نے کرم طبع کو ظاہر کیا۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ تواضع دو قسم کی ہے۔ اول یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے لئے تواضع اور فروتنی کرے اس واسطے کہ نفس اپنی راحت طلب کرنے کے لئے اُس کے امر سے بچتا اور ہٹتا ہے اور شہوت کے سبب جو اُس میں ہے اس کی نہی میں خواہش کرتا ہے۔ پس جبکہ نفس اُس کا امر و نہی الہی سے شیرخوار ہوا تو یہ تواضع ہے اور قسم دوم یہ ہے کہ اپنے نفس کو عظمتِ الہی کے لئے پست کرے تو اگر اُس کا نفس کسی چیز کو مانگے اُن چیزوں میں سے جو اُس کے لئے چھوڑی گئیں کسی قسم کے اقسام سے ہو اُس کو یہ روکتی ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ

لے منجر نفس کو اس کے استحقاق سے بلندی پر جاننا، اور ضلع دنیاوی اعزاز میں درج

مستحق سے خوار کرے - ۱۲

ہوئی ہیں اُس حد تک کہ تواضع کو اُس میں ضو کی جگہ قائم کیا ہے اور اُس میں ہوا بلندی افراط سے تفریط کی پشتی میں داخل ہوتی ہے اور حد اعتدال سے انحراف متوہم ہوتا ہے اور اس میں اُن کا قصد مبالغہ مریدوں کے استیصال نفس میں ہے اس خوف سے کہ مبادا عجب اور کبر تک نوبت پہنچے۔

پس کتیرے بات ہے کہ مرید ابتداء ظہور سلطان حال میں عجب سے علیحدہ ہو کہ ہر ائینہ بزرگوں کی ایک جماعت سے ایسے کلمات نقل کئے گئے ہیں جو مودی اور مغنی غرود تک ہوتے ہیں اور جس قدر کلمات اس قبیل کے جو مشائخ سے نقل کئے گئے ہیں تو اس سبب سے ہیں کہ اُن میں سکر بقایا موجود ہے اور شکر حال کے ضیق میں محصور ہیں اور اپنی ابتداء امر میں میدان محدود ہو شیا دی تک نہیں برآمد ہوئے۔ اور یہ بات جبکہ صاحب بعیرت اپنی نظر کو تیز کر کے دیکھے تو اُسے معلوم ہو گا اس سبب سے ہے کہ نفس استراق سمع کرتا ہے یعنی چھپے ہوئے سنتا ہے جبکہ کوئی وارد قلب پر نازل ہوتا ہے اور نفس نے جب استراق سمع کیا اس وقت کہ قلب پر کوئی وارد ظاہر ہوا تو وہ اپنی صفت کے ساتھ اس طور سے ظہور کرتا ہے کہ وہ وقت اور رفعت حال پر گراں نہیں ہوتا تو اسی سے کلمات اس قسم کے جو تکبر تک پہنچتے ہیں پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ بعض کا یہ قول ہے کہ کون میرے برابر نیلگوں آسمان کے نیچے ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ میرا قدم سب اولیاء کی گردن پر ہے اور جیسے بعض کا قول کہ زمین کھینچی اور لگام دی میں نے اور زمین کے کناروں پر میں پھرا اور کہا ہے کوئی جنگ آور تو میرے سامنے کوئی نہیں آیا۔ اس سے اشارہ اس کی طرف ہے کہ وہ اپنے وقت میں یکتا اور منفرد ہے اور جس کسی پر یہ بات مشکل معلوم ہو اور اس بات سے واقف نہ ہو کہ یہ سب کچھ استراق سمع اور قلب کی واردات پر کان لگانے سے ہے تو چاہیے کہ اُس کا وزن میزان احوال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کرے کہ اُن میں کیسی تواضع تھی اور کس قدر اس قسم کے کلمات سے پرہیز کرتے تھے اور اُس کو بعید جانتے تھے کہ بندہ کے ایسی چیز کے ساتھ غیب اور افتخار کرے۔ الاصادقین کے کلام کے لئے

جس سے وہ قوت حاصل کریں۔ اور آپ کے حسن مدارات سے یہ ہے کہ کھانے کی مذمت نہیں کی اور نہ خادم کو جھڑکی دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی تو کبھی مجھے آف تک نہ کیا اور کسی شے کی نسبت جو میں نے کی نہیں کہا کہ کس واسطے اُسے کی اور نہ اُس چیز کے لئے جو میں نے ترک کی فرمایا کہ کیوں نہیں کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں اچھے آدمیوں سے تھے اور نہ میں نے ہرگز تخر کو یا حریر کو یا اور کسی چیز کو چھوا اور ہاتھ لگایا جو زیادہ نرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے ہو اور نہ قطعاً میں نے مشک سونگھا اور نہ کوئی دوسرا عطر جو زیادہ خوشبودار عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو ہر ایک کے ساتھ اہل اور اولاد ہمسایہ اور اصحاب اور خلق تمام سے مدارات کرتے اخلاق صوفیہ سے ہے اور اذیت اٹھانے سے جو ہر نفس کا کھلتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہر ایک چیز کا جو ہر ہے اور انسان کا جو ہر عقل اور عقل کا جو ہر صبر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں کی صحبت میں رہے اور اُن کی اذیت پر صبر کرے بہتر اُس شخص سے ہے جو اُن سے اختلاط نہ کرے اور نہ اُن کی اذیت پر صبر کرے۔

اور حدیث میں ہے کہ آیا تم سے کوئی ایسا ہے جو مثل ابو مضمّن کے ہو؟ پوچھا کہ ابو مضمّن کیا کرتا تھا؟ فرمایا کہ وہ تھا کہ جب صبح کو اٹھتا تو کہتا الٰہی میں نے آج کے دن عرض و آبرو اپنی اُس شخص پر تصدق کی جو میرے اوپر ظلم کرے تو جو کوئی مجھے مارے میں اُسے نہ ماروں گا اور جو مجھے گالیاں دے میں اُسے نہ گالیاں دھکا اور جو میرے اوپر ظلم کرے اُس پر میں ظلم نہ کروں گا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آذن مانگا کہ اندر آؤں؟ اور میں آپ کے پاس تھی۔ آپ نے فرمایا برا ہے ابنِ عسیرہ یا اخو العسیرہ یعنی بیٹا یا بھائی کنبہ

پر اتر کر مت چل اس واسطے کہ تو زمین کو نہیں چھاڑ سکتا اور نہ پہاڑوں کے طول میں پہنچ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے -

پس چاہیے کہ انسان اُس چیز کی طرف نظر کرے جس سے وہ پیدا ہوا ہے وہ آبِ جہندہ سے پیدا ہوا ہے اور اس سے بلیغ تر قول اللہ تعالیٰ کا یہ ہے :-
 قتل الانسان ما اکفره من اتے شے خلقه من نطفة خلقه فقدره - مارا جائے انسان کیا ہی ناشکر ہے کس چیز سے اُس کو پیدا کیا نطفہ سے پیدا کیا پھر اُس کا اندازہ کیا - اور بعض صوفیہ نے بعض متکبرین سے یہ کہا - آغاز تیرا نطفہ ناپاک ہے اور انجام تیرا مردار گندہ ہے اور بوث تو ان دونوں کے درمیان ہے کہ گندگی کا حامل ہے اور اس مضمون کو ایک شاعر نے نظم کیا ہے :-

کیف یزھو من رجیعہ ابد الدھر صنجیقہ

ہ کیونکر اترائے وہ غلیظ کے سات ہوئے ہم خواب جو کہ دن اور رات اور جب تواضع قلب سے جاتی رہی اور غرور نے اُس میں جگہ کی تو اُس کا اثر بعض اعضا میں پھیلتا ہے اور برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہوتا ہے سو کبھی اثر اُس کا گردن میں کبھی سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی رخسارہ میں ٹیڑھے پن سے پیدا ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - اور لوگوں کے واسطے رخسارہ اپنا ٹیڑھا نہ کر -

اور کبھی وہ سر میں نفس کی گردن کشی سے ظاہر ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھیلا انہوں نے اپنے سروں کو اور دیکھا اُن کو تو نے کہ اعراض اور انحراف کرتے ہیں اُس حال میں کہ معرور ہیں اور جس طور سے کہ غرور جو ارج اور اعضا میں معقسم ہوتا ہے اور اُس سے شاخیں پیدا ہوتی ہیں - اسی طور سے بعض اُن میں کے بعض سے کثیف اور بھاری ہوتے ہیں جیسے درز اور نازش اور عزت وغیرہ مگر یہ کہ عزت کبر سے مشابہ صورت میں ہے اور حقیقت کی رُو سے مختلف ہے جس طرح تواضع وضع کے مشابہ ہے اور تواضع محمود اور وضع مذموم ہے اور کبر مذموم ہے اور عزت محمود ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اور اُس

نہیں کہتے ہیں وہ گالی نہ کہتے فحش جب بولیں اگر ان سے کوئی جھگڑے نہ وہ صاحبِ صومت ہیں کسی سے تو اگر ان میں ملے سمجھے کہ ہے سردار ستارہ ہے کہ چلتے دیکھ اُسے اہل سیاحت ہیں اور ابوداؤد نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جو شخص کہ اُس کو رفق اور نرمی کا بہرہ عطا ہوا ہو تو بہر آئینہ خیر سے اُس کو بہرہ عطا کیا گیا اور جو رفق کے حصہ سے محروم رکھا گیا اُسے حصہ خیر سے نہیں ملا۔

عبداللہ بن ابی بکرؓ نے عرب کے ایک شخص سے حدیث روایت کی کہا روزِ جنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے زحمت پہنچی میرے پاؤں میں بھاری جوتا تھا اور میرا پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر پڑ گیا۔ آپ نے میرے ایک کوڑا مارا جو ہاتھ میں تھا اور فرمایا اللہ کے نام کی قسم ہے کہ تو نے مجھے تکلیف دی۔ کہا میں رات کو اپنے نفس پر ملامت کرتا رہا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد مند کیا۔ کہا پھر میں نے رات بسر کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم ہے۔ پھر جب مجھے صبح ہوئی تو ناگاہ ایک شخص تھا کہ وہ کہتا تھا فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے کہا یہ ہوں واللہ وہ شخص کہ مجھ سے کل ماجرا گزرا کہا میں چلا ڈرتا ہوا پھر کہا تحقیق تو نے اپنے جوتے سے کل میرا پاؤں کچلا اور مجھے دکھ دیا تو میں نے تیرے کوڑا مارا پس یہ اسی بھٹیڑ ہیں ان کو لے جا۔

اور اخلاقِ صوفیہ سے اشارہ اور مواسات ہے اور اس پر فرطِ شفقت اور رحمت اُن کو برا ٹیختہ کرتی ہے جو طبیعت سے اور شرعاً قوتِ یقین سے ہوتی ہے وہ موجود کو خرچ کر ڈالتے ہیں اور مفقود پر صبر کرتے ہیں۔

ابو زید بسطامیؒ نے کہا ہے میرے اوپر کسی نے غلبہ نہیں کیا جیسا کہ بلخ کے ایک شخص نے غلبہ کیا۔ وہ میرے پاس مباحثہ کو آیا اور کہا اے با زید آپ کے نزدیک زہد کی تعریف کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جب ہم نے پایا تو کھایا اور جب ہمیں کچھ نہ ملا تو صبر کیا۔ اس پر کہا ایسے تو ہمارے نزدیک بلخ کے کتے ہیں۔ تو میں نے اُس سے کہا تمہارے نزدیک زہد کی تعریف کیا ہے؟ تو کہا کہ جب ہم کو کچھ نہ ملا تو شکر کیا اور جب ہم کو ملا تو خرچ کر ڈالا۔

اُس کی مشیتِ مشیتِ الہی پر چھوڑ دی جائے۔ اور معلوم کرو کہ بندہ تواضع کی حقیقت کو پہنچتا ہے مگر اُس وقت کہ اُس کے قلب میں نور مشاہدہ کا چلکے۔

پس اس وقت نفس اُس کا گداز میں آتا ہے اور اُس کے گداز میں اُس کی صفائی کبر و عجب سے ہے اس وقت وہ ملائم ہوتا ہے اور حق و خلق کا مطیع بنتا ہے اس واسطے کہ اُنار اُس کے مٹ جاتے ہیں اور اُس کا التہاب اور غبار بیٹھ جاتا ہے اور تواضع کا حظ وافی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے قرب کے مقامات میں تھا۔ اُس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔ کہا ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہ تھے تو مجھے غیرت آئی جو عورات کو ہوتی ہے کہ اس بات کی کہ آپ کسی اور کے پاس ازدواج سے گئے ہوں گے تو میں نے آپ کی ازدواج کے محروں میں تلاش کیا اور نہ پایا۔ پھر مسجد میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے پایا جیسے پرانا کپڑا ہو اور آپ سجدہ میں کہہ رہے تھے تیرے لئے میرے سوا دل اور خیال نے سجدہ کیا اور میرا دل تیرے اوپر ایمان لایا اور میری زبان نے تیرا اقرار کیا اور اب میں تیرے حضور میں حاضر ہوں اے عظیم اور اے بڑے گناہوں کے بخشنے والے۔

اور قول حضرت علیہ السلام کا سجدہ تیرے لئے میرے سویدار دل اور خیال نے کیا انتہا درجہ کی تواضع ہے کہ اُنار وجود کو مٹاتی ہے اس واسطے کہ ایک ذرہ فی الحقیقت سجدہ سے نہیں کیا نہ ظاہر میں نہ باطن میں اور ہر گاہ صوفی کو بہرہ تواضع خاص سے بساط قرب پر نہ ہوا تو خلق کی تواضع سے بھی بہرہ اندوز نہ ہو گا اور یہ ایک سعادت ہے جبکہ وہ پیش آتی ہے تو پوری پوری آتی ہے اور تواضع صوفیہ کے بڑے شریف اخلاق سے ہے اور اخلاق صوفیہ سے مدارات اور خلق سے اذیت کا اٹھانا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ ہر آئینہ آپ نے ایک شخص کو اپنے صحابہ سے یہودیوں کے درمیان مقتول پایا اور اُن پر تاوان نہ ڈالا اور امر حق پر افرونی نہیں کی بلکہ دیت یعنی خون بہا اُس کا ستواؤنٹ عربی کے ساتھ اپنی طرف سے ادا کیا حالانکہ آپ کے اصحاب کو ایک اوٹ کی حاجت تھی

خاطر یہاں تک کہ اُس کا پیٹ بھر جائے۔

پس وہ بی بی اُٹھی اور لڑکوں کو بہلایا حتیٰ کہ وہ بغیر کھائے سو گئے اور کچھ نہیں کھایا پھر وہ اُٹھی اور شریذ بنایا اور چراغ چلایا پھر جبکہ مہمان نے کھانا شروع کیا وہ اُٹھی گویا کہ چراغ کی جی پتاق کرتی ہے اور اُس کو بجھا دیا اور ان دونوں میاں بی بی نے مُنہ چلانا شروع کیا مہمان رسول اللہ کے لئے اور مہمان نے گمان کیا کہ وہ دونوں اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مہمان نے پیٹ بھر کھالیا اور یہ دونوں بھوکے سو رہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ پس جبکہ اُن کی طرف دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ہر آئینہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے تعجب کیا فلاں اور فلانہ سے اور نازل یہ آیت کی :

وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ -

اور اِس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعض اصحاب نے نبی علیہ السلام کے لئے بکری کی سری ٹھنی ہوئی ہدیہ کی اور وہ تکلیف میں تھے اور اُس نے اسے لے کر اپنے ہمسایہ کے پاس بھیجا اور اُس نے دوسرے کے پاس اور دوسرے نے تیسرے کے پاس اور سات آدمیوں نے دست بدست یوں ہی پھرایا۔ پھر اول کے پاس گھوم کر وہ کھانا آیا تو اُس کے لئے وہ آیت نازل ہوئی۔

اقرابو الحسن انطاکی نے روایت کی ہے کہ اُس کے پاس تیس آدمی سے زیادہ جمع ہوئے۔ ایک گاؤں میں جوڑے کے قریب تھا اور اُس کے پاس تھوڑے گردے لڑکیوں کے تھے کہ پانچ آدمیوں کا بھی اُن میں سے پیٹ نہ بھرتا تو لڑکیوں کو توڑا اور چراغ کو بجھا دیا اور کھانے کے لئے بیٹھے۔ پھر جب کھانا بڑھایا تو دیکھیں تو وہ کھانا بدستور موجود ہے کہ اُن میں سے نہ کھایا تھا اس سبب سے کہ ہر ایک نے اپنے نفس پر دوسرے کو اختیار اور ایثار کیا۔

اقرابو حذیفہ عدوی سے حکایت ہے کہ میں برمک کے دن اپنے چچیرے بھائی کی تلاش میں چلا اور میرے پاس تھوڑا پانی تھا اور میں کہتا تھا کہ اگر اس میں کچھ رقیحیات کی ہے تو اُس کو میں پلاؤں اور اُس کا مُنہ پونچھوں تو اچانک مجھے وہ ملا میں نے

قبیلہ کا۔ پھر آپ نے اجازت آنے کی دی۔ پھر باتوں میں ملامت کی۔ پھر جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے جو کہا تھا سو کہا تھا۔ پھر آپ نے نرم گفتگو کی فرمایا اے عائشہ ہر آئینہ شہریر آدمیوں سے وہ شخص ہے جس کو آدمی ترک کریں یا اس کو رائدہ کریں اس واسطے کہ اُس کے فحش سے وہ محفوظ رہیں۔

اور ابو ذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے تو خوف کر جہاں کہیں تو ہو اور بُرائی کے بعد نیکی کر جو اُس کو مٹا دے اور لوگوں سے بحسن خلق پیش آ اُس واسطے کہ کوئی شے نہیں ہے جس کے ساتھ استدلال قوت عمل اور وفور علم و حلم ہر ایک شخص پر ہو سکے جیسا کہ حسن ملاقات ہے اور نفس ہمیشہ اُس شخص سے منقبض ہوتا ہے جو اُس کی مراد کے برخلاف کرتا ہے اور غیظ اور غضب کو نیک کرتا ہے اور ملاقات سے گہمی نفس کا قطع اور طیش اور زحمت اُس کی زد ہوتی ہے۔ اور تحقیق وارد ہوا ہے کہ جس نے غصہ کو کھایا اور وہ طاقت غصہ چلانے کی رکھتا تھا تو اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام خلق کے سامنے بلائے گئے تاکہ اس کو اختیار دے کہ کس جوہ کو چاہتا ہے۔

اور جابرؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خبر داہ آگاہ ہو میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ دوزخ کس پر حرام ہے ہر ایک آسان نرم سہل قریب آدمی پر۔ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کے پاس گئے اور اُس سے بتلایا تو وہ کانپتا فرمایا کہ ڈر و مت کہ میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ میں صرف قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی۔ اور بعض صوفیہ نے صوفیہ کی ملامت کی جانب میں آیات کہے ہیں جن کا یہ ترجمہ ہے :-

آیات سے

سبک ہیں اور ملائم ہیں تو انگریزوں کی سہولت کے کرامت اور کرم کے میں محافظ اہل دولت ہیں

کوئی محل یا ذکر اُس کے ایثار کے لئے ہو اور اسی قبیل سے ہے جو منقول ہے کہ بعض صوفیہ نے اپنے ایک بھائی کو دیکھا اور زیادہ شگفتہ روئی اُس کے مقابل ظاہر نہ کی۔ پس اُس کے بھائی نے یہ بات اُس سے بُری سمجھی تو کہا اے بھائی میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب دو مسلمان باہم ملاقات کریں تو اُن پر سورحمت نازل ہوتی ہیں اُن میں سے توے رحمت اُس شخص کے لئے جو زیادہ شگفتہ رو ہو اور دس رحمت اُس کے لئے جو اُس سے کم ہو تو میں نے چاہا کہ میں کم تجھ سے شگفتگی میں ہوں تاکہ تیرے واسطے زیادہ حقہ رحمت کا ہو۔

ابوالقاسم رازی سے منقول ہے کہ میں نے ابو بکر بن سعدان سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا جو کوئی صوفیہ سے صحبت رکھے تو چاہیے کہ بلا نفس اور بلا قلب اور بلا ملک صحبت رکھے۔ پس جبکہ وہ کسی چیز کی طرف اپنے اسباب سے نظر کرے گا تو یہ بات اُس کو حصول مقاصد سے قطع کرے گی۔

اور سہل بن عبداللہ صوفی نے کہا ہے کہ صوفی وہ ہے جو اپنے خون کو حلال اور ملک اپنی کو مباح سمجھے۔ اور رومی کا قول ہے کہ تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے فقر اور افتقار کو پکڑے رہے اور بذل و ایثار سے مستحق ہو اور تعرض اور اختیار کو ترک کر دے۔

روایت ہے کہ جب صوفیہ کی بُرائی اور غمازی کی گئی اور جنید فقر کے باعث جدا ہوئے اور شہام و رقام و نوری پکڑے گئے اور ان کی گردن مارنے کے لئے نطع پھمایا گیا تو نوری نے سبقت کی تو اُس سے پوچھا گیا کہ کیوں تو نے مبادرت کی تو کہا کہ میں اپنے بھائیوں کو ایک ساعت زیادہ حیات پسند کرتا ہوں۔

اور منقول ہے کہ رودباری اپنے بعض یاروں کے گھر پر آیا اور اُسے موجود نہ پایا اور دروازہ اُس کے گھر کا بند پایا۔ تب آپ نے فرمایا کہ صوفی اور اُس کا دروازہ بند توڑ ڈالو۔ اُس کے دروازہ کو تو لوگوں نے توڑ ڈالا اور حکم دیا کہ جو کچھ اُس کے گھر میں ملے اسے بیچ لو تو تعمیل کے لئے اسباب بازار لے گئے اور نرم قیمت لی اور گھر میں بیٹھ رہے۔ پھر صاحب خانہ آیا اور کچھ نہ کہا اور اُس کی بی بی اُئی اور

اور ذوالنون کا قول ہے کہ زہدِ حسن کا سینہ کشادہ ہے اُس کی تین علامتیں ہیں۔ صبح کا خرچ کرنا، مفقود کا نہ مانگنا اور قوت کا خرچ کرنا۔

عبداللہ بن عباس نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے نصیر کے دن فرمایا اگر تم چاہو تو مہاجرین کو اپنے مال اور ملک سے بانٹ دو اور اس غنیمت کے مال میں تم اُن کے شریک ہو اور جو تم چاہو تو تمہارا ملک اور مال تمہارے پاس رہے اور ہم غنیمت کے مال سے تمہیں کچھ نہ بانٹیں گے۔ تب انصار نے کہا بلکہ ہم اُن کو اپنا مال اور زمین بانٹ دیں گے اور غنیمت کا مال اُنہیں دیں گے اور ہم اس میں شریک نہ ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ**۔ یعنی اور اپنی جانوں پر ایثار اور اختیار کرتے ہیں ہر چند کہ اُن کو احتیاج ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ اُسے رنج پہنچا تھا اور کہا یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلاؤ تو آپ نے اپنی ازواج کے پاس بھیجا کہ تمہارے پاس کھانا کچھ موجود ہے؟ تو سب نے کھلا بھیجا اُس کسی کی قسم ہے جس نے تجھے حق کے ساتھ نبی کیا ہے کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں جو تجھے آج کی رات کھلاویں۔ پھر فرمایا جو اس کو آج کی رات کھانا کھلاتے اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے گا۔

اس وقت انصار میں سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ میں پھر اپنے گھر لے گیا اور اپنی بی بی سے کہا کہ یہ مہمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اس کا اعزاز اور اکرام کر اور اُس سے کوئی چیز کی دریغ نہ رکھ۔ اُس نے کہا ہمارے پاس تو سوائے پتھروں کی خوراک کے نہیں ہے۔ کہا کہ اٹھ اُن کو کھانے کی طرف سے مال بال دے تاکہ وہ سو جائیں اور کچھ نہ کھائیں۔ پھر چراغ روشن کر پھر جبکہ مہمان کھانا شروع کرے اٹھ گویا کہ چراغ کی بتی تیز کر رہی ہے اور اُس کو بجھا دے اور چلی آہم اپنی زبانوں کو اس طرح چلائیں کہ کھانا چبا رہے ہیں۔ مہمان رسول اللہ کی

تم میں سے ہر ایک کو اپنے اونٹ کی سواری باری سے ایسی ہی ملے جیسے کہ اُن میں سے ایک ایک کو اپنی باری سے ملے کہا میں نے اپنے شریک دو یا تین کو کہا کہ میری نوبت سواری میں نہیں تھی مگر جس قدر کہ اُن میں سے ایک کی نوبت تھی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمن بن عوف مدینہ میں آئے تو اُس کے مواخات اور بھتیجا چارہ نے سعد بن ربیع سے کہا۔ پھر سعد نے کہا میں اپنا مال آدھوں آدھو تجھے بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بی بی ہیں ایک کو اُن میں سے طلاق دیتا ہوں جب اُس کے ایام عدت گزر جائیں تو اس سے نکاح کر لے۔ تب عبدالرحمن نے اُس سے کہا اللہ تجھے تیرے اہل اور مال میں برکت دے۔

پس ایثار پر صوفی کو اُس کے نفس کی طہارت اور اُس کے سرشت کے شرف نے ہی برا لگینختہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اُسے صوفی اس وقت بناتا ہے کہ جب اُس کی سرشت کو اس صفت کے لئے تیار اور مستعد کر لیا اور جس کسی کے خمیر میں سخاوت ہو اور سخی قریب ہے کہ صوفی ہو جائے اس واسطے کہ سخاوت طینت کی صفت ہے اور اُس کے مقابلہ میں شیخ یعنی بخل ہے اور شیخ صفت نفس کے لوازم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو اس نفس کے حرم و بخل سے محفوظ و مصنون ہیں وہ صاحبِ فلاح و نجات کے ہیں۔ فلاح کا حکم اُس کے ساتھ دیا کہ وہ بخل سے بچیں اور فلاح کا حکم اُس کے لئے فرمایا جو بذل و انفاق کریں سو کہا:

ومما رزقناهم ينفقون اولئک علیٰ ہدیٰ من ربہم

واولئک ہم المفلحون -

یعنی اور اُن چیزوں سے جو ہم نے روزی کی ہیں دیتے اور خرچ کرتے ہیں وہ لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستہ پر ہیں اور وہ صاحبِ فلاح ہیں۔“

اور فلاح سعادتِ دارین کے لئے اسم جامع ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے قول سے آگاہ کر دیا تین مہلکات ہیں اور تین منجیات ہیں۔ پھر مہلکات سے ایک شیخ مطاع یعنی بخل پذیر فتنہ گردانا ہے اور خالی بخل کو نہیں فرمایا کہ وہ مہلک ہے

کہا کہ تجھے میں پانی پلاؤں اُس نے اشارہ کیا کہ ہاں تو ناگاہ ایک شخص تھا کہ آہ آہ کہہ رہا تھا تب میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی اُس کے پاس لے جاتا تب اُس کے پاس لے گیا اور وہ ہشام بن عاص تھا۔ میں نے کہا کہ تجھے پانی پلاؤں تو ہشام نے دوسرے کو سنا کہ آہ آہ کہہ رہا تھا۔ پس اُس نے کہا کہ اُس کے پاس لے جا۔ میں اُس کے پاس لے گیا اچانک دیکھا کہ وہ مڑ چکا تھا۔ پھر میں ہشام کی طرف اٹھ کر آیا تو دیکھا کہ وہ بھی مڑ گیا تھا تب میں اپنے بھائی کی طرف پھرا تو وہ بھی مڑ گیا تھا۔

اور ابوالحسن بوشہبی سے سوال کیا گیا کہ فتوت کیا ہے؟ تو کہا میرے نزدیک فتوت وہ ہے جس کے ساتھ وصف اللہ تعالیٰ نے انصار کا اس آیت میں کیا ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّقُوا اللَّهَ وَالَّذِينَ يَتَّقُوا اللَّهَ يَتَّقُوا اللَّهَ وَالَّذِينَ يَتَّقُوا اللَّهَ يَتَّقُوا اللَّهَ وَالَّذِينَ يَتَّقُوا اللَّهَ يَتَّقُوا اللَّهَ

یعنی اور وہ لوگ جو گھروں کو اور ایمان کو بکڑے ہوئے ہیں۔ ابن عطار نے کہا ہے یثرون علی انفسهم جرد او کرم او لوکان بھم خصاصة یعنی جو عا و فقرا۔ اپنے نفسوں پر جرد اور کرم کو اختیار کرتے ہیں اور اگرچہ اُس کو احتیاج بھوک اور مفلسی کی ہو۔

ابوحنس نے کہا ایثار وہ ہے کہ بھائیوں کے مخلوط کو دنیا اور آخرت کے کام میں اپنے مخلوط پر مقدم رکھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ایثار اختیار سے نہیں ہوتا بلکہ ایثار وہ ہے کہ کل خلائق کے حقوق کو اپنے حق پر تو مقدم رکھے اور اس میں تو امتیاز نہ کرے کہ یہ بھائی اور یہ ساتھی اور یہ جان پہچان ہے۔

یوسف بن حسین کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کے لئے ملکیت اعتقاد کی اُس سے ایثار صحیح نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ وہ اپنے نفس کو زیادہ مستحق اُس چیز کا سمجھتا ہے اس واسطے کہ اُسے اپنی ملک سمجھتا ہے بلکہ ایثار اُس شخص سے آتا ہے جو تمام اشیاء کو اللہ کی سمجھے۔ پس جو کوئی اُس کو پہنچا وہی اُس کا مستحق ہے۔ پس جب کوئی چیز اُس میں سے اُس کے پاس آئے تو وہ اپنے نفس اور ہاتھ کو امانت دار اعتقاد کرے کہ اُس چیز کو اُس کے مالک کے پاس پہنچا دے یا اُس کو ادا کرے۔ اور بعضوں نے کہا حقیقت ایثار یہ ہے کہ آخرت کا حصہ تو اپنے بھائیوں پر ایثار کرے اس واسطے کہ دنیا تھوڑی مالیت کی ہے اس سے کہ

عوض کے لئے اور یہ کامل تر سخا پاکیزہ تر مشرتوں سے ہے۔

اسماء بنت ابی بکرؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا مگر اسی قدر کہ زبیرؓ مجھے دیتا ہے پھر میں دیتی ہوں فرمایا کہ ہاں تو مت بند کر ورنہ تیرے اوپر دنیا بند کر دے گا۔ اور اخلاق صوفیہ سے درگزر اور عفو ہے اور بُرائی کا مقابلہ بھلائی سے ہے۔

سفیان کا مقولہ ہے احسان اُس کو کہتے ہیں کہ جو تیرے ساتھ بُرائی کرے اُس کے ساتھ تو بھلائی کرے اس واسطے کہ محسن پر احسان کرنا تجارت ہے۔ جیسے باناد کی نقدی ہے کہ ایک چنیر لے اور ایک چنیر دے۔

اور سن کا قول ہے کہ احسان وہ ہے کہ عام پر ہونہ یہ کہ خاص ہو، جیسے آفتاب اور ہوا اور ابر ہے۔

انسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے محلات ایسے دیکھے کہ جو بہشت میں بلند تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیلؑ! یہ کس کے لئے ہیں؟ کہا غنم پینے والوں اور لوگوں سے عفو کرنے والوں کے لئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر آئینہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا اور ابو بکرؓ کے حق میں بُرا بھلا کہنے لگا اور وہ خاموش تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے۔ پھر ابو بکرؓ نے بعضی باتیں جو اُس نے کہی تھیں اُلٹ کر اُس کو کہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور اُٹھے۔ آپ کے ساتھ ابو بکرؓ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! اُس نے مجھے گالیاں دیں اور آپ مسکراتے رہے۔ پھر میں نے اُسے اُلٹ کر کہا جو اُس نے مجھے کہا تھا تو آپ غصے ہوئے اور اُٹھ پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک خاموش تھا تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا کہ اُس کو اُلٹ کر کہتا تھا پھر جب تو بولا شیطان نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ پھر مجھے یہ نہ تھا کہ ایسی جگہ بیٹھوں جہاں شیطان ہو۔ اے ابو بکرؓ! تین باتیں ہیں جو سب حق ہیں؛ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس پر ظلم کسی طرح کا کیا جائے اور وہ اُسے عفو کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کی بُری مدد

چادر اوڑھے ہوئے تھی اور گھر کے اندر آئی اور چادر کو پھینک دیا اور یہ کہا یہ بھی بقیہ گھر کے اسباب کی ہے اور اُسے بیچ ڈالو۔ میاں نے اُس سے کہا کہ یہ تکلف اپنے اختیار سے تو نے کیوں کیا؟ وہ بولی کہ خاموش مثل شیخ ہم پر دست درازی اور تسلط کرے اور ہمارے اوپر حکم کرے اور باز رکھے اور پھر ہمارے پاس کوئی چیز باقی رہے کہ اُسے سنیت رکھیں۔

اور حکایت ہے کہ قیس بن سعد بیمار ہوا تو اُس کے بھائیوں نے اُس کی عیادت میں دیر کی تو اُن کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اس سے شرمائے ہیں کہ تیرا قرض اُن کے ذمہ ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ مال کو رسوا اور خوار کرے جو بھائیوں کو ملاقات سے باز رکھتا ہے۔ پھر ڈگی والے کو حکم دیا کہ وہ ڈگی پیٹ دے کہ جس پر قیس کا مال قرض ہو وہ اُس کو حلال ہے تب تو اُس کے گھر کی دہیز ٹوٹ گئی اتنی کثرت اُس کی عیادت کرنے والوں کی ہوئی۔ اور نقل ہے کہ ایک شخص جو اُس کا دوست تھا آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو جب وہ باہر آیا تو کہا تو کس لئے میرے پاس آیا؟ کہا چارو درہم کے لئے جو میرے اوپر قرض ہیں تو گھر میں گیا اور چار سو درہم تو لے اور اُس کو دے دیتے اور گھر میں روتا ہوا گھس گیا اُس کی بی بی نے کہا کیوں نہیں بہانہ کہہ دیا جبکہ تیرے اوپر دنیا گراں معلوم ہوا۔ کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ اُس کے حال کی پرسش نہیں کی تا آنکہ وہ محتاج اس بات کا ہوا کہ میرے پاس اُس کے لئے آیا۔ اور ابو موسیٰ رضی سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعرین جب لڑائی میں بے توشہ ہو جاتے ہیں اور اُن کے عیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو وہ جمع کرتے ہیں جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے۔ پھر اُس کو ایک برتن سے بانٹ دیتے ہیں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔

اور جابر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ جب جہاد کا ارادہ کرتے فرماتے اے گروہ مہاجرین و انصار کے ہر ایک ایک قوم تمہارے بھائیوں میں سے ایسی ہے کہ نہ اُن کے پاس مال ہے اور نہ اسباب ہے تو چاہیے کہ ہر ایک آدمی تم میں سے اپنے شامل ایک اور دو اور تین کو کر لے اور

کہ خوش ہوں اور سرور جبکہ ممکن ہو اول سے اُس کے آثار صورت پر پہنچتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجہ یومئذ مسفرة یعنی کتنے ہی چہرے آج کے دن روشن چمکتے ہوئے بشارت پانے والے ہیں یعنی خوش ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ چہرے روشن اس سبب سے ہوئے کہ مدتوں راہِ خدا میں غبارِ آلودہ ہوئے تھے اور نورِ چہرہ پر پہنچنے کی دل سے مثال ایسی ہے کہ جس طرح چراغ کا نور شیشہ اور چراغدان پر گرتا ہے۔ پس چہرہ مشکاکہ یعنی چراغدان ہے اور قلب شیشہ ہے اور رُوح چراغ ہے توجیب دل مزہ دار ہمزازی سے خوش ہوتا ہے تو بشارت چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے:

قال اللہ تعالیٰ: تعرف فی وجوہہم نضرة النعیمة یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے چہروں میں نصرتِ نعیم کو پائے گا۔ یعنی تازگی اور چمک اُس کی پائے گا۔

محادۃ عرب میں کہا جاتا ہے الضر النبات۔ جس وقت سبزہ ہرا بھرا اور کلیا تا ہے۔ وجہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرۃ یعنی کتنے ہی چہرے اُس دن تازہ اور شگفتہ ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ پس جبکہ انہوں نے دیکھا تو بس تروتازہ ہو گئے۔ سو صوفیہ سے جو اہل مشاہدہ ہیں اُن کی چشمِ دل نورِ مشاہدہ سے روشن ہو گئیں اور اُن کے قلوب کے آئینے صیقل ہو گئے اور انہیں جمالِ ازلی کا نور منعکس ہوا اور جب آفتابِ صیقل کے ہونے پر چمکتا ہے تو دیواریں روشن اور رخشاں ہو جاتی ہیں قال اللہ تعالیٰ: سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نشانی اُن کی اُن کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے ہے اور جبکہ ظلال کے یعنی قابلوں کے سجدہ سے چہرہ اثر پذیر ہوا۔ قول الہی میں وغلادہم بالعدو وارتصال تو کیونکہ بشہود جمال سے وہ اثر پذیر نہ ہو گا۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک معروف اور نیک صدمہ اور معروف سے یہ بھی ہے کہ تو اپنی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور یہ کہ اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالے۔

اور سعد بن عبد اللہ بن زبیدی نے کہا کہ مجھے بھاتا ہے فقرار سے ہر ایک شخص ملائم شگفتہ رو ہنسور لیکن جو شخص کہ تو اُس سے کشادہ روئی سے ملاقات کرے اور وہ تجھ سے ترش روئی سے ملے گویا تیرے اوپر احسان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

بلکہ وہ مملک اُس وقت ہوگا کہ وہ مطاع ہو مگر اُس کا غیر مطاع نفس میں ہونا۔ سو وہ انکار نہیں کیا جاتا۔ اس واسطے کہ وہ لوازم نفس سے ہے کہ اس کی اصل پیدائش خاک کی سے مدد پانے والا ہے اور مٹی میں قبض و امساک ہے اور یہ آدمی سے کچھ تعجب نہیں اور وہ جبلی اور پیدائشی ہے اور تعجب ہے تو اُس کا ہے کہ سخاوت کا وجود سرشت میں ہو اور وہ نفوس صوفیہ کے لئے حامل ہے کہ جو اُن کو بیدل و ایثار کی طرف بلاتا ہے اور سخاوت جو د سے کامل تر اور تمام تر ہے۔

پس جو د کے مقابل بخل ہے اور سخا کے مقابل شح ہے اور جو دو بخل کی طرف سے عادت کے طریق سے اکتساب راہ پاتا ہے بر خلاف شح اور سخا کے جبکہ وہ دونوں سرشت میں داخل ہیں۔ پس جتنے سخی ہیں وہ سب جواد ہیں اور ہر ایک جواد سخی نہیں ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سخا کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا اس واسطے کہ سخا نتائج سرشت اور طبیعت سے ہے اور اللہ تعالیٰ سرشت و طبیعت سے پاک اور منزہ ہے اور جو د میں ریا کو دخل ہوتا ہے اور انسان اس کو عمل میں لاتا ہے اس حالت میں کہ وہ خلق اور حق سے عوض پانے پر تاک لگاتا ہے خواہ لوگوں کی ثناء وغیرہ ہو خواہ اللہ تعالیٰ سے ثواب ہو اور سخا میں ریا کو دخل نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ پیدا اس نفس سے ہوتی ہے جو پاک صاف اور دنیا و آخرت کے بدلہ سے بلند تر ہے اس واسطے کہ عوض کا چاہنا بخل کی خبر دیتا ہے اس واسطے کہ اس کی علت طلب عوض ہے۔

پس جو چیز کہ خالص محض ہے وہ سخا ہے دریں صورت سخا اہل صفہ کے لئے ہے اور ایثار اہل انوار کے واسطے ہے اور جائز ہے کہ قول اللہ تعالیٰ میں: انما نطعمکم لوجه اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً۔ یعنی اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم تمہیں خالص اللہ کے واسطے کھانا کھلاتے ہیں نہ تم سے ہمیں خواہش جزا اور بدلے کی ہے اور نہ تم سے شکریہ چاہتے ہیں نفی عوض مانگنے کے لئے ہے جیسے کہ فرمایا لانیذ بعد اس قول لوجه کے توجو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے تو عوض چاہنے کا اشعار نہیں کرتا بلکہ سرشت اپنی طہارت کے سبب مراد حق کی طرف منجذب ہوتی ہے نہ کہ

کہتا ہے اور حالانکہ تو مدعی ہی آنکھ کا درد مند ہے۔ میں نے کہا اب میں دوسری طرف چباتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، منس پڑے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن فرمایا اے دوکان والے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رہتے جبکہ وہ گھر میں اکیلے ہوتے۔ کہا سب آدمیوں سے زیادہ ملائم اور مسکراتے ہوئے ہنستے ہوئے۔ اور آپ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے آپ سبقت لے گئے، پھر میں سبقت لے گئی، پھر آپ سبقت لے گئے بعد اس کے پھر سبقت لے گئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ سبقت تیری ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اختلاط کرتے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے یا ابا عمیر ماعمل النغیر یعنی ابا عمیر کیا کیا غیر نے؟ اور تغیر چھوٹی چڑیا ہوتی ہے۔

اور روایت ہے کہ عمر سبقت زبیر سے لے گئے رضی اللہ عنہما پھر زبیر سبقت لے گئے اور کہا رب کعبہ کی قسم ہے میں تجھ سے سبقت لے گیا پھر عمر نے سبقت کی اور عمر نے کہا مجھے رب کعبہ کی قسم ہے کہ تیرے اوپر میں سبقت لے گیا۔

اور عبد اللہ بن عباس نے کہا عمر نے مجھ سے کہا اؤ میں تجھ سے پانی میں مناقشہ کروں کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ لمبی سانس کا ہے اور ہم محرم تھے اور بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ خربوزہ کا تبادلہ کرتے تھے اور جس وقت کہ معائنہ ہوتے تو وہ رجال ہوجاتے تھے عرب کے محاورہ میں بدرج یبدح کہتے ہیں جبکہ ایک چیز کو پھینکا یعنی خربوزہ ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے لئے میں حریرہ لائی جو ان کے واسطے میں نے پکایا تھا اور سوڈہ سے کہ میرے اور اُس کے بیچ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہا کہ کہا اُس نے انکار کیا۔ پھر اُس سے میں نے کہا

کرے اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ سوال کا دروازہ کھولے جس سے وہ کثرت کا ارادہ کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے افلاس کو زیادہ کرے اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ وہ بخشش یا انعام کا دروازہ کھولے جس کے ساتھ اُس کی طلب خیرات اللہ تعالیٰ کی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کثرت سے ترقی کرتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر جانی مت ہو کہ کہو تم اگر لوگ احسان کریں تو ہم احسان کریں اور ظلم کریں تو ہم ظلم کریں مگر اپنے نفسوں کو ٹھہراؤ اگر لوگ احسان کریں تو تم احسان کرو اور اگر وہ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

اور بعض صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص ہے جس پر میرا گنہ ہوتا ہے تو وہ نہ میری دعوت کرتا ہے اور نہ مجھے مہمان رکھتا ہے تو جب میرے پاس آئے تو اُس کے عوض کروں یعنی نہ کھلاؤں نہ مہمان رکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تو اُس کی دعوت کر۔

اور فضیلؓ نے کہا ہے کہ فتوت بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر اور مسامتت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واصل رحم وہ نہیں ہے جو مکافات کرے یعنی جیسا کہ دوسرا کرتا ہے ویسا وہ بھی کرے۔ لیکن واصل وہ ہے کہ جب قطع رحم دوسرا کرے تو یہ اُس کا واصل کرے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق سے یہ ہے کہ تو عفو اُس شخص سے کرے جو تیرے اوپر ظلم کرے اور تو وصل کرے اُس شخص سے جو قطع کرے اور جو تو اُسے عطا دے جو تجھے محروم رکھے اور اخلاق صوفیہ سے کشادہ رومی اور طلاق و حہ ہے صوفی کا بقا اُس کی خلوت میں ہے اور بشر اور شگفتگی پیشانی اُس کی لوگوں کے ساتھ ہے سو اُس کے چہرہ پر بشارت اُس کے انوار قلب کے آثار سے ہے اور ہر آئینہ باطن صوفی منازل النبیہ اور مواہب قدسیہ میں نزول کرتا ہے جس سے قلب تروتازہ ہوتا ہے اور فرح و سرور سے لبریز ہو جاتا ہے۔ کہو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے سو اُس کے ساتھ چاہیے

مناسب نہیں اس واسطے کہ اُن کو علم اور معرفت نفس کی کم ہے اور ایسا نہ ہو کہ حدِ اعتدال سے تجاوز نہ جائیں اس واسطے کہ نفس کے لئے ان موقعوں پر گود پھاند ہے جو فساد کی طرف منجبر ہوتی ہے اور عناد کی طرف میل کرنے لگیں۔

پس لوگوں کی طبائع کی طرف اُترنا اُسی شخص کے لئے زیادہ ہے جو اُن سے بڑھا چڑھا ہوا اور اُس نے حال اور مقام کی بلندی کے باعث ترقی کی ہو تو وہ اُن کی طرف اُترے اور اُن کی طبیعتوں کی طرف میل کرے جبکہ وہ علم کے ساتھ نزول کرے مگر جو شخص اپنی صفاء حال پر اُن سے بلند نہ ہوا ہو اور اس میں بعینہ اُن کے طبائع اور نفوس کا امتزاج ہو جو سرکش اور امارہ اور فرمان وہ بُرے کاموں کے ہیں جب ان کی محافل اور مجالس میں در آئیں تو نفس اپنا حظ اُٹھائے گا اور اپنے مطالب کو غنیمت کرے گا اور رخصت اور جوانی کی طرف راحت طلب کرے گا۔ اور رخصت کی طرف اُترنا اکثر اوقات اُس شخص کو پسند آئے گا جو عزیمت کے اوپر سوار ہے اور یہ مبتدی کی شان نہیں ہے۔

پس صوفیہ صاحبِ علم کے لئے اُن باتوں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ترویج اور تفریح ہے کہ وہ دل کی حاجت کو اسی کی ملک جانتے ہیں ایک چیز جبکہ حاجت کے لئے رکھی جائے تو بقدر حاجت اندازہ کیا جائے اور مقدار حاجت کی محک و معیار اس معاملہ میں ایک باریک علم ہے جو ہر ایک شخص کے لئے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ سعد بن العاص نے اپنے بیٹے سے کہا تو اپنے مزاج میں اعتدال رکھ اس واسطے کہ افراط اُس میں قدر کھوتا ہے اور نادان تیرے اوپر جرات کر سکے اور اس کا ترک اہل النس و محبت کو غصہ دلاتا ہے اور ہم نشینوں کو وحشت میں ڈالتا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ مزاج قدر بہا کا سلب کرنے والا اور بیزاری کا قطع کرنے والا ہے اور جس طرح کہ معرفت اعتدال اس میں صعوبت اور مشکل ہے اسی طرح سے اعتدال کا ہنسی میں پہچاننا دشوار ہے اور ہنسی انسان کے خصائص سے ہے اور انسان کو جنس حیوان سے تمیز کرتی ہے اور ہنسی نہیں آتی مگر تعجب کے سبب جو پہلے سے ہو اور تعجب فکر کو چاہتا ہے اور فکر انسان کا شرف ہے اور

فقراء میں اُس کے مثل زیادہ نہ کرے اور اخلاقِ صوفیہ سے ہے سہولت اور بھگنا اور لوگوں سے اُن کے اخلاق اور طبائع کی طرف میل اور نزول کرنا اور تکلف اور رامہری ہے۔ اور ہر اُمینہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخبار اور احادیث ہیں اور اخلاقِ صوفیہ اخلاقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ آتا ہے اور حکایت کرتے ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے ہاں میں مزاج کرتا ہوں اور نہیں کہتا ہوں مگر جو حق بات ہو۔

روایت ہے کہ ایک شخص تھا جسے ذائقہ حرام کتنے تھے اور وہ گنوارہ بدوی تھا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آتا مگر ایک تحفہ کے ساتھ جس کو وہ ہدیہ رسول اللہ کرتا سو وہ ایک دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ کی بازار میں پایا کہ اپنے لئے کچھ سودا خریدتا تھا اور وہ اُس دن آپ کے پاس نہیں آیا تھا تو آپ نے اُسے پیچھے سے دونوں ہاتھ سے گچھے میں سمہ لیا تو وہ پیچھے کی طرف پھرتا تو نبی علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کے دونوں ہاتھ کو بوسہ دیا تب نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو اس بندہ کو خریدتا ہے؟ اُس نے کہا کہ کون لے گا یا رسول اللہ مجھ کو کھوٹے کو تو فرمایا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائدہ والا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اہل شہر کے لئے ایک بادیہ یعنی صحرائیں ہیں اور بادیہ آل محمد کا ذائقہ حرام ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مجھے اونٹ پر سوار کر آئیے۔ آپ نے فرمایا تجھے ہم اسی کے بچے پر سوار کر آئیں گے۔ اُس نے کہا کہ میں کہتا ہوں مجھے اونٹ پر سوار کرو اور آپ کہتے ہیں کہ اونٹنی کے بچے پر، تو آپ نے فرمایا کہ اونٹ بچہ اونٹنی کا ہے۔

اور حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے کھجوریں تھیں کہ نوش کر رہے تھے تو فرمایا اس کھانے میں سے کھاؤ سو میں بھی کھجوریں کھانے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا تو کھجوریں

حاضر ہوا کہ اس میں روٹی نہ تھی اور نہ گوشت تھا۔ اور جابر سے مروی ہے کہ اُس کے پاس چند آدمی اس کے اصحاب سے آئے تو اُن کے لئے روٹی اور سر کر لائے اور کہا کھاؤ کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اچھا ہے نا خوش سر کر کا۔ اور سفیان بن مسلم سے روایت ہے کہ میں سلمان قاری کے پاس گیا تو میرے لئے روٹی اور نمک نکالا اور کہا کھاؤ و کاش اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو منع نہ کرتے اس سے کہ کوئی تکلف کسی کے واسطے نہ کرے تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا اور تکلف سب چیزوں میں مذموم ہے جیسے پوشاک میں تکلف لوگوں کے دکھلانے کو بدوں اس کے کہ کوئی نیت اُس میں ہو اور کلام میں تکلف کرنا اور زیادہ خوشامد تعلق کرنا جو اہل زمانہ کا قاعدہ ہے تو بعید ہے کہ اس سے سلامت اور محفوظ رہا ہو مگر ایک دو اور بہت خوشامدی ایسے ہوتے ہیں کہ جان نہیں پڑتا کہ وہ تعلق کرتے ہیں اور وہ تعلق سمجھ میں نہیں آتا اور مقررہ ایک شخص تعلق کرتا ہے اُس حد تک کہ صریح نفاق تک پہنچا دیتا ہے اور وہ حال صوفی کے خلاف ہے۔

اور ابی امام نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جیا اور عتی یعنی کلام میں در ماندگی دونوں شاخ ایمان کی ہیں اور بزار اور بیان نفاق کے دو شعبہ ہیں۔ بڑی فحش ہے اور بیان سے یہاں مراد کثرت کلام اور تکلف کرنا لوگوں کی خاطر جس میں زیادہ خوشامد اور تعریف اُن کی اور اپنی فصاحت کا اظہار ہو اور یہ شان اہل صدق سے نہیں ہے۔

اور ابی وائل سے حکایت ہے کہ میں اپنے ایک ہمراہی کے ساتھ سلمان کی ملاقات کو گیا تو ہمارے لئے جو کی روٹی اور جو کوب نمک پیش کیا تب میرے ساتھی نے کہا کاش اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو اور اچھا اور خوشبودار ہو جاتا تو سلمان باہر گیا اور لوٹا گرمی دکھا اور پودینہ لیا۔ پھر جب ہم کھانے کے لئے میرے ساتھی نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو قانع اُس چیز پر رکھا جو ہمیں روزی کیا۔ اُس پر سلمان نے کہا کہ اگر تو قانع اپنی روزی پر ہوتا تو میرا لوٹا رہن نہ ہوتا اور اس حکایت میں سلمان کی طرف سے قولاً اور فعلاً ترک تکلف ہے۔

کہ لکھا پھر اُس نے انکار کیا پھر میں نے اُس سے کہا کہ البتہ ضرور کھاؤ ورنہ تیرے
 منہ کو اُس سے آلودہ کر دوں گی پھر اُس نے انکار کیا تب تو میں نے اپنا ہاتھ حریرہ
 سے بھرا اور اُس کا منہ اُس سے خوب آلودہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے
 پھر آپ نے ان اپنی اس کے واسطے جھکا دی اور سوڈہ سے کہا کہ تو اُس کو
 آلودہ کر دے تو اُس نے میرا منہ اُس سے آلودہ کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم ہنسے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ پر گزرے اور پکارا یا عبد اللہ یا عبد اللہ
 اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہوا کہ قریب ہے وہ گھر میں چلے آویں تو کہا تم
 دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھو ڈالو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ہمیشہ عمر کی
 بزرگی اس واسطے کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو مانتے تھے۔

اور بعضوں نے ابن طاؤس کی تعریف کی ہے اور کہا وہ بچے کے ساتھ بچے
 تھے اور بوڑھے کے ساتھ بوڑھے اور اُس میں مزاج اور چہل تھی جبکہ وہ نہیں ہوتے۔
 اور معاذ بن عبد اللکیم سے مروی ہے کہا ہم محمد بن سیرین کے آگے تذکرہ شعر
 کا کیا کرتے اور وہ کہتے اور ہم اُس کے سامنے ہنسی کرتے اور ہم سے وہ مزاج
 کرتے اور ہم اُس کے پاس سے ہنستے ہوتے اُٹھتے اور جب ہم حسن کے پاس
 جاتے جب اُس کے پاس سے اُٹھتے تو قریب تھا کہ ہم رو دیتے۔ بس یہ اخبار اور
 آثار اُس کی دلیل ہیں نرمی سے جھکنا اچھی چیز ہے اور احوال صوفیہ صحت کے
 ساتھ ہیں اور اخلاق اُن کے اچھے ہیں ان باتوں کی وجہ خانقاہ میں مزاج سے
 وہ اعتماد کرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ اُن کے حال کے موافق برتاؤ کرتے
 ہیں اس سبب سے کہ اُن کی نظر رحمت الہی کی وسعت پر ہے۔ پھر جب وہ اکیلے
 ہوتے ہیں تو رجال کے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اور اعمال و افعال کی پوشاک
 کو زیب بدن کرتے ہیں اور اس معاملہ میں حد اعتدال پر بجز صوفی کے دوسرا
 نہیں ٹھہرتا جو کہ نفس کے لئے قاہر نہ بردست اور اُس کے اخلاق اور طباع عالم
 اپنے و فورحلم سے اُس کا نگہداشت کرنے والا ہوتا آنکہ اس میں وہ مراط اعتدال پر
 افراط و تفریط کے درمیان ٹھہرے اور مریدان مبتدی کے لئے اس سے کثرت

اور دکھاتے ہیں۔ ایک اُن میں سے کتاب ہے النبی خرچ کرنے والے کو بیشتر عطا کر اور دوسرا کتاب ہے کہ النبی بخیل کو تلف کر۔

اور حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لمحے دوسرے دن کے لئے جمع اور ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین پرند بدیہ لے آئے۔ آپ کے خلام نے ایک پرند کھلایا۔ جب دوسرا دن ہوا اُس کو آپ کے سامنے پکا کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے تجھے نہیں منع کیا کہ کوئی چیز دوسرے دن کے لئے مت سنبھال رکھ کہ اللہ تعالیٰ ہر صبح کو روزی دیتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کے پاس آئے اور اُس وقت ایک ڈھیری چھوڑوں کی اُس کے پاس تھی سو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے اے بلال کہا یا رسول اللہ اس کو ذخیرہ کرتا ہوں فرمایا کیا تو نہیں ڈرتا جس نے بلالؓ کو نفقہ دیا اور تو نہیں ڈرتا خدا نے صاحبِ عرض سے کہ وہ کمی کرے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام و رخت کھایا کہتے اور بابوں کا کپڑا پہنا کرتے اور جہاں شام ہوتی وہاں رات کو بستے اور اُن کے اولاد نہ تھی کہ وہ مرے اور نہ گھر تھا کہ اجڑتا اور کچھ فصیح کے لئے سنبھال رکھتے۔

اور صوفی کا یہ حال ہے کہ اُس کے کل دینہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہیں۔ اس سبب سے کہ اُس کا توکل اور اعتماد اپنے رب کے اوپر صحیح اور صادق ہے۔ پس دُنیا صوفی کے لئے ایک مسافر خانہ کے مثال ہے کہ نہ اُس میں دھرناد دیکھتا ہے اور نہ اُس کے لئے اس سے بڑھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ حق توکل ہے اللہ تعالیٰ تمہیں رزق اسی طرح دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے صبح کو بھوکا اٹھاتا ہے اور شام کو میر کر دیتا ہے۔ حدیث جاہلہ سے نعت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ کہا ہونہیں۔ ابن عبید نے کہا کہ جب آپ کے پاس کوئی چیز نہ

خاصیت ہے اور اعتدال کی معرفت اس میں ہے شان ایک ایسے شخص کی ہے جس کا قدم علم میں راسخ ہو اور اسی واسطے یہ قول زبان زد ہے: آیات و کثرة الضحك فانه يصيب القلب - یعنی بچو کثرت ضحک سے اس واسطے کہ وہ دل کو مردہ کر دیتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ کثرت ضحک کی رعونت سے ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ بہت ہنسنے والے سے بغض رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں عجب ہو اور سخن چین کو جو بے حاجت ہو اور بداعیہ اور مزاح میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ بداعیہ وہ ہے جس کے جد غضب نہ دلائے اور مزاح وہ ہے جس کے جد غصہ دلائے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قہقمہ کو نماز میں گناہ قرار دیا ہے اور وضو کے بطلان پر اس سے حکم کیا اور کہا گناہ قائم مقام خروج خارج کے ہے۔ یعنی جیسے خروج بول و بزاز سے بطلان وضو ہوتا ہے ایسے ہی قہقمہ سے جو نماز میں گناہ ہے وضو باطل ہو جاتا ہے۔

پس مزاح اور ضحک میں اعتدال نہیں حاصل ہوتا ہے الا اُس وقت کہ خوف اور قبض اور ہیبت کے تنگ مقام سے خلاص اور خارج ہو جائے اس واسطے کہ وہ ان مضائق سے ہر ایک مضیق میں بعض تقویم کو قائم کرتا ہے تو اُس میں حال کو اعتدال ہو جاتا ہے اور مستقیم ہو جاتا ہے۔ پس بسط اور جلاء دونوں مزاح اور ضحک کو پیدا کرتے ہیں اور خوف و قبض اُس میں عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔

اور اخلاق صوفیہ سے ترک تکلف ہے اور یہ اس واسطے کہ تکلف بناؤ یہ اور تعقل اور نفس پر ظلم لوگوں کے سبب ہوتا ہے اور یہ احوال صوفیہ کے مہان اور خلاف ہے۔ اور بعض تکلف میں مقدرات سے منازعت اور قسمت اذی سے نارضا مندی پوشیدہ ہے اور کہا گیا ہے کہ تصوف ترک تکلف ہے اور تکلف مخالفت ہے اور صادقین کے راستہ سے مخالف ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ میں

فرمایا سر ائینہ نجات پائی اُس شخص نے جو اسلام لایا اور کفاف اُس کا رزق ہو پھر اُس پر اُس شخص نے صبر کیا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر ائینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاناگی اور کہا الہی آل محمد کا رزق قوت کر۔ اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قناعت ایک مال ہے جو کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا تم کتاب اللہ کے ظروف اور حکمت کے جشمے بن جاؤ اور اپنے نفسوں کو مردوں میں شمار کرو اور اللہ تعالیٰ سے روز کے روز مانگا کرو اور تمہیں مسرت نہ ہوگی ایسی کہ وہ زیادہ نہ ہو۔

اور عبد اللہ بن محیض نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے امن سے گھر میں صبح کی اور اُس کا بدن درست ہے اور اُس کے پاس ایک دن کی روزی ہو تو گویا دنیا اُس کے احاطہ میں آگئی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ فلنحییٰ عنہ حیاء طیبۃ۔ یعنی پس البتہ ہم اس کو زندہ رکھیں گے ایسی حیات سے جو طیب اور خوش آئند ہے کہ وہ قناعت ہے۔ پس صوفی عدل سے اپنے نفس پر غالب ہے اور نفس کے طبائع کا واقعہ کار ہے اور قناعت کے فوائد حاصل کرنے کا ماہر ہے اور نفس سے اُس کے مستخرج کی طرف واصل ہے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا مرض کیا ہے اور اس کی دو کیا ہے۔ ابو سلیمان درانی نے کہا ہے کہ قناعت رضا سے حاصل ہوتی ہے جیسے ورع زہد سے۔ اور اخلاق صوفیہ سے ہے جھگڑے مٹانا اور غصہ کو چھوڑنا مگر حق کے ساتھ ہو اور نرمی اور بردباری پر مبروسہ کرنا اور یہ اس واسطے ہے کہ نفوس اچھلتے کودتے ہیں اور جھگڑا لوگوں میں ظاہر ہوتا ہے اور صوفی نے اپنے یار کے نفس کو ظہور کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے مقابلہ قلب کا ساتھ کرتا ہے اور جب نفس قلب سے مقابل کیا گیا تو وحشت جاتی رہتی ہے اور فتنہ منطقی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تعلیم کے لئے فرماتا ہے: ادفع بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداۃ کانہ ولی حمیم۔ یعنی جواب میں تو اُسے بہت اچھی بات کہہ پھر اچانک

اور یونس نبی علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اُن کے بھائی آپ کی زیارت کو آئے تو آپ نے ایک ٹکڑا بھڑکی روٹی کا اُن کے سامنے رکھا اور اُن کے لئے ساگ کا ٹاجو آپ نے بویا تھا پھر کہا اگر نہ اللہ تعالیٰ تکلف کرنے والوں پر لعنت کرتا تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جب تو زیارت کے لئے جانے کا قصد کرے تو جو حاضر ہو اُسے سامنے رکھ اور جب تو کسی دوسرے کی زیارت کی خواہش کرے تو باقی مت چھوڑ۔

اور زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ڈگی پٹی کہ الہی اُن لوگوں کی بخشش کہ جو میری امت کے مُردوں کے لئے رُخا کرتے ہیں اور وہ تکلف نہیں کرتے آگاہ ہو کہ میں تکلف سے بری ہوں اور میری امت کے صالحین بھی بری ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی : فانبتنا فیہما جبا وغبابا وقضبا و زیتونا و نخلا و حدائق غلبا و فاکہمۃ و ابا۔ یعنی پس ہم نے اس میں پیدا کیا غنہ اور انگور اور گیوارہ سپت کہ جانوروں کو فریہ کرے اور زیتون اور درخت خرما اور باغات گھنے، بجوم اور وہ میوہ اور آب کو۔ پھر کہا یہ سب ہم نے جان لیا۔ پس کہا کیا چیز ہے؟ کہا راوی نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں عصا تھامت زمین پر مارا پھر کہا یہ قسم اللہ کی تکلف ہے تو اے لوگو! جو تمہارے لئے میان لکھا جائے۔ پس جو کچھ تم جانو اُس پر عمل کرو اور جو تم نہ جانو اُس کے علم اللہ تعالیٰ کے اوپر حوالے کر دو۔

اور اخلاق صوفیہ سے اتفاق ہے بدوں اس کے کہ کمی اس میں کہ واور ذخیرہ جمع نہ کرو اور یہ اس واسطے ہے کہ صوفی فضل حق کی خرابی دیکھتا ہے تو وہ ایسا کہ کوئی دریا کے کنارے کھڑا ہو اور دریا کے کنارے کھڑا ہونے والا پانی اپنی مشک اور یکھال میں نہیں بھرتا اور جمع کرتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کوئی دن ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ دو فرشتے ہیں جو ندا کرتے

واسطے کہ اُس نے زہد اور بے رغبتی اُن چیزوں میں کی ہے جن میں وہ راغب ہے۔ پس شانِ صوفی سے یہ ہے کہ ایسے شخص کی طرف رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھے جہاں کہیں اُسے محبوب مفتون دیکھے۔ پس اُس کے لئے کینہ پر نہ بیچ کھائے گا اور نہ کسی چیز پر ظاہر میں اُس سے جھگڑے گا۔ اس وجہ سے وہ جانتا ہے کہ نفس اُس کا ظہور کر رہا ہے جو کہ بُرائی کا حکم دینے والا لڑائی اور جھگڑے میں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا تم جھگڑا کر اپنے بھائی سے اور نہ اُس سے ایسا وعدہ کر جس کے تو خلاف کرے اور حدیث میں ہے جس نے جھگڑا ٹنڈا پھوٹ دیا حالانکہ وہ مطبل ہے اُس کے لئے جنت کے کناراے ایک گھر بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا ترک کیا حالانکہ وہ محقق ہے تو اُس کے لئے بہشت کے وسط میں گھر بنایا جائے گا اور جس کا خلق نیک ہے اُس کے لئے اور زیادہ بلندی پر مکان تیار ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے علم کو اس لئے حاصل کیا ہے تاکہ علما پر مباحات اور افتخار کرے یا نادانوں سے اُس کے ذریعہ سے جھگڑے یا اُس کا یہ ارادہ ہو کہ اشراف لوگ اُس کی طرف رجوع کریں اور حاضر آئیں اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ دیکھو کس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل کے مجادلہ کو دخولِ نار کا سبب گردانا ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ اُن کے نفوسِ قہر و غلبہ کے طلب میں ظہور کرتے ہیں۔ اور قہر و غلبہ شیطنت کی صفات سے آدمی میں ہیں۔

بعض صوفیہ کا قول ہے کہ خصومت اور ستیزہ کرنے والا اپنے نفس میں جبکہ وہ جہاد میں غور کرتا ہے یہ بات ٹھان لیتا ہے کہ کسی شے پر قناعت نہ کرے اور جو قناعت نہ کرے مگر اس بات پر کہ وہ قناعت نہ کرے تو قناعت کی طرف اُس کی راہ کیا ہے۔ پس نفسِ صوفی نے اُس کی صفات بدل ڈالیں اور اُس سے صفتِ شیطانی اور درندگی زائل ہو گئی اور نرمی اور رفق اور سہولت اور

ہوتی تو وعدہ نہ ہوتا۔

عبدالعزیز بن محمد نے ابن زہری سے روایت کی ہے کہا ہر ائینہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ زمین کے پردہ پر کوئی کنبہ قبیلہ گھروں سے نہیں مگر یہ کہ میں اُن میں پھرا ہوں تو میں نے کسی کو زیادہ بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال کا خرچ کرنے والا نہیں پایا اور اخلاقِ صوفیہ سے دنیا سے تھوڑی چیز پر ہی قناعت ہے۔

ذوالنون مصریٰ نے کہا ہے کہ جس نے قناعت کی اُس نے اہل زمانہ سے آرام پایا اور اپنے ہمسروں پر غالب آیا اور بشر بن حارث نے کہا ہے کہ اگر قناعت میں بجز عزت کے اور کوئی فائدہ نہ ہوتا تو صاحب قناعت کے لئے کافی تھا۔ اور بنان بن حمال نے کہا ہے

الحرم عبد ماطح والعبد حرام قناعت

ترجمہ نظم :-

۵ آزاد ہو غلام اگر وہ طمع کرے اور ہو غلام حرم جو قناعت کا دم بھرے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اپنی حرص سے قناعت کے ساتھ انتقام لے جس طرح کہ تو اپنے دشمن سے قصاص کے ساتھ بدلہ لیتا ہے۔ اور ابوبکر مرعی نے کہا ہے کہ عقلمند وہ شخص ہے جس نے دنیا کی تدبیر قناعت اور توقف سے کی اور امرِ آخرت کی تدبیر حرص اور تعجیل سے کی۔

آوردیحییٰ بن معاذ نے کہا جس نے رزق کے ساتھ قناعت کی تو وہ آخرت کو کمالے گیا اور زندگی اُس کی خوش اور اچھی ہوئی۔

آورامیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ایک تلوار ہے کہ وہ زخم سے بغیر کام کئے نہیں اچلتی۔ عبدالرحمن بن ابی سعید نے اپنے باپ سے روایت کی کہا ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اُس وقت کہ آپ منبر پر تھے فرمایا جو قلیل اور کافی ہو بہتر اُس سے کہ زیادہ ہو اور لمو ولعب میں مشغول کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ہر ائینہ

ساتھ حکم دینا اور مفلسی اور تونگری کے وقت میانہ روی - اور مہلکات یہ ہیں :
 شح مطاع اور ہوی بیع اور آدمی کا غرور اپنے نفس کے ساتھ - پس حق کے ساتھ حکم
 غضب اور رضا کے وقت دنیا میں بن آتا مگر اُس شخص سے جو عالم ربانی اور حاکم اپنے
 نفس پر ہے کہ اُس کو عقل حاضر اور قلب بیدار کے ساتھ پھیرے اور اللہ تعالیٰ کی
 طرف بامید ثواب نظر کرے - نقل ہے کہ صوفیہ ایذا پر مسلم سے ہاتھ دھوتے اور اُس
 کو ترک کرتے تھے - بعض نے اُن میں سے کہا کہ اگر میں کلمہ خلیفہ سے ہاتھ دھوؤں
 تو یہ مجھے زیادہ مرغوب ہے اس سے کہ خوش آئند کھانے سے ہاتھ دھوؤں -

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ حدیث دو حدیث ہیں ، ایک
 حدیث تیری فرج سے اور ایک حدیث تیرے مُنہ سے سو وقار اور علم کی گوٹ کو نہیں
 کھولتا ہے اور غصہ اور انصاف کی حد سے ڈھنی کی طرف تجاوز حد سے خارج کرتا ہے
 پس غصہ سے قلب کا خون جوشش کرتا ہے - پس اگر غصہ اُس شخص پر ہو جو اُس سے
 اوپر ہے اُن لوگوں میں سے جس پر غصہ چلانے سے عاجز ہے تو خون باہر کی جلد
 سے جاتا ہے اور قلب میں جمع ہوتا ہے اور اُس سے غم اور حزن اور اندوہ پنہانی پیدا
 ہوتا ہے اور صوفی ایسی بات پر ملتفت نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ حوادث اور
 اغراض کو اللہ تعالیٰ سے دیکھتا اور اعتقاد کرتا ہے اس واسطے وہ غم و اندوہ میں
 نہیں پڑتا اور صوفی صاحب رضا صاحب روح و امقہ ہے اور حضرت نبی علیہ السلام
 نے خبر دی ہے کہ ہم اور حزن شک اور غصہ کے اندر ہیں -

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال بابت غم اور غضب کے کیا کیا کہا
 دونوں کا نکاس ایک جگہ سے ہے اور لفظ مختلف ہیں - پس جس نے نزاع اُس شخص
 سے کی جس پر وہ قوت رکھتا ہے وہ غضب کو ظاہر کرتا ہے اور جو ایسے شخص سے
 نزاع کرے جس پر وہ قابو نہیں رکھتا اُس کو حزن کے ساتھ پوشیدہ کرتا ہے
 اور حزن بھی غضب ہے مگر استعمال اس وقت کیا جاتا ہے کہ اُس پر کوئی غضب
 اور غیظ کرے اور اگر غضب ایسے شخص پر ہو جو اُس کے برابر کا ہو کہ اُس سے انتقام
 لینے میں تردد کرتے تو قلب کا خون انقباض اور انبساط میں آتا جاتا ہے اور

وہ شخص کہ تیرے اور اُس کے درمیان عداوت ہے ایسا ہو جائے گا کہ گویا بڑا گمراہ یا رہے۔ اور مراد یعنی ستیزہ اور جدل نہیں نکالا جاتا مگر اُن نفوس ذکیہ پاکیزہ سے کہ کینہ اُن سے نکل گیا اور نفوس میں وجود کینہ ستیزہ باطل ہے اور جب باطن سے ستیزہ جانا رہا تو ظاہر سے بھی جانا رہا اور کبھی کینہ نفس میں اُس شخص سے ہوتا ہے جو اُس کے مماثل اور مشاكل باہمی حسد کے باعث ہوتا ہے اور جو شخص کہ نفس کی گزارش میں زہد کی آتش سے دُنیا میں انتہا درجہ کو پہنچا کینہ اُس کے باطن سے مٹ جاتا ہے اور اس میں حسد نیوی محفوظ فانیہ میں جاہ و مال سے باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے متقین اہل جنت کے وصف میں فرمایا ہے: و نزعنا ما فی صدورہم من غل۔ یعنی ہم نے دُور کر دیا جو کچھ کہ کینہ سے اُن کے سینوں میں تھا۔

ابو حنفی کا قول ہے کہ کینہ کس طرح باقی رہ سکتا ہے اُن قلوب میں جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایلاف ہے اور جو اُس کی محبت میں جمے ہوئے ہیں اور اُس کی مودت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اُس کے ذکر میں اُنس پکڑے ہوئے ہیں اس واسطے کہ یہ قلوب ہوا جس نفسانی سے صاف اور طبائع کی تیرگی سے پاک ہیں بلکہ نور یقین سے سرمہ آلود ہیں تو وہ باہم بھائی بھائی ہو گئے ہیں۔ پس ایسے اہل تصوف کے قلوب اور اُن لوگوں کے ہیں جو ایک کلمہ پر مجتمع اور تکلے ہوئے ہیں اور شرائط طریق کا التزام کیا ہے اور تحقیق کے ساتھ فتح یابی پر جھکے ہوئے ہیں۔ اور آدمی دوم وہ ہیں ایک وہ مرد ہے جو طالب اُن چیزوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اُن کی طرف اپنے نفس اور دوسرے کی دعوت کرتا اور بلاتا ہے۔

پس صوفی محقق کو ان مراتب کے ہوتے ہوئے کیا حسد اور ستیزہ اور کینہ ہوگا۔ اس واسطے کہ یہ اُس کے ساتھ ایک طریق اور ایک جہت میں ہے اور اُس کا بھائی اور اُس کا مددگار ہے اور مومنین دیوار بنیاد کے مثال ایک دوسرے کو قوت اور استواری دیتے ہیں اور ایک شخص ہے جب وہ اور مال اور ریاست اور خلق کی نمائش پر مفتون ہے تو اُس کے ساتھ صوفی کو کیا حسد ہو سکتا ہے؟ اس

وصیت کرو اور وہ قلیل ہو کہ شاید مجھے وہ یاد رہے۔ آپ نے فرمایا غصہ مت کرو، پھر اسی کا آپ نے اعادہ کیا اور فرماتے تھے کہ لاغضب۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر اُمینہ غضب دوزخ کی ایک چنگاری ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دونوں آنکھیں اُس کی سُرخ ہو جاتی ہیں اور رگیں اس کی پھول اُٹھتی ہیں۔ پھر جس کو تم میں سے غصہ آوے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور جو بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیخ بن عبدالعس کو کہ ہر اُمینہ تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے۔ علم اور درنگ اور اخلاق صوفیہ سے ہے کہ تو دو اور موافقت اور موافقت بھائیوں سے کرے اور مخالفت کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

انشاء علی الکفار رحماء بینہم یعنی وہ صحابہ کفار پر سخت اور شدید ہیں اور باہم ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لوانفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم ولكن اللہ الف بینہم۔ یعنی اگر تو وہ سب کچھ خرچ کر ڈالتا جو زمین میں ہے تو بھی اُن کے دلوں کو ملانہ سکتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو باہم الفت اور پیوند دے دیا۔ اور تو دو اور تالف ارواح کے ایتلاف سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس حدیث میں وارد ہوا ہے جو ہم کہہ چکے ہیں سو جن کے باہم تعارف ہو گیا اُن کے آپس میں الفت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یعنی پس اُس کی نعمت کی وجہ سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمانہ کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور متفرق مت ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا ینالف یعنی مومن الفت کرنے والا ہے اور مالوف

طمانینت سے مبدل ہو گئیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہے جب تک کہ اُس کا قلب اور زبان سلیم نہ ہو اور نہیں ہے کوئی مومن جب تک کہ اُس کا ہمسایہ امن میں اُس کے ستم سے نہ ہو۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت قلب و زبان کو شرط اسلام گردانا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ آپ نے ایک قوم پر گزرا کیا اور لوگ ایک پتھر اٹھا رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ بھاری پتھر اٹھا رہے ہیں۔ فرمایا خبردار ہو میں اس سے بھاری چیز کی خبر دیتا ہوں۔ ایک آدمی تھا کہ اُس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان غضب تھا۔ پس اُس کے شیطان اور اُس کے بھائی کے شیطان نے غلبہ کیا پھر اُس نے اس سے کلام کیا۔ اور روایت ہے کہ ہر آئینہ ایک لڑکا ابی ذر کے پاس آیا اور اُس کی بکری کا پاؤں ٹوٹا ہوا تھا۔ ابو ذر نے کہا کہ اس بکری کا پاؤں کس نے توڑ ڈالا تو کہا کہ میں نے کہا کیوں تو نے یہ کام کیا؟ کہا میں نے قصداً یہ کام کیا۔ کہا پھر کیوں کہا میں تجھے غصہ دلاؤں گا تو مجھے تُو مارے گا۔ پس تُو گناہ گار ہو گا۔ اس پر ابو ذر نے کہا البتہ میں غصہ ہوں گا جب تُو مجھے غصہ سے برا بگینتہ کرے گا۔ پس اُسے آزاد کر دیا۔

اصمعی نے ایک اعرابی سے روایت کی ہے کہا جب تیرے اوپر کوئی کام مشکل ہو کہ تو نہیں جانتا کہ اُن دونوں میں سے کون سا امر رشد کے ساتھ زیادہ ہے تو اُن میں سے جو تیری ہوا اور خواہش کے قریب تر ہو اس کی مخالفت کر اس واسطے کہ اکثر خطا اسی کام میں ہوتی ہے جس میں ہوا کی متابعت ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین منجیات ہیں اور تین مہلکات ہیں سو منجیات یہ ہیں : اللہ تعالیٰ کا خوف ظاہر و باطن میں اور رضامندی اور غصہ کے وقت حق کے

اندر ایک بار جلتے شہر کے رہنے والے ہوں اور جلتے نواح شہر کے رہنے والے ہوں وہ عیدین میں ایک سال کے اندر دو دفعہ جمع ہوں اور متفرق شہروں کے باشندے عمر بھر میں ایک بار حج کے لئے جمع ہوں۔ یہ سب کچھ کامل حکمتوں کے باعث ہے جس میں سے ایک تاکید مومنوں کی الفت اور مودت کی ہے۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مومن ہونے کے لئے دیوار کی مثال ہے کہ ایک دوسرے کو مضبوطی دیتا ہے۔

نعمان بن بشیر نے کہا سنا میں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ ہو کہ مومنین کی مثل محبت اور مودت باہمی میں مثل بدن کے ہے کہ جب ایک عضو بیمار اُس میں کا ہو تو اور سب اعضاء اُس کے ساتھ بے خوابی اور بخاریں مبتلا ہو جاتے ہیں اور الفت اور محبت اسباب صحت کی مگر ہے اور نیکوں کی محبت ضرور موثر ہے اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ بھائیوں کی ملاقات باور کر تی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ باطن باور ہوتے ہیں اور بعضے بعض سے قوت حاصل کرتے ہیں بلکہ اہل اصلاح کی طرف صرف دیکھنا اثر صلاح دیتا ہے اور صورتوں میں نظر کرنا اخلاق پر ڈالتا ہے جو مناسبت اُس شخص کے ساتھ رکھتے ہیں جس کو کہ دیکھتا ہے جس طرح سے کہ ہمیشہ محزون کی طرف دیکھنے سے حزن حاصل ہوتا ہے اور مسرور کی طرف ہمیشہ دیکھنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ من لا ینفعک لحظہ لا ینفعک لفظہ یعنی جو شخص کہ اُس کا دیکھنا تجھے فائدہ نہ دے اُس کی بات تجھے فائدہ نہ دے گی اور شتر وحشی شتر رام کی مقارنت سے رام ہو جاتا ہے۔

پس مقارنت کی تاثیر حیوانات میں اور نباتات اور جمادات میں ہوتی ہے اور آب و ہوا دونوں فاسد ہو جاتی ہیں مردار کی مقارنت سے اور کھیتی باڑی طرح طرح کے لوگوں سے جو زمین میں ہیں پاک صاف ہوتے ہیں اور گھاس بُری زمین کی مقارنت سے ہوتی ہے اور ہر گاہ کہ ان چیزوں میں مقارنت موثر ہے تو نفوس شریف بشری میں زیادہ تاثیر مقارنت کرے گی اور انسان کا نام انسان اسی

غل وحق اُس سے پیدا ہوتا ہے اور قلب صوفی میں ایسی چیز نہیں رہتی جتنی سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نکال ڈالا ہم نے کیونکہ جو کچھ اُن کے سینوں میں تھا۔ اور صوفی کی صلاحیت قلب اور حال عداوت اور کینہ کے کف اس طرح باہر پھینکتا ہے جس طرح سمندر اس سبب سے کہ انس اور ہیبت کی لہریں متلاطم ہیں اور اگر غصہ ایسے شخص پر ہے جو اُس سے کم درجہ کا ہے کہ انتقام اُس سے لے سکتا ہے تو خون دل جو کش کرتا ہے اور قلب جب اُس کا خون جوش کرتا ہے تو وہ سُرخ اور سخت و صلب ہو جاتا ہے۔ اور نرمی اور سپیدی اُس سے دور ہو جاتی ہے اور اسی کے سبب دونوں رخسارہ سُرخ ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ خون نے دل میں جوش کیا اور غلبہ چاہا اور اُس سے لگیں پھول گئیں تو اُس کا عکس رخسارہ پر ظاہر ہو گیا اور اس وقت مار پیٹ اور گالی گفتار کے ساتھ حد سے تجاوز کرتا ہے اور یہ بات صوفی میں نہیں ہوتی مگر اس وقت کہ ابروریزی اور غصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو ورنہ دوسری صورت میں تو صوفی غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرتا ہے پھر اُس کا تقویٰ اُسے برا بیختمہ اُس پر کرتا ہے کہ اُس کی حرکت اور قول کو میزان شرع و عدل میں وزن کرے اور نفس پر تہمت اُس کی لگائے کہ قضاء الہی پر راضی نہیں ہے۔ بعض صوفیوں سے سوال کیا گیا ہے کہ آدمیوں سے کون شخص زیادہ نفس پر قہر کنیوالا ہے؟ جواب دیا کہ جو تہذبات پر زیادہ راضی ہو اور صوفیوں سے بعضوں نے کہا ہے کہ صبح مجھے ہونی حالانکہ میرے لئے کوئی خوشی کی چیز نہیں مگر قضا نے منازعات کے مواقع ہیں سو جب صوفی نے نفس کو متہم کیا جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا ہے تو اس کا تدارک علم نے کیا اور جس وقت علم کا نیرہ چمکا قلب قوی اور نفس ساکن ہو گیا اور قلب کا خون اپنے مقام اور مقر کی طرف واپس آ گیا اور حال معتدل ہوا اور رخسارہ کی سُرخی جذب ہو گئی اور علم کی فضیلت ظاہر ہوئی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روش نیک اور دوستی میانہ دوی نبوت کے چوبیس جزیوں میں سے ایک جزو ہے۔

اور حارث بن قدامر نے روایت کی ہے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ مجھے

لئے وہ ثابت نہیں کرتا نہ بخل کو اور نہ عطا کو اور اس کو حق حجاب خلق کا ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ توحید کے اونچے کنگورہ پر چڑھا تو شکر حق کے بعد شکر خلق کرتا ہے اور ان کا وجود منہ اور عطا میں ثابت کرتا ہے بعد ازاں کہ وہ مسیب کو اول دیکھ لیتا ہے اور یہ اُس کے علم کی وسعت اور معرفت کی قوت کے سبب و سائنٹ کو ثابت کرتا ہے۔ پس اُس کے لئے خلق حجاب حق نہیں ہے جیسے کہ عام مسلمانوں کو ہے اور نہ اُس کے لئے حق حجاب خلق ہے جیسے مرید ارباب ارادت اور مبتدی ہوتے ہیں۔ سو اُس کا شکر حق تعالیٰ کے واسطے ہے اس واسطے کہ وہ نعمت دینے والا اور عطا کرنے والا ہے مسبب ہے اور شکر خلق کا اس واسطے کرتا ہے کہ وہ واسطہ اور سبب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے پہل جو بہشت کی طرف بلائے جائیں گے وہ لوگ حمادون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد نفع اور نقصان میں کرتے ہیں۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھینکا یا ڈاکار لی اور اُس نے کہا الحمد للہ علی کل حال تو اللہ تعالیٰ اُس سے ستر بیماریاں دور کرتا ہے کہ جن میں سے ادنیٰ بیماری جذام ہے۔

اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ما من عبد نیعم علیہ بنعمة فحمد الله الا كان الحمد افضل منها۔ یعنی نہیں ہے کوئی بندہ جس کو ایک نعمت عطا کی گئی اور اس نے حمد الہی ادا کی مگر یہ کہ حمد اس کی افضل اس سے ہوگی۔

پس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کان الحمد افضل منها اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی شکر کے سبب ہوا اور احتمال ہے کہ حمد نعمت میں افضل اُس سے ہے۔ پس نعمت حمد کی افضل اُس نعمت سے ہوگی جس پر اُس نے حمد کی پھر جبکہ انہوں نے منعم اول یعنی حق تعالیٰ کا شکر کیا تو جو کوئی آدمیوں سے واسطہ منعم کا ہو اُس کا شکر کرتے ہیں اور اُس کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کبھی قوم کے پاس روزہ افطار کیا تو فرمایا روزہ داروں نے تمہارے یہاں روزہ کھولا اور

ہے اور جو کوئی الفت نہ کرے نہ مالف ہو اُس میں بھلائی نہیں ہے۔
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومنوں کے مثل جب وہ
 دونوں ملاقات کریں دو ہاتھ کے مثل ہے کہ اُن دونوں میں سے ایک دوسرے کو
 دھوتا ہے اور دوسرا اُس میں کبھی نہیں ملتے مگر یہ کہ اُن دونوں میں سے ایک
 دوسرے سے بھلائی حاصل کرتا ہے۔

اور ابو ادریس ثمالی نے معاذ سے کہا کہ میں تجھے فی اللہ دوست رکھتا ہوں
 تو کہا خوش ہو اور پھر خوش ہو اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے آدمیوں کے ایک گروہ کے واسطے عرش کے ارد گرد
 قیامت کے روز گریساں رکھی جائیں گی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند
 کے مثل ہوں گے۔ لوگ گھبراتے ہوں گے اور وہ نہیں گھبرائیں گے اور وہ اولیاء
 اللہ ہیں کہ نہ اُن پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ لوگوں نے سوال کیا
 کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ فی اللہ محبت کرنے
 والے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر آدمی باہم محبت رکھتے اور محبت کے
 اسباب دیکھ دوسرے کو دیتے تو اُس کے باعث عدالت سے مستغنی ہوتے اور
 کہا گیا ہے کہ عدالت خلیفہ محبت کا ہے جو مستحکم اس مقام میں ہوتی ہے جہاں
 محبت نہیں پائی جاتی۔

اور بعض کا قول ہے کہ طاعت محبت کے خوف کی طاعت سے افضل ہے
 اس واسطے کہ محبت کی طاعت اندر سے ہے اور خوف کی طاعت باہر سے ہے
 اور اس وجہ سے حضرات صوفیہ کی صحبت بعض سے موثر بعض میں ہے اس واسطے
 کہ ہر گاہ انہوں نے فی اللہ باہم محبت کی تو محاسن اخلاق سے انہوں نے باہم نصیحت
 کی اور اُن کے درمیان محبت کے سبب قبول ظاہر ہوا۔

پس اس سبب سے مرید شیخ سے اور بھائی بھائی سے نفع اٹھاتا ہے اور
 اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مساجد میں ہر روز سب آدمی پانچ وقت
 جمع ہوں جتنے ایک کھاتے اور ایک محلہ میں ہوں اور جامع مسجد میں ہفتہ کے

فرد کے لئے جو صادقین سے ہوں کہ اپنے ارادوں اور اختیارات سے الگ ہو گئے ہیں اور اُن کو اللہ تعالیٰ لے کشف کر دیتا ہے جو کچھ مراد اُس کی اُن لوگوں سے ہے سو وہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی مراد سے داخل ہوتے اور در آتے ہیں۔ پھر جس وقت کہ اُن کو معلوم ہو کہ حق تعالیٰ نے اُن سے چاہتا ہے کہ وہ لوگ میل جول کریں اور قدر و منزلت بخشیں تو اُس میں در آتے ہیں۔ اس طرح پر کہ صفات نفس غائب ہوتے ہیں اور یہ قومیں مگرٹیں پھر جی اٹھیں اور فناء کے مقام کو انہوں نے مستحکم کیا۔ پھر اس کے بعد بقا کے مقام پر چڑھیں تو اُن کے لئے ہر ایک درآمد برآمد کے مقام میں ایک دلیل ہے اور بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن اور فرمان ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت پر ہیں کہ ان میں صاحب دل کے لئے کسی طرح کا شک نہیں ہے اُسے مکاشفہ ہے صریح مراد کا جو مخفی خطاب میں ہے اور وہ اشیاء سے ہمیشہ اپنا وقت لیتا ہے اور اشیاء نے اُس کے وقت سے کچھ حاصل نہیں کیا اور یہ کسی طرف سے اطراف سے نہیں ہوتا الا ایک شخص واحد جو اس حال کے ساتھ متحقق ہو۔

ابو عثمان حمیری نے کہا ہے کہ مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کا دل چاہ پھیر یعنی منہ اور عطا اور عزت اور ذلت میں نہ ہو اور اس صفت کا آدمی جو ہو اُس کے لئے ذیبا ہے کہ بذل جاہ کرے اور اُن چیزوں میں داخل ہو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور سہل ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ انسان ریاست کا مستحق نہیں ہوتا جب تک کہ اُن میں تین خصلت نہ ہوں اپنے جہل کو لوگوں سے پھیرے اور لوگوں کا جہل اٹھائے اور جو کچھ اُن کے قبضہ میں ہے اُس کو ترک کرے اور جو کچھ اُس کے قبضہ میں ہے اُن کے لئے خرچ کرے اور یہ ریاست اس ریاست کی در آئی ہے جس میں کہ اُس نے زہد کیا ہے اور زہد کا اُس میں تعین بضرورت اُس کے صدق اور سلوک کے ہے۔ اور ہر آئینہ یہ ایک ایسی ریاست ہے جس کو حق تعالیٰ نے قائم کیا ہے تاکہ اُس کی خلالت کی اصلاح ہو سو وہ اس ریاست میں اللہ کے

واسطے دکھا گیا کہ وہ مانوس ہر ایک چیز سے ہو جاتا ہے جس کو وہ دیکھتا ہے خواہ وہ چیز بھلی ہو یا بُری ہو۔ اور الفت اور وحدت ترقی اور زیادتی کو جاذب ہے اور عزت و وحدت جس کی تعریف کی جاتی ہے سو وہ نسبتِ اذل آدمی اور اہل شہر کے ہے اور جو اہل علم و صفا و وفا اور اخلاقِ حمیدہ کے ہیں اُن کی مقابلتِ مغنم ہوتی ہے اور اُن کے ساتھ انس حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کرنا ہے جس طرح کہ اُن کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اُن کے ساتھ جمع کرنے والا رابطہ حق ہے اور اُن کے غیر کے ساتھ رابطہ طبیعت کا ہے تو صوفی غیر جنس کے ساتھ موجود مباحن ہے اور جنس کے ساتھ موجود معائن ہے اور مومن اُمینہ مومن کا ہے۔ جب اپنے بھائی کی طرف دیکھتا ہے تو اُس کے اقوال اور اعمال اور احوال کے اُس طرف تجلیاتِ الہی کی جانب جھانکتا ہے اور تعریقات و تلویجات جو اللہ کریم کی طرف سے ہیں مخفی ہیں کہ اغیار سے غائب ہیں اور اُن کو اہل انوار ادراک کرتے ہیں اور اخلاقِ صوفیہ سے محسن کا شکر احسان پر کرنا ہے اور اُس کے لئے دُعا ہے اور یہ فعل اُن کی طرف سے باوجودیکہ ان کو کمال توکل اور اعتماد اپنے پروردگار پر ہے اور اُن کی توحید صافی ہے اور اعتبار سے انہوں نے قطع نظر کی ہے اور نعمتوں کو منعم جبار سے دیکھتے ہیں اس واسطے کہ اس میں اقتدارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ بنا پر اُس حدیث کے جو وارد ہوئی ہے کہ ہر اُمینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا :-

”کوئی نہیں ہے آدمیوں سے زیادہ ترا احسان کرنے والا میرے اوپر محبت اور مال خرچ کرنے میں بیٹے ابو قحافہ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اگر میں دوست خلیل قبول کرنے والا ہوتا تو ابو بکر کو قبول کرتا اور فرمایا کہ کسی مال نے مجھے نفع نہیں دیا جتنا کہ ابو بکر کے مال نے دیا۔ پس خلقِ بخل اور عطا کے حلق کے سبب اللہ تعالیٰ سے محبوب ہو گئی۔ سو صوفی پہلے ہی خلق سے فانی ہو جاتا ہے اور سب اشیاء اللہ کی طرف سے دیکھتا ہے اس طرح کہ توحید اس کے ناصیہ سے ٹپکتی ہے اور اُس پردہ کو چاک کر دیا جو خلق کو توحیدِ خالص سے روکتا ہے اور خلق کے

پر قادر تربیت سے گردانا حتیٰ کہ گٹھلی کھجور کا درخت ہو جائے اور حقیقاً کو استعمال اور کرتب سے حتیٰ کہ اُس میں سے آگ نکلے اور جس طرح انسان کے نفس میں بحالت اصلاح اور فساد کے خیر کی صلاحیت لکھی ہے اسی طرح اُس میں شر کی صلاحیت لکھی ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ونفس وما سواها فالهٰما فجور رھا و تقوٰھا۔ یعنی قسم نفس کی اور جیسا اُسے ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اُس کو ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی۔ تو اُس کا ٹھیک بنانا اُسی میں ہے کہ ان دونوں چیزوں کی اُس میں صلاحیت ہو۔ پھر فرمایا اُس نے بڑی اُس کی شان ہے: قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا یعنی مراد کو پہنچا جس نے اُسے سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اُسے خاک میں ملایا۔ پھر جبکہ نفس پاک ہو گیا تو عقل کے ساتھ عاقبت اندیشی کی اور اُس کے احوال ظاہری و باطنی مستقیم اور ٹھیک ہو گئے اور اخلاق آراستہ اور آداب پیدا ہوئے۔

پس ادب فعل میں لانا اُن چیزوں کا ہے جو قوت میں ہے اور اُس شخص کی خاطر ہے جس میں سنجیدگی کی ترکیب دی گئی ہے اور سنجیدگی فعل حق کا ہے کہ اُس کے پیدا کرنے پر بشر کو قدرت نہیں ہے جس طرح کہ حقیقاً میں آگ کی پیدائش ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اُس کا نکالنا آدمی کے کسب اور طلب و گرد آوری میں ہے اسی طرح آداب کا چشمہ عادات اور سجایا، صالحہ اور عطیات النبیہ ہیں۔

اور ہر گاہ اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کے باطنوں کو اُن عادات اور سجایا کی تکمیل کے لئے مستعد اور مہیا کیا ہے جو اُن میں ہیں تو انہوں نے حسن عادات اور ریاضت کے ساتھ اُن چیزوں کے نکلنے اور ابھارنے میں جو اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے نفوس میں مرکوز اور دبے ہوئے ہیں پیوستگی کی۔ اور وہ مہذب اور تودب ہو گئے اور بعض آدمیوں کے حق میں آداب بدوں زیادہ مشق اور ریاضت کے حاصل ہوتے ہیں اُس شے کی قوت سے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طینت اور سرشت میں رکھ دی ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ادب دیا مجھے میرے

ابرا نے تمہارا کھانا کھایا اور تمہارے اوپر سکینہ و رحمت نازل ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کسی نے اپنے بھائی سے کہا جزاک اللہ خیراً تو ہر آئینہ اُس نے تعلق اور شفاء پوری کی۔ اور اخلاقِ صوفیہ سے بھائیوں اور مسلمانوں کے گروہ کے لئے مرتبہ کا بذل اور خرچ کرنا ہے۔

پس جب ایک شخص کثیر العلم اور نفس کے عیوب اور آفات و شہوات کا بصیر اور بینا ہو تو چاہیے کہ حاجاتِ اہل اسلام کے روا کرنے کی طرف متوجہ ہو بذلِ جاہ سے اور اصلاحِ ذاتِ البین یعنی صلحِ مصالحوہ کی مدد دینے میں مصروف ہو اور اس معاملہ میں زیادہ علم کی حاجت ہے اس واسطے کہ وہ ایسے امور ہیں جو خلق کے متعلق ہیں اور اُن کے میل جول اور باہم صحبت داری سے علاقہ رکھتے ہیں اور نہیں منزاوار ہے لاصوفی کے لئے جو کامل الحال اور عالم ربانی ہو۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک نبی انبیاء میں سے تھے کہ بادشاہ کی رکاب پکڑ اُس کی موافقت اس ذریعہ سے حاجاتِ خلق کے واسطے کیا کرتے تھے۔

اور عطاء نے کہا ہے کہ ایک شخص اگر برسوں ریا اور نمائش کرے اور ایک مرتبہ اور جاہ پائے جس میں مومن زندگی بسر کرے تو وہ اتم اور اکل ہے اس سے کہ وہ اپنے نفس کی نجات کے لئے خالص عمل کرے۔ اور یہ ایک باریک مسئلہ ہے جس سے امین جاہل لوگ فتنہ سے نہیں ہوتے جو دعوے دار ہوتے ہیں اور یہ امر نہیں منزاوار ہے مگر ایک ایسے بندہ کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے باطن سے آگاہ کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کسی طرح کی رغبت کسی شے کی طرف جاہ اور مال سے نہیں ہے اور بالفرض اگر بادشاہ روئے زمین کے اُس کی خدمت میں کھڑے ہیں تو وہ حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ وہ تکبر کرے۔ اور اگر کسی آتشزدگی کی طرف جائے جو کہ جلتا اور بھڑکتا ہو تو اس کا نفس صاف انکار اس حالت سے نہ کرے اور یہ امر نہیں شائستہ ہے مگر ایک دو شخص کے لئے خلافت سے اور چند

ابی عبید القاسم بن سلام سے منقول ہے کہا میں مکہ میں داخل ہوا اور اکثر اوقات میں کعبہ کے مقابل بیٹھا کرتا تھا اور اکثر اوقات میں لیٹ رہتا اور اپنے پاؤں پھیلادیتا تو عائشہ کعبہ آئیں اور کہا اے ابا عبید مشہور ہے کہ تو علماء سے ہے مجھ سے ایک کلمہ قبول کر مت بیٹھ اُس کے پاس مگر ادب سے وگرنہ دیوانِ قرب سے تیرا نام مٹ جائے گا۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ وہ عارف تھی۔

اور ابن عطار نے کہا ہے کہ نفس بے ادبی پر مجبور اور مخلوق ہے اور بندہ ادب کی ملازمت اور ہمراہی پر مامور ہے اور نفس اپنی طینت اور سرشت کے ساتھ مخالفت کے میدان میں چلتا ہے اور بندہ اُسے حسن مطالبت کی طرف کوشش کر کے پھیرتا ہے۔ پس جس شخص نے کوشش سے منہ پھیرا تو ہر آئینہ نفس کی باگ اُس نے چھوڑ دی اور رعایت اور نگہداشت سے غفلت کی اور جس وقت کہ اعانت کی تو یہ اُس کا شریک ہوا۔

اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کی ہوا میں اعانت کی ہر آئینہ اپنے نفس کے قتل میں شریک ہوا۔ اس واسطے کہ عبودیت ملازمت ادب اور طغیانِ سوء ادب ہے۔ اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی اولاد کو ادب دینا آدمی کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ صدقہ صاع کے ساتھ دے۔ انہوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو ایسی نجشش نہیں کی جو نیک ادب سے بہتر اور افضل ہو۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ اُس کا نام اچھا رکھے اور اچھی طرح اُسے رکھے اور ادب اُس کو اچھا کرے۔ اور ابو علی دقاق کا قول ہے کہ بندہ اپنی طاعت سے جنت میں پہنچتا ہے اور اپنی طاعت میں ادب اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے۔

ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ استاد ابو علی کسی چیز سے تکیہ لگا کر نہیں

ساتھ قائم اُس کے حق واجب کے ساتھ ہوتا ہے اور اُس نعمت ریاست کے شکر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

اکتیسواں باب

ادب اور مکان ادب کے بیان میں ہے جو تصوف سے ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ فرمایا ہے آپ نے کہ میرے پروردگار نے مجھے ادب دیا ہے پھر اچھی طرح سے میری تادیب فرمائی سوادب ظاہر اور باطن کی تہذیب اور آراستگی ہے پھر جبکہ بندہ کا ظاہر اور باطن آراستہ اور پیراستہ ہو گیا تو وہ صوفی اور ادیب ہو گیا اور دسترخوان کا نام مادہ اس واسطے رکھا گیا کہ وہ بہت سی اشیاء پر مشتمل ہے اور بندہ میں ادب کامل نہیں ہوتا مگر کمال مکالمہ اخلاق سے اور مکالمہ اخلاق بالکل تحسین اور تہذیب خلق سے ہے۔ سو خلق صورت انسان ہے اور خلق اُس کے معنی ہیں۔

پس بعضوں نے اُن میں سے کہا کہ خلق میں تغیر کی راہ نہیں ہے جیسے خلق میں نہیں ہے اور شک نہیں کہ وارد ہوا ہے: فرغ دیکھ من الخلق والخلق والرزق والدجل یعنی نادرغ تمہارا پروردگار ہوا خلق سے اور خلق سے اور رزق سے اور اجل سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے خلق کے لئے تبدیل نہیں ہے اور صحیح تریہ ہے کہ اخلاق کی تبدیل بر خلاف خلق کے ممکن ہے جس پر قدرت اور اختیار ہے۔

اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اپنے اخلاق کی تم تہذیب اور تحسین کرو اور یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا اور اُس کو صلاح اور فساد کے قبول کرنے کے لئے مہیا اور مستعد کیا اور اُس کو ادب اور مکالمہ اخلاق کے واسطے لائق اور اہل کیا ہے اور اُس میں اہلیت کا وجود ہے جس طرح کہ چقماق میں آگ اور گھٹلی اور کھجور موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کو الہام سے مشرف کیا اور اپنی اصلاح

لگا اور ایک بھجواؤس کے پاؤں پر چلنے لگا اور اُسے اپنے ڈنگ سے تکلیف دینے لگا۔ اُس وقت آپ سے کہا گیا کہ کیوں نہیں اُس کو دفع اپنے نفس سے کرتے۔ کہا میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ایک حال کا بیان کروں اور اُس کے خلاف کروں جو اُس کی بابت میں جانتا ہوں۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے زمین دکھائی گئی پس مجھے اُس کے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں نے دیکھا اور انس بن مالک نے کہا ہے کہ عمل میں ادب علامت ہے قبول عمل کی۔

اور ابن عطاء نے کہا کہ ادب وقوف مستحبات کے ساتھ ہے۔ پوچھا گیا کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ادب کے ساتھ ظاہر اور باطن میں تعامل اور برتاؤ کرے۔ پھر جب تو ایسا ہو جائے تب ادیب ہو گا اور اگرچہ عجی ہو پھر یہ پڑھا ۵

اذا انطلقت جاءت بكل مليحة وان سكنت جاءت بكل مليح
ترجمہ نظم :

جب کہ بولا کلام شیریں ہے گم نہ بولا تمام شیریں ہے
اور حریری رحمہ اللہ علیہ نے کہا بیس برس سے میں نے خلوت میں پاؤں
اپنا نہیں پھیلا یا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب احسن اور
اولیٰ ہے۔

اور ابوعلیٰ نے کہا ادب کا ترک موجب راندگی کا ہے۔
پس جس شخص نے بے ادبی بساط پر کی تو وہ دروازے تک رد کیا گیا
اور جس نے دروازے پر بے ادبی کی وہ مواشی کی سیاست تک پہنچا یا گیا۔

رب نے سوا پوچھا ادب دنیا میرا۔ اور بعض آدمیوں میں وہ ہے جن کو زیادہ مشق اور مزاولت کی حاجت ہوتی ہے۔ اس سبب سے کہ سرشت میں اصل قوی اُن کے ناقص ہیں تو اس وجہ سے مریدوں کو صحبت مشائخ کی حاجت ہوئی تاکہ صحبت اور آموزش سے اُن چیزوں کے اُبھارنے میں مدد حاصل ہو جو اُن کی طبیعت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھروالوں کو دوزخ سے۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ اُن کو فہم سکھاؤ اور اُن کو تم ادب دو اور دوسری لفظ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادب دیا مجھے رب میرے نے۔ سو بہتر ہے ادب دنیا میرا پھر مجھے حکم بزرگ اخلاق کے ساتھ کیا اور فرمایا: خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاہلین یعنی تو بخشش کو اختیار کر اور حکم کر ساتھ نیک کام کے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے۔

یوسف بن الحسین نے کہا ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل صحیح ہوتا ہے اور عمل سے حکمت ملتی ہے اور حکمت سے زہد قائم کیا جاتا ہے اور زہد سے دنیا متروک ہوتا ہے اور دنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں رغبت ہونے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ جب ابو حفصؒ عراق میں وارد ہوئے جنیدؒ اُن کے پاس گئے اور اصحاب ابی حفص کو دیکھا جو سیدھے کھڑے تھے اور وہ اس کے امر کی تعمیل اس طرح کرتے تھے کہ اُن میں سے کوئی خطا نہیں کرتا تھا تب جنید نے کہا اے ابی حفص تو نے اپنے اصحاب کو ایسا ادب دیا ہے جو بادشاہوں کا ہوتا ہے تو کہا نہیں لے ابا القاسم مگر حسن ادب ظاہر کا عنوان باطن کے ادب کا ہے۔

ابو الحسین ثوریؒ نے کہا اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس کے بندہ میں کوئی مقام نہیں نہ کوئی حال ہے اور نہ کوئی معرفت ہے جس کے ساتھ آداب شریعت ساقط ہو جائیں اور آداب شریعت علیہ ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ جو ارح کا بے کالہ ہونا اس بات سے نہیں جائز رکھتا کہ وہ محاسن آداب سے محلی اور آراستہ ہوں۔

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ خدمت کا ادب خدمت سے بزرگ تر ہے۔

پاؤں نہ پھیلائے اور طغیان نہ کرے اس واسطے کہ طغیان استغناء کی حالت میں نفس کا وصف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کوئی نہیں آدمی سر پڑھتا ہے اس سے کہ دیکھے آپ کو محظوظ اور نفس اُس وقت کہ روح اور قلب پر عطیات وارد ہوتے ہیں۔ استراق سمع یعنی پوشیدہ کان لگانا اور سنتا ہے اور ہر گاہ تجسس کے ایک حصہ کو پہنچ جاتا ہے مستغنی اور طاعی ہوتا ہے کہ مزید انبساط اُس سے ظاہر ہوتا ہے اور بسط کے افراط اور طغیان نفس سدباب ترقی کا ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ظرف اُس کا مواہب اور بخششوں سے تنگ اور کم ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت احدیت میں طرفین مازاغ البصر سے ایک طرف ٹھیک اور صحیح اُتری اور انہوں نے التفات اُس کی طرف نہیں کی جو فوت ہوئے اور اپنے صن ادب سے اُس پر تاسف کر کے طغیان نہیں کی و لیکن بھر گئے وہ نعمتوں اور بخششوں سے اور نفس نے چوری سے اُن کو سن لیا اور اپنے حصہ اور خط کی طرف جھینکی لگائی اُس کے بعد کہ نفس حصہ پا چکا تو مستغنی ہو گیا اور جو اُسے پہنچا چھلکنے لگا اور سمائی اُس کی نہ ہوئی گویا کہ اُس کا پٹکا تنگ ہو گیا تو وہ فرط انبساط کے باعث حد سے تجاوز کر گیا اور کہا کہ دکھلا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف میں نظر کروں تب وہ رو کے گئے اور ترقی کے میدان میں نہیں چھوڑے گئے اور ظاہر وہ فرق ہو گیا جو حبیب اور کلیم علیہما السلام سے ہے۔ اور ایک دقیقہ اُن کے واسطے ہے جو ادب باپ قرب اور صاحب احوال سنیہ ہیں۔

پس ہر فیض ایک عقوبت پایا جاتا ہے اس واسطے کہ ہر ایک فیض باب الفتوح کے مقابل ایک سد اور رکاوٹ ہے اور عقوبت بالفیض افراط بسط کو واجب کرتی ہے اور اگر بسط میں اعتدال حاصل ہوتا تو عقوبت بالفیض واجب ہوتی اور بسط میں اعتدال اُس عطیہ کے ایقاف اور ٹھہرانے سے ہوتا ہے جو روح اور قلب پر نازل ہوتی ہے اور ایقاف روح اور قلب اُس چیز کے سبب ہوتا ہے جو ہم سے نبی علیہ السلام کے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے نفس کو انکار

بیٹھتے تھے۔ ایک روز ایک مجلس میں وہ تھے، میں نے ارادہ کیا کہ اُن کی پیٹھ کے پیچھے تکیہ لکھ دوں اس واسطے کہ میں نے بے سہارا ان کو دیکھا تو وہ تکیہ سے کسی قدر ایک طرف کو پھر بیٹھے۔ مجھے وہم ہوا کہ وہ تکیہ سے بچے اس واسطے کہ اُن کے پاس خرقہ یا مصلانہ تھا تو انہوں نے کہا کہ سہارا لگانا میں نہیں چاہتا۔ پھر میں نے اس کے بعد غور کیا اور جانا کہ وہ ہمیشہ کسی چیز کا کبھی سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے۔

جلالی بھڑی نے کہا کہ توحید موجب ایمان ہے تو جس کو ایمان نہیں توحید نہیں اور ایمان موجب شریعت ہے تو جس کو شریعت نہیں اُسے ایمان نہیں اور نہ توحید ہے اور شریعت موجب ادب ہے تو جس کو ادب نہیں اُسے نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے اور نہ توحید ہے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ادب کو ظاہر اور باطن میں ساتھ رکھ۔

پس کوئی ادب ظاہر میں نہیں بگڑا مگر یہ کہ وہ ظاہر اشکبجہ میں کھینچا گیا اور نہ کوئی ادب باطن جاتا رہا مگر یہ کہ باطن میں اُس کو عقوبت کی گئی۔ بعض صوفیہ نے کہا جو وقاق کا غلام تھا کہ میں نے ایک امرولٹ کے کی طرف نظر کی تو وقاق نے میری طرف دیکھا اور میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا تو کہا ضرور تو اُس کے سبب اندوہ میں پڑے گا۔ اگر چہ برسوں بعد ہو۔ کہا بیس برس بعد میں اندوہ ورنج میں پڑا کہ میں قرآن مجید بھول گیا۔ اور سمری نے کہا کہ میں نے ایک رات کو راتوں میں سے اپنا وظیفہ پڑھا اور پاؤں اپنا محراب میں پھیلایا تو مجھے آواز دی گئی کہ اے ستری اسی طرح بادشاہوں کے سامنے تو بیٹھتا ہے تو میں نے پاؤں سکیڑ لئے۔ اس کے بعد میں نے کہا مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ میں اپنے پاؤں کبھی نہ پھیلادوں گا۔ جنید نے کہا کہ پھر ساٹھ برس وہ زندہ رہے اور کبھی دن کو یا رات کو اپنا پاؤں نہیں پھیلایا۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا کہ جس نے ادب کو حقیر جانا اُسے حرمان سنت کی عقوبت ملی اور جس نے سنتوں کو حقیر جانا وہ فرائض کے حرمان سے شکنجہ میں ڈالا گیا اور جس نے فرائض میں تہاؤں کیا اور سبک اور حقیر سمجھا اُس کو حرمان معرفت کا عذاب ہوا۔

اور سمری سے سوال کیا گیا کہ صبر کیا چیز ہے؟ تو اُس میں وہ بیان کرنے

کے لئے ہیں۔ اور اس قول میں اللہ تعالیٰ کے مازاغ البصر وما طغیٰ ایک اور بھی وجہ ہے جو وجوہ گذشتہ سے لطیف تر ہے۔ مازاغ البصر یعنی یہی نہیں نگاہ اس طرح کہ بصیرت اور بینش دل سے پھٹری ہو اور نہ ٹھٹھکی اور ما طغیٰ یعنی بصر نے بصیرت سے سبقت نہیں کی کہ اپنی حد سے بڑھ جائے اور اپنے مقام سے تجاوز کرے بلکہ بصر بصیرت کے ساتھ برابر اور مستقیم رہی اور ظاہر باطن کے سنگھ اور قلب قالب کے ساتھ اور نظریہ قدم اس واسطے کہ نظر کی پیشی قدم پر طغیان ہے اور نظر سے مقصود علم ہے اور قدم سے مراد قالب کا حال ہے سو قدم سے نظر نہیں بڑھی کہ وہ طغیان ہو اور نہ قدم نظر سے ٹھٹھک رہا کہ وہ پچھلا ہٹ ہو سو جبکہ احوال میں اعتدال ہوا اور قلب اُس کا قالب اور قالب اُس کا قلب کے مثال ہو گیا اور ظاہر اُس کا جیسا باطن اور باطن اُس کا جیسا ظاہر اور بصر اُس کی بصیرت سے اور بصیرت اُس کی بصر سے اس طرح پر کہ جہاں اُس کی نظر اور علم پہنچا اُس کے ساتھ ہی قدم اُس کا اور حال اُس کا بھی پہنچا اور اسی معنی کے لئے حکم اُس کے معنی کا منعکس ہو گیا اور نور اُس کا ظاہر پر اُس کے جھلکا اور ایک ایسا براق لایا گیا جس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اُس کی نظر پہنچتی تھی نہ اُس کا قدم وہاں سے پچھڑتا تھا جہاں کہ اُس کی نظر ٹپرتی تھی جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے تو براق اُس کے قالب کے ساتھ مشابہ اور مشاکل اُس کے معنی سے تھا اور اس کی صفت کے ساتھ متصف بوجہ اس کی قوت حال اور اُس کے معنی کے تھا۔

اور حدیث معراج میں مقامات انبیاء کی طرف اشارہ کیا اور ہر ایک آسمان پر بعضے انبیاء کو دیکھا اس رمز سے کہ اُس کی پیش قدمی اور اُس کے پایہ سے ہٹے اور پیچھے رہ گئے اور موسیٰ کو بعضے آسمانوں میں دیکھا سو جو شخص کہ بعضے آسمانوں میں ہو اُس کا یہ قول ادنیٰ انظر الیہ یعنی دکھا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف میں نظر کروں ایک بتاؤں نظر کا حد قدم سے اور قدم کا پچھڑنا نظر سے ہوتا ہے اور یہی ایک فرو گذاشت ہے ایک وصف کی اُن دو وصفوں میں سے جو اس قول میں اللہ تعالیٰ کے ہیں مازاغ البصر وما طغیٰ لہذا رسول اللہ قدم اور نظر

بارگاہ الہی کے آداب کے بیان میں جو اہل قرب کے واسطے ہیں

تمام آداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے گئے ہیں اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اور باطن میں مجمع آداب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے حسن ادب سے کلام اللہ میں اپنے قول سے خبر دی ہے مازاغ البصر و ما طغی یعنی بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔ اور یہ آداب کے غوامض سے ایک نازک اور باریک چیز ہے جس کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعراض و اقبال میں قلب پاک کے اعتدال سے خبر دی کہ آپ نے ماسوا اللہ سے منہ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ اور آپ نے پٹھان کی طرف زمین اور دار دنیا کو اُن کے حظوظ سمیت اور آسمان اور دار آخرت کو اس کے حظوظ سمیت چھوڑ دیا اور جن چیزوں سے آپ نے اعراض کیا ان کی طرف پھر التفات نہیں کی اور نہ آپ کو افسوس ہوا ان چیزوں کا جو آپ کے اعراض سے غائب ہو گئیں اور ہاتھ سے جاتی رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لکنیدہ تا سوا علی ما فاتکم یعنی تاکہ تم ناامید نہ ہو اُس کے اوپر جو تم سے فوت ہو گئی۔

پس یہ خطاب عام کے لئے اور مازاغ البصر حال نبی علیہ السلام سے خبر دینا ایک وصف کے ساتھ ہے جو خاص ہے اُس معنی سے جس کے ساتھ عام کو خطاب کیا ہے پس مازاغ البصر آپ کا حال طرف اعراض میں ہے اور طرف اقبال میں ملا اُس سے جو اُس پر وارد قاب تو سین کے مقام میں روح اور قلب کے ساتھ ہوا پھر اللہ تعالیٰ سے شرمنا کر خوف اور بزرگی کے سبب آپ نے گریز کی اور اپنے اس گریز سے آپ نے انکسار اور افتقار کی شکونوں اور پیچیدگیوں میں اپنے نفس کو لپیٹا تاکہ نفس

اور حاجاتِ دنیوی کے طلب میں انبساط سے مرک رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرب کے ایک مقام میں اس کو اٹھایا اور انبساط میں اُسے اجازت دی اور فرمایا کہ مجھ سے مانگ اگرچہ تمک تیرے خمیر کے لئے ہو۔

پس جبکہ اُس کو کھولا تو وہ کھل گیا اور کہا رب انی لعا انزلت الی من خیر نتیجہ یعنی رب میرے میں واسطے اُس چیز کے کہ تو طرف میرے اتارے بھلائی سے محتاج ہوں اس واسطے کہ وہ آخرت کی حاجتیں مانگتے تھے اور درگاہِ الہی کو بزرگتر اس سے جانتے تھے کہ دنیا کی حقیر حاجتیں مانگیں اور وہ شریکین کے حجاب میں حقیر چیزوں کے مانگنے سے محتا اور اُس کے واسطے ظاہر میں ایک مثال ہے کہ سلطان معظم سے بڑی چیزوں کا سوال کیا جاتا ہے اور حقیر چیزوں کے طلب کرنے میں شرم اور لحاظ ہوتا ہے پھر جبکہ شمت کا پردہ اٹھ گیا تو قرب کے مقام خاص میں ہو رہا۔ چھوٹی چیز کو اسی طرح مانگتے تھے جیسے کہ بڑی چیز کو مانگتے تھے۔

فوالنون مہر نے کہا ہے کہ عارف کا ادب سب ادب کے اوپر ہے اس واسطے کہ معروف اُس کا تادیب کرنے والا اُس کے قلب کا ہے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میں نے لگا دیا ہے کہ وہ میرے اسماء و صفات کے ساتھ قیام کرے تو اُس کے ساتھ میں نے ادب کر دیا ہے اور جس شخص پر میں نے اپنی حقیقت ذات سے کشف کیا ہے اُس کے لوازم سے ہلاکت کو کر دیا تو جو چاہے وہ پسند کرے ادب یا ہلاکت۔ اور یہ قول قائل کا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسماء و صفات ایسے وجود کے ساتھ ٹھرتے ہیں جو ادب کا محتاج ہے اس واسطے کہ رسوم بشریت اور حظوظِ نفس اس میں باقی ہیں اور عظمت ذات کے نور چمکنے پر وہ آثار انوار کے ساتھ نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور ہلاکت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ فنا کے ساتھ متحقق اور راست و درست ہو گیا اور یہ انتہا درجہ کا مطلب ہے

اور ابوعلی دقاق نے اس قول میں اللہ تعالیٰ کے بیان کیا ہے وایوب اذ نادے ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین یعنی اور ذکر کر ایوب کا کہ

کے لپیٹ میں پوشیدہ کر دیا اور یہ گرنیر اللہ سے اللہ کی طرف ہے اور وہ انتہا کا ادب ہے جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظ اٹھایا۔ پس جو چیز فیض سے مقابل ہوئی تو اُس کی ہمیشہ ترقی ہوتی رہی اور رہے گی۔ فرق دو مکان کا میا نہ یا اُس سے نزدیک تر اور اُس شرح کے ہم شکل اور مماثل ہوتا ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

قول ابی العباس بن عطاء کا آیت مازع البصر و ما طغیٰ میں کہا نہیں اس کو دیکھا طغیان کے ساتھ جو کسی طرف کو میل کرے بلکہ دیکھا اُسے اس شرط پر کہ قویٰ میں اعتدال ہو۔

اور سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع نہیں کی اپنے نفس شاہد کی طرف اور نہ اُس کے مشاہدہ کی طرف اور اس کے سوا نہیں کہ آپ بالکل اپنے پروردگار کا مشاہدہ کرنے والے تھے دیکھتے تھے اُن چیزوں کو جو آپ پر ظاہر ہوتی تھیں۔ صفات سے جنہوں نے اس محل میں ثبوت کو واجب کر دیا اور یہ کلام اُس شخص کے لئے جو غور کرے موافق ہے اُس چیز کے جس کو ہم نے ایک امر کے ساتھ اس مسئلہ میں سہل بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے اور اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو ہمارے شیخ جناب ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی نے بروایت ابی محمد جریری سے کی ہے کہ علم انقطاع کے ادراک حاصل کرنے میں فائق ہونا وسیلہ اور سبب ہے اور لاماندگی کی حد پر توقف کرنا نجات ہے اور علم قرب سے گریز کرنے کے ساتھ پناہ لینی وصلہ و پیوستگی ہے اور جواب نہ ملنے کی استمداد ذخیرہ ہے اور خطاب سننے کے داعیے قبول کرنے سے باز رہنا تکلف ہے اور اندیشہ اُن چیزوں کے علم میں جو فصاحت فہم سے اقبال کے مکان میں منطوی ہیں گناہ ہے اور اُن چیزوں کے ملنے کی طرف مائل ہونا جو پیچھے اپنے معدن سے علیحدہ ہوں گی بعد اور دوری ہے اور سامنے ہونے کے وقت گردن جھکانا جرات اور عمل انس میں انبساط فریفتگی اور مغروری ہے اور یہ سب کلمات آداب حضرت سے مقرر ہیں

کہتا ہے تو وہ اُس کے غیر کے ساتھ زیادہ مستحکم اور اُس پر زیادہ قادر ہے ❖
تین تیسٹواں باب

طہارت اور اُس کے مقدمات کے آداب میں

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ صفحہ کی تعریف میں فرمایا ہے فیہ رجال یحبون ان
 یتطہروا وَاَللّٰہُ یحبُ الْمُطہَّرِیۡنَ یعنی اُس میں وہ مرد ہیں کہ دوست رکھتے ہیں
 پاک ہونے کو اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو اور بعض
 تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ دوست رکھتے ہیں پاک ہونے کو بے وضو اور غسل کی حاجتوں
 اور ناپاکیوں سے جو پانی کے ساتھ ہو۔ کلبی نے کہا ہے کہ وہ پانی سے مقعدوں کا
 دھونا ہے اور عطار نے کہا ہے کہ وہ پانی سے استنجا کرتے تھے اور رات کو جنابت
 یعنی حاجتِ غسل کے ساتھ نہیں سوتے تھے۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبائر کے لوگوں سے
 کہا جبکہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت میں تمہاری ثناء و صفت کی ہے
 تو وہ کیا ہے؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں اور پہلے یہ بات
 تھی کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص
 بیت الخلاء سے آئے تو چاہیے کہ تین پتھروں سے استنجا کرے اور اسی طرح ابتداء میں
 استنجا تھا یہاں تک کہ اہل قبائر کے حق میں آیت نازل ہوئی۔

سلمانؓ سے لوگوں نے کہا کہ تم کو ہر ایک چیز تمہارے نبی نے سکھلا دی تھی کہ
 قضا کے حاجت بھی بتلائی۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ ہاں ہم کو منع اس سے کر دیا ہے کہ
 قبلہ رخ پاخانہ پھر میں یا پیشاب کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا ہم سے کوئی تین
 پتھر سے کم کے ساتھ استنجا کرے یا کہ سرگین یا ہڈی سے استنجا کرے۔

ہمارے شیخ حنیاء الدین ابوالنجیب نے بواسطہ روایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے روایت کی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تمہارے لئے باپ
 کے برابر ہوں کہ میں تمہیں تعلیم دوں۔ سو جبکہ تم سے کوئی قضا کے حاجت کو جائے تو قبلہ

جوڑ کر حیا اور تواضع کے خانہ عروسی میں در آئے اس انداز سے کہ ناظر پر قدم اور
 قدام اپنی نظر تھی اور اگر حیا و تواضع کے خانہ عروسی سے باہر جاتے اور حد قدم سے
 تجاوز کر کے نظر کو بڑھاتے تو بعضے آسمانوں پر وہ بھی رہ جاتے جیسے کہ آپ کے سوا
 انبیاء سے اور نبی رہ گئے۔

پس ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خانہ عروسی میں حال کے ادب
 سے شرمائے ہوئے بیٹھے رہا کرتے یہاں تک کہ آسمانوں کے حجاب بھٹ گئے
 اور گونا گوں قرب کے چھتری آپ کے اوپر خوب لگی اور ایک ایک کر کے حجابوں
 کے بادل آپ کے اوپر پراگندہ ہوئے اور کھل گئے حتیٰ کہ آپ مازناغ البصر و ما
 طغنی کے صراط پر مستقیم ہوئے تب آپ کو ندتی ہوئی بجلی کی طرح وصل اور
 لطائف کے گنجینہ کی طرف گزرے اور غایت ادب کی ہے اور نہایت
 کامرانی کی ہے۔

ابو محمد بن رویم نے کہا جبکہ مسافر کے ادب سے سوال کیا گیا کہ مسافر کا
 ارادہ اُس کے قدم سے آگے نہ بڑھے سو جہاں مسافر کا قلب ٹھہرے وہیں مسافر
 اترے۔ ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب نے وساطت روات کے ساتھ ساتھ
 حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یہ آیت پڑھی: رَبِّ ارْنِي انظُر اليك فرمایا کہ کہا اے موسیٰ مجھے کوئی شخص
 حیات میں نہ دیکھے گا الا جبکہ وہ مر جائے اور نہ خشک مگر جبکہ وہ زمین ٹوٹے
 اور نہ نزالا جبکہ وہ پراگندہ ہو جائے اس کے سوا نہیں کہ مجھے وہ اہل جنت
 دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مرتیں اور نہ اُن کے اجسام پُرا نے ہو کر
 جاتے رہتے ہیں۔

اور آداب حضرت سے وہ ہے جو شبلیؒ نے بیان کیا کہ بات کے ساتھ
 انبساط اور کشادہ رونی ترک ادب ہے اور یہ بعض احوال اور اشیاء کے ساتھ
 سوا بعض کے مختص ہے علی الاطلاق نہیں ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے دُعا
 کرنے کا حکم فرمایا ہے اور رُک رہنا قول ہی میں ہے جس طرح کہ موسیٰؑ مقاصد

اور تمنغ اور کھنکارنے میں بیٹھی کرے تو جائز ہے۔ لیکن حد علم کی رعایت کرے اور
دوسرے سے شیطان کو اپنی طرف راہ نہ دے کہ وہ وقت کو ضائع کرے۔ پھر تین
بار یا زیادہ تین بار سے عضو کو مالش و مسح کرے یہاں تک کہ رطوبت نہ پائے۔

اور بعض صوفیہ نے عضو کو پستان شیر سے تشبیہ دی ہے اور کہا کہ ہمیشہ
اُس میں سے رطوبت ظاہر ہوتی ہے جب تک کہ اُس کا امتداد رہے تو اُس میں رعایت
کی حد کرے اور طاق کا لحاظ اس میں بھی کرے اور مالش مسح پاک زمین یا پاک پتھر
پر کرے اور اگر پتھر لینے کی حالت میں اُس کے چھوٹے ہونے کے سبب احتیاج
ہو تو پتھر کو داہنے ہاتھ میں اور عضو کو بائیں میں لے اور پتھر سے مالش کرے
اور بائیں سے جنبش ہو نہ داہنے سے تاکہ داہنے سے استنجا کرنے والا نہ ہو اور
جب پانی کا استعمال چاہے تو دوسری جگہ بدلے اور پتھر پر قناعت اس وقت
تک کرے کہ بول حشفہ یعنی سر عضو پر نہ پھیلے۔

اور استبراء میں استنقاء کے ترک میں وعید ہے جو وارد اُس حدیث میں
ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب کئے جاتے
ہیں اور یہ دونوں کسی کبیرہ سبب سے عذاب میں نہیں ہیں مگر یہ کہ استبراء نہیں
کرتا تھا یا کہ بول سے استنزاہ اور طہارت بول سے نہیں کرتا تھا اور یہ کہ
دوسرا لگایا بٹھایا کرتا تھا اور ایک کے سامنے دوسرے کی سخن چینی کرتا تھا۔
پھر آپ نے ایک تر چھڑی منگوائی اور اُس کے دو ٹکڑے کئے بعد ازاں ایک
اُس کے اوپر اور ایک اُس کے اوپر رکھ دی اور فرمایا کہ شاید ان دونوں سے
تخفیف عذاب ہو جب تک کہ وہ خشک نہ ہوں۔ اور جب ایسے جنگل میں ہو تو
آنکھوں سے دُور ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب کبھی نبی علیہ السلام
براز کا ارادہ کرتے تو آپ چلے جاتے یہاں تک کہ آپ کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔
اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہا میں ایک سفر میں

جب پکارا رب اپنے کو کہ مجھے نقصان نہ چھو لیا اور تُو رحم کرنے والا رحم کرنے والوں سے زیادہ ہے فرمایا کہ ارحمٰنی نہیں کہا اس واسطے کہ ادب خطاب کا اُس نے فقط کیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کنت قلتہ فقد علمتہ یعنی اگر میں اُس کو کہتا تو البتہ تُو اُس کو جان لیتا اور نہ کہا کہ میں نے نہیں کہا سو اس واسطے کہ بارگاہِ الہی کے ادب کی رعایت کی۔

آر ابو نصر سراج نے کہا ہے کہ اہل دین سے اہل خصوصیت کا ادب قلوب کی طہارت اور اسرار کی نگہداشت اور سپہانوں کی وفا اور وقت کی حفاظت اور خواطر اور عوارض اور ہدایتیں اور موانع کی طرف کم توجہی اور ظاہر باطن کی یکسانی ہے اور حُسن ادب مواقع طلب اور مقامات قرب اور اوقات حضوری میں ہے۔ اور ادب دو ادب ہیں ادب قول کا اور ادب فعل کا تو جس نے اللہ تعالیٰ سے تقرب اپنے ادب فعل سے کیا اُس کو محبت قلوب عطا فرمائی۔

آر ابن مبارک کا قول ہے کہ ہم تھوڑے ادب کے زیادہ تر محتاج ہیں بہ نسبت اُس کے کہ کثرت علم کی ہم کو حاجت ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عارف کے لئے ادب ایسا ہے کہ مبتدی کے لئے توبہ ہے اور ثوری کا مقولہ ہے کہ جو شخص وقت کے لئے متادب یعنی ادب یافتہ نہیں ہے تو وقت کو دشمن بناتا ہے۔

آر ذوالنون نے کہا کہ جب مُرید استعمال ادب کی حد سے باہر نکل جائے تو ہر آئینہ وہ مراجعت اُسی طرف کو کرے گا جس طرف سے آیا ہے اور ابن مبارک نے بھی کہا ہے کہ ادب کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ وہ معرفت اور شناسائی نفس کی ہے اور یہ اُس کی طرف سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نفس جہالتوں کا چشمہ اور منبع ہے اور ادب کا ترک کہ ناجہل کی آمیزش سے ہے تو جب نفس کو پہچان لیا تو معرفت کے نور کو پہنچا اس بنا پر کہ جس نے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے پروردگار کو پہچانا اور اس نور کے لئے نفس جہالت کے ساتھ ظہور نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ صریح علم کے ساتھ استیصال اُس کا کر ڈالتا ہے اور تب وہ صاحبِ ادب ہو جاتا ہے اور جو کوئی درگاہِ الہی کے ادب کی ملامت

اور استنجے سے فراغت کے وقت کہے : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
 طَهَّرْ قَلْبِيْ مِنَ الرِّيَاةِ وَحَصِّنْ قَدْرِيْ مِنَ الْفَوَاحِشِ يَعْنِي الشَّدْمِيْرَةَ دَرُوْدِ بِيْحِ
 مُحَمَّدٍ اور آلِ مُحَمَّدٍ پر ریا سے میرے دل کو پاک کر اور فواحش یعنی حد سے زیادہ بد
 زنا وغیرہ سے میرے فرج کو محفوظ رکھ اور غسلِ نماز اور نہانے کی جگہ آدمی کو
 پیشاب کرنا مکروہ ہے ۔

عبداللہ بن مغفل نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے
 اس سے کہ آدمی اپنے حمام میں پیشاب کرے اور کہا اس سے وسوسا عام ہے اور
 ابن مبارک نے کہا ہے کہ حمام میں جبکہ اُس میں پانی جا رہی ہو تو پیشاب کرنے کی
 وسعت اس میں دی جائے اور جبکہ عمارت اور مکان میں بیت الخلاء ہو تو اُس میں
 داخل ہونے کے لئے پہلے بایاں پاؤں رکھے اور اندر جانے سے قبل کہے : بِسْمِ
 اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخُبْثَاتِ يَعْنِي اَشِدُّ التَّعَالٰی کے نام سے شروع کرتا
 ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں پلیدی اور پلیدی چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں ۔

ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابوالنجیب ہرردی نے بواسطہ روایت کے حضرت
 زید بن ارقم سے روایت کی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہر آئینہ
 آپ نے فرمایا ہے کہ یہ خشوش مختصرہ ہیں تو جب تم سے کوئی قصائے حاجت کو
 برائے تو یہ کہتا چاہیے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخُبْثَاتِ اور خشوش سے کف
 یعنی اُڈ چاہیے ہے اور خش کی اصل گھنے درختِ خرما کے ٹھنڈے ہیں جن میں قصائے
 حاجت کرتے تھے اُس وقت میں کہ گھروں کے اندر بیت الخلاء بنے تھے ۔

اور قول آپ کا مختصرہ یعنی شیطین اُس میں حاضر و موجود رہتے ہیں او
 قصائے حاجت کے لئے نشست میں پاؤں پر زور دے اور اپنے ہاتھ زمین
 میں نہ ٹکائے اور نہ بیٹھتے ہوئے زمین پر لگیں کھینچے اور نہ دیوار پر اور اپنی
 شرمگاہ کی طرف زیادہ نظر نہ کرے مگر جب کہ اُس کی حاجت ہو اور نہ بات
 کرے ۔ کہ ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ نہ نکلیں دو مرد قصائے حاجت کے لئے اس حالت میں کہ وہ اپنی شرمگاہیں

کی طرف مُنہ نہ کرے اور نہ اُس کی طرف پیٹھ کرے اور نہ داہنے ہاتھ سے طہارت کرے اور آپ تین پتھر کے ساتھ امر کرتے تھے اور سرگین اور گلی ہڈی سے باز رکھتے تھے۔

اور فرض استنجا میں دو چیزیں ہیں پلیدی کا دُور کرنا اور دُور کرنے والی چیز کا پاک ہونا اور وہ یہ ہے کہ وجہ نہ ہو اور وہ سرگین ہے اور نہ وہ دوبارہ مستقل ہو اور نہ رُمہ ہو اور رُمہ کی ہڈی ہے اور استنجا کا طاق ہونا سُنت ہے۔ سو یا تو تین پتھر ہوں یا پانچ یا سات ہوں اور پانی سے پتھروں ڈھیلوں کے بعد ابدست کا لینا سنت ہے۔

اور آیت کے معنی میں بعضوں نے کہا ہے جو یحیون ان یتطہروا ہے اور جب اُن لوگوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم پتھروں کے بعد پانی لیتے تھے۔ اور باتیں ہاتھ سے استنجا کرنا سُنت ہے اور استنجے کے پیچھے مٹی سے ہاتھ کا ملنا سُنت ہے اور اس طرح جنگل میں ہوتا ہے جبکہ زمین پاک ہو اور مٹی پاک ہو اور استنجے کی جگہ کو یہ ہے کہ پتھر کو یا ڈھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے اور اُس کو مخرج اور نکاس کے اول کے سرے پر رکھے قبل اس کے کہ وہ بجاست سے ملے اور اُس کو ملتے ہوئے کھینچے اور اس کھینچی میں پتھر کو پھیرے تاکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بجاست سر کر کہ نہ لگے ایسے کرتا ہے یہاں تک کہ مخرج اور نکاس کے آخر سرے تک پہنچے اور دوسرا پتھر یا ڈھیلے کو اُسے آخر کے سرے پر اسی طرح رکھے اور اول کے سرے تک مسح کرے اور تیسرا پتھر لے اور اُسے مبرز کے رگد پھیرے اور اگر نکونے پتھر کے ساتھ استنجا کرے تو جائز ہے۔

اور استبر یعنی استنجا بول میں جبکہ بول ہو چکے تو عضو کو تین بار اُس کی بڑے مشغے یعنی سرے تک نرمی سے کھینچے تاکہ بقیہ بول کا نہ اُچھلے۔ پھر تین بار اُس کو جھاڑے اور استبرار میں استنقار کے ساتھ احتیاط کرے اور وہ یہ ہے کہ تین دفعہ گلاب روشن کرے یعنی کھنکارے اور مٹھارے اس واسطے کہ حلق سے عضو تک رگیں پھیلی ہوئی ہیں اور کھنکارنے سے وہ جنبش کرتی ہیں اور جو کچھ بول کے راستے میں ہو اُس کو پھینک دیتی ہیں۔ پھر اگر چند قدم مٹی کرے اور چلے

اصل ازم کے دانتوں کا ایک دوسرے پر ٹھہرانا ہے اور سکوت کے لئے ازم کہا گیا ہے اس واسطے کہ دانت تلے اوپر منطبق ہو جاتے ہیں اور اس سے منہ کا مزہ تغیر ہو جاتا ہے اور روزہ دار کے لئے بعد از زوال مکروہ ہے اور زوال کے قبل اُس کے لئے مستحب ہے اور غسل جمعہ کے ساتھ اور تہجد کے وقت اُس کا استحیات زیادہ ہے۔ اور کوئی مسواک کو پانی سے تر کرے اور طول و عرض میں دانتوں کے مسواک کرے اور اگر اقتضاد کرے تو عرض میں کرے۔ پھر جب مسواک سے فارغ ہو تو اُسے دھوئے اور وضو کے لئے بیٹھے اور اولیٰ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ابتدا کرے اور کہے : رب اعوذ بك من مميزات الشياطين و اعوذ بك رب ان يحضرون۔ اور ہاتھ دھونے کے وقت کہے : اللهم اني اسألك اليمين والبركة و اعوذ بك من الشوم والهلكة۔ اور کلی کرنے کے وقت کہے : اللهم صل على محمد و على آل محمد و اعني على تلاوة كتابك و كثرة الذكر لك و اور ناک میں پانی ڈالنے اور دھونے کے وقت کہے : اللهم صل على محمد و على آل محمد و اوجدني راحة الجنة وانت عني راضي اور ناک ناسگی کے وقت کہے : اللهم صل على محمد و على آل محمد و اعوذ بك من رواح النار و سوء الدار۔ اور مزہ دھونے کے وقت کہے : اللهم صل على محمد و على آل محمد و بيض وجهي يوم قبيض وجه اوليائك و لا تسود وجهي يوم تسود وجه اعدائك۔ اور داہنے ہاتھ کے دھوتے وقت اللهم صل على محمد و على آل محمد و استني كتابي بيمينتي و حاسبني حسابا يسيرا۔ اور بائیں ہاتھ کے دھوتے وقت : اللهم اني اعوذ بك ان توتيني كتابي بشمالى او من وراء ظهري اور سر کے مسح کے وقت : اللهم صل على محمد و على آل محمد و اغثنى برحمتك و انزل على ميين بركاتك و اظلمني تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك۔ اور دونوں کانوں کے مسح کے وقت : اللهم صل على محمد و على آل محمد و اجعلني ممن يسمع القول فيتبع احسنه اللهم اسمعني منادى الجنة مع الابرار۔ اور گردن کے مسح کے وقت : اللهم فك رقبتى من النار و اعوذ بك من السلاسل و الازلال۔ اور داہنے پاؤں کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا سو نبی علیہ السلام قضائے حاجت کو گئے اور چلتے چلتے دور نکل گئے۔

اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی قضائے حاجت کے لئے نزول فرماتے تھے جیسے کوئی شخص گھر میں آتا ہے اور آپ پر وہ کر کے کسی دیوار یا زمین کے نیلے یا پتھر کے انبار سے۔ اور جانتے رہے کہ آدمی جنگل میں اپنے کجاوہ سے پردہ کرے یا اپنے دامن سے جبکہ کپڑے کو چھینٹ سے حفاظت ہو اور پیشاب نرم زمین میں یا ڈھالو مٹی پر کرنا مستحب ہے۔

ابوموسیٰؓ نے کہا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا سو آپ نے پیشاب کرنا چاہا سو ایک دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے اور پیشاب کیا۔ بعد اُس کے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو چاہئے کہ نرم زمین پر ڈھالو تلاش کرے اور سزاوار یہ ہے کہ قبلہ کو نہ مُنہ کرے نہ اس کو پیٹھ کرے اور نہ سُورج اور چاند کے سامنے مُنہ ہو اور مکانات میں قبلہ رو ہونا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے اس سبب سے کہ بعض فقہاء اُس کی کراہت کی طرف مکان میں بھی گئے ہیں اور نہ کپڑے کو اپنے اُٹھائے اور نہ سینے تک کہ بیٹھتے وقت زمین کے پاس نہ ہو جائے اور ہوا کے رخ سے چھینٹ نہ پڑنے کے لئے اجتناب کرے۔

کسی شخص نے بعض صحابہ سے جو اعراب سے یعنی بدوی تھے کہا اُس حال میں کہ اُس سے جھگڑا کرتا تھا کہنے لگا کہ میں تجھے جہنم گمان کرتا کہ اچھی طرح سے قضائے حاجت کرتا ہو کہا ہاں تیرے باپ کی قسم میں اس میں خوب زیرک و صادق ہوں کہا تو اس کی صفت اور شرح کر تو کہا کہ انسان سے دور ہو اور ڈھیلے رکھ اور گھاس کی طرف مُنہ اور ہوا کی طرف پیٹھ کر اور اُڑوں ہرن کی بیٹھک پیٹھ اور شتابی قضائے حاجت شتر مُرخ کی طرح کر یعنی درندہ وغیرہ گھاس کی طرف مُرخ کر اور ہوا کی طرف پشت کرتا کہ چھینٹ سے بچے اور اقعاء کے معنی یہاں یہ ہیں اُکڑچوں پنجوں کے بل بیٹھے اور اجفال یہ ہے کہ اپنی سرسوں کو اُوٹھا کرے

تیسرا واجب دونوں ہاتھ کا کہنیوں تک دھونا ہے اور کہنیوں کا غسل میں داخل کرنا واجب ہے اور آدھے آدھے بازوؤں تک ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے اور اگر ناخن اس قدر بڑھے ہوں کہ انگلیوں کے سرے سے باہر نکل گئے ہیں تو اندرونی رُخ اُن کا دھونا قول امح کے موافق واجب ہے۔

چوتھا واجب سر کا مسح ہے اور وہ اُسی قدر کافی ہے جس پر مسح کا نام بولا جاتا ہے یعنی سر کے جزو پر اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ داہنے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملائے اور سر کے آگے کے رُخ پر رکھے اور گدی تک اُن کو ٹھینچے۔ پھر اُن دونوں کو اُس جگہ تک پھیر لائے جس سے شروع کیا تھا اور دونوں پنجوں کی تری کو آگے اور پیچھے آدھوں آدھ کر دے۔

آور پانچواں واجب دونوں پاؤں کا دھونا ہے اور دونوں ٹخنوں کا غسل یعنی دھونے میں داخل کرنا واجب ہے اور آدھی آدھی پنڈلیوں تک اُن دونوں کا دھونا مستحب ہے اور دونوں پاؤں کو ٹھینے تک دھونے پر قناعت کی جاتی ہے اور ملی ہوئی انگلیوں میں خلال کرنا واجب ہے تو بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پاؤں کی اندرونی جگہ میں خلال کرے اور داہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر پاؤں میں درزیں اور بواہیں ہوں تو اُن کے اندر پانی پہنچانا واجب ہے اور جو کچھ خمیر یا چکنائی میں سے اُس میں چھوڑی گئی ہو تو اُس چیز کو دُور کرنا واجب ہے۔

چھٹا واجب ترتیب ہے اس طرح پر کہ جیسے وہ کلام اللہ میں مذکور ہے۔ ساتواں واجب تتابع جو شافعی کے قول قدیم میں ہے اور اس تفریق کی حد جو تتابع اور پے در پے ہونے کو قطع کرے یہ ہے کہ اعتدال ہوا کے وقت عضو کی تری سُکھ جائے۔

اور وضو کی سنتیں تیسرہ ہیں۔

بسم اللہ کہنا اعلیٰ ظہارت میں اور دونوں ہاتھ کا کلائی تک دھونا اور کُلی اور استنشاق یعنی ناک میں پانی دینا اور اُن دونوں میں مبالغہ یعنی تمامی کو پہنچانا پھر

کھولے ہوئے باہم باتیں کرتے ہوں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو اُس سے صداقت ہے اور بیت الخلا سے نکلنے وقت کہے الحمد لله الذی اذہب عنی ما یوذیننی والبقی علی ما ینفعنی یعنی اُس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اذیت دینے والی چیز مجھ سے دُور کی اور جو چیز مجھے فائدہ دیتی ہے اُس پر مجھے باقی اور قائم رکھا۔ اور اپنے ساتھ ایسی چیز نہ لے جائے سونے اور انگوٹھی وغیرہ سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور نہ ننگے سر جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے شرمناؤ کہ میں ہر اُلیئہ بیت الخلا بن جاتا ہوں، تو اپنے رب عزوجل سے شرمنا کر اپنی بیٹیٹھ جھکا لیتا ہوں اور اپنا سر ڈھک لیتا ہوں۔

چونتیسواں باب

وضو اور اُس کے اسرار کے آداب میں

جب وضو کرنا چاہے تو مسواک سے شروع کرے۔ ہمارے شیخ ابوالنجیب نے روایت کے واسطے سے زید بن خالد جنی سے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار تر نہ جانتا تو عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتا اور اُن کو میں ہر فرض کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسواک منہ کی پاک کرنے والی اللہ تعالیٰ کی خوشنود کرنے والی ہے اور حدیفہ منہ سے منقول ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آپ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو مسواک سے اپنے منہ کو پاک و پاکیزہ کرتے۔ اور شوہن مالش کو کہتے ہیں اور ہر ایک نماز اور ہر ایک وضو کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے۔

اور ہر ایک دفعہ کہ لب بند رہنے وغیرہ سے منہ کے مزہ میں تغیر آوے اور

استعداد و طیاری میں سے با وضو رہنا ہے۔

اور حصی سے حکایت کی گئی ہے کہ البتہ اُس نے کہا ہے کہ جب کبھی میں رات کو جاکا تو میرے اوپر حمار نیند نہیں کرتی مگر بعد اس کے کہ میں اُٹھا اور تازہ وضو کر لیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ مجھے نیند آوے اور میں با وضو نہ ہوں اور شیخ علی بن سلیمان نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ہر اُٹینہ وہ تمام رات بیٹھا رہتا سو اگر اُن پر نیند غلبہ کرتی تو بھی اُسی طرح بیٹھے رہتے تھے اور جب کبھی جاگتے تو کہتے کہ میں ایسا نہیں کہ سوئے ادب کروں۔ سو وہ اُٹھتے اور تازہ وضو کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہر اُٹینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ مجھ سے بڑی امید دلانے والے عمل کا ذکر کر جو تو نے اسلام کی حالت میں کیا ہو اس لئے کہ میں نے بہشت میں تیرے نعلین کی آواز اپنے آگے سنی تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ میں نے اسلام میں سب سے بڑھ کر امید دلانے والا عمل اپنے نزدیک اس سے نہیں کیا کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں وضو نہیں کیا مگر یہ کہ اپنے خدائے عزوجل کے لئے اُس وضو سے نماز نہ پڑھی ہو جس قدر کہ میرے لئے مقرر کر دی کہ میں نماز پڑھوں۔ اور ادب صوفی سے طہارت میں پانی کے اطراف کا ترک ہے اور حد علم پر قائم ہونا ہے۔

اور ابن کعب نے روایت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کہ آپ نے ہر اُٹینہ فرمایا ہے کہ وضو کے لئے ایک شیطان ہے جس نے ولہان کہتے ہیں تو پانی کے وسوسوں سے ڈرو اور بچو۔

اور ابو عبد اللہ رواد باری نے کہا کہ ہر اُٹینہ شیطان کو شش اس بات کی کرتا ہے کہ بنی آدم کے تمام اعمال سے اپنا حصہ لے سو وہ نہیں پرواہ کرتا اپنے حصہ لینے میں اس کے ساتھ کہ مامورات میں زیادتی کریں یا کمی اور وہ سب کمی بیشی اُس کے حصے میں ہے۔

اور ابن کعب نے منقول ہے کہ اُسے ایک شب غسل کی حاجت ہو گئی اور

دھونے کے وقت اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبتت قدمی علوی
 الصراط مع اقدم المؤمنین۔ اور بائیں پاؤں کے دھونے کے وقت کہے :
 اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واعدوبک ان تنزل قدمی عن الصراط
 یوم تنزل فیہ اقدم المنافقین۔

اور جب وضو سے فارغ ہو تو آسمان کی طرف سر اٹھائے اور کہے :
 اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشهد ان محمداً
 عبده ورسوله سبحانک اللہم و بحمدک لا الہ الا انت عملت
 سوء و ظلمت نفسی استغفرک و اتوب الیک فاغفر لی و تب علی
 انک انت الثواب الرحیم اللہم صل علی منہ صل علی آل محمد و
 اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطہرین و اجعلنی صبوراً
 و شکوراً و اجعلنی اذکرک کثیراً و اسبغک بکرة و اصیلاً۔

اور فرائض وضو کے، نیت منہ دھونے کے وقت اور منہ کا دھونا اور منہ کی
 حد منہ کی پہنائی کے شروع سے ٹھوڑی کی انتہا تک اور جو کچھ ڈاڑھی سے ظاہر اور
 جو کچھ لٹکی ہو اور ایک کان سے دوسرے کان تک عرض میں اور منہ دھونے کے
 داخل وہ سفیدی ہے جو دونوں کان اور ڈاڑھی کے درمیان ہے اور پیشانی
 کی جگہ جہاں بال نہ ہوں اور جہاں کہ بالوں سے کھلی ہوئی جگہ ہو اور وہ دونوں
 چکر سر سے پیشانی کے دونوں طرف ہیں اور ان دونوں کا منہ کے ساتھ دھونا
 مستحب ہے اور تحدیف کے بالوں تک پانی پہنچایا جائے اور بال تحدیف کے
 اس قدر ہیں کہ عورتیں ان کو منہ سے دُور کرتی ہیں اور عنقہ یعنی ریش بچہ اور بروٹ
 اور ابرو اور دونوں طرف کے خط ریش میں پانی پہنچایا جائے اور سوا اس کے واجب
 نہیں ہے۔ پھر ریش اگر ہلکی ہو تو بشرہ یعنی منہ کے پوست تک پانی پہنچائے اور ہلکی
 ریش کی حد یہ ہے کہ اس کے نیچے سے صورت نظر پڑے اور اگر گھنی ہو تو واجب
 نہیں ہے اور آنکھ کے کونے سے اکٹھے ہوئے سرسہ کو صاف کرنے میں
 کوشش کرے۔

کی اور یہ اس سبب سے ہوا کہ اس کو اسمال کا عارضہ تھا اور جب کہ وہ اٹھتا تو پانی میں جاتا اور اپنے تنیں غسل دیتا۔ سو ایک بار پانی میں گیا اور اس میں سر گیا۔ یہ سب کچھ اہتمام وضو اور طہارت کی حفاظت کے لئے تھا۔

اور منقول ہے کہ ابراہیم ادم بھی قیام اور نگہداشت کرنے والے وضو اور طہارت کے تھے سو ایک رات میں کچھ اوپر ستر دفعہ اٹھتے اور ہر دفعہ تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اور مذکور ہے کہ بعض صوفیہ نے اپنے نفس کو ادب دیا یہاں تک کہ اُس سے باریخ خارج نہ ہوتی مگر براز کے وقت ادب سے خلوت میں کرتا تھا۔ اور وضو کے بعد اعضا کا پونچھنا ایک گروہ نے مکروہ جانا ہے اور کہا ہے کہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا۔ اور بعض صوفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ان کی دلیل وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بیوند لگا ہوا کپڑا تھا کہ اُس سے وضو کے بعد آپ اعضا کا پانی خشک کیا کرتے تھے۔“

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ جب آپ وضو کرتے تو اپنے مُنہ کو اپنے کپڑے کے کنارے سے ملتے تھے۔ اور نہایت درجہ کوشش صوفیہ کی باطنوں کی طہارت میں صفات رویا اور اخلاق ذمیرہ سے ہے نہ حد درجہ کی کوشش طہارت ظاہر میں اُس مرتبہ تک کہ حد علم سے باہر نکل جائے اور حال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھر سے وضو کیا ہے باوجودیکہ وہ لوگ شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور جربان امر ظاہر اور دراصل طہارت پر کیا ہے۔

اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بغیر مصلے کی نماز پڑھا کرتے اور ننگے پاؤں راہوں میں چلتے پھرتے تھے اور ہر آئینہ سوتے وقت اپنے اور مٹی کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ کرتے اور استنجے میں بعض اوقات صرف ڈھیلے اور پتھروں پر اقتصار کرتے تھے اور ان کا کام ظاہری طہارت میں تساہل اور

کھلی میں تین غرغرے کرے حتیٰ کہ حلقوم کے سرے تک پانی اُلٹ اُوے اور استنشاق میں پانی کو سانس کے ساتھ ناک کی بیخ تک کھینچے اور اگر روزہ دار ہو تو اُس میں رفق اور نرمی کرے اور گھنی ڈاڑھی کا حلال اور گھلی انگلیوں کا حلال اور داہنے طرف سے ابتدا اور غرغرے کی درازی اور پورے سر کا مسح اور دونوں کان کا مسح اور تین تین بار ہر عضو کا دھونا اور قول جدید میں متتابع ہے اور اس کا اجتناب کرے کہ تین بار سے ہر چیز سے زیادہ نہ ہو اور وضو کے درمیان نہ ہاتھ کو جھاڑے اور نہ کوئی رے اور نہ پانی کا چھپکا منہ پر مارے اور وضو کا تازہ کرنا مستحب ہے اس شرط سے کہ اسی وضو سے نماز پڑھے جو سہل ہو اور نہ مکروہ ہے۔

پینتیسواں باب

وضو کے اندر آدابِ خواصہ اور صوفیہ کے بیان میں ہے

صوفیوں کا ادب بعد ازاں ہے کہ معرفت احکام پر قائم ہو جائے۔ اُن کا ادب وضو میں حضور قلب کے اعضاء کے دھونے میں ہے۔ بعضے صالحین کو میں نے کتے سنا ہے کہ جب وضو میں قلب حاضر ہو تو نماز میں بھی حاضر ہوگا اور جب اُس میں دخل پایا تو نماز میں بھی وسوسہ داخل ہوگا۔

اور صوفیہ کے آداب سے ہمیشہ با وضو رہنا ہے اور وضو میں کسبِ سلاح ہے اور جبکہ اعضاء وضو کی حمایت میں ہوں جو اثر شرعی ہے تو اُن میں شیطان کی دوش کتر ہوگی۔

عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ اُس وقت سے کہ میں مسلمان ہوں کبھی نماز کی جماعت نہیں کھڑی ہوئی مگر یہ کہ میں با وضو تھا اور انس بن مالکؓ نے کہا ہے کہ نبی علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے اور اُس وقت میں آٹھ برس کا تھا تو مجھ سے آپؐ نے فرمایا اے فرزند! اگر تجھ سے ہو سکے کہ ہمیشہ طہارت یعنی وضو سے رہے تو کہ اس واسطے کہ آہستہ جس شخص کی موت آتی ہے اور وہ شخص وضو سے ہو تو شہادت عطا کی جاتی ہے سو عقلمند کا یہ کام ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے مستعد رہے اور

فضیلت نماز اور اُس کی بزرگی شان کے بیان میں ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر گاہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں وہ چیزیں پیدا کیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں منظور ہوئیں۔ اُس سے فرمایا کہ اے جنت کلام کر تو اُس نے تین بار کہا: قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلواتہم خاشعون۔ یعنی البتہ چھٹکارا پایا ان مومنوں نے جو نماز اپنی میں عاجزی کرنے والے اور گڑگڑانے والے ہیں۔ اور نمازیوں کی فلاح میں کلام مجید کی شہادت ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹے جبرئیل میرے پاس آتا ہے چھینے کے وقت اور میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ صلواتہ مشتق صلی سے ہے اور وہ آتش ہے اور ٹیڑھی لٹری جبکہ اُس کے سیدھا کرنے کا ارادہ کریں تو اُس کو آگ دکھلاتے ہیں پھر وہ سیدھی ہوتی ہے اور بندہ میں کجی اُس کے نفس کے سبب سے ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے اور انوار ذات الہی جل شانہ کے ایسے ہیں کہ اگر اُس کے پردے کھولے جائیں تو جو پائیں اُس کو جلاویں اُن سے صلی شعلاء سطوت الہی اور عظمت ربانی سے وہ سینک پاتے ہیں جس سے اُن کی کجی دور ہوتی ہے بلکہ اُس کی بدولت معراج اُس کا متحقق ہوتا ہے تو صلی کی وہی مثل ہے جیسے آگ سے کوئی سینکتا اور تا پتا ہے اور جس شخص نے صلواتہ کی آتش سے سینک حاصل کی اور اُس کے سبب اُس کی کجی ذائل ہو گئی وہ جہنم کی آتش پر عرض نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ قسم پوری ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق عزوجل کہتا ہے کہ میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو آدھوں آدھ تقسیم کر دیا تو جس وقت بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ عزوجل

اُس کے بدن میں ایک مرقع سخت پر کالہ تھا سود جلد پر گیا اور جاڑا خوب کمر کڑا ہوا پڑتا تھا سو اُس کا نفس پانی کے اندر جانے سے کسمسا تا تھا اس واسطے کہ شدت سے ٹھنڈک تھی تو اُس نے اپنے تئیں اُس مرقع سمیت پانی میں ڈال دیا۔ پھر پانی سے نکلا اور کہا کہ میں نے قول در پیمان کر لیا کہ اس کو میں بدن سے نہ اتاروں گا جب تک کہ بدن میں وہ خشک نہ ہو جائے۔ سو میں نے پھر اُس قول کے موافق وہ مرقع اُس کے بدن میں رکھا اس واسطے کہ وہ بہت سخت اور بہت موٹا تھا اس عمل کے ساتھ اُس نے اپنے نفس کو ادب دیا اس وجہ سے کہ وہ حکم اللہ تعالیٰ کی تعمیل سے کسمسایا تھا۔

اور روایت ہے کہ سہل بن عبداللہ اپنے یاروں کو زیادہ پانی پینے اور زمین کے کلم کرنے پر برا بیگنختہ کرتے تھے اور اُن کا یہ منشاء تھا کہ پانی زیادہ پینے سے نفس کو ضعف اور شہوات کی موت اور قوت کی شکستگی ہوتی ہے۔ اور افعالِ صوفیہ سے ہے کہ وضو کے لئے پانی موجود رکھنے میں احتیاط کریں۔

نقل ہے کہ ابراہیم خواجه کبھی جنگ میں جاتے تو اُن کی صرف ایک مشک پانی کی جاتی تھی اور بسا اوقات پانی نہ پیتے مگر قدرے قلیل اور وضو کے لئے بچا رکھتے اور کہتے ہیں کہ وہ مکہ سے کوفہ کو جاتے اور اُنہیں تیمم کی حاجت نہ ہوتی۔ اس واسطے کہ وضو کے لئے پانی محفوظ رکھتے اور تھوڑے پانی پر پینے کے لئے قناعت کرتے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب تم صوفی کو دیکھو کہ اس کے پاس مشک یا گوزہ نہیں ہے تو جاننا چاہیے کہ اُسے نماز کے ترک کا عزم کرنا چاہا یا انکار کیا۔

اور بعض صوفیہ کی حکایت ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کی تادیب طہارت میں کی ہے اس حد تک کہ اُس نے ایک ساعت نقرار کے پلٹھ بچھے کتنے ہی روز قیام کیا اور وہ ایک گھر میں جمع تھے سو کسی نے اُن میں سے نہیں اُس کو دیکھا کہ وہ بیت الخلاء میں گیا اس واسطے کہ وہ قناعت کی حاجت اُس وقت کہتا جبکہ اُس جگہ کوئی نہ ہوتا۔ نفس کی تادیب کا ارادہ کرتا۔

اور مذکور ہے کہ خواص نے رے کی مسجد جامع میں پانی کے اندر وفات

زوج اور گوسپند کے ساتھ ہے تو غیر اللہ کے ساتھ اہتمام و درحقیقت نماز میں ایک نشہ ہے اور منقول ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھیں نماز میں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور داہنے بائیں دیکھتے تھے پھر جبکہ یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ تو انہوں نے اپنے منہ اس طرف کر لئے کہ جس طرف سجدہ کرتے تھے اور اس کے بعد پھر نہیں روایت کی گئی کہ ان میں سے کوئی دیکھتا ہے مگر زمین کی طرف۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے سو جب اُس نے کسی کی طرف التفات و توجہ کی تو اُسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس کی طرف تو پھرا کیا وہ لے پس آدم بہتر مجھ سے تیرے لئے ہے میری طرف منہ کر کہ میں تیرے حق میں بہتر ہوں اس شخص سے جس کی طرف مُڑتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی کھیل رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کا قلب خشوع کرتا تو اُس کے جوارح بھی خشوع کرتے۔ اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تو نماز پڑھے تو صلوة مودع پڑھ۔

پس مصلیٰ اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرنے والا ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی دنیا اور ہر ایک شے ماسوی اللہ کو وداع کرتا ہے اور صلوة نعت میں دعا ہے تو نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے وہ تمام اعضاء و جوارح کے ساتھ کرتا ہے تو اُس کے سب اعضاء زبان بن جاتے ہیں جن کے ساتھ بندہ ظاہراً اور باطناً دعا کرتا ہے اور ظاہر شریک باطن عاجزی اور سائل محتاج متضرع کی ہے خوشامدی صورت بدنی میں ہو جاتا ہے۔

پس جبکہ تمہارا دُعا کرتا ہے تو اس کا مالک قبول کرتا ہے اس واسطے کہ اُس نے وعدہ اُس کا فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ خالد ربی کہا کرتا کہ مجھے اس آیت اذْ عُوْنِي اِسْتَجِبْ لِكُلِّ عُوْنٍ لِعَبْدٍ

سہل انگاری پر ہوتا تھا اور باطنی طہارت میں بڑی جدوجہد کرتے تھے اور ایسا ہی صوفیہ کا شغل ہے اور کبھی کبھی بعض اشخاص میں بڑی شدت طہارت کی ہوتی ہے اور اُس کی وجہ نفس کی رعونت ہوتی ہے۔

پس اگر اس کا کپڑا میلا ہو گیا تو وہ تنگ دل ہوتا ہے اور وہ پرواہ اُس کی نہیں کرتا جو اُس کے باطن میں کینہ اور بغض اور کبر و غرور اور ریا اور رفاق ہے اور شاید اُس شخص کو جو ننگے پاؤں زمین پر پھرتا ہے بھرا جاتا ہے حالانکہ شرع نے اُس کی اجازت دی ہے اور اُس کو بُرا نہیں سمجھتا کہ وہ غیبت کا کلمہ کہے جس سے دین اُس کا خراب خستہ ہوتا ہے اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ علم کم ہے اور اُن سچوں کی صحبت سے ادب کا سیکھنا چھوڑ دیا ہے جو علمائے راسخ ہیں اور کثرتِ مالش کو استبرار میں مگر وہ جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ اکثر لوگوں کو سُست کرتی ہے اور پیشاب کو بند نہیں کرتی در حالیکہ افراط سے قطرے اُس سے پیدا ہوتے ہیں اور وضو و طہارت میں حکایات متصوف سے یہ ہے کہ ابو عمر زجاجی مکہ میں تیس برس مجاور رہے اور وہ کبھی حرم میں قضائے حاجت نہ کرتا اور بیرون حرم جایا کرتا اور اقل درجہ دورہ ڈھائی کو س تھا۔

اور کہتے ہیں کہ بعضوں کے مُنہ پر زخم تھا جو بارہ برس تک نہیں بھرا اور اچھا نہ ہوا اس سبب سے کہ پانی اُس کو مضر تھا اور باوجود اس کے وہ تازہ وضو کرتا نہ غرض کے وقت نہ چھوڑتا تھا۔

اور بعضے اُن میں ایسے تھے کہ اُن کی آنکھ میں پانی اُتر آیا اور لوگ اُن کے پاس طیب کولائے اور اُس کے نئے بہت سامان خرچ کیا تا کہ اُس کی دوا کرے تو طیب نے کہا کہ دوا بہت دنوں تک ترک وضو کی محتاج ہے اور سپٹ کے بل لیٹا رہے۔ پس دوا نہیں کی اور بینائی کا جاتا رہنا ترک وضو پر اختیار کیا ہے۔



حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشوع نفاق سے پناہ مانگو عرض کی گئی کہ خشوع نفاق کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بدن کا خشوع اور قلب کا نفاق ہے اور یہود کا جھکنا سو کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے ظاہر امور کا تعالٰیٰ کر لیا کرتے تھے اُس چیز کی قلت سے کہ جو اُن کے باطن میں تھی تو وہ امور کی ہیبت دلاتے اور اُن کی عظمت کراتے تھے اور اسی وجہ سے اُس کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو ریت کو طلا سے محلی اور مذہب کیا جائے اور میرے قلب میں یہ القار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے زیادہ دانا ہے کہ موسیٰ عزیز اُس کی نماز میں اور مناجات کے محل میں واردات نازل ہوتی تھی تو اس کے سبب باطن اُس کا متوج کرتا تھا جیسے ایک سمندر ہو ٹھہرا ہوا کہ اُس پر ہوا چلے تو لہریں تلاطم کرتی ہیں۔ سو موسیٰ علیہ السلام کا جھکنا اور زخم کرنا دریا کے قلب کی لہروں کا تلاطم تھا جبکہ اُس پر فضل اور مہربانی کی ہوائیں چلتی ہوں اور بسا اوقات روح حضرت الہی کی طرف جھانکتی ہے تو وہ اوپر کو بھکتی ہے اور قالب کو اُس سے ہتھ جوڑی اور پل جوڑ ہے اس واسطے قالب بے قرار ہوتا اور تلملتا ہے اور بیچ و تاب کھاتا ہے۔ سو یہود نے اُس کے ظاہر کو دیکھا تو وہ جھکنے اور لچکنے لگے بدوں اس کے کہ باطنوں کو اُن کے اس کیفیت سے بہرہ ہو اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکار کرتے ہوئے اُن لوگوں پر جو وسوسہ والے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت بنی اسرائیل کے دلوں سے جاتی رہی یہاں تک کہ اُن کے بدن حاضر رہے اور دل اُن کے غائب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا اُس شخص کی نماز کو جس میں اُس کا قلب حاضر نہ ہو جس طرح کا اُس کا بدن حاضر ہوتا ہے اور ہر آئینہ آدمی ہمیشہ نماز پڑھا کرتا ہے اور اُس کے لئے دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا جبکہ اُس کا دل بھولا ہوا اور کھیلتا ہوا ہو۔

اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ستون دین کا ہے تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا تو وہ کافر ہو گیا تو نماز سے بندگی اور عبودیت کی تحقیق اور اثبات ہے

فرماتا ہے مجھے میرے بندہ نے بزرگ گردانا اور عظمت و مجد میری کی۔ پھر جب اُس نے کہا الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی۔ پھر جب کہا کہما الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اوپر میرے بندہ نے ثنا کی۔ پھر جب کہا مالک یوم الدین تو فرماتا ہے میرے بندہ نے میرے تفویض اور سپرد اپنے نہیں کیا۔ پھر جب کہا ایاک نعبد و ایاک نستعین اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ معاملہ میرے اور میرے بندے کے بیچ میں ہے۔ پھر جب کہا اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المنحضوب علیہم ولا الضالین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے سب کچھ ہے جو وہ مانگے۔

پس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑا اور وصل ہے اور جو چیز اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صلہ اور پیوند ہو تو بندہ کا حق یہ ہے کہ وہ خاشع اور گڑ گڑانے والا ربوبیت کے دبدبہ سے بندگی پر ہو اور ہر آئینہ وارد حدیث شریف میں ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کے لئے تجھ سے فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع اور منتی کرتا ہے۔ اور جو شخص نماز میں وصال کے ساتھ متحقق ہو اُس کے لئے اُفق سے نکلتی ہوئی تجلی چمکتی ہے تو وہ خشوع اور فروتنی کرتا ہے اور بجات و دستکاری اُنہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں گڑ گڑاتے ہیں اور خشوع کے زوال سے فلاح کا بھی زوال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور کھڑا ہو تو میرے ذکر کے لئے اور جب نماز ذکر کے لئے ہوگی اُس میں کیونکر بھول اور سیان واقع ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نماز کے پاس نہ جاؤ اُس حال میں کہ تم متوالے ہو یہاں تک کہ جانو تم کہ تم کیا کہتے ہو؟

پس جو شخص ایسا ہو کہ جو کہے اور اپنے کہے کو جاننا نہ ہو تو وہ کیا نماز پڑھنے کے قابل ہے در حالیکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے سو متوالا ایک شے کہتا ہے کہ عقل اس میں حاضر نہیں اور غافل نماز پڑھتا ہے کہ اُس میں بھی عقل حاضر نہیں تو وہ ایک متوالے کی مثال ہے اور غرائب تفسیر میں بعض نے بیان کیا ہے اس قول الہی کے معنی میں فاخضع لعلیک انک بالواد المقدس طوی کہ مراد نعلیک سے تیرا قصد اپنی

اور شہریت اُس میں راہ پائے تو اُس سے استغفار کرے اور اس ہنیت کی استراحت اور استراحت کرے اور تاک میں اس کے رہے کہ نشوع کا مزہ چکھے جو اس ہنیت کے لائق ہے تاکہ اُس کا قلب ہنیت کے رنگ پر آجائے اور بسا اوقات پتھے رکوع کرنے والے کو اپنے تئیں دیکھ پڑتا ہے کہ اُس کا قصد رکوع اور سجود کی حالت میں اس پر سبقت لے گیا ہے کہ اس رکوع یا سجود سے اُسٹھے جب تک کہ وہ ہنیت خاص اپنا پورا حق کرے تو اُس کا قصد کرتا اس ہنیت میں مستغرق اس میں ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مشغول رہنا ہے فارغ اُن ہنیتوں سے جو اس ہنیت کے سوا ہیں تو اُس سے زیادہ حظ اُس کو ہر ایک ہنیت کی برکت سے مزید ہوتا ہے اس واسطے کہ عجلت جس کا تقاضا طبیعت کرتی ہے باب فتوح کو بند کر دیتی ہے اور نجاتِ النیہ کے مہکنے کے مقامات میں قرار پاتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا نصیب اور حظ پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اُس وقت اُس کے آثار حسن موانست جوئی سے محو ہو جاتے ہیں اور وصال کے مقام میں قرار پاتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نماز میں چار ہنیت ہیں اور چھ ذکر ہیں۔ سو چار ہنیت قیام اور قعود اور رکوع اور سجود ہیں اور چھ ذکر یہ ہیں تلاوت، تسبیح حمد استغفار دعا و روئی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو یہ سب عشرہ کاملہ ہوتے کہ یہ دس ملائکہ کی دس صفوں پر منقسم ہیں کہ ہر ایک صف دس ہزار کی ہے۔ پس دو کعتوں میں وہ چیزیں جمع ہوتی ہیں جو ایک لاکھ فرشتوں کو تقسیم ہیں۔

سینتیشواں باب

اہل قرب کی نماز کے وصف میں ہے

اور اس فصل میں ہم نماز کی کیفیت اس کی ہنیتوں اور شرطوں اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ پوری پوری اُس انتہا درجہ تک کہ ہمارا فہم و علم اُس کو علی التوجہ پہنچا ہے ہر ایک چیز میں اس سے نقل اقوال سے قطع نظر کر کے بیان کریں گے اس واسطے کہ اس میں کثرت ہے اور حد ایجاز و اختصار سے مقصود یا ہر نکل جائے گا

میں ڈالا اور خوش کیا کہ اُن کو دُعا کے لئے حکم دیا اور اُن سے اجابت کا وعدہ کیا کہ اس کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے اور استجابت اور اجابت بندہ کی دُعا کا نفوذ اور جاری ہونے والا ہے۔

پس جو سچا دُعا مانگنے والا اُس شخص کو جو سے وہ دُعا مانگتا ہے چاہنے والا ہو اس کے نور تعین سے دُعا پر دوں کو چاک کر ڈالتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاجت کا تقاضا کرتی ہوتی جا کھڑی ہوتی ہے۔ اور اس امت کو اللہ تعالیٰ نے فاتحہ کتاب یعنی سورہ الحمد کے نازل کرنے کے ساتھ مخصوص کیا اور اُس میں دعا پر ثناء کو تقدیم ہے تاکہ وہ قبول جلد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم اپنے بندوں کو دُعا کی کیفیت ہے اور فاتحہ کتاب وہ سلع المثانی یعنی سات آیات دو بار نازل شدہ اور قرآن عظیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَلِيّٰتِ وَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مثانی اس واسطے نام اُس کا رکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرے نازل ہوئی۔ ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں اور ہر ایک بار کہ وہ نازل ہوئی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرا ہی فہم تھا بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر بار کہ اُس کو دوہرا کر دیر تک پڑھا کرتے تھے ایک اور ہی فہم ہوتا تھا اور یہی حال اُن محقق نمازیوں کا آپ کی امت میں سے ہے کہ اُن کو عجیب امر اُن کے منکشف ہوتے ہیں اور ہر ایک دفعہ اُن کے لئے موتی اُس کے دریا کے پھینکے اور دیئے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مثانی اُس کا نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ دوسرے رسولوں سے استثناء کی گئی اور اُن کو نہیں عطا ہوئی اور وہ سات آیات ہیں۔ اور ام رومان نے روایت کی کہا ابو بکر نے مجھے دیکھا اور اُس وقت میں نماز میں جھکتی تھی تو مجھے بہت جھڑکا قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے پھر آؤں۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو چاہیے کہ اُس کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں یہودیوں کی طرح خم نہ ہوں۔ ہر آئینہ اطراف کا سکون نماز کے مکملہ اور تمامی سے ہے اور

گناہ ہیں۔ پس ہر شخص خواہ کوئی ہو اُس کے حال کی صفائی کے موافق کچھ گناہ اس کے ہوتے ہیں کہ جو اُس کے حال کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کو صاحب حال جانتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ابراہار لوگوں کے حسنات مقررین کے سیات ہیں۔ پھر نماز جماعت بغیر نہ پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت کی نماز منفرد کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ پھر قبلہ کی طرف ظاہر میں مُنہ کرے اور درگاہِ الہی کی طرف باطن میں توجہ کرے اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور اپنے دل میں آیت توجہ کہ یعنی اِنِّیْ وَجِہْتِیْ لِلذِّہِیِّ لِلذِّہِیِّ فَطَرِ السَّمٰوٰتِ وَارْضٰی حَیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اور یہ توجہ نماز سے پہلے ہے اور یاری اور کشودگی طلب اُس کے ظاہر کے مُنہ کے لئے قبلہ کی طرف پھرنے کے ساتھ ہے اور تخصیص اُس کے جہت کی توجہ کے ساتھ نماز کی جہت کے علاوہ ہے۔ بعد ازاں دونوں ہاتھ اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھائے اس طرح سے کہ اُس کی دونوں ہتھیلیاں برابر اُس کے دونوں شانوں کے ہوں اور اُس کے دونوں انگوٹھے اس کے دونوں کان کی ٹوکے پاس ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے ساتھ ہوں اور انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور جو اُن کو کھلی ہوئی رکھے تو بھی جائز ہے۔ اور ملانا اولیٰ ہے اس واسطے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ نثر کھولنا ہتھیلی کا ہے کہ نہ انگلیوں کا کھولنا ہے اور تکبیر کہے اور اکبر کی ب اور ر کے بیچ میں الف کو نہ لائے اور اکبر کو جزم سے کہے اور اللہ کی لفظ میں مد کرے اور اُسے بڑھائے اور اللہ کے لفظ میں پیش کو زیادہ نہ بڑھائے اور تکبیر شروع نہ کرے الا اُس وقت کہ دونوں ہاتھ دونوں شانوں کے برابر پھٹ جائیں اور ان دونوں ہاتھ کو تکبیر کے چھٹے بغیر چھوڑے۔

سو وقار یہ ہے کہ جب قلب کو سکون و قرار ہو جائے تو اُس کے ساتھ اعضا اور جوارح قلب کی شکل بن جائیں اور اولیٰ اور اصوب کے ساتھ قوت پائیں اور نماز کی نیت اور تکبیر کو اس طرح بلائے اور جمع کرے کہ تکبیر کی حالت میں اُس

اور حق ربوبیت اور تمام عبادات کا ادا کرنا سرصلوٰۃ کی تحقیق کے وسائل ہیں۔
 سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ بندہ سنیں مودکہ کا تکمیل فرآنض کے لئے
 محتاج ہے اور تکمیل سنن کے لئے نوافل کا اور تکمیل نوافل کے لئے آداب کا محتاج
 ہے اور ادب سے ایک ترک دنیا ہے۔ اور جو چیز کہ اُس کا ذکر سہل نے کیا ہے وہ
 معنی اس قول کے ہیں جو عمرؓ نے منبر پر کہا ہے کہ آدمی اپنے بال اسلام میں سفید
 کر دیتا ہے اور حالانکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس نے نماز کو کامل نہیں کیا سوال
 کیا گیا کہ یہ کیوں نکم اور کیا بات ہے؟ فرمایا کہ نماز میں اُس کا خشوع اور تواضع اور اللہ
 کی طرف اُس کی رجوع پوری اور کامل نہیں ہوتی۔

اور احادیث میں ہر آئینہ وارد ہوا ہے کہ جب نماز میں بندہ کھڑا ہو تو اللہ
 اُس حجاب کو جو اُس کے اور اُس کے درمیان ہے اٹھا دیتا ہے اور اپنے وجہ کریم
 سے اُس کے مواجہہ ہوتا ہے اور ملائکہ اُس کے دونوں شانوں کے پاس سے ہوا
 کی طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اُس کی صلوة کے ساتھ صلوة پڑھتے ہیں اور اُس کی دُعا
 پر آمین کہتے ہیں اور مصلیٰ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ قبولیت اور خوشنودی آسمان کے
 اوپر سے اُس کے سر پر نثار کی جاتی ہے اور اُس کو منادی پکارتا ہے کہ اگر نمازی
 کو معلوم ہوتا کہ کس کے ساتھ مناجات اور سرگوشی کرتا ہے تو وہ التفات نہ کرتا اور
 وہ مُنہ پھیرتا۔ اور ہر آئینہ نمازیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رکعت میں جمع
 کیا ہے اُن چیزوں کو جو اہل آسمانوں پر تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے
 بہت سے ملائکہ ہیں رکوع میں کہ وہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے
 قیامت تک رکوع سے نہیں اُٹھے اور اسی طرح سجدہ میں اور قیام اور قعود میں ہیں
 اور بندہ حاضر اور آگاہ بیدار اپنے رکوع میں ان میں سے رکعتیں کی صفات سے
 متعصّف ہوتا ہے اور سجدے میں ساجدین کی صفات سے اور ہر ایک ہئیت میں
 یہی اُس کا حال ہے اور وہ بندہ گویا اُن فرشتوں میں سے ایک دران کے درمیان
 میں ہوتا ہے اور غیر فریضہ میں مصلیٰ کے سزاوار ہے کہ وہ اپنے رکوع میں مکث اور
 درنگ کرے رکوع سے لذت اٹھاتا ہو اور فح سے غیر متمم ہو اگر ماندگی بحکم خلقت

کہ کمال لطافت حال سے روح مطالعہ عظمت کے ساتھ مختص ہوتی ہے اور قلب نبیت کے ساتھ متمیز ہوتا ہے تو نبیت اپنی بہت لطیف صفات کے ساتھ موجود ہوتی ہے کہ نور عظمت میں ایسی مندرج ہوتی ہے کہ جیسے ستارے آفتاب کے نور میں مندرج ہوتے ہیں۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ اپنا پکڑے اور اُن دونوں کو سینہ اور ناف کے درمیان اور داہنے کو اُس کی کرامت کے سبب بائیں کے اوپر رکھے اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو نکلائی پر کھینچے اور دونوں طرف سے تینوں باقی انگلیوں کے ساتھ بائیں ہاتھ کو پکڑے۔

اور ہر اُمینہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر فصّل لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمایا ہے کہ وہ داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر سینہ کے نیچے ہے اور یہ اس لئے کہ سینے کے نیچے کو عرفاً نحر کہتے ہیں یعنی اپنا ہاتھ ناجر پر رکھ۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے وَالنَّحْرُ یعنی قبلہ کی طرف اپنے پیش سینہ سے رخ کر اور اس میں ایک لاز مخفی ہے جو پردہ ہائے غیب سے اُس طرف کشوف ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت لطیف کے ساتھ آدمی کو پیدا کیا اور اُس کو شرف دیا اور بزرگ کیا اور اُس کو اپنی نظر کا محل اور وحی کا ورود گاہ بنایا اور اپنی زمین و آسمان کی مخلوقات کا زبدہ اور انتخاب کیا۔ روحانی ہے اور جسمانی ارضی ہے اور سماوی راست قامت اور مرفح صورت۔

سو اُس کے اوپر نصف دل کی حد سے ہے جس میں اسرار سماوی امانت رکھے گئے ہیں اور اُس کے نیچے کا نصف سو اس میں زمین کے اسرار رکھے ہوئے ہیں سو اُس کے نفس کا محل اور مرکز نصف اسفل ہے اور اُس کی روح روحانی اور قلب کا محل نصف اعلیٰ ہے تو روح کے جذبات نفس کے جذبات سے مقابلہ اور محاربہ کرتے ہیں اور اُن کی مدافعت اور اُن کے باہم غالب مغلوب ہونے کے اعتبار سے فرشتہ اور شیطان کی آمد اور قربت ہوتی ہے اور نماز کے وقت زیادہ قطارہ وار مقابلہ ہوتا ہے اس واسطے کہ آیمان اور طبیعت میں باہم کشش ہوتی ہے اس حالت میں نمازی جس کا قلب سماوی ہو گیا ہے فناء اور بقاء کے درمیان آمد و شد

اور اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔

بندہ کو سزاوار ہے کہ نماز کے لئے اُس کے وقت آنے سے پہلے وضو کی طہارت کرے اور وضو کو نماز کے وقت آنے پر نہ ڈالے اس واسطے کہ یہ امر نماز کی محافظت سے ہے اور وقت کے پہچان میں زوال اور تفاوت اقدام کی پہچان کی حاجت ہوگی۔ اس واسطے کہ دن کبھی بڑا ہوتا ہے اور کبھی چھوٹا ہوتا ہے اور زوال معتبر اس طرح ہے کہ سایہ جب تک کم ہوتا رہے تو وہ نصف اول دن کا ہے اور جب سایہ میں کمی شروع ہوتی تو زوال نصف آخر دن کا ہے اور ہر اثنیۃ سورج ڈھل گیا یہ قاعدہ زوال کی پہچان کا ہے اور جب زوال پہچان گیا اور یہ کہ سورج کتنے قدم پر ڈھلتا ہے تو وقت کا اول اور اُس کا آخر اور عصر کا وقت پہچانا جائے گا اور منازل کی شناخت کی حاجت ہوتی ہے تاکہ فجر کا طلوع معلوم ہو اور اوقات شب کے دریافت ہوں اور شرح اس کی طولانی ہے اور اس کی ضرورت ہوگی کہ اُس کے لئے ایک باب جدا گانہ ہو۔

سو جب نماز کا وقت آوے پہلے سنت مؤکدہ پڑھے اس میں سر اور حکمت، یہ امر اور اللہ زیادہ دانا ہے اس لئے کہ بندہ کے باطن میں پراگندگی اور اُس کی اُنگ بھٹکی بھٹکی ہو جاتی ہے جبکہ لوگوں کے ساتھ میل جول یا معاش کے کاموں میں مشغولی یا بھول چوک جو خلقی طور پر رہے یا عادت کے موافق کھانے یا سونے کی طرف ہمت اُس کی مصروف ہو اُس کو مبتلا کرے سو جبکہ پہلے سنت پڑھے گا تو اُس کا باطن نماز کی طرف کھینچتا ہے اور مناجات کے لئے وہ آمادہ ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ سے اثر اس کی غفلت اور کدورت کا باطن سے جاتا رہتا ہے اور باطن میں صلاحیت آ جاتی ہے اور فرض کے لئے مستعد اور آمادہ ہو جاتا ہے تو سنت ایک مقدمہ صالحہ ہے جس سے برکات اُتاری جاتی ہیں اور نفعات کو راہ ملتی ہے اُس کے بعد فرض کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ توبہ نئے سرے سے کرے ہر گناہ سے جو اُس نے کیا ہو اور گناہوں سے عام ہیں اور خاص ہیں سو عام تو کبیرہ اور صغیرہ ہیں جن کی طرف شرع نے اشارہ کیا ہے اور کلام اللہ اور حدیث میں آیا ہے اور خاص حال شخص کے

اور قیام قدر کے سیدھے ہونے سے پورا اور کامل ہوتا ہے اور تھوڑا جھکاؤ بھی تو دونوں
 نانو اور تھلی گاہ اور بدن کے موڑ توڑ کے مقاموں میں ہو وہ سب دور کرے اور ایسا
 کھڑا ہو کہ گویا اپنے تمام بدن سمیت زمین کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سو یہ تمام بدن اجزاء
 کے خشوع سے ہے اور قلب کے خشوع ہونے سے بدن میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور
 دونوں قدم کے درمیان چادر انگلیوں کے برابر فرق رکھے اس واسطے کہ دونوں ٹخنوں کا
 مل جانا صفا اور قبد ہے جو ممنوع ہے اور دو پاؤں میں سے ایک کو تہ اٹھائے اس
 واسطے کہ وہ صحن ہے جس سے منع کیا ہے (صحن گھوڑے کا تین پاؤں پر کھڑا ہونا اور
 چوتھے پاؤں کا سم زمین پر ٹکانا) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحن اور
 صحن سے نہی فرمائی اور ہر گاہ صحن ممنوع ہے تو ایک پاؤں پر بوجھ دینے میں ایک معنی
 صحن کے پائے جاتے ہیں۔

پس اعتدال کی رعایت پوری دونوں پاؤں پر بوجھ دینے میں ہے اور اشغال
 صماء بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھ کو اپنی چھاتی کی طرف نکالے اور
 سدل سے اجتناب کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے جامہ کے کناروں کو زمین کی طرف
 لٹکانے کہ اُس میں تکبر کے معنی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ یہ ہے کہ نمازی اپنے
 نشیں کپڑوں میں لپیٹے اور ہاتھ اپنے جامہ کے اندر کرے پھر رکوع کرے اور سجدہ
 کرے ایسا ہی ہے اور اسی میں داخل ہے جبکہ اپنے دونوں ہاتھ تمبھیں اور گرتے
 میں کر لے اور کف سے پرہیز کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے لباس کو سجدہ کے وقت
 اپنے دونوں ہاتھ سے اٹھائے اور اختصار مکروہ ہے اور اختصار اپنے ہاتھ کا
 تہی گاہ پر رکھنا ہے۔ اور صلب مکروہ ہے اور وہ دونوں تہی گاہ یعنی گھون پر دونوں
 ہاتھوں کا پورا رکھنا ہے اور دونوں بازو پسلیوں سے علیحدہ کرے سو جبکہ نماز
 میں کھڑا اس ہیئت سے ہو جس کا ہم نے ذکر کیا سب مکروہات سے بچا ہوا تو
 ہر آئینہ قیام پورا اور کامل کیا پھر توجہ کی آیت اور دعا پڑھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا
 ہے بعد اُس کے کہ: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور اُسے ہر ایک رکعت میں
 قرأت سے پہلے کہے اور سورۃ فاتحہ پڑھے اور ما بعد فاتحہ کا پڑھے قلب کے حضور اور

کے قلب سے یہ بات جاتی نہ رہے کہ وہ یہ نماز البتہ پڑھتا ہے۔

جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ اُس نے کہا ہر ایک شے کے لئے ایک خالص اور برگزیدہ اُس کا ہے اور نماز کا صفوہ تکبیر اولیٰ ہے اور وجہ اس کی کہ تکبیر اولیٰ صفوہ ہے اس کے سوا نہیں کہ وہ محل نیت اور ابتدائے نماز ہے۔

ابونصر سراج کا قول ہے کہ میں نے سالم سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ نیت اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اُن تین جو بندہ کی نماز میں نیت کے پیچھے دشمن اور دشمن کے حصہ کی اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہوں اُس نیت کے ہم وزن نہیں ہوتیں جو اللہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور ہر چند وہ کتنی ہی قلیل ہوں۔

ادرا ابو سعید خزازؒ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کس طرح داخل ہونا چاہیے تو اُس نے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح آوے کہ قیامت کے روز اُس کے سامنے حاضر ہو اور اللہ تعالیٰ کے روبرو اس طرح کھڑا ہو کہ تیرے اور اُس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو اور وہ تیرے سامنے ہو اور تو اس سے بات چیت کرے اور توجہ نہ کرے جس کے سامنے تو کھڑا ہے وہ بڑا بادشاہ ہے۔

اور بعض عارفوں سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح تکبیر اولیٰ کہتے ہیں تو کہا جب تو اللہ اکبر کہے تو چاہیے کہ تیرے ساتھ لفظ اللہ میں تعظیم الف کے ساتھ اور عیبیت لام کے ساتھ اور مراقبہ و قرب ہا کے ساتھ ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ آدمیوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب اُس نے کہا اللہ اکبر تو وہ عظمت اور کبریا میں غائب ہو گیا اور نور سے اُس کا باطن معمور ہو گیا اور تمام دُنیا اس کے شرح سینہ کی قضا میں ایک راٹی کے دانہ کے برابر ہو گئی جو کہ دشت و بیان کی زمین میں ہو۔ پھر وہ راٹی کا دانہ چھٹکا دیا گیا تو وہ کیا و سوسہ اور حدیث نفس سے ڈرے گا اور کیا وہ دل میں دُنیا سے خیال کرے گا جو راٹی برابر ہو گئی پھر وہ چھٹکا دی گئی۔

پس ایسے بندے کو و سوسہ اور حدیث نفس سے ڈرے گا اور کیا وہ دل میں مطاعہ و عظمت اور اس میں رلودگی و جود نیت سے عنث پٹ ہو لیتی ماسوا اس کے

گنتی ہیں کہ وہ میں پاؤں جو تم نماز میں پاتے ہو۔

اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز میں متوجہ ہوتے ہیں تو انابت کے معنی کو پہنچتے اور اُس صفت کے مصداق ہوتے ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے انابت یعنی رجوع الی الحق کو مقدم کیا ہے اور فرمایا ہے مَنِيبِينَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تَوَالِدًا تَعَالٰی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس طریقہ سے کہ وہ ماسوی اللہ سے بری اور بنبراد ہوتا ہے اور ایسے سینہ سے جو اسلام کے ساتھ منشرع اور ایسے قلب کے ساتھ جو نور انعام سے کشادہ ہے نماز پڑھتا ہے۔ سو ایک کلمہ قرآن کا اُس کی زبان سے نکلتا ہے اور اُس کے شہس اپنے دل سے سُفتا ہے پھر وہ کلمہ ایسے قلب کی فضا میں گرتا ہے جہاں اُس کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہے تب اس کا مالک قلب حسن فہم اور نعمت سماعت کی لذت سے بن جاتا ہے اور حلاوت استماع اور یادداشت کامل سے اُس کو مزہ لے لیکر پی جاتا ہے اور اس کے معنی لطیف اور خموی شریف کا ادراک کرتا ہے اور وہ ایسے معانی ہیں جو تفصیل ذکر سے لطیف تر ہیں اور فکر خفی کے ساتھ مشکل ہوتے ہیں اور معنی قرآن کا ظاہر قوتِ نفس ہو جاتا ہے نفسِ مطمئنہ معانی قرآن کے ساتھ اپنی حدیث کا عوض اور بدل حاصل کرتا ہے۔ سو اس واسطے کہ وہ معانی قرآن معانی ظاہرہ ہیں جو عالم حکمت اور شہادت کی طرف متوجہ ہیں جس کی مناسبت نفس سے قریب ہے جو رسم حکمت کے قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور قرآن کے معانی باطنی جس کے ساتھ کشف عالم ملکوت ہوتا ہے قوت قلب ہے اور روح مقدس کو عظمت متکلم کے مطالعہ کے سبب چھڑا کر پردہ ہائے جبروت تک پہنچاتے ہیں اور ایسے ہی مطالعہ کے باعث استغراق کمال دریا ہائے شواق میں ہوتا ہے۔

جیسا کہ مسلم بن یسار سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک روز مسجد لصرہ میں نماز پڑھی اُس وقت مسجد کا ایک ستون گر پڑا جس کے گرنے کی آواز بازار والوں نے سنی اور وہ نماز میں کھڑے تھے اور انہیں کچھ علم اس کا نہ ہوا۔ بعد ازاں جبکہ رکوع کا ارادہ کیا تو قرأت میں سے رکوع میں جائیں بعد ازاں قد کو جھکاتے ہوئے رکوع کریں تو اس وقت آدھا نیچے کا بدن قیام میں بدستور اپنی حالت پر رہے بغیر اس کے کہ دونوں

کرنے والا مکاشف ہوتا ہے اس سبب سے کہ نفس کے جذبے اپنے مرکز سے بلندی کو جاتے ہیں اور جوارح اور اُن کی گردش اور حرکت کے لئے باطن کے معانی کے ساتھ ارتباط اور موازنہ ہے۔

پس داہنے ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے نفس کا اپنے جاذبوں کی اونچی چڑھائی سے باز رہنا اور رک جانا ہے اور اس کا نشان و سوسہ کے دفع ہونے اور حدیث نفس کے موقوف ہونے سے نماز میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جبکہ رُوح کے جذبے غالب ہوتے ہیں اور وہ سر سے پاؤں تک مالک بن جاتی ہے اس وقت کہ اُن کا اُنکھوں کی ٹھنڈک مقرر اور سلطان مشاہدہ غالب ہو تو نفس مقہور مدلل ہو جاتا ہے اور رُوح نور سے اُس کا مرکز تاباں اور روشن ہو جائے اور اُس وقت نفس کی کششیں جاتی رہتی ہیں اور جتنا کہ نفس کا مرکز نورانی ہوتا ہے اُس قدر عبادت کی گرانی اور ماندگی دور ہو جاتی ہے اور اس وقت نفس کے مقابلہ سے اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نفس کے جذبے روکنے سے بے پروا ہو جاتا ہے تو اس وقت نمازی اسبال کرتا ہے یعنی ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور شاید اسی واسطے اور اللہ دانا تر ہے وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے کہ ہر آئینہ آپ نے نماز پڑھی ہاتھ چھوڑ کر اور وہ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ پھر پڑھے: وجہت و حبی الایہ اور یہ توجہ اور رخ کرنا قلب کے منہ پاک صاف کرنے کے لئے ہے اور وہ توجہ جو نماز سے پہلے تھی قلب کے منہ کے لئے تھی۔ بعد ازاں کہ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ اللَّهُمَّ اَنْتَ اَمْلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَنْتَ رَبِّي وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ لِنَفْسِي وَاعْتَدَقْتُ بِذَنبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الدِّعْوَى فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي رَدِّحًا إِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَاتِي فَإِنَّهُ لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَاتِي إِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِكَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَبَّيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَآتُوبُ إِلَيْكَ۔

اور اپنے قیام میں اپنے سر کو جھکائے رکھے اور نظر اُس کی سجدہ کی طرف رہے

میں اس پر قناعت کرے کہ اعتدال تمام کے ساتھ پیٹھ سیدھی کرے۔
 حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ ہر آئینہ آپ نے
 فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف نہیں دیکھتا ہے جو رکوع و سجود کے نیچے ہیں
 اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ پھر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور اس گرنے میں وہ تکبیر کہتا
 ہوا بیدار حاضر خشوع کرتا ہوا خبردار اُس چیز سے جس میں وہ گرتا ہے اور جس کی طرف
 وہ گرتا ہے اور جس کے واسطے گرتا ہے۔

پس سجدہ کرنے والوں میں سے بعضے وہ ہیں جن کو کشف اس کا ہوتا ہے کہ
 وہ حدود زمین کی طرف گرتا ہے ملک کے اجزاء میں ناپید ہوتا ہے اس سبب سے
 کہ قلب اس کا حیاء اور شرم سے بھرا ہوا ہے اور روح اُس کی کبریائے الہی سے آگاہ
 ہے جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ ہر آئینہ جبرئیل علیہ السلام مشرق میں اپنے بازو سے تھپ
 رہتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں۔ اور بعضے سجدہ کرنے والوں
 میں سے وہ ہیں جن کو مکاشفہ اُس کا ہوتا ہے کہ وہ اپنے سجدہ سے بساط کون و مکان
 کو طے کرتا ہے اور قلب اُس کا کشف و عیان کی فضا میں آزادانہ سیر کرتا پھر تا ہے
 اور اس کے گرنے سے آسمانوں کے طبق نیچے گرتے ہیں اور اُس کی قوت شہود سے دُنیا
 کی صورتیں محو ہو جاتی ہے اور وہ رداے عظمت کے کنارہ پر سجدہ کرتا ہے اور یہ
 مرتبہ انتہا کا درجہ اُس کا ہے جس کی طرف ہمت بشری کا پرند پہنچتا ہے اور جس کو
 پہنچنے کے لئے قوائے انسانی و فاعلرتی ہیں اور انبیاء اور اولیاء مراتب عظمت اور
 اُس کی کنہ کی آگاہی میں متفاوت ہیں ہر ایک کو اُن میں سے اپنے مرتبہ کے بقدر
 اُس سے حظ حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک صاحب علم کے اوپر ایک علم ہے۔

اور سجدہ کرنے والوں میں سے بعضے وہ ہیں جس کا ظرف وسیع ہے اور اس کی
 روشنی پھیلتی ہے اور دونوں قسم سے بہرہ مند ہوتا ہے اور دونوں بانوؤں کو کھولتا
 ہے پھر وہ اپنے قلب سے اجلا لہ تواضع کرتا ہے اور اپنی روح کے ساتھ کرامت و
 افضال سے بلند ہوتا ہے جو اس کے لئے انس اور ہیبت اور حضور اور غیبت اور فرار
 و فرار اور اسرار و جہار مجتمع ہو جاتے ہیں۔ سو وہ اپنے سجدہ میں دریائے شہود رانی

قصد کی جمعیت اور دل و زبان کی موافقت سے جس میں حظ وافر قرب اور وصل اور ہیبت اور عاجزی اور خوف اور تعظیم اور وقار اور مشاہدہ اور سرگوشی سے ہو اور جب وہ امام ہو اور فاتحہ اور مابعد فاتحہ کے دوسرے سکوت میں یہ پڑھے۔

اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَنَقَيْتَ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَيْتَ مِنَ النَّوْبِ أَنْ تَبْقَى مِنَ الدُّنْسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالسَّلْجِ وَالْبُرِّ وَتَوْبَتِي
تو بہتر ہے اور اگر اُس کو پہلے سکوت میں پڑھے تو بہتر ہے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس کو فرمایا ہے اور اگر نمازی اکیلا ہو تو اسے قرأت سے پہلے پڑھے اور بندہ سمجھے کہ اُس کی تلاوت زبان کی گویائی ہے اور اُس کے معنی دل کی گویائی ہیں اور ہر ایک مخاطب جو کسی ایک شخص سے اپنی زبان میں کلام کرتا ہے اور اُس کی زبان اس بات کی تعبیر کرتی ہے جو اُس کے دل میں ہے اور اگر مشکل کلام کو اس شخص کا سمجھنا جس سے وہ کلام کرتا ہے دوسری زبان میں ممکن ہے تو ایسا کرتا ہے لیکن جہاں فہمائش بغیر کلام کے متعذر ہو تو زبان کو ترجمان کرتا ہے جو جبکہ زبان سے کہے اور قلب اس کے موافق نہ ہو تو زبان اُس کی ترجمان ہے اور نہ قاری مشکل ہے جس کا یہ قصد ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی حاجت سناوے اور نہ وہ اللہ سبحانہ کی طرف کان رکھنے والا ہے جس سے کہ وہ اس مطلب کو سمجھتے جس کا اُسے مخاطب کرتا ہے اور اُس کے پاس زبان کی حرکت کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے قلب کے ساتھ جو غافل اُس مطلب کے قصد سے ہے جو وہ کہتا ہے تو یہ سناوا رہے کہ وہ کلام کرنے والا سرگوشی کے ساتھ ہو یا کہ سننے والا یاد رکھنے والا ہو۔ پس نماز میں خصوصیت والوں کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تلاوت یعنی قرآن خوانی میں دل اور زبان دونوں جمع اور متحقق ہوں اور اس کے سوا اور احوال بھی خواص لوگوں کے ہیں جن کی شرح دراز ہے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ میں کبھی نماز میں نہیں مشغول ہوا کہ اپنی قرأت کے سوا کسی دوسری چیز نے مجھے بے آرام کیا ہو۔

اور عامر بن عبداللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز میں دنیا کے کاموں سے کچھ پاتے ہیں تو کہا اگر نیزوں کی نوک میرے چھوٹی جائیں تو مجھے زیادہ اس سے

اور اس نشست کو فرض میں زیادہ طول نہ دے مگر نوافل میں مضائقہ نہیں جب ہم اس کو رب اغفر واجرم مکر کہتے ہوئے طول دے۔ بعد ازاں دوسرا سجدہ بگیر کہتے ہوئے کرے اور قعود یعنی نشست میں اقعاء مکروہ ہے اور وہ اس مقام پر اس معنی میں ہے کہ دونوں سر میں اپنے دونوں پاشلوں پر رکھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو آرام کے لئے جلسہ خفیفہ کرے اور اسی طرح باقی رکعتوں میں کرے بعد اس کے تشہد کرے۔ اور نماز سر معراج ہے اور وہ معراج قلوب ہے اور تشہد قرار گاہ وصول کا ہے۔ بعد ازاں کہ قطع مسافات علوی درجہ بدرجہ طبقات آسمانی کی ہو اور امتیحات پروردگار خلائق پر سلام ہو۔ پس چاہیے کہ جو کسے اُس کو ذہن میں لائے اور جس سے کہتا ہے اُس کے ساتھ باادب رہے اور کیفیت عرض کو جانے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور اپنے دل کی آنکھوں کے سامنے اُس کو موجود جانے اور صالح بندگان الہی پر سلام بھیجے۔

پس اس صورت میں بندگان الہی سے کوئی بندہ آسمان اور زمین میں باقی نہیں رہتا مگر یہ کہ اُس پر نسبت روحانی اور خاصیت فطری کے ساتھ سلام نہ بھیجے اور اپنا داہنا ہاتھ اپنی داہنی ران پر رکھے کہ انگلیاں بندھی ہوئی ہوں مگر انگشت شہادت اور شہادت میں انگشت شہادت کو الالہ کے اوپر اٹھائے نہ کلمہ نعتی میں جو لالہ کے اندر ہے اور اس انگشت شہادت کو سیدھا نہ اٹھائے بلکہ اس کا سر ران کی طرف جھکا ہوا پچھیدہ ہو سو یہ انگشت شہادت خشوع کی صورت ہے اور خشوع قلب کی سمرایت کی دلیل اُس کی طرف ہے اور اپنی نماز کے آخر میں دُعا اپنی ذات اور مومنین کے لئے کرے اور اگر امام ہو تو چاہیے کہ دُعا میں متفرد اور تنہا نہ ہو بلکہ اپنی ذات اور مقتدیوں کے لئے دُعا کرے۔ اس واسطے کہ امام جو نماز میں بیدار ہو شیار ہو ایک در بانی کی مثال ہے جو کہ سلطان کے حضور میں حاضر ہو اور اُس کے پیچھے اہل حاجت ہیں کہ اُن کے لئے دربان رسول اور التماس کرتا ہے اور اُن کی حاجتوں کو عرض کرتا ہے اور مومنین دیوار کی مثال ہیں کہ ایک دوسرے کو مضبوط اور مستحکم کرے اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف اپنے اس قول سے فرمائی ہے کانھم بنیان مرصوص اور اس امت کے وصف میں کتب سابقہ میں ہے کہ اُن کی صفوف نماز میں ایسی ہیں کہ جیسے

زانوؤں پر کچھ خمیدگی اور جھکاؤ ہو اور دونوں کہنیوں کو علیحدہ اپنے دونوں پہلوؤں سے کرے اور گردن کو اپنی پیٹھ سے دراز کرے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں زانوؤں پر لٹکایا ہو کر رکھے معصوب بن سعد نے روایت کی ہے کہ میں نے سعد بن مالک کے برابر نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں اور زانوؤں کے بیچ میں رکھے اور ان دونوں کو ملا دیا تو میرے ہاتھوں پر ضرب دی اور کہا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر رکھ اور کہا اے فرزند ہم بھی ایسے ہی کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ گھٹنوں پر ہاتھوں کو رکھیں اور کہیں سبحان ربی العظیم تین بار اور وہ کمال اور پورے کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور پورا کامل یہ ہے کہ گیارہ بار کہے اور جس قدر پڑھے تو اُس وقت پڑھے کہ رکوع متکون اور جائے گرفتہ ہو جائے اور بدوں اس کے کہ سر اٹھانے کے ساتھ اُس کے آخر کو ملانے اور رکوع میں جانے کے لئے اور رکوع سے سر اٹھانے کے لئے رفع یدین کر کے یعنی دونوں ہاتھ اپنے اٹھائے اور اپنے رکوع میں اپنے دونوں قدموں کی طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ شروع سے اقرب اُس کی نسبت ہے کہ سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اور سجدہ کے مقام کو اسی وقت دیکھے کہ جب وہ قیام کرے اور تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کے بعد کہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعَتْ وَ لَكَ خَشَعَتْ وَ بَدَأَتْ اَخْسَنْتَ وَ لَكَ اَسْمَعَتْ خَشَعْتُ لَكَ سَمِعْتُ وَ بَمِرَّتِي وَ عَطَمْتُ وَ مِعْمِي وَ غَضَبْتِي اَوْ قَلْبِ اِسْ كَارُ كَوْعٍ مِثْلُ رُكُوعٍ كَيْ مَعْنَى كَيْ سَا مَعْتَمِدُفْ هُوَ جَوْ تَوَاضِعْ اَوْ رَفْرُوتِي هُوَ۔ بعد ازاں سر اٹھائے کہتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اس حالت سے کہ اپنے دل میں اُس چیز کو جانتا ہو جو کچھ کہ وہ کہتا ہے۔ پھر جبکہ وہ پورا کھڑا ہو جائے تو جہر کرے اور کہے رَبَّنَا لَكَ مَلَأَ السَّمٰوٰتِ وَمَلَأَ الْاَرْضِ وَمَلَأَ مَا بَيْنَهُمَا مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ۔ بعد ازاں کہے اهل الشاء والمجد الحق ما قال العبد وكلنا لك عبد لا مانع لما اعطيت ولا معطل لما منعت ولا ينزع ذاك الحمد منك ابدا اور اگر نوافل میں قیام کو رکوع سے سر اٹھانے کا رکوع دے تو چاہیے کہ یہ کہے لَوْ رَبِّيَ الْحَمْدُ دَوْبَارَهُ اَوْ سَبَّارَهُ جَبَّ سَبَّكَ كَيْ يَجِبَ مَكْرُجَاعَتِ مِثْلُ طَوْلِ مِثْلُ زِيَادَةِ حُدُودِ نَدْوَى اَوْ رُكُوعِ سَمْرُ اُتْھَانِي

لے فقہ حنفی میں دفع یدین نہیں کیا جاتا، فقہ حنفی کے مطابق نماز کا طریقہ کتابوں میں مذکور ہے مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز

(از ناشر)

marfat.com

Marfat.com

قائم ہیں۔ پھر جبکہ نماز سے باہر آنا چاہئے اپنے داہنے طرف سے سلام پھیرے اور سلام کرنے کے ساتھ ہی نیت کر لے کہ وہ نماز سے باہر ہوتا ہے اور وہ سلام فرشتوں پر ہے اور حاضرین پر جو مومنین سے ہیں اور قوم جن سے جو مومن ہیں اور اپنا رخسارہ داہنے طرف والوں کے لئے گردن موڑنے سے ظاہر کرے اور اس سلام میں اور بائیں طرف کے سلام کے درمیان میں فصل اور علیحدگی کرے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ مواصلت سے نہی وارد ہوتی ہے اور مواصلت پانچ ہیں دو ان میں سے امام کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ یہ ہے کہ امام تکبیر سے قرأت کو نہ ملائے اور رکوع کو قرأت سے نہ ملائے اور دو مقتدیوں پر ہیں اور وہ یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کو تکبیر امام سے نہ ملائے اور نہ اس کے سلام کو اپنے سلام سے ملائے۔

اور ایک مواصلت دونوں یعنی امام اور مقتدی پر ہے اور وہ یہ ہے کہ فرض کا سلام نفل کے سلام سے نہ ملائے اور سلام کو جزم سے پڑھے اور اس کو بہت نہ کھینچے۔ پھر سلام کے بعد دُعا مانگے جو چاہے خواہ دنیا کا امر ہو یا اُس کے دین کا ہو۔ اور سلام پھیرنے کے پہلے ہی نماز کے اندر دُعا مانگے اس واسطے کہ وہ قبول ہوتی ہے۔

اور جس شخص نے پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی حقیقت میں بروجر کو عبادت سے بھر دیا اور تمام مقامات اور احوال کا پختہ اور زبدہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہے اور وہ سرِ دین ہے اور مومن کا کفارہ ہے اور خطاؤں کو محو کرتی ہے اس لئے کہ ہمارے شیخ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب مہروردی رح نے روایت کے واسطے سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

«پانچوں وقت کی نمازیں خطاؤں کی کفارہ ہیں اور پڑھو اگر تم

چاہتے ہو۔ ان الحینات یدھبان السیئات ذلک ذکری

لذا کریمن -



میں شناوری کرتا ہے ایک بال اس سے سجدہ میں نہیں پھرتا جیسا کہ سید البشر نے اپنے سجدہ میں کہا سجد لک سوادى و بحالى و لله يسجد من فى السموات والارض طوعاً وكرهاً۔ طوع یعنی انقیاد اور فرمانبرداری روح اور قلب کے لئے ہے اس اہلیت اور قابلیت کے سبب سے جو ان دونوں میں ہے اور کرہ یعنی رنج اور ناخوشی نفس کی طرف سے اس سبب سے کہ اس میں بیگانگی ہے اور اپنے سجدہ میں کئے تین بار سبحان ربی الاعلیٰ دس بار تک کہ وہ کمال ہے اور سجدہ میں کشادہ چشم رہے۔ اس واسطے کہ وہ دونوں چشم سجدہ کرتی ہیں اور گرنے میں اپنے دونوں گھٹنے رکھے۔ پھر دونوں ہاتھ اپنے رکھے پھر ہاتھ اپنا اور پھر ناک اپنی رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کی چوٹی کی طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ سجدہ کرنے والے کے لئے زیادہ خشوع کا درجہ ہے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں خاص مصلے پر رکھے کپڑے میں ان کو نہ پھینٹے اور دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں اس کا سر ہو اور دونوں ہاتھ اس کے دونوں شانوں کے مقابل رہیں نہ ان کے داہنے طرف اور نہ بائیں طرف اور تسبیح یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد کہے اللھم لك سجدت وبت آمنت و لك اسلمت سجد و جہی للذی خلقه وصوره و شق سمعه و بصره فتبارك الله احسن الخالقين -

اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ان کو کہا کرتے تھے اور اگر سبوح قدوس دینا اور رب الملائکۃ والروح کہے تو اچھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سجدہ میں کہا کرتے تھے۔

اور اپنی دونوں گنیاں سجدہ میں اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے اور اپنی انگلیوں کا رخ سجدہ میں قبلہ رو رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اٹھوٹھے کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر نہ بچھائے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے اور اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اس طرح پر کہ انگلیوں سے قبلہ رو ہووے اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانوؤں پر بیٹھ کر بغیر سلائے اور ملائے رکھے اور کہے: رب اغفر لی وارجئنی واہدنی واجبرنی وعافنی واعف عنی۔

ذکر کیا ہے اور غم شدید اور غضب مفرط بھی اس میں داخل ہیں۔
 اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی تم میں سے نماز شروع نہ کرے اُس وقت
 کہ تڑشرد اور ماتھے میں بل پڑے ہوں اور نہ ہرگز تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو
 جبکہ غصہ میں ہو۔ پس سزاوار نہیں ہے کسی بندہ کے لئے کہ وہ نماز میں کھڑا ہو مگر اُس
 وقت کہ اپنی پوری ہئیت سے سحلی ہو اور نماز کا عمدہ لباس یہ ہے کہ ہاتھ یا وڑوں
 اُس کے سکون ہو اور ادھر ادھر نہ دیکھے نہ منہ پھیرے اور داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے۔
 پس اس سے بہتر کیا ہئیت ہے بندہ کی جو فروتن کھڑا ہو بادشاہ غالب کے سامنے
 حاضر ہو اور شروع نے حرکات پئے در پئے کی رخصت دی ہے جو تین سے کم ہو۔
 اور ارباب عزیمت نے نماز میں سب حرکات کو ترک کر دیا اور ایک دفعہ نماز میں
 میرے ہاتھ کو جنبش ہوئی اور اس وقت ایک شخص جہاں میں سے میرے برابر کھڑے
 تھے جب میں نماز سے فارغ ہو کر الٹا پھرا تو اُس نے میرے اوپر اعتراض کیا اور
 اُس حرکت کو بُرا مانا اور کہا ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا
 ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ سُن چپ چاپ بچلا رہے کہ اُس سے کوئی چیز اور عضو
 جنبش نہ کرے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے
 ہیں۔ تکبر، عنید، وسوسہ، جمائی، غارش، التفات اور کسی چیز سے کھیلنا۔ اور
 بعض نے کہا ہے کہ سہوا اور شک۔

اور ہر ائمہ عبدالقادر بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
 ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا شخص نہ جانے کہ اُس کے داہنے طرف
 کون شخص ہے اور بائیں طرف کون؟

اور سفیان سے منقول ہے کہ کہا جس نے خشوع نہیں کیا اُس کی نماز فاسد
 ہوئی اور معاذ بن جبل کی روایت اس سے بھی سمحت اور دشوار تر ہے کہ کہا جس نے
 قصد ادا ہنی اور بائیں طرف سے نماز میں جانا پہچانا تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور
 بعض علماء نے کہا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو دیوار یا فرش میں لکھا ہو اپنی نماز

صفوف اُن کی لڑائی میں ہیں۔

مروی ہے کہ معن ابن عیسیٰ نے کعب اجناد سے سوال کیا کہ توریت میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پاتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہم اس طرح پاتے ہیں کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور طیبہ کو ہجرت کریں گے اور ملک اُس کا شام میں ہوگا اور وہ نہیں ہے فحاش یعنی بسیار زشت سخن و زشت کار اور نہ وہ بانڈاروں میں ستیاب یعنی چمکنے والا ہوگا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ کرے گا مگر وہ عفو کرے گا اور نجشائے گا اپنی امت کو جو حماد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور نرمی اور آسواگی میں کریں گے اور ہر ایک بلندی پر تکبیر سے بزدگی اللہ تعالیٰ کی کریں گے اور اپنے ہاتھ پاؤں کا وضو کریں گے۔ اور نصف ساق تک ازار پہنیں گے وہ اپنی نمازوں میں ایسی ہی صف بانڈھیں گے جیسی کہ وہ اپنی لڑائی میں صفیں بانڈھیں گے اُن کی آوازیں اُن کی مسجدوں میں ایسی ہوں گی کہ جیسے شہد کی مکھیاں جھنبھناتی ہیں آسمانوں کے درمیان میں آوازیں سنائی دیں گی سو نمازیں امام صف کا پیشوا شیطان کی لڑائی میں ہے تو وہ خشوع اور ادائے مراتب ادب کے ساتھ ظاہر اور باطن سب نمازیوں سے اولیٰ اور افضل ہونا چاہیئے۔ اور بیدار ہو شیاہ نمازی کے جب ظاہر جمع ہوں گے تو اُن کے باطن بھی جمع ہوں گے اور باہم ایک دوسرے کی یادری اور مددگاری کرتے ہیں اور ایک سے دوسرے کو اخذ انوار اور برکات اثر و سرایت کرتے ہیں بلکہ جس قدر مسلمان کہ زمین کی اطراف میں نماز پڑھنے والے ہیں قلوب و سنت سلامت اور روابط ایمان سے اُن کے درمیان باہمی مددگاری اور امداد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بزرگ ملائکہ سے اُن کی امداد کرتا ہے جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد ملائکہ نشان والوں سے روز بدر کی تھی سو اُن کی حاجتیں شیطان کی لڑائی میں بڑھ کر اُن کی حاجات سے ہیں جو کفار کی لڑائی میں تھیں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے دجعت امن الجہاد الا صغریٰ الجہاد الا کبریٰ۔ یعنی ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف

بازگشت کی۔

پس اُن کو فرشتے متلاق ہوتے ہیں بلکہ اُن کے سچے انفاس سے افلاک

یہ ہے کہ نماز سے پہلے مراقبہ اور مراعاة قلب کے خطرات اور عوارض سے کرے اور ماسویٰ اللہ جو پیر ہو اُس کی نفی کرے۔ پھر جبکہ نماز کے لئے حضور قلب سے کھڑا ہو تو گویا ایک نماز سے دوسری نماز میں کھڑے ہوئے تو ایسے نفس اور عقل کے ساتھ ہو گا کہ ان کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے۔ پھر جب نماز سے باہر ہو تو اپنے حال کی طرف حضور قلب سے رجوع کرے۔

پس گویا کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہیں سو یہ نماز کا ادب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بعض صوفیہ ایسے تھے کہ حفظ عدد ان سے کمال استغراق کے سبب نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی وہ یہ نہ جانتے کہ کتنے رکعت پڑھیں اور ایک شخص ان کے ساتھیوں میں سے شمار کیا کر تا کہ کتنی رکعت پڑھیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نماز کی چار شاخ ہیں حضور قلب محراب میں اور شہود عقل بادشاہ و باب کے نزدیک ہے اور خشوع قلب بلا اشتباہ ہو اور خضوع ارکان نگاہداری کے ساتھ اس واسطے کہ حضور قلب کے وقت پر دے اٹھ جاتے ہیں اور شہود عقل کے وقت عتاب ہوتا ہے اور حضور نفس کے وقت دروازے کشادہ ہوتے ہیں اور ارکان کے خضوع کے وقت ثواب حاصل ہوتا ہے تو جو شخص نماز میں بلا حضور قلب کھڑا ہو تو وہ نمازی کھیلنے والا ہے اور جو شخص بلا شہود عقل نماز میں کھڑا ہو وہ نمازی بھوکھڑ ہے اور جو بلا خضوع نفس پڑھنے لگا وہ شخص نمازی خطا کار ہے اور جو بلا خشوع ارکان پڑھتا ہے وہ نمازی جفا کار ہے اور جو ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی تعریف کی گئی وہ مصلیٰ صاحب و فلبے۔

اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بندہ نماز فریضہ میں کھڑا ہوا اس حال سے کہ اللہ کی طرف اُس کا منہ اور کان اور آنکھ ہو تو وہ نماز سے فارغ ہو کر پھر تو گویا اپنے گناہ سے وہ ایسا پاک ہوا کہ جیسے اس دن ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ لائمنہ دھونے سے اس کا گناہ جو اُس سے ہوا اور اس کے دونوں ہاتھوں کے دھونے سے اُس کے گناہ اور اس کے دونوں پاؤں دھونے سے اُس کے گناہ دھوتا ہے اور دور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نماز میں اس طرح در آتا ہے کہ اُس کے سامنے کوئی گناہ نہیں ہے۔

نماز کے اندر آداب اور اسرار کے بیان میں ہے

نمازی کے بہترین آداب سے یہ ہے کہ وہ کسی چیز میں دل بستہ نہ ہو خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا بہت ہو اس واسطے کہ عقلمندوں نے ترک دنیا کو نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ نماز کو ادا کریں جس طرح پرکے مامور ہوتے ہیں سبب یہ ہے کہ ہر گاہ دنیا اور اشغال دنیا قلب کے مشغول کرنے والے تھے تو اُن کو چھوڑ دیا کہ محل مناجات پر موجب غیرت تھے اور قربت کے مقام کی انہیں رغبت تھی اور دل سے پروردگار عالم کو مانتے اور فرمانبردار تھے وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں ادا کئے نماز اطاعت ظاہری اور دل کا نماز میں ماسوے اللہ سے فارغ ہونا اطاعت باطنی ہے سو انہوں نے حضور ظاہر اور ممانعت باطن کو نہیں خیال کیا جب تک کہ اُن کی اطاعت میں خلل نہ پڑے اور اُن کی عبودیت میں شگستگی آئے تو نمازی اس بات سے پرہیز کر لے کہ اُس کا باطن اُس وقت خیر میں لگا ہو جبکہ نماز شروع کرے۔

اور کہا گیا ہے کہ آدمی کی دانش اور فقاہت سے یہ بات ہے کہ اپنی حاجت کو قبل از نماز روا کرے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کھانا اور عشاء کی نماز ایک ساتھ آئے تو کھانے کو نماز عشاء پر مقدم کرو۔

اور نہ اُس وقت نماز شروع کرے کہ پیشاب کی حاجت ہو اور نہ اس وقت کہ بیت الخلاء کی ضرورت ہو اور موزہ کا تنگ اور کسا ہوا ہونا بھی حاذق اور بچنے والا مثل ضرورت مذکورہ ہے اور اُس حالت میں بھی نماز پڑھے جبکہ موزہ اُس کا ایسا تنگ ہے جو اُس کے قلب کو مشغول اپنی طرف رکھتا ہے سو سوال کیا گیا کہ حاذق کے بابت کوئی رائے اور تعین نہیں ہے تو جواب اُس کا دیا گیا کہ حاذق وہ شخص ہے جس کے ساتھ کوئی تنگی اور ضیق ہو اور حاصل کلام یہ ہے کہ آداب کی بات نہیں ہے کہ آدمی نماز اُس حالت میں پڑھے کہ جب اُن کے پاس ایسی شے ہو جو اس کے باطن کے مزاج کو اعتدال سے متعیر کر دے جیسے کہ وہ چیزیں جن کا ہم نے

فرماتا ہے کہ ڈال دو وہ پردہ جو میرے اور اُس کے بیچ میں ہے اور میرے بندہ کو اور اُس چیز کو چھوڑ دو جو اُس نے اپنے نفس کے لئے پسند کی ہے۔
 اور ابو بکر و راق نے کہا ہے کہ اکثر اوقات میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اُن سے میں منصرف اور اُلٹا پھر آتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی ہی حیا آتی ہے جیسے اُس مرد کو شرم آتی ہے جو زنا سے اُلٹا پھر کے آتا ہے۔ پھر قول اُس کا اُس کے نزدیک بڑا ادب ہے اور ہر ایک انسان نماز کا ادب اسی قدر جانتا ہے جس قدر کہ قرب سے حصّہ ہوتا ہے۔

اور موسیٰ بن جعفر سے پوچھا گیا کہ لوگوں نے آپ کی نماز آپ کے سامنے چلنے سے فاسد کر دی کہا کہ جس کے لئے میں نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ سے قریب تر اُس سے ہے جو میرے اُگے سے گزرتا ہے۔

اور منقول ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ نماز کے لئے باہر نکلتے تو رنگ کے تغیر کے سبب پہچان نہ پڑتے تو آپ سے اُس کی بابت دریافت کیا جاتا۔ آپ فرماتے کہ جب تم جانتے ہو کہ کس کے سامنے میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

اور عمار بن یاسر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لئے اُس کی نماز سے اسی قدر لکھا جاتا ہے جو وہ سمجھتا ہے اور دوسرے الفاظ میں وارد ہے تم میں سے بعض وہ ہیں جو پوری نماز پڑھتے ہیں اور بعض تم میں سے نماز ادھی پڑھتے ہیں اور چوتھائی اور پانچواں حصّہ یہاں تک کہ دسویں حصّہ تک پہنچتے ہیں۔ خواص کا قول ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ نوافل کی نیت کرے تاکہ اُس کے فرائض کے نقصان پورے ہوں اور اگر اُس کی نیت نہ کرے تو اُس سے کچھ محسوب نہ ہوگا۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ نماز فریضہ کو ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری مثل اُس میرے بندہ کی ہے کہ قبل اس کے کہ قرض ادا کرے ہدیہ اور تحفہ کا بھیجنا شروع کرے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ خلق اللہ تعالیٰ سے دو خصلت کے سبب منقطع اور علیحدہ

کے اندر پڑھا تو اُس کی نماز باطل ہے اور اُن میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ اس واسطے کہ وہ عملاً اُس کے مخالف ہے اور اس آیت کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے
 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کہ وہ ہاتھ پاؤں کا سکون اور طہانیت ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ جس وقت تکبیر اولیٰ کہی جاوے تو جان لے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ تیرے شخص کی طرف ناظر اور تیرے مافی الضمیر کا عالم ہے اور اپنی نماز میں اس کی مثال خیال کر کہ تیرے داہنے طرف بہشت اور بائیں طرف دوزخ ہے اور بہشت و دوزخ کی صورت باندھنے کا جو ہم نے ذکر کیا سبب یہ ہے کہ جب ذکر آخرت میں دل مشغول ہوگا تو اس سے وسوساں منقطع اور دُور ہو جائیں گے تو یہ تمثیل دل کے لئے ایک دوا کا حکم رکھے گی تاکہ وسوسہ دُور ہو۔

ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی نے بواسطات روایت کی ہے کہ سہلؒ کا قول ہے کہ جس شخص کا دل ذکر آخرت سے خالی ہو تو اُسے وسوساں شیطانی پیش آتے ہیں اور جو شخص کہ اس کا باطن صفائی قلب اور نور معرفت کا حاصل کئے ہو تو وہ اپنی چشم دیدہ کے سبب مستغنی اس سے ہے کہ مشاہدہ کی صورت بناوے۔

اور ابو سعید خراذ کا قول ہے کہ جس وقت رکوع کرے تو ادب اس کے رکوع میں یہ ہے کہ کھڑا ہے اور نزدیک ہو اور ٹھکے اپنے رکوع میں یہاں تک کہ اُس کا کوئی جوڑ اور عضو باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ عرش بزرگ کی جانب قائم ہو۔ پھر سبحان ربی العظیم کہے یہاں تک کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی چیز نہ ہو اور اپنے نفس کی تصغیر اور تحقیر کرے حتیٰ کہ بھنگی سے بھی کمتر ہو۔ اور جب اپنا سر اٹھائے اور سمع اللہ لمن حمد کے توجہ لے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اُس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اُس کے ساتھ خوف بھی اس قدر ہو کہ قریب ہے کہ اُس سے گداحت ہو جائے۔

سراج نے کہا ہے جبکہ بندہ تلاوت شروع کرے تو اُس میں ادب یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرے اور اُس کا دل سماعت کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ سے سن رہا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پڑھ رہا ہے۔ اور یہ بھی سراج نے کہا ہے کہ ادب صوفیہ سے

اور ابو الخیر قطع نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یا ابانیر نماز اپنے اوپر لازم کر اس واسطے کہ میں نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تو مجھے اُس نے نماز کی وصیت کی اور مجھے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہوں کہ جب تو نماز میں ہوتا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ دو رکعتیں فکر میں بہتر رات بھر کے قیام سے ہیں۔

اور منقول ہے کہ محمد بن یوسف فرماتے تھے حاتم ام کو دیکھا کہ کھڑا ہوا لوگوں کو وعظ کہتا تھا تو اُس سے کہا کہ اے حاتم میں تجھے دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کیا تو نماز اچھی پڑھتا ہے؟ کہا ہاں کہا کیونکر نماز پڑھتا ہے؟ کہا کہ میں علم کے ساتھ اٹھتا ہوں اور چلتا میں خوف سے ہوں اور داخل ہیبت سے ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں اور تریل سے قرأت کرتا ہوں اور خشوع سے رکوع کرتا ہوں اور سجدہ میں تواضع اور تشہد کے لئے پورا بیٹھتا ہوں اور سنت پر سلام پھیرتا ہوں اور اپنے پروردگار کے اُسے سپرد کرتا ہوں اور اس کی حفاظت اپنی زندگی بھر کرتا ہوں۔ اور ملامت کے ساتھ اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس کا خوف میں کرتا ہوں کہ میری نماز وہ قبول نہ کرے اور امید قبول کی رکھتا ہوں اس خوف ورجاء کے درمیان میں ہوں اور جس نے مجھے علم سکھایا اُس کا شکر یہ کرتا ہوں اور میں اُس کو علم سکھاتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے اور میں اپنے پروردگار کی حمد کرتا ہوں اُس واسطے کہ مجھے اُس نے ہدایت کی ہے تو محمد بن یوسف نے کہا کہ تجھ سا شخص صلاحیت اس کی رکھتا ہے کہ واعظ ہو۔“

اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ لَا تَقْرُبُوا الْقُلُوبَ وَ اَنْتُمْ سَكَارَىٰ یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو۔ اس میں متوالی حب دنیا سے مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ متوالی رنج اور غم خوارگی سے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز دو رکعتیں پڑھیں اور دنیا کی کوئی بات اُس کے نفس نے نہیں کی تو اللہ نے اُس کے گناہ جو پہلے کئے ہوں بخش دیتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز غربت اور مسکنت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چوری کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کون چوری سب سے زیادہ بُری اور خراب ہے؟ تو حاضرین نے عرض کی کہ اللہ اور رسول اُس کا دانا تر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب چوریوں سے بدتر یہ ہے آدمی اپنی نماز سے چوری کرے۔ لوگوں نے کہا کہ آدمی اپنی نماز سے کس طرح چوری کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نماز کا رکوع پورا نہیں کرتا اور نہ اُس کا سجدہ اور نہ اُس کا خشوع اور قرأت کو پورا کرتا ہے جو نماز میں ہے۔ ابو عمر بن علانی سے روایت ہے کہ وہ امامت کے لئے بڑھایا گیا تو اُس نے کہا کہ صلاحیت نہیں رکھتا۔ پھر جب اُس سے الحاج کی گئی اُسے تکبیر تحریمہ بانڈھی پھر اُسے غش آگیا۔ سولوگوں نے دوسرے کو امام بنایا۔ پھر جب اُسے ہوش آیا تو اُس سے سوال کیا گیا تو کہا جب میں نے کہا استودا یعنی برابر صاف کرو تو ہاتھ نے مجھے آواز دی کہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی مستوی اور برابر ہوا ہے یعنی باادب اور منقاد ہوا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز اُس کی وقت پر پڑھی اور اُس کے رکوع و سجود اور مواقت کی حفاظت کی تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسے کہ تو نے میری حفاظت کی ہے۔ پھر وہ بلند ہوتی ہے کہ اُس کے لئے ایک نور ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ پھر اپنے نمازی کے لئے شفاعت کرتی ہے۔ اور جب بندہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو اُس کو نماز کہتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا ہے۔ پھر وہ اونچی چڑھتی ہے کہ اُس کے ساتھ تالکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور اُس کے لئے دروازہ بند ہو جاتا ہے پھر وہ لپٹی جاتی ہے جس طرح کہ دُہرا کپڑا پینٹا جاتا ہے پھر وہ اُس کے نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

اگر ابوسلیمان درانی نے کہا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اٹھا دو وہ پردے جو میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہیں۔ پھر جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری جانب منہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

گھومتے تو البتہ وہ عالم ملکوت آسمانی کی طرف دیکھتے اور وہ قلوب صافی جن کا ادب اُن کے قالینوں کے کمال ادب سے کامل ہو گیا ہے وہ آسمانی ہو جاتے ہیں کہ تکبیر کے ساتھ ہی آسمان میں داخل ہوتے ہیں جس طرح کہ وہ غار میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو شیاطین کے تصرف سے محفوظ و مہضون کیا ہے تو جو قلب آسمانی ہیں اُن کی طرف شیاطین کو راستہ نہیں ہے پھر اُس وقت ہوا جس نفسانی اُس میں باقی رہ جاتے ہیں کہ وہ آسمان کے اندر قلوب بند ہونے سے نہیں قطع ہوتے جس طرح کہ تصرف شیطانی قطع ہو جاتا ہے اور جو قلوب کہ مراد (یہاں مراد اصطلاحی ہے جو مرید کے مقابل ہے) ہیں وہ درجہ بدرجہ تقریب کی وجہ سے چڑھتے ہیں اور آسمانوں کے طبقوں میں عروج کرتے ہیں اور آسمانی طبقات کے ہر طبقہ میں ظلمتِ نفس سے کسی قدر پیچھے رہتے اور پلٹتے جاتے ہیں اور اُس کے اندازہ سے ہوا جس نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمانوں سے گزر جاتا ہے اور عرش کے سامنے توقف کرتا ہے۔

پس اُس وقت نور عرش کے روشنی سے ہوا جس نفسانی اور خطرات اُس کے بالکل زائل ہو جاتے ہیں اور نفس کی تاریکیاں قلب کے نور میں چھپ جاتی ہیں جس طرح کہ رات اندر دن کے غائب ہو جاتی ہے اور اُس وقت میں آداب کے حقوق اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔

اور جس قدر ہم نے نماز کے ادب بیان کئے وہ بہت آداب ہیں اُن میں سے تھوڑے اور محدود ہیں اور شان نماز ہمارے وصف سے بہت زیادہ اور بڑھی ہوئی ہے اور ہمارے ذکر سے کامل تر ہے اور بہت اقوام نے غلطی کی اور کہا ہے کہ نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور جب ذکر حاصل ہو گا تو نماز کی کیا حاجت ہے؟ اور گمراہی کے راستوں پر وہ لوگ چلے اور خیالات باطل کی طرف پھٹکے اور اُن لوگوں نے اُمین اور احکام کو محو و منسی کر دیا اور حلال و حرام کو چھوڑ دیا اور دوسری قوموں نے اُس میں ایک اور طریق اختیار کیا جس سے نقصان حال تک پہنچا یا جہاں کہ وہ گمراہی سے سلامت رہے اس

ہوگئی۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کیا۔ اور دوسری یہ ہے کہ انہوں نے ظاہر کے اعمال کئے اور اُن میں صدق اور نیک خواہی کے ساتھ اپنے دلوں کو نہ لگایا اور اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے کہ کسی حامل سے کوئی عمل قبول نہ کرے جب تک اُس میں صدق اور حق اس سے نہ ہو اور نماز میں آنکھ کا کھلا رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اُس کو بند کرے الا اُس وقت کہ اُس کا قصد نظر کی تفریق اور اُس کے ادھر ادھر پھرنے پر ہو تو اُس وقت آنکھوں کو بند کرے تاکہ خشوع کے لئے مدد پہنچے۔ پھر اگر جمائی نماز میں آوے تو جہاں تک ہو سکے اپنے ہونٹوں کو ملاتے اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ سے نہ ملاتے اور نہ دوسرے سے نماز میں مزاحم ہو۔

بعض نے کہا ہے کہ مرجوم یعنی جس شخص کو دکھا دیا وہ مزاحم یعنی دکھا دینے والے کی نماز کا ثواب لے جائے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلی صف اس خوف سے چھوڑ دی کہ پہلی صف والوں کے لئے جگہ کی تنگی ہوگی اور وہ دوسری صف میں کھڑا ہوا تو اُس کو اللہ تعالیٰ اصف اول کے برابر ثواب دے گا بغیر اس کے کہ صف اول والوں کے ثواب سے کچھ کمی ہو۔

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نماز میں کھڑے ہوتے تو اُن کے قلب کی تلپش اور تڑپ ایک میل کے فاصلے پر سنانی دیتی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ سے جوش کی آواز ایسی سُنتے ہیں آتی جیسے دیگ سے آتی ہے حتیٰ کہ مدینہ کے گلی کوچوں میں سُن پڑتی تھی۔ اور جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے؟ جواب دیا کہ تعلقات کا توڑنا اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا۔ اور سُن نے کہا ہے تیرے اوپر وہ کونسا امر تیرے دین سے ہے جو بزرگ تر ہو۔ در حالیکہ تیرے اوپر نماز تیری خوار اور سبک ہو۔ اور منقول ہے کہ بعض انبیاء کی طرف اللہ تعالیٰ وحی بھیجی اور کہا جب تو نماز میں مشغول ہو تو اپنے دل سے خشوع اور اپنے بدن سے خشوع اور اپنی آنکھ سے اشک میرے حوالہ کر اُس وقت میں قریب ہوں۔

اجر کا کامل کیا جاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس قول اللہ تعالیٰ میں قَلَا تَعْلَمُوْنَ
نَفْسٌ مَّا أُخِيتِ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ ایک وجہ منجملہ اور
وجہ کے یہ بھی ہے کہ اُن کا عمل صوم ہے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے جبکہ مرید زیادہ کھانے میں مبتلا ہو اُس پر
ملائکہ شفقت کے سبب گریہ و بکا کرتے ہیں اور جو کوئی کھانے کی حرص میں پھنستا ہے
تو ہر آئینہ وہ شہوت کی آگ میں جلایا گیا اور بنی آدم کے نفس میں شر کے امزار عضو ہیں
جو سب کے سب شیطان کے قبضہ میں ہیں جس سے اُس کو تعلق ہے تو جس وقت اُس
نے پیٹ کو خالی اور مجھو کا رکھا اور اُس کا گلا دبایا اور نفس اُس کا راضی ہوا تو تمام
عضو خشک ہو جاتے ہیں اور مجھوک کی آتش میں جلتے ہیں اور شیطان اُس کے سایہ
سے بھاگتا ہے اور جب اُس نے پیٹ اپنا بھر لیا اور حلق اُس کا چھوڑ دیا تاکہ
شہوات کے مزے خوب چکھے تو اُس کے اعضا فریہ اور تازہ ہوتے ہیں اور شیطان
کو قوت ہوتی ہے اور سیری اور شکم پُری نفس میں ایک نہر ہے جس پر شیاطین
وارد ہوتے ہیں اور مجھوک دُوح میں ایک نہر ہے جس پر ملائکہ وارد ہوتے ہیں
اور شیطان مجھوکے سونے والے سے بھاگتا ہے اور اُس کا کیا حال ہو گا جبکہ
وہ قائم ہو اور شیطان پیٹ قائم سے بنگلگر ہوتا ہے اور کیا اُس کا حال ہو گا
جبکہ وہ سوتا ہو سو مرید صادق کا نفس جبکہ کھانا پینا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ کی
طرف فریاد کرتا ہے۔

ایک شخص طیب السنی کے پاس آیا اور وہ اُس وقت سوکھی روٹی کھا رہا تھا جس
کو پانی میں بھگو یا تھانک کے ساتھ جو نیم کو فتنہ تھا اُس شخص نے آپ سے کہا کہ
کیونکر اُس کی آپ خواہش کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اُسے میں چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک
کہ اُس کی خواہش مجھے ہو۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے کھانے پینے کے اندر امراف اور
حد سے تجاوز کیا اُس کی طرف خوارزی اور ذلت دنیا میں قبل از آخرت شتابی
کرتی ہے۔ اور صوفیہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ بڑا دروازہ جس میں سے ہو کر

اور تواضع اور تضرع اور پشیمانی ہے اور تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہے اللہم
اللہم سو جو کوئی یہ نہیں کرتا ہے تو وہ نماز ناقص ہے۔

اور ہر آئینہ وارد ہوا ہے کہ مؤمن جس وقت نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو اظرف
زمین میں شیطان اُس کے خوف کے سبب اُس سے دُور بھاگتا ہے اس واسطے کہ اُس نے
تبیاری اُس کی شروع کی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں اُوے پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے
تو شیطان اُس سے پُچھ جاتا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نمازی اور شیطان کے درمیان
حجاب ڈال دیا جاتا ہے کہ اُس کی طرف وہ نہیں دکھتا ہے اور خدائے جبار اُس کو اپنے
رُخ کے سامنے متوجہ کر لیتا ہے۔ پھر جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالیٰ اُس کے
قلب میں دیکھتا ہے۔ پھر اگر اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی نہیں ہوتا تو
فرماتا ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اپنے دل میں تصدیق کی جیسا کہ تو کہتا ہے کہ اللہ اکبر۔
اور اُس کے دل سے نور شعاعیں پھیلاتا ہے کہ وہ عرش کے ملکوت کو جا ملتا ہے
اور اُس نور کے سبب اُس کو زمین و آسمان کے پردے کھل جاتے ہیں اور اس
نور کے درمیان اُس کے لئے حسنات لکھے جاتے ہیں اور جب ایک جاہل غافل نماز کے
لئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں جس طرح مکھیاں شہد کے نقطہ پر
چاروں طرف سے اُن گرتی ہیں۔ پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے
قلب میں دیکھتا ہے جب کہ اُس کے دل میں کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے اُس کے
نزدیک بڑی ہوتی ہے تو اُس کے لئے فرماتا ہے کہ تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے
دل میں سب سے بزرگ تر نہیں ہے جیسا کہ تو کہتا ہے اُس وقت اُس کے دل میں سے
ایک دھواں اُٹھتا ہے جو آسمان کے برابر پہنچتا ہے اور وہ حجاب اُس کے قلب کا
ملکوت سے ہو جاتا ہے۔ پھر یہ حجاب اُس کی صلابت زیادہ کر دیتا ہے اور شیطان
اُس کے قلب کو اپنا لقمہ بنا دیتا ہے پھر ہمیشہ اُس میں پھونک مارتا ہے اور فضلہ
ڈالتا ہے اور اُس کی طرف وسوسہ پہنچاتا ہے اور ترسین ماسویٰ کی دنیا وغیرہ سے
کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے الٹا پھرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اُس میں
کیا تھا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب کے ارد گرد نہ

کھل جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کس طرح اُس کی مداومت کریں؟ کہا بھوک سے اور پیاس سے اور تشنگی سے۔

اور منقول ہے کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام پر ابلیس ظاہر ہوا اور اُس کے اوپر جال اور پھندے اور کمندیں تھیں۔ سو کہا یہ کیا چیز ہیں؟ کہا یہ شہوات ہیں جن میں بنی آدم کو پھاندتا ہوں کہا تو اس میں میرے لئے بھی کوئی شہوت پاتا ہے کہا نہیں بجز اس کے کہ آپ نے ایک شب پیٹ بھر کھانا کھایا تھا تب ہم نے تجھے نماز اور ذکر سے گراں اور الکسی کر دیا۔ آپ نے کہا ضرور ہے کہ میں آئندہ کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہ کھاؤں۔ ابلیس نے کہا ضرور ہے کہ میں کبھی کسی کو نصیحت نہ کروں۔

اور شفیق کا قول ہے کہ عبادت ایک حرفہ ہے اور خلوت اس کی دکان ہے اور بھوک اس کے اوزار ہیں۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب معدہ تو بھرے تب فکر مت موجائے گی اور حکمت بری ہوگی اور ہاتھ پاؤں عبادت سے باز رہیں گے۔ اور حسن نے کہا ہے کہ دو لگاؤں مت دسترخوان پر اکٹھے کرو کہ یہ منافقوں کے کھانے میں سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ ایسے زاہد تادک الدنیا سے مانگتا ہوں جس کے معدے کو انواع و اقسام کی غذاؤں نے فاسد کر دیا ہے۔

پس مرید کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ چار دن سے زیادہ متواتر کھائے یعنی روزہ نہ رکھے۔ اس واسطے کہ نفس اس حالت میں عادت کی طرف مائل ہو جائے گا اور شہوت میں اس کو وسعت ہوگی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دنیا تیرا پیٹ ہے تو جس قدر تیرا زہد پیٹ اپنے کے بابت ہے وہ تیرا زہد دنیا کی بابت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی آدمی نے کوئی برتن ایسا نہیں بھرا جو پیٹ سے بدتر ہو۔

بنی آدم کے لئے چند لقمے چھوٹے چھوٹے کافی ہیں کہ اُس کی پیٹھ کو مضبوط رکھیں پھر اگر ضروری ہو تو ایک تھائی کھانے کے لئے اور ایک تھائی پانی پینے کے لئے اور ایک تھائی سانس لینے کے لئے ہو۔

داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اُس کو صالحین میں سے ایک قوم نے پسند کیا ہے تاکہ روزہ دار حال صبر اور شکر کے درمیان رہے۔ اور صوفیہ میں سے بعض وہ ہیں کہ دو دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے یا کہ ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے اور اُن میں سے بعض وہ ہیں جو دو شنبہ اور پنج شنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے۔

اور منقول ہے کہ سہل بن عبداللہ ہر ایک پندرہ دن میں ایک دن میں ایک وقت کھانا کھاتے تھے اور رمضان بھر میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اربعہ سنت کے لئے خالص پانی سے افطار کرتے تھے۔

اور جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب اُس کے پاس اُس کے بھائی آتے تو اُن کے ساتھ افطار کر لیتے اور فرماتے کہ مساعت اخوان کا فضل روزہ کے فضل سے کم نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ افطار محتاج علم ہے کہ بھی اُس کی خواہشمند حرص نفس ہوتی ہے نہ کہ نیت موافقت کی داعی ہو اور نیت کا محض موافقت کے لئے خالص کرنا جبکہ حرص نفس موجود ہو سخت ہے۔

اور میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے مجھے ساٹھ برس ہوئے کہ میں نے کوئی چیز نفس کی خواہش سے نہیں کی ہے جو ابتداء اور استدعا ہو بلکہ میرے سامنے پیش ہوتی تھی تو میں اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت اور اُس کے فعل سے اعتقاد کرتا تھا۔ پس میں حق کی موافقت اُس کے فعل میں کرتا تھا اور مذکور ہے کہ اُسے ایک دن مجھ کو لگی اور حسب عادت موجود نہ ہوا کہ کھانا اُس کی طرف پیش کیا جاتا کہا میں نے اُس مکان کا دروازہ کھولا جس میں کھانا تھا اور میں نے ایک اناہ لیا تاکہ میں اُسے کھاؤں اس اثناء میں ایک بلی گھس آئی اور ایک مرغی اُس نے پکڑی جو وہاں تھی سو میں نے کہا کہ یہ میرے اوپر عقوبت ہے کہ جو میں نے انار کے لینے میں تصرف کیا تھا۔

اور شیخ ابو سعید رحمہ اللہ کو میں نے یاد یاد کیا کہ دن کو کھانا کھا رہے تھے جس کسی وقت کھانا لایا گیا تو اُس میں سے کھا لیا اور معلوم ہوتا کہ اُس کا کھانا

اللہ تعالیٰ کے حضور میں آدمی پہنچتا ہے وہ غذا کا چھوڑ دینا ہے۔
اور بشیر نے کہا ہے کہ بھوک دل کو صاف کرتی ہے اور ہوا یعنی خواہش
نفسانی کو مار ڈالتی ہے اور علم دقیق اُس کا ورثہ ہے۔

اور ذوالنون نے کہا ہے کہ میں نے کبھی نہیں کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھر گیا اور
کبھی نہیں پانی پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گیا مگر یہ کہ معصیتِ الہی اور نافرمانی میں پڑ گیا یا
یہ کہ کسی معصیت کا میں نے قصد کیا۔

اور قاسم بن محمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ ہمارے اوپر ایک پورا اور آدھا مہینہ آیا کہ تاکہ ہمارے گھر میں آگ کو
دھل نہ تھانہ چراغ کے لئے نہ کسی دوسری چیز کے لئے۔ داوی نے کہا کہ میں نے کہا
سبحان اللہ پھر کس چیز سے آپ زندہ رہتی تھیں فرمایا کبھوروں سے اور پانی سے
اور ہمارے ہمسایہ میں انصار لوگ رہتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے
کہ اُن کے پاس مستعار دودھ کے جانور تھے سو بسا اوقات وہ لوگ ہماری
کسی قدر غنوا ری کرتے تھے۔

اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ سے کہا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ
نے لزر کو وسعت دی ہے تو کاش آپ کھانا زیادہ اُس سے کھاتے جو آپ
کھاتے ہیں اور ایسا کپڑا پہنتے جو آپ کے اس کپڑے سے ملائم ہوتا تو فرمایا کہ
میں ہر آئینہ تجھ سے مخالفت تیرے نفس کی طرف کرتا ہوں کیا ایسا امر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا اس کو بار بار کہتے تھے تو حفصہؓ روئیں۔ پھر فرمایا کہ واللہ
میں اُس کے شدید زندگی دنیاوی میں شریک ہوں گی شاید کہ اُس کے فراخ عیاشی
آخرت میں شریک ہوں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عرض کے لئے میں نے کبھی اُٹا
نہیں چھانا مگر یہ کہ میں نے اُس کی نافرمانی کی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ تین دن بھی گیموں کی روٹی جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ نے وصال کیا اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ملکوت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹایا کر وہ تمہارے لئے

دکھتا ہے تو اُس کو متہم کرو اس واسطے کہ اُس کے ساتھ ہر آئینہ دنیا سے کوئی چیز جمع ہوئی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب ایک جماعت متواقف اشکال کے ہوں اور اُن کے درمیان کوئی مرید ہو روزہ رکھنے پر اُس کو برا ٹھہرتے کریں۔ پھر اگر اُس کی مساعرت نہ کریں تو اُس کے لئے کوشش افطار کی کریں اور اُس کے لئے تکلیف کریں تاکہ اُس کے ساتھ مرافقت اور ملائت ہو اور اس کی اصل کو اپنے احوال پر خیال نہ کرے اور ایک جماعت اگر شیخ کے ساتھ ہو تو اُس کے روزہ کے ساتھ روزہ رکھیں اور اُس کے افطار کے ساتھ افطار کریں باستثناء اُس شخص کے جس کو شیخ دوسرا حکم دے۔ اور منقول ہے کہ بعض صوفیہ نے ایک جوان آدمی کی خاطر برسوں روزے رکھے جو اُس کی محبت میں تھا تاکہ یہ جوان اُس کی طرف نگاہ کرے۔ پھر اُس سے ادب حاصل کرے اور اُس کے روزہ کے ساتھ روزہ رکھے۔

اور ابوالحسن مکی سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ روزہ صوم الدھر کے رکھا کرتے اور بصرہ میں وہ مقیم تھے اور شب جمعہ کے سوا روٹی نہ کھاتے اور ایک مہینے میں اُن کی خوراک چار دانگ ہوتی کہ اپنے ہاتھ سے پوست خرما بٹا کرتے اور اُس کو بیچتے تھے۔

اور شیخ ابوالحسن بن سالم کہتے ہیں کہ میں اُس کو تسلیم نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ روزہ کھولتا اور کھانا کھاتا ہے اور ابن سالم اسے شہوت خفیہ کا متہم کرتے تھے اس واسطے کہ وہ لوگوں میں مشہور تھا۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ کوئی بندہ خالص اللہ نہیں ہے مگر جس نے چاہا کہ وہ ایک غیر مشہور گوشہ میں رہے اور جس نے زیادہ کھانا کھایا زیادہ باتیں کیں۔ اور منقول ہے کہ ابوالحسن تینسی اپنے اصحاب کے ساتھ حرم میں سات دن رہا جن میں انہوں نے کچھ نہیں کھایا تو اُس کے اصحاب میں سے طہارت کے لئے ایک شخص باہر نکلا اور ایک تریبوز کا چھلکا دیکھا اُسے لے کر کھا گیا اُس وقت اُسے ایک شخص نے دیکھا اور اُس کے پیچھے پیچھے آیا اور روٹیاں لایا اور اُس گروہ کے سامنے رکھ دیں اُس وقت شیخ نے کہا کہ تم میں سے کس نے یہ گناہ کیا یعنی جس سے ہمارا حال جانا گیا تو ایک نے کہا کہ میں نے تریبوز کا چھلکا پایا اور اُسے کھا گیا۔ شیخ نے کہا کہ تو ہے اور تیرا گناہ اور تیری روٹیاں۔ وہ بولا کہ میں اپنے گناہ سے تائب ہوں تو کہا تو یہ

اور فتح موصلی نے کہا ہے میں تیسری شیخ کی صحبت میں رہا۔ ہر ایک نے علیحدہ ہونے کے وقت مجھے وصیت کی کہ نوجوانوں کی صحبت ترک اور کھانے میں قلت ہو۔

چالیسواں باب

صوم اور افطار کے احوال صوفیہ کے اختلاف کے بیان میں

مشائخ صوفیہ سے ایک جماعت ایسی تھی کہ ہمیشہ سفر اور حضر میں روزہ رکھتی تھی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملی۔ اور ابو عبد اللہ بن حباباً راکا یہ معمول تھا کہ کچھ اوپر پچاس برس برابر روزے رکھے کہ نہ سفر میں افطار کرتے اور نہ حضر میں تو ان کے یاروں نے ایک دن کوشش کی اور اُس نے افطار کیا۔ سواس کے سبب وہ بہت دن بیمار رہا۔ پس جبکہ مرید اپنی اصلاح قلب دوام صوم میں دیکھے تو چاہتے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور افطار کو ایک طرف چھوڑ دے کہ یہ ایک اُس کے لئے اچھی ملک اس بات کے لئے ہے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے۔

ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمیشہ روزے رکھے اُس پر دوزخ اس طرح تنگ ہو جاتی ہے اور نوی کا عقد انا مل باندھا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ روزہ دار کے لئے دوزخ میں جگہ نہ ہوگی اور دن کا سونا صائم الدہر کے لئے مکروہ ہے اور اس بارے میں جو ابو قتادہؓ نے روایت کی ہے وارد ہے اُس نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ صائم الدہر کی کیفیت کیا ہے اور اُس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہ اُس نے روزہ رکھا اور نہ افطار کیا اور قوم نے اُس کی یہ تاویل کی ہے کہ صوم الدہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا یہ ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں افطار نہ کرے تو وہ مکروہ ہے اور جو ان ایام میں افطار کرے تو یہ وہ روزہ نہیں ہے جو مکروہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار کریں اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ روزوں میں سے افضل روزہ میرے بھائی حضرت

اور روزہ نہ کھولتے مگر اسی چیز سے جو افطار کے وقت اُن کو ملتا اور ادب کی یہ بات نہیں ہے کہ مرید طعام مباح کو روک رکھے اور افطار حرام ناجائز کھانے سے کرے۔
 ابوالدرداء نے کہا ہے عجب نطف کی بات ہے کہ عقلمندوں کا سونا اور اُن کا روزہ نہ لکھنا عمتا کے قیام اور روزوں کو متر پہنچاتے ہیں اور اہل یقین و تقویٰ کا ایک ذرہ معززوں کے اعمال جو پہاڑوں کے برابر ہیں ان سے افضل ہے اور روزہ کی فضیلت اور ادب سے یہ ہے کہ کھانے کو اس حد سے جو وہ کھایا کرتے تھا کم کر دے جبکہ وہ روزہ سے نہ تھا وگرنہ اگر کئی دفعہ کے کھانے کو ایک دفعہ کے کھانے میں جمع کر دیا تو فی الواقع جس قدر کھانا فوت ہوا تھا اُس کو حاصل کر لیا اور قوم کا مقصود روزہ سے نفس کا مغلوب کرنا ہے اور نفس کا وسعت پانے سے روکنا اور کھانے سے اسی قدر لینا جو ضرورت ہو اس وجہ سے کہ وہ جانتے ہیں کہ ضرورت پر اقتصاد کرنا نفس کو تمام افعال اور اقوال سے ضرورت کی طرف کھینچتا ہے اور نفس کی ذاتی بات ہے کہ جب وہ کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ضرورت پر مجبور کیا جاتا ہے تو اُس کے تمام احوال کی طرف اثر پہنچاتا ہے تو کھانے اور سونے سے اور قول و فعل سے ضرورت پر آدہتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک بڑا باب ابواب خیر سے ہے کہ اس کی رعایت اور جستجو واجب ہے اور علم ضرورت اور فائدہ ضرورت کے ساتھ کوئی شخص مخصوص نہیں ہے مگر وہ بندہ کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس کو اپنا قرب عطا فرمائے اور اپنے پاس لائے اور اُس کو بر گزیدہ کرے اور اُس کی تربیت کرے اور اپنے روزہ میں بی بی کے ساتھ بس کرنے کے کھیل سے باز رہے۔ اس واسطے کہ وہ روزہ کے لئے زیادہ تہ پاک اور صاف ہے۔

اور سنت کے لئے استعمال سحری کھانے کا کرے اور وہ روزہ گزارنے کے لئے دو معنی کی رو سے زیادہ تر داعی اور مقتضی ہے۔ ایک یہ کہ سنت کی برکت اُس پر عود کرتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ روزوں کو کھانا کھانے سے قوت پہنچتی ہے۔ انس بن مالکؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا روزوں میں سحری کھاؤ اس واسطے کہ سحری میں برکت ہے اور روزہ کھولنے

اس لئے تھا کہ حق کے ساتھ موافقت کرے اس واسطے کہ اُس کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار کھانے اور پینے اور تمام تقریبات میں تھا اور اُس کا حال یہ تھا کہ فعل حق کے ساتھ جما اور ٹھہرا رہتا تھا اور ہر آئینہ اُس کی یہ ہدایت تھی جس کی مثل عزیز الوجود اور کیاب ہے یہاں تک کہ منقول ہے کہ وہ بہت کھائے بغیر رہتا تھا اور کوئی اُس کے حال سے واقف نہ تھا اور اپنے نفس کے لئے وہ تصرف نہ کرتا اور نہ کسی کے چیز کھانے کے لئے سبب پیدا کرتا اور اللہ تعالیٰ کے فعل کا انتظار کرتا اس سبب کہ اُس کے پاس رزق پہنچاتا اور کوئی اُس کے حال سے ایک مدت تک زمانہ سے آگاہ نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کے حال کو ظاہر کر دیا اور اُس کے لئے اصحاب اور تلامذہ مقرر کر دیئے اور وہ لوگ کھانا بتکلف پکاتے اور اُس کے پاس حاضر لاتے اور وہ اس باب میں فضل حق اور موافقت کو دیکھتا۔

میں نے اُس سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے ہر روز میں صبح کو اٹھتا اور جو کچھ مجھے محبوب تھا وہ روزہ تھا اور اللہ تعالیٰ میرے روزہ درست پر اپنے فعل سے نقص کرتا تھا تو میں حق سے اُس کے فعل میں موافقت کیا کرتا۔ اور بعض صالحین سے حکایت کی گئی ہے جو اہل واسطہ شہر سے تھا کہ اُس نے بہت برس روزے رکھے اور وہ ہر روز آفتاب کے قبل غروب روزہ کھولتا الا رمضان میں بعد غروب افطار کرتا۔ اور ابو نصر سراج نے کہ قوم نے اُس کو بُرا جانا مخالفتِ علم کے سبب سے یا یہ کہ روزہ نفل تھا اور لوگوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اس واسطے کہ روزہ دار کا ارادہ اس سے یہ تھا کہ نفس کو بھوکا رکھنے سے تادیب کرے اور یہ روزہ کی رویت سے متمتع نہ ہو اور یہ مسلسل ہے اور لائق تریہ ہے کہ موافقتِ علم کے ساتھ روزہ کو جاری رکھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلَا تَبْطُلُوا** اَعْمَالَکُمْ یعنی اپنے عمل کو باطل مت کہہ و مگر اہل صدق جو ہوتے ہیں اُن کے لئے اُن اعمال میں جو کرتے ہیں منتیں ہوتی ہیں اس لئے وہ معاوضہ نہیں کئے جاتے اور وہ صدق بالذات محمود ہے خواہ وہ کسی طرح ہو۔ اور صادق آدمی اپنے وفائے عہد پر ثابت ہوتا ہے چاہے جس طرح پلٹے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب کسی صوفی کو دیکھو کہ وہ روزے نوافل

صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ رکھا اور شام کے وقت مہو کو اور پیاس نے اُن کو رنج میں ڈالا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں تو ان دونوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدی بھیجا کہ روزہ کھولنے کے لئے اجازت مانگتی تھیں۔ آپ نے اُن کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا کہ اُن دونوں سے کہہ دو کہ اس میں تھے کڑا لوجہ انہوں نے کھا یا ہے تو ایک نے انہی سے تھے کی کہ اُس میں نصف اُس کا خون تازہ تھا اور گوشت تازہ تھا اور اسی کے مثل دوسری عورت نے تھے کی یہاں تک کہ اُس کو دونوں نے بھر دیا تو لوگوں نے اُس سے تعجب کیا۔ تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اُن چیزوں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے حلال کیا تھا اور دونوں نے افطار ان چیزوں سے کیا جو اُن پر حلال نہیں۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو چاہیے کہ جماع نہ کرے اور نہ گالیاں بکے۔ پھر اگر کسی نے اُس کو گالی دی تو اُس کو کہنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور حدیث میں ہے کہ روزہ ایک امانت ہے تو چاہیے کہ ہر ایک تم سے اُس کی حفاظت کرے۔

اور صوفی وہ ہے کہ رزق معلوم کی طرف توجیہ نہ کرے اور نہ دریافت کرے کہ کب اُس کی طرف رزق پہنچا یا جائے گا۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ اُس کے پاس رزق بھیجے تو اُس کو ادب کے ساتھ لوش کرے اُس حال میں کہ ہمیشہ مراقبہ اُس کے وقت پر رہے اور وہ اپنے افطار میں اُس شخص سے افضل ہے جس کے لئے رزق تیار ہے۔ پھر اگر اُس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو حقیقت میں کہ وہ فضل میں کامل تر ہے۔

ردیم سے منقول ہے کہ کہا بغداد کے کھلی گوجوں میں ٹھیک دوپہر کے وقت چلا تو مجھے پیاس معلوم ہوئی سو میں ایک مکان کے دروازے پر گیا اور پانی پلینے کو مانگا کہ ریکا ایک ایک لڑکی باہر نکلی اور بتی صراحی اُس کے ہاتھ میں تھی جو ٹھنڈے پانی سے لبریز تھی تو جب میں نے اُسے ہاتھ سے لینا چاہا تو اُس نے کہا صوفی اور دن میں پانی پئے اور صراحی کو زمین پر پٹک دیا اور اُسے پھر گئی۔ ردیم نے کہا

کے بعد کلام نہیں ہے اور حال یہ تھا کہ وہ ایام بیض کے روزہ کو درست رکھتے تھے اور وہ تیرہویں اور چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے ہیں۔

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے تو گناہ کے اثر سے اُن کا بدن سیاہ ہو گیا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی تو اُن کو حکم دیا کہ روزے ایام بیض کے رکھے تب ہر ایک روزہ سے ایک تہائی اُن کے جسم کا سفید ہو جاتا تھا۔ تک کہ ایام بیض کے روزوں سے اُن کا تمام بدن سفید ہو گیا اور یہ صوفیہ شعبان کے نصف اول میں روزوں کو اور اُس کے نصف اخیر میں افطار کو درست رکھتے تھے اور اگر شعبان کو رمضان سے ملا دے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر روزے نہ رکھتا ہو تو رمضان کا استقبال ایک یا دو دن کے روزوں سے نہ کرے۔ اور بعض صوفیہ مکر وہ جانتے تھے کہ تمام ماہِ رجب روزہ رکھیں اس سبب سے کہ رمضان کے ساتھ مشابہت مکر وہ سمجھتے اور ذی الحجہ اور محرم کے عشرہ کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور اشہر حرم یعنی رجب اور ذی القعدہ اور ذی الحجہ و محرم میں پنج شنبہ اور جمعہ اور شنبہ کا روزہ مستحب ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جس نے شہرِ حرام سے تین دن جمعرات، جمعہ ہفتہ کو روزہ رکھا تو وہ دوزخ سے سات سو برس کے برابر دُور ہوا۔

آکنا لیسواں باب

روزہ کے آداب اور ضروریات کے بیان میں

روزہ میں صوفیہ کے آداب یہ ہیں کہ ظاہر اور باطن کا ضبط اور حفظ و پاس ہے اور گناہوں سے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کا روکنا ہے جس طرح نفس کو کھانے سے روکا جاتا ہے۔ بعد ازاں نفس کو روکنا کھانے کے اہتمام انواع و اقسام سے ہے۔

میں نے سنا ہے کہ عراق کے بعض صالحین کا طریقہ اور اُس کے اصحاب کا یہ تھا کہ جب کبھی قبل از وقت افطار ان کو ملتا بطور فتوح کے اس کو طرح کر ڈالتے

کے واسطے ہو اور قوم کا حکم صدق پر مبنی ہے اور مراد صدق سے یہ ہے کہ نیت اور احوال نفس کی تلاش اور جستجو کرے۔ سو ہر ایک چیز جس میں نیت صحیح ہو روزہ پر یا افطار و موافقت ہو یا ترک موافقت ہی افضل ہے لیکن سنت کی رو سے یہ بات ہے کہ جس کو ایک وجہ موافق ہو جبکہ وہ روزہ دار ہو اور موافقت کے لئے افطار کرے اور اگر روزہ دار ہو اور موافقت نہ کرے تو اُس کے لئے ایک وجہ ہے اُن میں سے وجہ اُس شخص کی جو افطار کرے اور موافقت کرے تو وہ یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کے لئے کھانا تیار کیا۔ سو جب اُن کے پاس آیا تو قوم سے ایک شخص نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو تمہارے بھائی نے بلایا ہے اور تمہارے لئے اپنے اوپر تکلیف اٹھائی پھر تو کہتا ہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ روزہ افطار کر اور ایک دن قضا اُس کی جبکہ کرے اور اُن لوگوں کی وجہ جو موافقت نہیں کرتے یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا اور بلالؓ روزہ سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم رزق کھاتے ہیں اور بلالؓ کا رزق بہشت میں ہے۔

پس جبکہ یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر ایک قطب ہے جو نڈا پاتا ہے یا ایک فضل ہے جو اُس شخص کی موافقت سے حاصل ہونے والا ہے جس کی موافقت مغتتم ہے تو نیک نیتی سے افطار کرے نہ کہ طبیعت کے حکم سے اور اُس کے تقاضے سے اور اگر یہ بات نہ پائی جائے تو منزاوار نہیں ہے کہ حرص اور داعیہ نفس نیت کے ساتھ اُس کے لاحق ہو اور چلے مئے کہ روزہ اپنا پورا کرے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ داعیہ نفس کی وجہ سے دعوت قبول کرتا ہے نہ اس واسطے کہ وہ اپنے بھائی کے حق کو ادا کرے۔

اور فقیر طالب حق کے احسن آداب سے یہ ہے کہ جب اُس نے روزہ افطار کیا اور کھانا کھالیا تو بسا اوقات وہ اپنے باطن کو اپنی ہیئت سے متغیر اور اپنے نفس کو وظائف عبادت کے ادا کرنے سے باز رکھنے والا پاتا ہے تو قلب متغیر کے

میں سنت کی رُو سے عمل بہ عجلت کر لے۔ پھر اگر روزہ دار چاہے کہ کھانا نہ کھائے مگر بعد عشاء کے اور ارادہ کرے کہ مغرب اور عشاء کا احیاء نوافل یا وظیفہ اور ذکر سے کرے تو پانی سے روزہ کھولے یا کہ منقہ، انجیر، گن کر کھائے یا کہ چھوہارے یا کہ چھوٹے لقمے کھائے۔ اگر نفس تنازعہ کرتا ہو کہ عشاء میں کے درمیان صفائی وقت حاصل ہو تو اُس کی احیاء میں بڑی فضیلت ہے ورنہ سنت کی وجہ سے پانی پر قناعت کرے۔

مجھے شیخ عالم ضیاء الدین عبدالوہاب بن علی نے بوساطت روایت حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے پروردگار سے حکایتاً ہے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے زیادہ محبوب رہے جو روزہ بہت جلد افطار کرے۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ ہیں جب تک کہ روزہ کھولنے میں عجلت کریں اور افطار نماز سے پہلے کرنا سنت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے ایک گھونٹ یا دودھ کی چاشنی سے یا چھوہاروں سے روزہ کھولتے تھے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے روزہ دار ہیں کہ روزوں سے اُن کا حصہ بھوک اور پیاس ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ دن میں بھوکا رہے اور حرام چیز سے روزہ کھولے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ وہ شخص ہے کہ حلال کھانے سے مُنہ بند کرے یعنی روزہ رکھے اور لوگوں کے گوشت سے غیبت کے ساتھ افطار کرے۔

سفیان نے کہا کہ جس شخص نے غیب کی اُس کا روزہ فاسد ہو گیا۔ اور مجاہد سے منقول ہے کہ دو خصالتیں ہیں جو روزہ کو فاسد کرتی ہیں غیبت اور جھوٹ۔ شیخ ابوطالب مکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کے سُنے کو اور گناہ کی بات کہنے کو حرام گناہوں کے ساتھ جمع کیا اور یکجا کیا ہے اور فرمایا سماعون للکذب اکالون للسحت۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینہ دو عورتوں نے زمانہ رسول اللہ

ہے اور اُس کے ساتھ بدن کا قیام و قوام ہے کہ اُس پر سنت النبی جاری ہے اور
 قالب قلب کی سواری ہے اور ان دونوں سے دین اور دنیا کی آبادی ہے۔
 اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی زمین ہموار ہے اُس کی روئیدگی
 تسبیح اور تقدیس ہے اور قالب بالانفراد حیوانات کی طبیعت پر ہے کہ اُس سے آباہی
 دین کے لئے استعانت کی جاتی ہے اور رُوح اور قلب فرشتوں کی طبیعت پر ہے کہ اُن
 دونوں سے آبادی دینِ آخرت میں مدد لی جاتی ہے اور ان دونوں کے صلح سے جمع
 ہونے سے دونوں جہان کی آبادی کے لئے مدد لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدمی
 کو اپنی لطیف حکمت سے خاص ترین جو اہر جسمانیات اور روحانیات سے مرکب کیا ہے
 اور اُس کو علامہ زمین و آسمان کا مستودع اور قرار گاہ بنایا ہے اور آدمی کے بدن
 کے قائم رہنے کے لئے عالم شہادت اور اُن چیزوں کو جو اُس میں نہانات اور
 حیوانات سے ہے بنایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمہارے واسطے سب اُن چیزوں
 کو جو زمین میں پیدا کیا ہے پھر طباح کو خلق کیا اور وہ حرارت اور رطوبت اور
 برودت اور پیوست ہے۔ اور اس کے واسطے سے نہانات کی آفرینش کی اور
 نہانات کو حیوانات کے لئے قوام گردانا اور حیوانات کو آدمی کا مسخر و منقاد کیا کہ
 اُن سے آدمی امر معاش کی استعانت اپنے بدن کے قوام کے لئے کرتا ہے۔ سو
 طعام معدہ میں پہنچتا ہے اور معدہ میں چار طبیعتیں ہیں اور طعام میں چار طبیعت
 ہیں۔ پھر جبکہ مزاج بدن کا اعتدال اللہ چاہتا ہے تو معدہ کے طبائع سے ہر ایک
 طبیعت کو جو اُس کے جذبے طعام سے لیتا ہے۔ پھر حرارت برودت کو اور رطوبت
 پیوست کو پکڑتی ہے اور مزاج معتدل ہو جاتا ہے اور کچی سے امن اور حفظ رہتا ہے
 اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ قالب کو فنا اور جسم کو خراب کرے تو ہر ایک طبیعت
 اپنے جلس کو ماکول سے لیتی ہے اور اس وقت طبائع مائل اور منحرف ہو جاتے ہیں
 اور مزاج میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور بدن سقیم بن جاتا ہے۔ یہ تقدیر خدائے
 عزیزہ عظیم کی ہے۔

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ انیس نے تودیت میں آدم علیہ السلام کی

کہ مجھے شرم آئی اور میں نے عہد کیا کہ میں کبھی بغیر روزہ کے نہ رہوں گا۔

اور جس گروہ نے ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانا ہے تو وجہ اُن کے کراہت کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ جب فرض روزہ سے مالوف ہو جائے اور اُس کی عادت پڑ جائے تو اُس پر افطار مشکل ہوگا اور اسی طرح افطار کی عادت سے اُس کو روزہ مکروہ معلوم ہوگا۔ پس وہ فضیلت اسی میں جانتے ہیں کہ نفس کسی عادت کی طرف مائل نہ ہو اور یہ دیکھا اور اعتقاد کیا کہ ایک دن کا افطار اور ایک دن کا روزہ نفس پر سخت تر ہے۔ اور فقہاء کے ادب سے یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی جماعت میں ہو اور جماعت صحبت میں تو وہ روزہ بغیر اُن کی اہانت کے نہ رکھے اور یہ اس واسطے ہے کہ جماعت کے قلوب اُس کی روزہ کشائی سے متعلق نہ ہیں گے حالانکہ اُن کے لئے کھانا موجود نہیں تو اگر جماعت کے اذن سے وہ روزہ رکھے اور ان کو کسی چیز کی فتوح ہوئے تو اُن کو لازم نہیں کہ روزہ دار کے لئے اس کو رکھ چھوڑیں ساتھ اس علم کے کہ جماعت غیر روزہ دار اس کے محتاج ہیں اس واسطے کہ ہر اُمیۃ اللہ تعلق روزہ دار کے لئے رزق پہنچاتا ہے الا اُس حالت میں کہ روزہ دار رفیق اور مدارات کا اپنے ضعف کے سبب محتاج ہو یا کہ وہ ضعیف الجثہ اپنے کبر سن وغیرہ کے باعث ہو۔ اور اسی طرح روزہ دار کے لائق یہ بات نہیں ہے کہ وہ اپنا حصہ لے اور اس کو رکھ چھوڑے اس واسطے کہ یہ بات اس کے ضعفِ حال سے ہے۔ پھر اگر وہ ضعیف ہو کہ اپنے حال اور ضعف کا مقروم معترف ہو تو خیر رکھ چھوڑے۔

اور جو ہم نے بیان کیا ہے وہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس کھانے کو نہیں ہے اور جو صوفی لوگ کہ خانقاہ میں رہتے ہوں جن کے لئے کھانا موجود ہو تو اُن کے سزاوار حال یہ ہے کہ روزہ رکھیں اور اُن کو جماعت کی موافقت افطار میں لازم نہیں ہے اور یہ امر ایک جماعت کے اندر اُن میں سے جن کے پاس کھانا موجود ہے ظاہر ہوگا کہ اُن کے پاس دن کے وقت آئے اور اگر کھانے کو اُن کے پاس نہیں ہے تو اس بارے میں کہا گیا ہے کہ روزہ داروں کی مساعدت غیر روزہ داروں کے لئے بہتر اس سے ہے کہ موافقت کی خواہش بے روزہ لوگوں کی طرف سے روزہ داروں

کا دھونا ادب کا استعمال ادب کے ساتھ ہے اور یہ ایک شکر نعمت سے ہے اور شکر زیادتی کو واجب کرتا ہے۔ پس ہاتھ کا دھونا نعمت کا کھینچنے والا اور فقر کا دور کرنے والا ٹھہرا۔

اور انس بن مالکؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص چاہے کہ اُس کے گھر کی خیر و برکت زیادہ ہو تو چاہیے کہ وضو کرے۔ جبکہ غذا اُس کے سامنے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول: واد تا کلو مما لعیذ کر اسمہ اللہ علیہ۔ اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا نام لینا حیوانات کے ذبح کے وقت ہے۔

اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ نے اُس کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہے اور صوفی کا فہم اس سے بعد از انکہ ظاہر تفسیر پر قائم ہو یہ ہے کہ وہ کھانے کو نہ کھائے مگر اس وقت کہ وہ مقروں بذکر ہو تو اُس نے فرض وقت اور اس کے ادب کو ملا دیا اور اعتقاد کرتا ہے کہ کھانا کھانا اور پانی پینا نتیجہ اس کا دیتا ہے کہ نفس کی اقامت اور اعتقاد کرنا کا اتباع ہو اور ذکر اللہ تعالیٰ کو اُس کی دوا اور تریاق سمجھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ صحابہؓ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو ایک اعرابی آیا اور دو لقموں میں وہ سب کھانا نوش کر گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اعرابی اگر بسم اللہ کہتا تو یہ کھانا سب کو کفایت کرتا۔ سو جب کوئی تم میں سے کھانا کھائے تو چاہیے کہ بسم اللہ کہے اور اگر وہ بھول گیا بسم اللہ کہنا تو کہنا چاہیے بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ اور مستحب ہے کہ پہلے لقمہ میں بسم اللہ کہے اور دوسرے لقمہ میں بسم اللہ الرحمن۔ اور تیسرے لقمہ میں تمام بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تین سانس میں پانی پیئے۔ پہلی سانس میں الحمد للہ کہے جبکہ پانی پی چکے۔ اور دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے اور جس طرح معدہ کے لئے طبائع مقدر اور

مزاج کا تغیر دُور کرنے کے ساتھ علاج کرے اور طعام کو رکھتوں سے جو پڑھے اور آیتوں سے جو پڑھے یا اذکار اور سنتوں سے جو وہ کرے تحلیل کرے اُس کو گلانے اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اپنے طعام کو ذکر سے گلاؤ۔ اور آداب روزے سے جو بہت ضرور ہے حتی الامکان اخفاء اس کا ہے مگر اس حالت میں کہ اخلاص کے سبب روزہ ممکن اور مستقل ہو تو پھر وہ پرواہ نہ کرے کہ روزہ ظاہر ہو یا پوشیدہ رہا۔

بیالیسواں باب

طعام اور اُن چیزوں کے بیان میں ہے جو

صلاح و فساد اُس میں ہے

صوفی کے عادات اُس کے حسن نیت اور صحت مقصد اور وفور علم اور اُس کے آداب بحالانے سے عبادت ہو جاتے ہیں اور صوفی کا وقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بطور امر کے فرمایا ہے: قل ان صلواتی و نسکی و محیاتی و صماتی لله رب العالمین یعنی کہو اے رسول ہر آئینہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے سو صوفی پر عبادت کی باتیں اُس کی حاجت کی جگہ اور اُس کی بشریت کی ضرورت سے پہنچتی ہیں اور اس کی بیداری کا نور اور اُس کی نیک نیتی اُس کی عبادت میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو عادات روشن اور مشکل بعبادات ہو جاتی ہیں۔ اور اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے اور سانس اُس کی تسبیح ہے باوجودیکہ نیند عین غفلت ہے لیکن ہر ایک چیز جس کے ساتھ عبادت کی استعانت ہو وہ عبادت ہے۔

پس تناول طعام ایک بڑا کلمہ ہے جو بہت علوم کا محتاج ہے اس وجہ سے کہ مصالِح دینی اور دنیاوی کو مشتمل ہے اور اُس کے اثر کا تعلق قلب اور قالب سے

شخص کے واسطے ہو جو اُس میں کتنا دل کرے تو میں نہیں چاہتا کہ اُس کو سپرد اس شخص کے کروں کہ وہ زبان غیر ذاکر اور قلب غیر حاضر سے ہوئے۔

اور بعض فقراء کھانے کے وقت قرآن کی کوئی سورہ شروع کرتے جس سے قلب کو حاضر کرتے تھے تاکہ اجزائے طعام انوارِ ذکر میں ڈوب جائیں اور کوئی مکروہ اور تغیر مزاج قلب میں کھانے کے بعد نہ آئے۔

اور ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی کہا کرتے کہ میں کھانا کھاتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اس سے اشارہ کھانے میں حضور قلب کی طرف کرتے اور اکثر وقتاً اُن مشاغل کو جو اُن کے کھانے کے وقت ہوتے چھوڑ دیتے تاکہ اُس کی ہمت اور قصد کھانے کے وقت متفرق نہ ہو اور کھانے میں ذکر اور حضور قلب کے لئے ایک بڑا اثر سمجھتے تھے جس کی فروگزاشت کے لئے بس نہ تھی اور کھانے کے وقت فکر اُن چیزوں میں کہ ناجن کو اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا ہے داخل ذکر میں کیا ہے اور وہ دانت جو کھانے میں مدد دیتے ہیں سو اُن میں سے بعض ٹکڑے چُورا کرنے والے ہیں اور بعض کاٹنے والے اور بعض پسنے والے ہیں اور وہ چیزیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانی بنائیں شیرینی منہ میں ہے تاکہ ذائقہ متغیر نہ ہو جیسا کہ آنکھ کا پانی نمکین بنایا ہے اس چیز کے لئے کہ جو برباد ہے تاکہ وہ فاسد نہ ہو جائے۔

اقدیہ کہ کس طرح تری کو بنایا ہے جو زبان کے اطراف اور منہ میں سے پیدا ہوتی اور نکلتی ہے تاکہ اسے چبانے اور نکلنے میں مدد پہنچے۔ اور قوتِ ہاضمہ کو کیسا مسلط کھانے پر کیا ہے کہ اس کو الگ الگ اور ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے جس کی مدد جگر سے متعلق ہے اور جگر اُگ کی مثال ہے اور معدہ ہانڈی کے مانند ہے اور فسادِ جگر کے موافق قوتِ ہاضمہ کم ہوتی ہے اور غذا فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ نہ علیحدہ ہوتی ہے اور نہ ہر ایک عضو تک پہنچتی ہے وہ غذا جو اس کا مقصد ہے اور ایسے ہی سبب اعضاء کی تاثیر ہے کہ جگر اور تلی اور گردوں کی اور اس کی شرح دراز ہے۔ سو جو کوئی اس میں خوص کہ نہا اور عبرت حاصل کرنا چاہے تو چاہیے کہ تشریح اعضاء کی مطالعہ کرے تاکہ وہ عجائبِ قدرت اللہ تعالیٰ سے

صفت پائی ہے کہ میں نے آدم کو پیدا کیا اور اُس کے بدن کو چار اشیائے رطبت و یابس اور بارد و حار سے مرکب کیا اور یہ اس واسطے کہ میں نے اس کو مٹی سے بنایا اور وہ خشک ہے اور اُس کی تری پانی سے ہے اور حرارت اس کی نفس کی طرف سے اور برودت اس کی روح کی طرف سے ہے۔ اور بدن میں اس پیدائش کے بعد چار انواع خلق سے پیدا کیں وہ میرے حکم سے جسم کی اصل ہیں اور انہی سے اُس کا توام ہے تو جسم نہیں قائم رہ سکتا مگر اُن کے ساتھ اور اُن میں سے ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ اُن میں سے قوت سودا اور قوت صفراء اور خون اور بلغم۔ پھر میں نے بعض اس خلق کو بعض میں جگہ دی تو پیوست کا گھر قوت سودا میں بنایا اور رطوبت کا گھر قوت صفراء اور حرارت کا مسکن خون میں اور برودت کا مسکن بلغم میں بنایا۔

پس جو بدن کہ اُس میں یہ چار پیدائش جن کو میں نے اصل بنایا ہے معتدل ہوں تو اس میں ان چاروں میں سے ایک ایک چوتھائی ہوگی جو نہ گھٹے اور نہ بڑھے اُس کی صحت کامل ہوگی اور اس کی عمارت معتدل ہوگی۔ پھر اگر اُن میں سے ایک اُن سے زیادہ ہوگی تو پھر ایک ہزیمت دے گی اور اُن کے ساتھ میل اور جوہر کرے گی اور اُس پر بیماری اُس کے گرد پیش سے داخل ہوگی جس قدر کہ اُس ایک کا غلبہ ہوگا حتیٰ کہ بدن اُن کی طاقتوں سے ضعیف ہو جائے گا اور اُن کی مقدار سے عاجز ہوگا۔

پس طعام میں ضرورتیں امور سے یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور ہر ایک شے جس کی مذمت شرع نے نہ کی ہو وہ رخصتہ اور رحمۃ حلال اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کے بندوں کے لئے ہے اور اگر شرع کی طرف سے رخصت نہ ہوتی تو بڑی مشکل ہوتی اور طلب حلال دشواری میں ڈالتی۔ اور آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ منعم یعنی اللہ تعالیٰ کو نعمت پر دیکھے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا فقر کو دور کرتا ہے اور یہ عمل نفی فقر کا موجب اس واسطے ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ

تین بار چائا پھر بقیہ اُس کا کاٹی جگہ پر رکھا تو اُس سے تسکین ہوئی اور کھانے پر جمع ہونا مستحب ہے اور وہ سنت صوفیہ کے خالقانہ وغیرہ میں ہے۔

حضرت جابر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کھانا وہ ہے جس پر ہاتھوں کی کثرت ہو۔ اور روایت ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور پیٹ ہمارا نہیں بھرتا آپ نے فرمایا شاید کہ تم لوگ اپنے کھانے پر الگ الگ بیٹھے ہو کھٹے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اُس میں برکت دے گا اور صوفیہ کی عادت سے ہے کہ دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں اور وہ سنت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی دسترخوان پر کھانا کھایا اور نہ سکورہ میں۔ کہا پھر کس چیز پر کھانا کھاتے تھے تو کہا سفرہ یعنی دسترخوان پر اور لقمہ چھوٹا بنایا جائے اور کھانے کو اچھی طرح چبایا جائے اور اپنے سامنے نظر رکھے اور کھانے والوں کا منہ نہ دیکھے اور اپنے بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اور تواضع کا بیٹھنا بیٹھے تکیہ نہ لگائے اور نہ متکبرانہ بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہے اس سے کہ آدمی تکیہ لگا کر کھانا کھائے۔

اگر روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہدیہ بھیجی گئی تو آپ نے انہوں پر دو زانوں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ ایک اعرابی بولا کہ یہ کیا نشست ہے یا رسول اللہ؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندہ مخلوق کیا ہے اور جبار دیندار یعنی متکبر کرکش اور حق سے پھرنے والا نہیں بنایا اور کھانے کی ابتدا نہ کرے جب تک کہ مقدم یا شیخ ابتدا نہ کرے۔ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ ہم جب کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتے تو ہم سے کوئی ہاتھ نہ رکھتا تا آنکہ جناب رسول اللہ

مقرر ہیں جیسا کہ ہم نے اُن کا ذکر کیا جو طعام کے طبائع کے موافق ہیں تو اسی طرح قلب کے لئے بھی مزاج اور طبیعتیں ہیں مگر انہی کے واسطے جو ارباب حبس و رعب اور رعایت اور بیداری کے ہیں کہ مزاج قلب کا انحراف لقمہ سے پہچانا جاتا ہے۔ کبھی تو لقمہ سے فضول کی طرف جانے سے حرارت تپش یعنی سبکی عقل کی پیدا ہوتی ہے اور کبھی قلب میں سستی اور الکسی کی برودت و ظلیفہ وقت کے باز رہنے کے ساتھ حادث ہوتی ہے اور کبھی سہوا اور غفلت کی رطوبت پیدا ہوتی ہے اور کبھی رنج اور غم کی ہیوست حظوظ دنیاوی کے سبب ظاہر ہوتی ہے۔ سو یہ سب عارضے اور بیماریاں ہیں جن کو بیدار دل آدمی تاثر جاتا ہے اور ان عوارض سے قالب کے تغیر کو تغیر مزاج قلب اعتدال سے جانتا ہے اور اعتدال جیسا کہ اُس کی خواہش قالب کے لئے ضروری ہے تو قلب کے لئے ضرورتاً اور اولیٰ ہے اور قلب کی طرف انحراف کا راستہ پانا اس سے زیادہ سربیع ہے کہ جو قالب کی طرف راستہ پاتا ہے اور انحراف کے سبب سے وہ چیز ہے کہ اُس سے قلب بیمار ہو جاتا ہے پھر وہ مر جاتا ہے جیسے کہ قالب مر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسم ایک دوائے نافع و آزمودہ ہے کہ وہ اعتدال کو محفوظ رکھتا ہے اور یہ بیماری کو دور کرتا ہے اور صحت کو کھینچتا ہے۔

حکایت ہے کہ شیخ محمد غزالی جب طوس کی طرف پھرے تو اُن کے سامنے ایک مرد صالح کی تعریف بعض قریبات میں کی گئی تو زیارات کے لئے اُس کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور اُس سے ملاقات کی اُس وقت وہ ایک جنگل میں اپنے تھا کہ زمین میں گیہوں بوتا تھا۔ سو جب اُس نے شیخ محمد غزالی کو دیکھا تو اُس کی طرف چلا اور اُس کی طرف متوجہ ہوا۔ اتنے میں ایک شخص اُس کے اصحاب سے آیا اور اُس سے بیچ مانگتا کہ شیخ کے عوض اس کام میں نیابت اُس وقت تک کرے کہ وہ غزالی کے ساتھ مشغول رہے تو اُسے منع کیا اور بیچ انہوں نے اُسے نہ دیا تو غزالی نے منع کرنے کا سبب پوچھا اُس نے کہا کہ وجہ اُس کی یہ ہے کہ میں اس بیچ کو قلب حاضر سے بوتا ہوں اور لسانِ ذکر سے اس امید سے کہ اس میں برکت ہر ایک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کو اٹھلیوں سے صاف کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اور کھانے میں چھوٹک نہ مارے اس واسطے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کھانے کو چھو نکھنا برکت کو دور کرتا ہے۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی کھانے میں پھونکتے تھے اور نہ پلنے کی چیزیں اور نہ آپ کبھی برتن میں سانس لیتے تھے۔ پس یہ ادب سے نہیں ہے اور سرکہ اور ساگ سبزی دسترخوان پر سنت ہے۔ کہا گیا ہے کہ ملائکہ دسترخوان پر نازل ہوتے ہیں جبکہ اُس پر سبزی ہوتی ہے۔

ام سعد رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور میں اُن کے پاس تھی۔ سو آپ نے فرمایا کہ ہے کچھ صبح کی غذا اُس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس روٹی اور چھوڑا ہے ہیں اور سرکہ ہے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا سرکہ بہت اچھا سالن ہے الہی سرکہ میں برکت دے کہ وہ انبیاء کا مجھ سے پہلے لگا دن تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہ ہو گا اور کھانے پر چپ نہ ہو کہ یہ عجیبوں کی سیرت ہے اور گوشت اور روٹی کو جٹرے سے نہ کاٹے کہ اس میں نمی اور ممانعت آتی ہے اور کھانے سے اپنے ہاتھ کو نہ روکے جب تک کہ جماعت نہ کھا چکے۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دسترخوان پھیلایا جائے تو کوئی شخص نہ اٹھے جب تک کہ دسترخوان نہ اٹھایا جائے اور نہ کوئی ہاتھ اپنا اٹھائے اگرچہ پیٹ بھر گیا ہو یہاں تک کہ قوم فارغ ہو جائے اور چاہئے کہ تعلل یعنی بہانہ کھانے کا نہ کرے اس واسطے کہ آدمی اپنے برابر پاس کے بیٹھنے والے سے شرماتا ہے اور اپنا ہاتھ روک لیتا ہے اور قریب ہے کہ اُس کو کھانے کی حاجت ہو۔

اور جب روٹی رکھی جائے تو دوسری چیز کا انتظار نہ کرے اس واسطے کہ ہر ایک نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی تعلیم کرو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے برکات آسمان اور

دیکھے کہ اعضاء میں سے ایک دوسرے کو مدد کرتے ہیں اور بعض کا تعلق بعض سے غذا کی اصلاح میں ہے اور اُس سے اعضاء کے لئے قوت کھنچتی ہے اور اُس کا منقسم ہونا خون اور نقل کی طرف دیکھے اور دودھ بچہ کی غذا کے لئے من بین فرٹ و دم لبنا خالصا سانغا للشاربین فتبارک الله احسن الخالقین - یعنی سرگین اور خون کے درمیان سے شیر خالص جو آسانی سے پینے والوں کے گلے سے نیچے اتر جاتا ہے۔ پس اللہ احسن الخالقین بڑا برکت والا ہے۔

تو ان چیزوں میں کھانے کی فکر کرنا اور لطیف حکمتوں کا پہچانا اور اس کی قدر و منزلت کرنا داخل ذکر ہے اور اُس قسم کی چیزوں میں سے جو کھانے کی بیماری کو دور کرے جو مزاج قلب کو متاثر کرتی ہے یہ ہے کہ شروع طعام میں دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اس غذا کو طاعت کا معین فرمائے اور اُس کی دُعا میں یہ ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ و ما رزقتنا متاعب اجعلہ عونا لنا علی ما تحب و ما رزوت عنا ما تحب اجعلہ فراغا لنا فیما تحب -

تینتا لیتسواں باب

کھانے کے آداب میں

ان آداب میں سے یہ ہے کہ نمک کے ساتھ ابتدا کر اور اسی کے ساتھ ختم کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علیؑ نمک سے اپنے طعام کی ابتدا کر اور نمک کے ساتھ ختم کر اس واسطے کہ نمک ستر بیماری کی شفاء ہے ان میں سے جنوں ہے اور جذام اور برص اور درِ شکم اور ڈاڑھوں کا درد ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں سانپ یا کژدم نے کاٹا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس وہ سفید چیز لاؤ جو خمیر میں ہوتی ہے تو ہم نمک آپ کے پاس لے گئے تو آپ نے اُسے ہتھیلی پر رکھا۔ بعد ازاں آپ نے اُس میں سے

طاسوں کو بے ریزہ کرو اور چھدکاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ اور آنکھوں کا مسح ہاتھ کی تری سے مستحب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم وضو کرو تو اپنی آنکھوں کو پانی پلاؤ یعنی ترک کرو اور اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑو اس واسطے کہ وہ شیطان کے موچھل ہیں۔ ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ وضو اور غیر وضو میں؟ کہا ہاں وضو میں اور غیر وضو میں اور ہاتھ کے دھونے میں داہنے ہاتھ کے اندر اشران اور صابون لے اور حلال میں جو کچھ دانتوں سے حلال کے ساتھ نکلے گلے کے نیچے نہ اتارے لیکن جو کچھ زبان کے سہارے سے نکلے اُس کا مصنائقہ نہیں کہ نکل جائے اور کھانا کھانے میں تصنع اور بناوٹ سے پرہیز کرے اور اُس کا کھانا جماعت کے اندر ایسا ہو جیسا کہ وہ تنہا کھائے اس واسطے کہ دیاء اور دکھلاوٹ ہر ایک شے پر داخل ہوتی ہے۔

بعض علماء کے سامنے بعض عابد کا وصف کیا گیا تو عالم نے اُس کی ثناء نہیں کی۔ اُس سے کہا گیا کہ آپ اُس میں ناجائز بات جانتے ہیں؟ کہا ہاں میں نے اُسے دیکھا کہ کھانے میں تصنع کرتا ہے اور جس نے کھانے میں تصنع کیا تو عمل میں تصنع سے اُس پر ایمنی نہیں کی جاتی یعنی ممکن ہے کہ عمل میں بھی تصنع کرے اور اگر اکل حلال ہو تو کہنا چاہیے کہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتمتع بالمحلات وتنزل الیرکات اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اللہم اطعمنا طیباً واستعلمنا صالحاً اور اگر کھانا شبہ کا ہو تو کہے الحمد للہ علی کل حال اللہم صل علی محمد ولا تجعلہ عوناً علی معصیتک۔ اور چاہیے کہ کثرت سے استغفار اور حزن کرے اور اکل شبہ پر گریہ کرے اور ہنسے نہیں۔ اس واسطے کہ جو شخص کھاتا ہے اور روتا ہے وہ مثل اس کے نہیں ہے جو کھائے اور ہنسے اور کھانا کھانے کے بعد پڑھے: قل هو اللہ احد اور لا یلدن قریش اور کسی قوم کے پاس کھانا کھانے کے وقت نہ جائے اس واسطے کہ ہر آئید حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جائے جس کے لئے وہ نہ بلایا گیا ہو تو وہ شخص فاسق ہو گیا اور حرام کھانا کھایا اور ہم تنے دوسری روایت سنی ہے دخل سارقاً وخرج مغیراً یعنی وہ سارق بن کر داخل ہوا اور مغیر یعنی لوٹیرا خارج ہوا الا اُس صورت میں کہ اس کا آنا

صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے اور داہنے ہاتھ سے کھاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے چاہیے کہ ہر ایک تم میں سے کھانا داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پانی پئے اور چاہیے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے لے اور اپنے داہنے ہاتھ سے دے اس واسطے کہ شیطان ہر آئینہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کھیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اگر کھانے کی چیز چھوڑے ہوں یا ایسی چیز جس میں گھٹلی ہو تو اُس میں جو چیز پھینکی جاتی ہے اور جو چیز کھاٹی جاتی ہے طبق اور رکابی میں جمع نہ کرے اور نہ اپنے ہاتھ میں بلکہ اُسے اپنے موقع سے اپنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور اُس کو پھینک دے اور زہد یعنی چوری ہوئی روٹی کی چوٹی سے نہ کھائے جو بیچ میں ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب کھانا سامنے رکھا جائے تو اُس کے حاشیہ یعنی ارد گرد سے لو اور اُس کے درمیان چھوڑ دو اس واسطے کہ اُس کے بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے اور طعام کو عیب نہ لگائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو ہرگز عیب نہ لگایا۔ اگر چاہا تو اُسے کھایا نہیں تو اُسے چھوڑ دیا اور جب لقمہ گر پڑے تو اُسے کھالے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو چاہیے کہ اُس سے دُور کرے جو کچھ اُسے لگ گیا ہو اور اُس کو کھا جائے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے اور اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کہ ہر آئینہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہیے کہ اپنی انگلیوں کو چوس لے اس واسطے کہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے کس کھانے میں برکت ہو۔

اور ایسے ہی حضرت علیہ السلام نے حکم دیا کہ پیالہ کو انگلی سے صاف کرے اور وہ کھانے سے اُس کا لگن اور بھرنا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

والا ولیمہ ہے۔ اور کبھی بعض لوگ دعوت سے غرور کے سبب تخلف کرتے ہیں۔ اور یہ خطا ہے اور جو یہ بات بناوٹ سے کی ہو اور ریاست تو وہ کتر تکبر سے ہے۔ روایت ہے کہ حضرت حسن بن علیؑ کا ایک مساکین کی قوم پر گزر ہوا جو راستوں پر لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور انہوں نے زمین پر ٹکڑے روٹیوں کے پھیلار کئے تھے اور آپ ایک خچر پر سوار تھے سو جب آپ اُن پر گزرے تو اُن سے سلام علیک کی اور انہوں نے وعلیک السلام کہا اور عرض کی کہ اے فرزند اُئیے صبح کا کھانا حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے متکبروں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر اپنی لان کو پھیرا اور اپنی سواری سے اتر پڑے اور زمین پر اُن کے ساتھ بیٹھے اور اگر کھانے لگے پھر اُن کو سلام کیا اور سوار ہو گئے اور کہتے جاتے تھے کہ بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانا کینے کے ساتھ کھانا کھانے سے افضل ہے۔

روایت کیا کہ ہارون رشید نے ابی معاویہ نابینا کو بلایا اور امر کیا کہ اس کے لئے کھانا لایا جائے۔ پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو رشید نے پانی اُس کے ہاتھوں پر پشت میں گرایا پھر جب وہ فارغ ہوا تو کہا یا ابامعاویہ تو جانتا ہے کہ تیرے ہاتھ پر کس نے پانی ڈالا کہا نہیں کہا کہ امیر المؤمنین نے، کہا اے امیر المؤمنین اس کے سوا نہیں کہ تو نے علم کا اکرام و اعزاز و اجلال کیا ہے اللہ تعالیٰ تیرا اجلال کرے اور تیرا اکرام کرے جیسا کہ تو نے علم کا اکرام کیا۔

چوالیسواں باب

صوفیہ کے آداب لباس اور اُن کی نیت

اور اُس میں اُن کے مقاصد کے بیان میں

لباس نفس کی حاجات سے ہے اور اُس کی ضرورت گرمی اور سردی کے دور کرنے کے لئے ہے جیسے کہ طعام حاجات نفس سے مجھوک دور کرنے کے لئے ہے اور جیسا کہ نفس طعام سے مقدار حاجت پر قانع نہیں ہے بلکہ زیادات اور خواہشیں طلب

زمین اور چرند اور پرند اور بنی آدم کو تسخیر اور تابع کر دیا ہے۔ اور احسن ادب اور ضروری سے یہ ہے کہ کھانا نہ کھائے مگر جب کہ بھوک لگے اور کھانا کھانا بند کرے۔ پہلے اس سے کہ پیٹ بھرے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ کوئی آدمی نہیں جس نے برتن ایسا بھرا ہو جو اُس کے پیٹ سے بدتر ہو۔

اور صوفیہ کی عادت سے ہے کہ خادم کو لقمہ دے جبکہ وہ مجلس میں قوم کے ساتھ نہ بیٹھا ہو اور وہ سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہا کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس اُس کا خادم کھانا لائے تو اگر اُس کے ساتھ نہ بیٹھے تو اُس کو ایک یا دو تھے دیدے اس واسطے کہ وہ اُس کی گرمی اور دھوئیں کے پاس رہا ہے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا چکے تو کہتے الحمد للہ الذی اطعمنا و سقنا و جعلنا من المسلمین۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کھانا کھایا اور کہا الحمد للہ الذی اطعمنی هذا و زقنہ من غیر حول منی و لا قوۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ اور خلل کرے کہ ہر آئینہ روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخللوا فانہ نفاۃ و النفاۃ تدعوا الی الایمان و الایمان مع صاحبہ فی الجنة۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلل کرو تم اس واسطے کہ وہ نفاۃ ہے اور نفاۃ یعنی پاکی ایمان کی طرف بلاتی ہے اور ایمان اپنے صاحب ایمان کے ساتھ بہشت میں ہے۔

اور ہاتھ اپنا دھوئے اس واسطے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی سوئے اور اُس کے ہاتھ میں چربی لگی ہو جس کو نہ دھویا ہو تو اُس کو اذیت کچھ پہنچے گی پس وہ ملامت نہ کرے گا مگر اپنے نفس کو۔ اور ایک طشت میں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

میں ایک تناسب ہے جو ہیئت نفس کے سبب واقع ہے اور ہیئت نفس کا تناسب وہی مشارالیه قول اللہ تعالیٰ کا ہے : فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی - یعنی پس جس وقت کہ میں نے اُس کو مستوی اور ہموار کیا اور اپنی رُوح میں نے اُس میں چھونکی - پس تناسب وہی تسویہ ہے۔

پس مناسب یہ ہے کہ لباس اُس کا مشاکل اور مشابہ اُن کے طعام کے ہو اور طعام اُن کا ہم شکل اُن کے کلام کے ہو اور اُن کا کلام ہم شکل سونے کے ہو اس واسطے کہ تناسب جو نفس میں واقع ہے علم کے ساتھ مقید ہے اور تشابہ اور تماثل احوال میں جو ہے اس کے ساتھ علم حکم کرتا ہے اور زبان حال کے متصوف کسی قدر التزام تناسب کا آمیزش ہوا کے ساتھ کرتے ہیں اور اُن کے پاس جو کچھ واقفیت تناسب ہے وہ ایک تراوش اُن کے سلف کے حال کی ہے جو وجود تناسب میں تھی۔ ابوسلمان دارانی نے کہا کہ ایک اُن میں سے تیس درہم کی عبا پہنتا ہے اور اُس کے پیٹ میں خواہش پانچ درہم کی ہے اس کا انکار اُس نے اس واسطے کیا کہ تناسب نہیں ہے۔

پھر جب کوئی موٹا کپڑا پہنے تو منزاوار یہ ہے کہ اُس کی غذا بھی اُس کے جنس سے ہو اور جبکہ لباس اور طعام مختلف ہو تو وہ دلیل انحراف کے وجود کی ہے۔ وجود ہوی سے جو دو طرف سے ایک طرف میں مخفی ہے یا وہ طرف لباس نہیں ہے اس سبب سے کہ وہ نظر خلق کا مقام ہے یا کہ وہ طعام کے طرف میں ہے اس واسطے کہ حرص اور شمرہ بافراط ہے اور یہ دونوں وصف مرض ہیں جو دوا کے محتاج ہیں۔ پس چاہئے کہ حد اعتدال کی طرف عود کرے۔

ابوسلمان دارانی نے ایک کپڑا دھلا ہوا پہنا تو اُس سے احمد نے کہا کاش تو اس سے اچھا کپڑا پہنتا تو کہا کاش میرا قلب اور قلوب میں ایسا ہوتا جیسا کہ میرا قمیص کپڑوں میں ہے توفقیہ لوگ گڈری پہنا کرتے اور بسا اوقات چلی پھڑے گھوڑوں کے اوپر سے اٹھا لیتے اور اُن سے اپنے کپڑوں میں بیوند لگاتے اور ہر اُٹیہ اہل اصلاح کے ایک گروہ نے یہ کام کیا ہے اور یہ وہ لوگ تھے جن کے

ایسی قوم کے پاس ہو جن سے اُن کی مزحمت اُس کے ساتھ کھانا کھانے سے ہو اور اُدی کا اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک جانا مستحب ہے اور مہمان بلا اجازت صاحب خانہ کے باہر نہ نکلے اور میزبان تکلف سے اجتناب کرے مگر اُس وقت کہ اُس کی نیت کھانے زیادہ خرچ کرنے کی ہو اور یہ بات شرم اور تکلف سے نہ کرے اور جب ایک جماعت کے ساتھ کھانا کھائے تو بعد از فراغ کہے۔ اگر نماز مغرب کے بعد ہو خاطر عندکما العاصمون واکل طعامکم الابرار وصدت علیکم الملائکة یعنی روزہ دار تمہارے یہاں روزہ افطار کریں اور ابراہار لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے اوپر درود بھیجیں۔

اور یہ بھی روایت ہے علیکم صلوة قوم ابراہیم وایمانیون ولا فجار یصلون باللیل ویصومون بالنہار یعنی تمہارے اوپر درود ہو اُس قوم ابراہار کا جو گنہگار نہیں ہیں اور نہ فاجر ہیں رات کو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ بعض صحابہؓ یہ کہا کرتے تھے اور ادب سے یہ بات ہے کہ جو اُس کے لئے کھانا پیش کیا جاوے اُس کا استحقاق نہ کرے اور حقیر نہ سمجھے۔ اور بعض اصحاب رسول اللہؐ کہا کرتے کہ ہم نہیں جانتے کہ اُن میں سے کون شخص زیادہ گنہگار آیا وہ شخص جو حقارت اُسکی کرے جو اُسکے سلنے کھانا لایا گیا یا وہ شخص جو حقارت اُس چیز کی کرے جو اُس کے پاس ہے کہ اُسے پیش کرے اور طعام سب آہا نمود کا کھانا مکروہ ہے اور جو کھانا کہ بیاہ شادی اور غمی میں بتکلف پکایا جاتا ہے اور جو کھانا نوحہ کرنے والوں کے لئے تیار ہوتا ہے نہ کھایا جائے اور جو اہل ماتم پرسی کے لئے تیار ہو اُس کا کھانا مفنا ثقہ نہیں ہے اور جو اُس کے قائم مقام ہو اور جب ایک شخص اپنے بھائی کے حال کو جانتا ہو کہ وہ خوش اس انبساط سے ہوتا ہے کسی چیز میں تصرف اُس کے کھانے میں کرے تو کچھ حرج نہیں ہے کہ اُس کے کھانے میں سے بغیر اُس کی اجازت کے کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا او صدیقکم۔

روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس آگیا۔ جماعت آئی اور اُس کو موجود نہ پایا تو انہوں نے دروازہ کھولا اور دسترخوان بچھایا اور کھانا کھایا پھر سفیان آیا اور خوش ہوا اور کہا تم نے سلف کے اخلاق یاد دلانے کہ وہ ایسے ہی تھے۔ اور جو شخص کھانے کے لئے بلایا گیا تو اجابت اُس کی سنت ہے اور اس میں زیادہ

دریافت کیا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ تو اُس نے کہا کہ مجھے حرص تھی کہ بہت سے کپڑے پہنوں سو ایک رات میں تے اُس میں دیکھا جو سونے والا دیکھا کرتا ہے۔ گویا کہ میں بہشت میں داخل ہوا۔ سو میں نے ایک جماعت کو اپنے یادوں سے جو فقرار سے تھے کہ وہ ایک دسترخوان پر بیٹھے تھے سو میں نے چاہا کہ اُن کے ساتھ میں بھی بیٹھوں کہ بیکایک فرشتوں کی ایک جماعت اُن پہنچی میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اٹھالیا اور مجھ سے کہا کہ یہ لوگ ایک کپڑے والے ہیں اور تیرے پاس دو کپڑے ہیں تو اُن کے ساتھ مت بیٹھ تب میں جاگا اور عہد کیا کہ میں ایک کپڑے کے سوا نہ پہنوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

اور کہا گیا ہے کہ ابویزید مر گیا اور اس گرتہ کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا جو اُس کے بدن میں تھا اور وہ مانگا ہوا تھا سو اُسے اُس کے مالک کو پھیر دیا اور یہ حکایت ہم کو شیخ حماد ہمارے شیخ کے شیخ سے پہنچی ہے کہ اُس نے بڑا زمانہ بسر کیا کہ وہ کپڑا نہ پہنتا تھا مگر مستعار یہاں تک کہ اپنے ذاتی ملک کی کوئی چیز نہیں پہنی۔

اور ابو حفص حداد نے کہا ہے جب تو کسی فقیر کی نیک روئی اپنے کپڑے میں دیکھے تو اُس کی خیر کی امید نہ رکھ۔ اور نقل ہے ابن کربنی مرا اور وہ جہنم کا اُستاد تھا اور اُس کے بدن میں مرقعہ تھا۔ منقول ہے کہ اُن کی ایک آستین اور پردہ جامہ کا تیرہ رطل تھے (رطل نیم من) سو کبھی ایک جماعت صالحین ایسے سخت لباس میں ہوتی ہے اور کبھی صالحین کی ایک جماعت تکلف کرتی ہے کہ مرقعہ اور لباس فقرار کے سوا اور لباس پہنیں اور اس میں نیت اُن کی اخفائے حال ہے یا اس کا خوف ہے کہ حق مرقع واجب طور سے اوانہ ہو گا۔

منقول ہے کہ ابو حفص حداد نرم کپڑے پہنا کرتے اور اُن کا ایک گھر تھا جس میں ریت بھیجی ہوئی تھی شاید کہ اُس کے اوپر سویا کرتا تھا بدوں اس کے کہ بچھونا ہوا اور اصحاب صفہ سے ایک قوم تھی جو اس بات کو مکروہ جانتی تھی کہ اُن کے اور مٹی کے درمیان کوئی چیز مائل ہو اور ابی حفص کا نرم کپڑا پہننا علم اور نیت کے ساتھ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُس کی صحبت سے ملے اور اسی طرح صادقین کا حال

کرتا ہے سو اسی طرح لباس بھی انواع و اقسام کی پوشاک مانگتا ہے اور نفس کے لئے اس میں طرح طرح کی خواہش اور ہوا ہوتی ہے۔ پس صوفی نفس کو لباس میں صریح علم کی متابعت کی طرف پھیرتا ہے۔

بعض صوفیہ سے کہا گیا تیرا لباس بچٹا ہوا ہے لیکن وجہ حلال سے ہے اور اُس سے کہا گیا ہے کہ وہ میلا ہے کہا لیکن وہ ظاہر اور پاک ہے تو صادق کی نظر اپنی پوشاک میں یہ ہے کہ وہ وجہ حلال سے ہو۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک کپڑا دین درہم کو خریدا اور اُس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے صرف اور عدل نہیں قبول کرتا یعنی نہ فرض نہ نفل پھر اس کے بعد نظر اس کی اس میں ہے کہ وہ لباس پاک ہو اس واسطے کہ طہارت کپڑے کی نماز کی صحت کی شرط ہے اور ان دونوں کے سوا اُس کی نظر اس میں ہے کہ وہ گرمی اور سردی کو دفع کرتا ہے اس واسطے کہ وہ مصلحت نفس کی ہے اور اس کے بعد جو نفس چاہتا ہے وہ سب فضول اور زیادت ہے اور نظر خلق کی طرف ہے اور صادق کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ لباس پہنے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے اور وہ ستر عورت ہے یا اپنے نفس کے لئے کہ گرمی اور سردی دور ہو۔

حکایت ہے کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ایک روز باہر نکلے اور اس کے بدن میں کپڑا تھا جس کو اُلٹا پہنتا تھا سو اُس سے کہا گیا اور اس کو علم اس کا نہ تھا۔ پس اُس نے قصد کیا کہ اُسے اتارے اور سیدھا کر کے پہنے۔ بعد ازاں اُس کو ایسا ہی چھوڑ دیا اور کہا جب میں نے پہنا تھا تو نیت کی تھی کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے واسطے پہنتا ہوں اور اب میں اُسے نہیں بدلتا ہوں مگر خلق کی نظر کے واسطے کہ میں اُس سے پہلی نیت کو نہیں توڑتا۔

اور صوفیہ طہارت اخلاص کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن کو طہارت اخلاق نہیں نصیب ہوتی مگر صلاحیت اور اہلیت اور استعداد کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے نفوس کے لئے مہیا کیا ہے اور اخلاق کی طہارت اور اُن کی معاونت

علی ہئیٹی فقیروں کا سیاہ لباس پہنتے تھے۔ اور ابو بکر فرزند بنجان میں (ملک زنگ) اعداد الناس کی طرح سخت پوشین پہنا کرتے اور ہر ایک کے لئے اُس کے لباس اور ہئیت میں ایک نیت صالحہ ہے اور ان اقسام کی تفاوت کی شرح سے اس کتاب میں طول ہوتا ہے۔

اور شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا حال اللہ کے ساتھ ترک اختیار تھا اور ہر آئینہ اُس کے لئے نرم کپڑے بچھے جلتے تھے اور وہ اُسے پہنتے تھے اور اس سے ذکر کیا جاتا کہ بسا اوقات بعض آدمی کے دلوں میں انکارِ سبقت کرتے ہیں آپ کی نسبت جو یہ کپڑا آپ پہنتے ہیں تو آپ کہتے کہ ہماری ملاقات نہیں ہوتی مگر ڈواڈوی میں سے کسی ایک کی ایک وہ شخص جو ہم سے مطالبہ ظاہر حکمِ شرع کا کرتا ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ آیا ہمارے کپڑے کو شرع مکروہ کرتی ہے تو اُس کو حرام کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں اور ایک وہ شخص ہے جو ہم سے مطالبہ اُس حقائق کے ساتھ کرتا ہے جو اربابِ عربیہ کی قوم کے ہیں تو ہم اُس سے کہتے ہیں کہ کیا تو ہمارے واسطے اس کپڑے میں جو ہم اُسے پہنتے ہیں کوئی اختیار ہے یا تو ہمارے پاس اس میں خواہش اور شہوت دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ نہیں اور کبھی لوگوں میں وہ ہوتے ہیں جو نرم کپڑوں کے پہننے کا مقدور رکھتے ہیں اور سخت کپڑے پہنے اپنے لئے مکروہ جانتا ہے چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ایک ہئیتِ خاص پسند فرمائے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے التجا اور اختیار کرتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ وہ ایسے دکھلاوے ایسا لباس جو اللہ تعالیٰ کے پسند ہو اور اس کو لائق اور صالح اُس کے دین اور دنیا کے لئے کرے۔ اس سبب سے کہ وہ ایک خاص لباس کا بعینہ صاحبِ غرض و ہوا نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اس کو کشود کر دیتا ہے اور اُس کو ایک خاص لباس بتلا دیتا ہے اور معلوم کر دیتا ہے تب وہ اس لباس کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ پھر اس کا لباس لٹھ ہوتا ہے اور یہ اتم و اکمل ہے ان سب لباسوں سے جن کا پہننا لٹھ ہو اور بعضے وہ آدمی ہوتے ہیں جن کا حصہ علم سے وافر ہوتا ہے اور منبسط

پاس کچھ مال نہ تھا تو اُس کی طرف رجوع کرتے تھے سو جیسے اُن کے ہیوند گھوڑوں کے چیتھڑوں سے تھے گداگری سے اُن کے لقمے تھے۔

ابو عبد اللہ رفاعی تیس برس نقر اور توکل پر قائم رہا اور جب کبھی فقر اور کمزوری لگتا تھا حاضر کرتا تو اُن کے ساتھ نہ کھاتا۔ اس بارے میں اُس سے کہا جاتا وہ کہتا کہ تم حق توکل کے ساتھ کھاتے ہو اور میں حق مسکنت کے ساتھ کھاتا ہوں بعد ازاں عشائیوں کے درمیان دروازوں سے بھیک مانگنے کے لئے نکلتا اور یہ اس شخص کے شان ہے جو مال کی طرف رجوع نہ کرے اور زیر احسان کسی کے نہ ہو۔

نقل ہے کہ فرقہ پوشوں کی ایک جماعت بشر بن الحراث کے پاس گئی تو اُن سے آپ نے کہا اے قوم خدا سے ڈرو اور اس لباس کو مت ظاہر کرو اس واسطے کہ تم اس کے باعث پہچانے جاتے ہو اور اُس کے لئے اکرام کئے جاتے ہو سو سب کے سب خاموش ہو رہے۔ پھر ایک لڑکے نے اُن میں سے اُسے کہا الحمد للہ الذی جعلنا معن یعرف بہ دیکم بہ یعنی شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو اُن لوگوں سے گردانا جو اس سے پہچانے جاتے ہیں اور اُس کے لئے اکرام کئے جاتے ہیں۔ اور اللہ کی قسم ہر اٹینہ یہی لباس غالب رہے گا تا آنکہ دین سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تب بشر نے اُس سے کہا شاہش اے لڑکے مثل تیرے جو کوئی مرقع پہنے تھے تو ایک اُن میں کا تھا کہ زمانہ دراز تک نہ کوئی کپڑا تمہارے لئے رکھتا تھا اور نہ مالک اُس کپڑے کے سوا کا تھا جس کو وہ پہنے ہوئے تھا۔ اور روایت ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک کبرتہ پہنا جو تین درہم کو خریدا تھا پھر انگلیوں کے سرے سے اُس کی آستین کاٹ ڈالیں اور انہی سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے کہا کہ اگر تو چاہے کہ اپنے صاحب سے ملے تو اپنے قمیص میں پیوند لگا اور اپنا جوتہ گانٹھ اور اپنی خواہش اور امید کو کم کر اور سیر شکی سے کم کھا۔

اور جریری سے حکایت کی گئی راوی نے کہا کہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک شخص تھا کہ اُس کو نہیں پاتا مگر ایک کپڑے میں جاڑے ہوں یا گری تو اس سے

ہے۔ اگر انہوں نے نیت کے ساتھ نرم کپڑا پہنا ایک نیت سے جو ان کے لئے اس میں ہے۔ پس ان پر اعتراض نہ کیا جائے بدوں اس کے سخت کپڑے اور مرقع کا پہننا تمام فقہاء کے لئے لائق ہے اس نیت سے کہ دنیا اور اس کی روشنی چمک اور خوبی سے قلت کرے۔

اور ہر ائینہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے خوش آئندہ کپڑا ترک کر دیا حالانکہ وہ اس کے پہننے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس پہنائے گا۔ لیکن نرم کپڑے کا پہننا تو وہ لائق نہیں ہے مگر اس شخص کے لئے جو اس بارے میں اپنے حال کا عالم ہو اور اپنے نفس کی صفات کا دیکھنے والا ہو۔ شہوات پوشیدہ نفسانی کا جو یا ہو اللہ تعالیٰ اس میں حسن نیت کو قبول کرے۔ پس نیت کے سبب اس مسئلہ میں بہت سی وجوہ ہیں کہ ان کی شرح طویل ہے اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو ایک کپڑا پہننے کا خاص قصد نہیں کرتے نہ اس کی سختی سے نہ اس کی نرمی سے بلکہ وہ ایسا کپڑا پہنتے ہیں جو حق ان کو پہننے تو وہ وقت کے حکم سے ہے اور حین ہے اور اس سے احسن ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس بارہ میں ٹٹولے اور جو پائے وہ کرے۔ پھر اگر اس کپڑے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیجا ہے نفس کے لئے شر یا اس کی شہوت پوشیدہ یا ظاہر دیکھے تو اسے اٹا رڈالے الا اس وقت کہ حال اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار ہو۔

پس اس صورت میں اسے گنجائش نہیں ہے الا اس بات کی کہ وہ اسی کپڑے کو پہنے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیجا ہے۔

اور ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی کا یہ حال تھا کہ آپ کسی ہئیت کے مقید لباس میں نہ تھے بلکہ وہ کپڑا پہنتے تھے جو بلا قصد اور تکلف و اختیار کیف ما اتفق مل جاتا تھا اور وہ عمامہ دس دینار کا بھی پہنتے تھے اور ایک دانگ کے درہم کا چھٹا حصہ آٹھ جو کے برابر ہوتا تھا۔ اور شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک ہئیت مخصوصہ کا لباس پہنتے تھے اور طلیسان پہنتے تھے (ایک کپڑے کہ کاندھے پر ڈالتے ہیں) اور شیخ

نے اپنی ازار کو نافرمانی سے کھینچا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نہ دیکھے گا۔ اس درمیان میں ایک شخص اُن لوگوں سے تھا جو تم سے پہلے تھا وہ تبختر اور نازش اپنی چادر پر کرتا جس وقت کہ اُس کو چادر اُس کی اچھی معلوم ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ سے اُس کے ساتھ زمین کو دھنسا دیا۔

پس وہ زمین میں گھستا چلا جاوے گا قیامت کے دن تک اور احوال میں اختلاف ہوا کرتا ہے اور جو شخص کہ اُس کا حال اُس کے صحتِ علم کے ساتھ صحیح ہو اُس کی نیت ماکول و ملبوس اور تمام کاروبار میں صحیح ہوتی ہے اور کل احوال میں وہ مستقیم رہتا ہے اور باطن کی استقامت سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے راست اور مستحکم ہوتا ہے اور اُس کے موافق بندہ کے کاروبار اللہ تعالیٰ کے حسنِ توفیق سے مستحکم ہوتے ہیں۔

پینتالیسواں باب

قیام لیل کی فضیلت کے ذکر میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اذ ینشیکم النّعاس امنة منه ویُنزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ ویذهب عنکم رجز الشیطان یعنی جب تم کو اونگھ گھیرے اُس سے امن ہے اور اتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تو بسبب اس کے تم کو پاک کرے اور شیطان کی پلیدی تم سے لے جائے۔

یہ آیت مسلمانوں کے حق میں جنگ بدر کے دن نازل ہوئی جہاں کہ وہ ایک ریت کے ٹیلے پر اترے جس میں آدمیوں کے قدم اور گھوڑوں کے سُم دھنسے جاتے تھے اور اُن پر مشرکوں نے بدرِ عظمیٰ کے پانی تک سبقت کی اور اُن پر وہ غالب ہو گئے اور مسلمان لوگ صبح کے وقت محدث اور جنب اُٹھے اور اُن کو پیاس معلوم ہوئی اور شیطان نے اُن کو یوموسہ میں ڈالا کہ تمہارا زعم ہے کہ تم حق پر ہو اور تمہارے درمیان نبی اللہ ہیں حالانکہ مشرکین پانی پر غالب اور قابض ہو گئے اور تم بے طہارت اور بغیر غسل کے نمازیں پڑھ رہے ہو پھر تم کیونکر امید فتح یابی کی اُن پر رکھتے ہو

اُس سے ہوتا ہے جس کا بسط اللہ تعالیٰ اُس کو کرتا ہے تو وہ علم اور ایقان سے لباس پہنتا ہے اور پرواہ اس کی نہیں کرتا کہ وہ کپڑا نرم ہے یا سخت ہے اور بسا اوقات اُس نے نرم لباس پہنا اور اُس میں اس کے نفس کے لئے اختیار ہے اور حفظ ہے۔ اور یہ حفظ اس میں موجب کمی گناہ و کنارہ کا اُس کے لئے اور اُس کے اوپر پھیرا ہوا اور اُس کو نجش اور ہبہ کیا ہوا ہوگا کہ اس کے ارادہ نفس سے اللہ تعالیٰ موافق ہے اور یہ شخص تزکیہ میں کامل اور طہارت میں تمام محبوب مراد ہوگا کہ اُس کی مراد محبوب کی طرف اللہ تعالیٰ مساعدت فرماتا ہے بغیر اس کے کہ یہاں پر قدم کو لغزش ہو جو اکثر مدعیوں کے لئے ہے۔

یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے حکایت ہے کہ وہ صوف اور پرانے کپڑے تبدیلانے عمر میں پہنا کرتے تھے۔ بعد ازاں آخر عمر میں نرم کپڑے پہننے لگے کہ یہ حال بائزید سے ذکر کیا گیا تو اُس نے کہا جب مسکین یحییٰ نے صبر اونی پر نہ کیا تو کیوں کر تحفوں پر صبر کرتا اور بعضے وہ لوگ ہیں جن کو پہلے سے علم اُن چیزوں کا ہوتا ہے جو لباس کی قسم سے اُس کے پا جانے کا تو اُس کو وہی سمجھ کر پہنتا ہے اور صادقین کے اور جنہیں احوال ہیں مختلف انواع کے وہ سب مستحسن ہیں: قتل یعمل علی شاکلتہ فریکر اعلہ بمن مو اهدی سبیڈہ۔ یعنی تو کہ ہر کوئی کام اور طریقہ اپنے کے کرتا ہے۔

پس رب تمہارا خوب جانتا ہے اُس شخص کو کہ وہ راہ کا پانے والا ہے اور سخت کپڑے کا پہنتا بندہ کے لئے محبوب تر اور بہتر اور اسلم یعنی مصون ہے اور آفات سے دور تر ہے۔

مسلم بن عبد الملکؒ نے کہا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس میں گیا کہ مرض میں اُس کی عیادت کروں تو میں نے اُس کا کرتہ میلا دیکھا تو میں نے اُس کی بی بی فاطمہ سے کہا کہ امیر المؤمنین کے کپڑے دھلواؤ۔ اُس نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے۔ کہا پھر میں عیادت کے واسطے گیا تو دیکھا کرتہ ویسا ہی میلا ہے۔ پھر میں نے کہا اے فاطمہ! کیا میں نے تجھ کو نہیں حکم دیا کہ اس بات کا کہ اسے دھو ڈالو

دیتی ہے اور گرمی اور خشکی سے جو مزاج میں پیدا ہوتی ہے تسکین دیتی ہے۔ پس، اگر ایک تھانی سے کم کی جائے تو دماغ کو ضرر پہنچاتی ہے اور اُس سے اضطراب جسم کا خوف ہوتا ہے۔ پس جس وقت کی نیند کے بابت راحت قلب اور اُس کا انس ہو جاتا ہے تو اُس کا نقصان اور کمی ضرر نہیں کرتی۔ اس واسطے کہ رُوح اور انس کی طبیعت سرد تر ہے جیسے کہ نیند کی طبیعت سرد تر ہے اور کبھی طول شب کی مدت رُوح کے ہونے سے کم ہو جاتی ہے تو اُس وقت رُوح کے سبب بڑے لات کے اوقات چھوٹے ہو جاتے ہیں جیسا کہ مقولہ ہے کہ سنۃ الوصل سنۃ وسنۃ الہجر سنۃ۔ یعنی وصل کا برس ایک اُونکھ ہے اور ہجر کا برس ایک قحط کا برس ہے۔ پس اہل رُوح کے لئے رات کم ہو جاتی ہے۔

علی بن بکار سے منقول ہے کہ اُس نے کہا کہ چالیس برس سے مجھے نہیں نکل گیا کہ مگر طلوع فجر نے اور بعضوں سے سوال کیا گیا تمہارے اور رات کی کیسی بنی؟ کہا کہ میں نے کبھی انتظار نہ کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھلاتی ہے۔ بعد ازاں وہ واپس پھر جاتی ہے حالانکہ میں نے اس میں اندیشہ بھی نہیں کیا۔

اور ابوسیلیمان دارانی نے کہا رات والے اپنی رات میں زیادہ مزہ میں اس سے رہتے ہیں جو کھیل کو دو لے اپنے کھیل کو د میں مزہ پاتے ہیں۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے دُنیا میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو بہشتیوں کی نعمت سے مشابہ نہ ہو۔ الا وہ چیز جو لطف اور تردد کرنے والی حلاوت مناجات سے رات کو اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ پس مناجات کی حلاوت شب بیداروں کے لئے ایک اجر و ثواب دُنیا کے اندر ہے۔ اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ ہر آئینۃ اللہ صبح کے اوقات میں شب بیداروں کے دلوں پر نظر کرتا ہے پھر اُن کو نور سے بھر دیتا ہے۔ سو وہ فائدے اُن کے قلوب پر نازل ہوتے ہیں اور وہ دل روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کے قلوب سے غافلوں کے قلوب پر پھینکتے ہیں۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینۃ اللہ تعالیٰ نے اُن وجیوں میں سے جو اپنے انبیاء کی طرف بھیجی ہیں وحی نازل کی کہ ہر آئینہ میرے لئے ایسے بندے ہیں

اور روایت ہے کہ ہر آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوف پہنا، اور پرانا گٹھا ہوا جو تا پہنا اور غلاموں کے ساتھ کھانا کھایا اور جس وقت نفس محل آفات میں ہو تو اُس کے پوشیدہ حیلوں اور مخفی شہوات اور چھپی ہوئی پر اطلاع پانا نہایت دشوار ہے۔ پس لائق وسنوار اور ادلی یہ ہے کہ احوط امر کو بکڑے اور تھوڑے اُن کو جوشک میں ڈالے اُس کی طرف جوشک نہیں دلائیں اور بندہ کے لئے نہیں جائز ہے کہ وسعت میں داخل ہو الا بعد اُس کے کہ علم وسعت کا مضبوط اور قوی اور نفس زکی کامل ہو اور یہ جب ہے کہ نفس اپنی ہوا متبع کی غلبت کے ساتھ غائب اور پوشیدہ ہو جائے اور نیت خالص اور تصرف علم صریح واضح کے ساتھ راست اور درست ہو جائے اور عزیمت کے لئے قوتیں ہیں کہ اُس پر سوار ہوتی ہیں اور اُس کی مراعات کرتی ہیں رخصت کی طرف نزول کرنا نہیں چاہتی ہیں اس خوف سے کہ فضیلت ترک کر دینا اور ملائم لباس دُنیا کے فوت نہ ہو جائیں اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ جس شخص کا لباس باریک ہے اُس کا دین باریک ہے اور کبھی اس بارہ میں رخصت دی جاتی ہے ایسے شخص کے لئے جو زہد کا التزام نہ کرے اور شرع کی رخصت پر ٹھہرے۔

علقمہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہے بہشت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ کے وزن پر کبر و غرور ہوگا۔ پس ایک شخص نے کہا ہے کہ آدمی دوست رکھتا ہے اس بات کو کہ کپڑے اس کے اچھے ہوں اور جو تا اُس کا اچھا ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور رجال کو دوست رکھتا ہے۔ پس یہ رخصت اُس شخص کے حق میں ہے جو اُس سے پہنے اور ہوائے نفس سے اس میں افتخار نہ کرے اور نہ وہ اترائے۔ لیکن جس نے کہ لباس اس واسطے پہنا کہ دُنیا اور اُس کے تکاثر سے تغافل کرے اور شیخی مارے تو ہر آئینہ اس کے حق میں وعید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کا پاجامہ آدھی پنڈلی تک ہے اُس مقدار میں جو اُس کی پنڈلی اور ٹخنوں کے مابین ہے اور جو ٹخنوں سے نیچا ہو تو وہ دوزخ میں ہے جس شخص

نورانی ہونے سے ہوتی ہے۔ دریں صورت اُس کے حرکات اور اُس کے کاروبار جو اُن میں ہوتے ہیں اس چشمہ انوار سے صادر ہوتے ہیں جو رات سے اُس میں جمع ہوتے ہیں اور اُس کا قالب ایک قبہ میں قباب حق سے ہوتا ہے جس کے سب حرکات راست اور درست ہوتے ہیں اُس کے سکناات موقر ہوتے ہیں۔ اقدہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے رات کو نماز پڑھی اُس کا مُنہ دن میں حسین ہو گیا ہے اور جائز ہے کہ یہ بات دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک اُن دونوں میں سے یہ ہے کہ قندیل روشن چراغ ہے ہوتی ہے۔ تو جس وقت چراغ یقیناً روشن عمل شب کی کثرت سے چمکدار روشن ہوتا ہے تو چراغ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے اور قالب قندیل نور اور ضیاء حاصل کرتا ہے۔

سہل بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ یقیناً آتش ہے اور اقرار بتی ہے اور عمل روشن ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سیماہ فی دجھہ من اثر السجود یعنی پہچان اُن کے منعموں میں اُن کے سجدوں کے اثر سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح یعنی مثل اُس کے نور کی مانند اس طاق کے ہے کہ اس میں چراغ ہے۔

پس نور یقیناً نور النہی سے قلب کے شیشہ میں روشنی کو روغن عمل سے زیادہ کرتا ہے تو دل کا شیشہ چمکدار ستارہ کے مثال باقی رہ جاتا ہے اور شیشہ کے انوار قالب کے طاق پر منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ قلب نور کی آتش سے نرم ہو جاتا ہے اور اس کی نرمی قالب میں سرایت کرتی ہے۔ پس نرمی قلب سے قالب نرم ہو جاتا ہے۔

پس یہ دونوں قلب اور قالب مشابہ اُس نرمی کے وجود سے ہو جاتے ہیں جو ان دونوں میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قلین جلودہم و قلوبہم الی ذکر اللہ یعنی پھر جلدیں اُن کی اور دل اُن کے طرف ذکر اللہ کے نرم ہوتے ہیں۔ جلدوں کو اللہ تعالیٰ نے نرمی کے ساتھ تعریف کی جیسا کہ قلوب کا وصف نرمی سے کیا۔ پس جبکہ قلب نور سے بھر گیا اور قالب اس چیز سے جو اس

تب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مینہ برسایا جس سے میدان جنگل جہم نکلے۔ پس مسلمانوں نے اُس سے پانی پیا اور نہائے اور وضو کئے اور گھوڑوں کو پانی پلایا اور برتن اور مشکیں بھر لیں اور زمین سخت ہو گئی یہاں تک کہ قدم اُس پر ثابت ہوئے اور جمے فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَیثَبت بھ الاقدام اذ یوحی ربک الی الملائکہ انی معکم۔ یعنی بسبب اس کے پاؤں ٹھہرنے لگے اس واسطے کہ رب تیرے نے فرشتوں کو حکم کیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرشتوں سے مدد دی حتیٰ کہ مشرکین پر وہ غالب ہو گئے۔

اور قرآن کی ہر ایک آیت کے لئے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حد ہے اور مطلع ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُونگھ کو اس واقعہ اور حادثہ میں صحابہ کے لئے رحمت اور امن بنا دیا تو وہ ایک رحمت ہے جو تمام مومنین کو عام ہے اور اُونگھ ایک قسم صالح اقسام عاجلہ سے مریدوں کے لئے ہے اور وہ ایک انس ہے اُن کے قلوب کے لئے اُن منازعات سے جو نفس کرتا ہے اس واسطے کہ نفس نیند سے استراحت کرتا ہے اور ماندگی کا شکوہ نہیں کرتا اس واسطے کہ شکایت اور تعب میں قلب کی کدورت ہے اور اس کی استراحت نیند کے ساتھ بشرطیکہ علم اور اعتدال ہو۔ قلب کی راحت ہے بایں وجہ کہ قلب اور نفس کے درمیان ایک موافقت مریدوں سالک کے لئے نفس کی طمانینت پر ہے۔

سو ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ سزاوار ہے کہ ایک تھائی رات اور دن کی نیند ہو تاکہ بدن مضطرب نہ ہو۔ پس اُٹھ گھنٹے نیند کے لئے ہیں دو گھنٹے ان میں مریدوں میں گردانے اور چھ گھنٹے رات میں کرے اور ان دونوں میں سے ایک میں زیادہ کرے اور دوسرے میں کم کرے اُس قدر کہ رات کو طول اور قصر جاڑے اور گرمی کے موسم میں ہو اور کبھی حسن ارادت اور صدق طلب سے ایسا ہوتا ہے کہ نیند کو ایک تھائی کی مقدار سے کم کرے اور یہ کچھ نقصان نہ پہنچائے جبکہ رفتہ رفتہ اسی عادت ہو جائے اور کبھی بیداری کی ثقالت اور نیند کی قلت کو روح اور انس کا وجود اُٹھالیتا ہے اس واسطے کہ نیند جس کی طبیعت سرد تر ہے بدن اور دماغ کو نفع

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ہے: واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔ یعنی اپنے گناہ کی بخشش مانگ اور ساتھ تعریف اپنے رب کے شام اور صبح تسبیح پڑھ اور از انجملہ یہ ہے کہ عشاء میں صلوة اور تلاوت یا ذکر کے ساتھ بیویوں اور ملاپ کرے اور افضل ان میں سے نماز ہے اس واسطے کہ ہر اٹھینہ اُس نے مغرب کو عشاء سے ملا دیا تو اُس کے باطن سے اُٹار اس کدورت کے جو دن کے اوقات میں لوگوں کے دیکھنے اور ملاقات اور اُن کے کلام سننے سے پیدا ہوتے ہیں سب دُھل جاتے ہیں اس واسطے کہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کا اثر اور خراش اُس کے دلوں میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اُن کی طرف دیکھنا کدورت قلب میں اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے جس کو وہ شخص ادراک کر لیتا ہے۔ جس کو صفائی قلب نصیب ہوتی ہے۔ پس نظر کا اثر جو خلق کی طرف ہو چشم دل کے لئے اس تنگی کی مثال ہے جو چشم ظاہری میں ہوتا ہے اور عشاء میں کے ملا دینے سے اس اثر کے جاتے رہنے کی اُمید کی جاتی ہے۔

اور از انجملہ ایک یہ ہے کہ عشاء کے بعد بات کا کرنا چھوڑ دے اس واسطے کہ اُس وقت میں بات کرنی طراوت اس نور کی دُور کر دیتی ہے جو قلب میں عشاء کے ملانے سے پیدا ہوتی ہے اور قیام شب کا دور کتنی ہے خصوصاً جب کہ وہ بیدار دل سے معرا ہو۔ بعد ازاں عشاء کے بعد تازہ وضو کرنا بھی قیام شب پر معین و مددگار ہوتا ہے۔

بعض فقہار نے اپنے شیخ کا جو خراسان میں تھا مجھ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو تین بار غسل کرتا تھا ایک بار عشاء کے بعد اور ایک بار رات کے درمیان جبکہ سونے سے جاگے اور ایک بار صبح کے قبل۔

پس وضو اور غسل کے لئے عشاء کے بعد قیام شب کی سہولت میں اثر ظاہر ہے اور اُس کے منجملہ یہ ہے کہ ذکر اور نماز میں کھڑے ہونے کی عادت کرے یہاں تک کہ نیند غالب ہو اس واسطے کہ اُس کا عادی ہونا جلد بیدار ہونے کا معین و مددگار ہے الا اس صورت میں کہ اپنے نفس اور عادت پر اُس سے اعتماد ہو تو نیند کو بلائے اور اپنی طرف کھینچے تاکہ اپنے وقت معبود میں اُٹھ کھڑا ہو ورنہ غلبہ کی

جو مجھے دوست رکھتے ہیں اور میں اُن کو دوست رکھتا ہوں اور وہ میرے مشاق ہیں اور مجھے اُن کا اشتیاق ہے اور وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں انہیں یاد کرتا ہوں اور وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں اُن کی طرف نظر کرتا ہوں۔ پھر اگر تو اُن کے طریقے پر چلے تو نہیں تجھے دوست رکھوں اور جو تو اُس سے جدول کرے تو میں دشمن رکھوں گا اُس نبی نے کہا اے میرے پروردگار اُن کی علامت کیا ہے؟ فرمایا وہ لوگ سایوں کی نگہداشت دن میں کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور وہ مشاق غروب آفتاب کے ہوتے ہیں جیسے کہ پرند اپنے آشیانوں کے مشاق ہوتے ہیں۔ پھر جبکہ رات کو چھپالیتی ہے اور تاریکی مل جاتی ہے اور ہر ایک دوست اپنے دوست سے خلوت کرتا ہے تو وہ لوگ میری طرف اپنے قدموں کو گاڑ دیتے ہیں اور میری طرف اپنے چہروں کو بچھا دیتے ہیں اور مجھ سے مناجات اور سرگوشی میرے کلام سے کرتے ہیں اور میری خوشامد چاہلوسی میرے انعام کے سبب کرتے ہیں اور وہ اس اثنا میں چینیں مارتے اور گریہ لگا کرتے ہیں اور کبھی وہ آہ کش اور شاکاکی ہیں۔

مجھے اپنے حشم کی قسم ہے جو میرے واسطے تحمل اور برداشت کرتے ہیں اور مجھے قسم ہے اپنے سب کی جو وہ میری محبت سے شکایت کرتے ہیں اول ان چیزوں میں سے جو میں ان کو عطا کروں گا یہ ہے کہ اُن کے قلوب میں اپنا نور نازل کروں گا تو وہ مجھ سے خبردار ہوں گے جیسا کہ میں اُن سے خبردار ہوں اور دوسرے اگر ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہیں اُن کے اوزان میں ہوں تو اُن کے لئے میں اُن کو تھوڑا سمجھوں اور تمیرے میں اپنی وجہ سے اُن پر اقبال کروں۔ کیا تو دیکھتا ہے اُس شخص کو جس کا اقبال میں اپنی وجہ سے کروں۔ کیا کوئی شخص اُس چیز کو جانتا ہے جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اس کو میں عطا کروں۔

پس سچا مرید جب رات میں اپنے پروردگار کی مناجات میں تنہا اور خلوت نشین ہو تو اُس رات کے انوار اُس کے دن کے اجزاء پر پھیل جاتے ہیں اور دن اُس کا اپنی رات کی حمایت میں آجاتا ہے۔ اور یہ حالت اُس کے قلب کے

اس قول میں آمن ہو قانت آناء البیل ساجد او قائما اس آیت تک قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ اُن لوگوں کے لئے جو رات کو قیام کرتے ہیں علم کے ساتھ حکم کیا ہے تو وہ اپنے علم کے مقام ہونے سے ایسے ہیں کہ نفوس کو انہوں نے جنبش ان کی قرار گاہ طبیعت سے دی ہے اور لذات روحانی کی طرف نظر کرنے سے اُن کو ترقی اُن کے صنعت کی بلندیوں تک دی ہے اس واسطے اُن لوگوں نے اپنی پسلیوں کو خواب گاہوں سے علیحدہ کیا اور غافل سونے کھانے والے کی صنعت سے باہر نکل آئے اور اُسی کے منجملہ ایک عادت کا بدلنا۔ سو اگر نکیہ لگانے کی عادت ہو تو نکیہ کو ترک کرے اور اگر بچھونے کی عادت ہو تو بچھونے کو چھوڑ دے۔

اور بعض صوفیہ کا قول ہے کہ اگر میں گھر میں شیطان کو دیکھوں تو وہ زیادہ مجھے اچھا اس سے ہے کہ میں نکیہ دیکھوں اس واسطے کہ وہ مجھے سونے کی طرف بلاتا ہے اور عادت کے بدلنے کو نکیہ اور لحاف اور بچھونے میں ایک تاثیر اس میں ہے اور جس نے اُن میں سے کوئی چھوڑی ہے اور اللہ عالم اس کی نیت اور عزیمت کا ہے اس کا ثواب اس کو سہولت معقود کا دیتا ہے اور اُسی کے منجملہ معدے کا کھانے سے سبک رکھنا ہے۔ پھر جو کھانا کھاتا ہے وہ کھائے جبکہ ذمیر الہی اور بیداری باطنی سے نزدیک ہو تو قیام شب پر وہ کھانا مددگار ہوگا اس واسطے کہ ذکر سے اُس کا دکھ درد ہوتا ہے۔ سو اگر کھانے کا ثقل معدہ میں پایا جاوے تو مزادار ہے جاننا اس کا کہ اسکی گرائی قلب پر زیادہ تر ہے تو جب تک ذکر اور تلاوت اور استغفار سے کھانے کو گلالتے نہ سوتے۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اگر میں اپنی غذا شب سے ایک لقمہ کم کروں تو مجھے یہ بہت مرغوب ہے اس سے کہ میں رات بھر قیام کروں اور احوط یہ ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اس واسطے کہ وہ نہیں جاننا کہ کیا حادثہ آگے آوے اور پانی وضو کے لئے اور مسواک اپنے پاس موجود رکھے اور اسی حالت میں سوتے کہ با وضو ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندہ جب سوتے اور وضو سے ہو تو اس کی روح عرش پر عروج کرتی ہے اور اس کے خواب صادق

میں انس و سرور سے اثر کرتی ہے نرم ہو گیا تو اُس وقت زمان اور مکان نور قلب میں مندرج ہو جاتا ہے اور اُس میں کلام اور آیات اور سورتیں در آتی ہیں اور زمین قالب کی اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی اس واسطے کہ قلب آسمان ہو جائے گا اور قالب زمین ہوگا اور تلاوت کلام اللہ کی لذت مناجات کے عمل میں وجود کائنات کو چھپا لیتی ہے اور کلام مجید اُس کے سبب صفائے شہود کی مزارحمت میں سائر وجود سے تائب ہو جاتا ہے تو اس وقت نفس کے لئے کوئی حدیث نہیں باقی رہتی ہے اور کسی وسوسہ نفسانی کی کوئی بھنبھناہٹ نہیں سنائی دیتی اور ایسی حالت میں قرآن کی تلاوت بلا وسوسہ اور حدیثِ نفس کے اول سے آخر تک منظور ہوتی ہے اور یہ فضل عظیم ہے۔

دوسری وجہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ ہے کہ جس شخص نے رات دن میں نماز پڑھی اُس کی صورت دن میں حسین ہوگئی اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے کاموں کی صورتیں کہ اُن کی طرف متوجہ ہوتی ہیں حسن دار ہو جاتی ہیں اور خدائے کریم کی معونت اُس کے سب کا دو بار میں پہنچتی ہے اور وہ مدد یافتہ اُس کے مصدر اور مورد میں ہوتا ہے اس واسطے صورت اُس کے مقاصد اور افعال کی دلربا ہو جاتی ہے اور اُس کے اقوال سکھ راستی اور درستی میں منتظم ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے اقوال قلب کی استقامت سے مستقیم ہوتے ہیں۔

چھیالیسواں باب

اُن اسباب کے ذکر میں ہے جو قیام شب اور

آداب کے خواب کے مددگار ہیں۔

اذان جملہ ایک یہ ہے کہ بندہ غروب آفتاب کے وقت تجدید وضو سے پیشوائی رات کی کرتا ہے اور قبلہ رو ہو کر نماز شب اور نماز مغرب کا منتظر بیٹھتا ہے اور انواع اقسام کے ذکر اس جلسہ میں کرتا ہے اور اذکار میں سے ان کی تسبیح واستغفار ہے

پھر اگر بندہ بعض اوقات سستی اور فتور عزیمت میں مبتلا ہو جائے جو سوتے وقت بعد حدیث تازہ وضو کرنے سے باز رکھے تو اپنے اعضاء کو پانی سے مسح کر لے تاکہ اس قدم سے وہ زمرہ غافلین سے باہر ہو جائے جس وقت کہ بیدار ہو تیار لوگوں کے فعل سے باز رہے اور اگر اسی طرح جاگنے کے بعد قیام سے الگ کئے تو اس میں کوشش کرے اور مسواک کرے اور اپنے اعضاء کو پانی سے مسح کرے تاکہ وہ الٹ پلٹ اور بیداریوں میں غافلین کے گروہ سے خارج ہو جائے سو اس میں اس شخص کے لئے بہت فضیلت ہے جسے نیند زیادہ آتی ہے اور قیام اس کا تصور نہ ہو۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شب کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے جب کبھی آپ سوتے اور جب کبھی جاگتے اور سونے میں قبلہ رو ہوتے اور دو قسم ہے یا تو داہنے پہلو اور کروٹ پر رہے جس طرح کہ قبر میں میت رکھی جاتی ہے یا پیٹھ پر کہ مرنے قبلہ کی جانب ہو جیسے میت کہ وہ مسجی اور ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور کہے:

بارک الله اللهم وضعت جنبي وبك ارفعه اللهم ان امسكت نفسي فاغفر لي ما وارحمها وان ارسلتها فاغفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين - اللهم اني اسلمت نفسي اليك ووجهي وجمي اليك وفوضت امرى اليك والجنات ظهري اليك رهبة منه ورغبة اليك لاملجأ ولا منجأ منك الا اليك آمنت بكتابتك الذي انزلت وبينك الذي ارسلت اللهم قني عذابك يوم تبعث عبادك الحمد لله الذي حكمه فقهر الحمد لله الذي بطن فخير الحمد لله الذي ملك فقدرا الحمد لله الذي هو يحيى الموتى وهو على كل شئ قدير اللهم اني اعوذ بك من غضبك وسوء عقابك وشر عبادك وشر الشيطان وشركه - ا

اور پانچ آیتیں سورۃ بقرہ کی چار اول اور پانچویں ان فی خلق السموات والارض اور آیتہ الکرسی اور آمن الرسول اور ان ربك الله اور قل ادعوا الله اور اول سورۃ الحديد اور آخر سورۃ الحشر اور قل يا ايها الكافرون اور مثل ہوا اللہ احد اور معوذتین اور ان کو اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرے جن سے وہ اپنے منہ اور بدن کو ملے اور اس پر امانہ کر لے جو پڑھ چکلا ہے دس آیت

نیند وہی ہے جو مریدوں اور طالبوں کے لائق ہے اور اسی کے ساتھ مجبوں کی توصیف کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ نیند اُن کی ڈوبے ہوئی کی نیند ہے اور رکھنا اُن کا بیماروں کا کھانا ہے اور کلام اُن کا ضرورتاً ہے سو جو کوئی سو رہا نیند کے غلبہ سے کہ خاطر جمع قیام شب میں دل لگا ہوا ہے تو وہ قیام شب کی توفیق دیا گیا ہے اور جب نفس لپایا اور نیند پر اُس نے چھاؤنی ڈالی تو اُس میں وہ پاؤں پھیلاتا ہے اور جس وقت کہ صدق عزیمت سے اُس نے جنبش کی اور وہ استقرار میں نہیں پاؤں پھیلاتا اور یہ جنبش نفس میں جو صدق عزیمت سے ہوتی ہے دی نہ جائے اور جدائی اور ایک سوئی از خواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تتجافی جنوبہم عن العفنا جمع یعنی وہ اپنی پسلیوں کو پھونکنے سے الگ کرتے ہیں کہ اس واسطے کہ ارادہ قیام شب کا اور صدق عزیمت پسلی اور پھونکنے کے درمیان دوری اور علیحدگی کر دیتی ہے۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ نفس کے لئے دو نظر ہیں ایک نظر اُس کی نیچے کی طرف ہے تاکہ اقسام بدنی کو پرانے اور ایک نظر اُس کے اوپر کی طرف ہے تاکہ اقسام علوی روحانی کو تمام و کمال حاصل کرے تو اہل عزیمت اپنی پسلیوں کو خواب گاہوں سے علیحدہ اور دور کرتے ہیں اس سبب سے کہ اُن کی نظر اوپر کی طرف اقسام علوی روحانی کے لئے ہے تو نفوس کو نیند سے اُس کا حق اور حصہ دیا ہے اور اُس کو منع اس کے حظ سے کیا ہے۔

پس اس چیز کے سبب جو اُس میں مٹی اور پتھرین سے مرکوز ہیں نیچے کو بیٹھا جاتا ہے اور گدگدے پھونکنے پھیلاتا ہے اور نیند سے مزہ لینے کا ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذی خلقکم من تراب یعنی وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور آدمی کے لئے ہر ایک اصل میں اپنی اصول مملکت سے ایک طبیعت ہے جو اُس کو لازم ہے اور نیچے بیٹھنا مٹی کی صفت ہے اور سستی اور ٹھٹھک رہنا اور سو رہنا اس کے سبب سے انسان میں ایک طبیعت ہے۔ سو ادباً بہتت وہ عالم ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ حکم کیا ہے اپنے

ان الله يبعث من في القبور اللهم اودعك هذه الشمادة ليوم حاجتي اليها
 اللهم احفظ بها وزري واغفر بها ذنبي وثقل بها ميزاني و اوجب لي بها امانى
 وتجاوز عني يا ارحم الراحمين۔ پھر اگر دونوں عشاء یعنی مغرب اور عشاء میں مواصلت
 اپنی مسجد جماعت کے اندر کرے تو یہ جامع اعتکاف اور مواصلت عشاء میں ہے
 اور اگر یہ دائے ہو کہ اپنے گھر واپس جائے اور عشاء میں مواصلت اپنے گھر میں کرے
 اس کے دین کے لئے اسلم ہے اور اخلاص کے قریب تر ہے اور ارادہ کے لئے
 جامع تر ہے تو ایسا ہی کرے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
 گیا کہ اس آیت کے معنی کیا ہیں؟ متجافی جنوبہ عن المضاجع تو آپ نے
 فرمایا کہ وہ نماز عشاء میں کے درمیان کی ہیں۔

اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے ذمہ گردانو نماز عشاء میں کے
 درمیان کی کہ یہ دن بھر کے لغویات کو دور کرتی ہیں اور اس کے آخر کو سنوا دتی ہیں
 اور عشاء میں کے درمیان دو رکعتیں سورہ بروج اور طارق سے پڑھے۔ پھر ان دو
 رکعت کے بعد دو رکعت اور پڑھے جس کی پہلی رکعت میں دس آیت اول سورہ
 البقرہ کی اور دو آیت والہم الہ واحد آخر آیتوں تک اور پندرہ مرتبہ قل ہو اللہ احد
 اور دوسری رکعت میں آیت الکرسی اور آمن الرسول اور پندرہ مرتبہ قل ہو اللہ احد
 پڑھے اور سچلی دو رکعتوں میں سورہ الزمر و واقعہ پڑھے اور اس کے بعد جو نماز
 چاہے وہ پڑھے پھر اگر چاہے تو اس وقت نماز میں اپنے حزب سے کچھ پڑھے
 اور چاہے تو بیس خفیف رکعت پڑھے۔ سورہ اخلاص اور فاتحہ سے پڑھے۔
 اور جو عشاء میں مواصلت دو رکعت سے کرے جن کو وہ طول دے تو اچھا
 ہے اور ان دو رکعتوں میں قیام کو قرآن سے طول دے کہ قرآن پڑھنے کے بعد
 اپنا حزب پڑھے یا مگر ایسی آیت کو پڑھے جس میں دُعا ہو اور تلاوت جیسے کہ
 مگر پڑھے: **دبنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصدیٰ یا کوئی اور آیت ہو**
 جو اس کے معنی میں ہو تو یہ تلاوت اور نماز اور دعا کو جامع ہوگی کہ اس میں
 جمعیت قصد اور ظفر بالفضل ہے۔ پھر بعد ازاں چار رکعت عشاء کے قبل پڑھے

ہوتے ہیں اور جو بلا وضو سو رہے تو اُس کے پہنچنے سے قاصر رہے اور خوابِ اغناٹ احلام اور خیال ہوتے ہیں کہ وہ صادق نہیں ہوتے اور اہلدار مرید جب بچھونے پر زوجہ کے ساتھ سوئے اور اس کا وضو لمس سے ٹوٹ جاتے اور اس سے با وضو ہونے کا فائدہ نہ جاتا رہے گا جب تک کہ وہ مذت نفس کی لمس سے حاصل نہ کرے اور بیدار دلی کو معدوم نہ کرے۔ پھر جس وقت کہ لذت حاصل کرنے میں رواں ہو اور غافل ہو جائے تو زُوج بھی صاحبِ جماع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اُس کے بے بہرہ ہونے کا موقع ہوتا ہے اور طہارت جو شمر صدق خواب ہے وہ طہارت خراش ہوتی اور کدورت محبت دنیا سے اور بخاست بغض اور حسد و کینہ سے پاک صاف ہونا ہے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے بچھونے میں رہے کہ اُس وقت نہ کسی پر ظلم کی نیت ہو اور نہ کسی سے بغض ہو اُس کے جلتے گناہ ہیں بخشے جائیں گے اور جب ردائل سے نفس پاک ہو تو دل کا آئینہ روشن ہو جاتا ہے اور نیند میں لوح محفوظ کے مقابل ہوتا ہے اور اُس میں غیب کے عجائبات اور اخبارِ غرائب متنقش ہوتے ہیں اور صدیقین میں بعضے وہ ہوتے ہیں جن کو خواب میں بات حیت اور مکالمہ اور محادثہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس کو امر کرتا ہے اور نہی کرتا ہے اور اُس کو خواب میں سمجھتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور موضع و مورد اُن چیزوں کا جو اُس کے لئے خواب میں امر و نہی سے مفتوح ہوتا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ امر و نہی ظاہر کا ہے خدا تعالیٰ کا گناہ گار ہوتا ہے۔ جو اس امر اور نہی میں غلط ڈالے بلکہ یہ امر اور احکام وقعت میں زیادہ تاکید کے اور عظمت کے ہیں اس واسطے کہ مخالف ظاہری کو توبہ و محو و منسی کر دیتی ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ اُس کا کوئی گناہ نہیں اور یہ دو امر خاص ہیں اور تعلق اس حال سے رکھتے ہیں جو اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں تو جب اُس میں غلط ڈالے تو اس بات سے ڈرے کہ اس کا طریق ارادت منقطع ہو جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رجوع اور رجعت القہقری ہے اور دشمنی اور محبت کے مقام کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے۔

یعنی پانچ سورتیں سورہ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن پڑھے اور ان کے ساتھ سورہ اعلیٰ کو ملائے تو چھ سورتیں ہو جائیں گی کہ ہر آئینہ علماء ان سورتوں کو پڑھا کرتے تھے اور ان کے برکات کی امید رکھتے تھے۔ سو جبکہ سونے سے اُٹھے تو احسن ادب سے جاگنے کے وقت یہ ہے کہ اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے اور اپنی فکر امر اللہ کی طرف پھیرے قبل اس کے کہ فکر کو کسی شے میں ماسوی اللہ سے لگائے اور زبان ذکر میں مشغول ہو اس واسطے کہ صادق ایک پجہ کی مثال ہے جو ایک شے کا حریص اور شیفہ ہے جب وہ سوتا ہے تو اسی شے کی محبت پر سوتا ہے اور جب وہ جاگا تو اسی چیز کو مانگتا ہے جس کا دیوانہ ہے اور اسی حرص اور حل پر موت اور قیام حشر تک ہوگا تو چاہیے کہ انسان نظر کرے اور غور سے دیکھے جب وہ نیند سے اُٹھے کہ اُس کا ارادہ کیا ہے اس واسطے کہ اسی طرح قبر سے اُٹھنے کے وقت ہوگا اگر اُس کا ارادہ اللہ ہے تو اُس کا وہی ارادہ ہے وگرنہ ارادہ اُس کا غیر اللہ ہے اور بندہ جب نیند سے جاگا تو اُس کا باطن طہارت فطرت کی طرف راجع اور عائد ہے تو چاہیے کہ باطن کو نہ چھوڑے کہ غیر ذکر اللہ کے متغیر ہو جب تک کہ اُس کا نور فطرت جس پر وہ جاگا ہے نہ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف اپنے باطن کے ساتھ قرار کرے اس خوف سے کہ مبادا ذکر اغیار ہو اور جس قدر اس معتاد کے ساتھ باطن وفا کرے اسی قدر طریق انوار اور رہ گزار نغفات النہی کے صاف اور برگزیدہ ہوں گے۔ پس سزاوار یہ ہے کہ اُس کی طرف رات کے حصوں میں مائل اور متوجہ ہو اور جناب قربت اُس کی امید گاہ اور مرجع ہو جائے اور زبان سے کہے: الحمد لله الذی احیاناً بعد ما ماتنا والیہ النشور۔ اور سورہ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھے اس کے بعد پاک پانی کا قصد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی نازل کرتا ہے تاکہ تم کو ساتھ اُس پانی کے پاک کرے اور حق عزوجل نے فرمایا ہے: انزل من السماء ماء فسال اودیة بقدرها۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا ساتھ اندازہ

اول سورة الكهف کی اور دس اُس کے آخر کی تو اور اچھا ہے اور کہے اللہم
فی احب الساعات الیہ واستعملنی باحب الاعمال الیہ التي تقرینی الیہ
ذلنی وبتعدنی من سخطک بعد اسالک فتعیننی واستغفرک فتغفر لی وادعولک
فستجیب لی اللہم لا تؤمنی مکرماً ولا تولنی غیرک ولا ترفع عنی سترک ولا
تنسئ ذکوک ورتجعلنی من العافلین۔

حدیث میں آیا کہ جس شخص نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اسکے پاس تین فرشتے
بھیجتا ہے کہ وہ نماز کے واسطے اُسے جگاتے ہیں۔ پھر اگر اُس نے نماز پڑھی تو
اُس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ نہیں اُٹھتا تو اُٹھے ہو یا میں عبادت کرتے
ہیں اور اُن کی عبادت کا ثواب اُس شخص کے نام لکھا جاتا ہے اور تسبیح و تحمید و تکبیر
کہے اُن میں سے ہر ایک میں تیس بار اور سوعد کو پورا اس سے کرے۔ لا اِلهَ
اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

سینتالیسواں باب

نیند سے جاگنے اور رات کو عمل کرنے کے بیان میں

جبکہ مؤذن مغرب کی اذان سے فارغ ہو تو دو خفیف رکعتیں اذان اور اقامت
کے درمیان پڑھے اور علماء و یہ دو رکعت گھر میں پڑھا کرتے ہیں اس میں عجلت کرتے
ہیں قبل اس کے کہ جماعت کے لئے گھر سے باہر نکلیں تاکہ وہ لوگ گمان نہ کریں کہ وہ
دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور ان کی اقتدار اس گمان سے کرنے لگیں کہ وہ سنت ہیں
اور جبکہ مغرب کی نماز پڑھے تو بعد مغرب سنت کی دو رکعت پڑھے ان میں جلدی کرے
کہ وہ دو سنت فرض کے ساتھ بلند ہوتی ہیں ان میں قل یا ایہا الکافرون اور قل
هو الله احد پڑھے۔ پھر ملائک شب اور کراما کا تبیین پر سلام کرے اور کہے: مرحبا
بملائکة اللیل مرحبا بالملکین الکریمین الکا تبیین کتبا فی صحیفتی وانی اشهد ان
لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله و اشهد ان الجنة حق و النار حق و المحضون
حق و الشفاعة حق و الصراط حق و المعیزان حق و اشهد ان الساعة آتیة لا ریب فیها و

سے وضو کو جائز رکھا ہے۔

اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے کہ اُس کو حکم طبعی قرار دیا ہے جو گناہ کو کھینچتا ہے اور گناہ شیطان کی ناپاکی ہے اور پانی شیطان کی ناپاکی کو دور کرتا ہے یہاں تک کہ بعض علماء غیبت اور جھوٹ کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور غصہ کے وقت اُس سبب سے کہ نفس غلبہ اور ظہور کرتا ہے اور شیطان ایسے موقعوں میں تصرف کرتا ہے اور اگر محافظ پاسبان مراقب محاسب جب کبھی نفس کسی مباح چیزوں میں خواہ وہ کلام ہو یا ملاقات لوگوں کی یا اس کے سوا دوسری چیزوں کی طرف جائے منجملہ اُن چیزوں کے جو عقد عزیمت کے کھولنے کے باعث ہو جیسے کہ ان باتوں میں غور کرنا جس کا کچھ حاصل نہیں ہے فعل میں ہو یا قول میں اور اُس کے پیچھے تازہ وضو کرے تو قلب اپنی طہارت اور نزاہت پر ثابت اور قائم ہو جائے گا اور البتہ وضو صفائی چشم باطن سے اس پلک کی مثال میں جائے گا جو ہمیشہ اپنی ہلکی ہلکی حرکت سے بینائی کو روشن کرتی ہے اور اُس کو نہیں جانتے مگر وہی لوگ جو عالم ہیں۔

پس فکر کر اُن چیزوں میں جن پر میں نے آگہی کی ہے تو اس کی برکت اور اثر حاصل کرے گا اور اگر وہ غسل کر ڈالے اُس وقت میں کہ یہ نئے حادثات اور عوارض پیش آویں اور نیند سے جاگے تو وہ غسل زیادہ تر قلب کی تنویر میں موثر ہوگا اور ہر آئینہ سزاور زیادہ ہوگا کہ بندہ ہر ایک نماز فریضہ کے لئے غسل کرے اس حالت میں کہ وہ اپنے مسائل کو اس میں صرف کرنے والا ہو کہ مناجات الہی اور سرگوشی میں مستعد اور مرگم ہو اور توبہ اور صدق انا بت سے غسل باطن کو تازہ اور مجدد کرے۔

اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: منیبین الیہ و اتقوہ و اقیمو الصلوٰۃ۔ انا بت اور تزویج کو مقدم کیا ہے اس کے لئے کہ وہ نماز میں داخل ہو مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکم خفیف سے جو آسان اور سہل ہے یہ بات ہے کہ جرح

اور بعد اُس کے دو رکعتیں پھر اپنے گھر پلٹ آدے یا اپنے کسی خلوت کے مکان میں اور چار رکعت پڑھے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت اپنے گھر میں جا کر بیٹھنے سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور ان چار رکعت میں سورۃ لقمان اور یس اور حم دغان اور تبارک الذی پڑھے اور چاہے تو تخفیف اُس میں کیے تو اُس میں پڑھے آیتہ الکرسی اور آمین الرسول اور اول سورۃ الحدید اور آخر سورۃ الحشر اور چار رکعت کے بعد گیارہ رکعت نماز پڑھے جن میں تین سو آیات قرآن شریف کی از ابتداء والسماء والطارق آخر قرآن تک پڑھے کہ اس میں تین سو (۳۰۰) آیات ہیں۔

اسی طرح شیخ ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور چاہے تو اس قدر اس سے تھوڑی رکعتوں میں پڑھے اور جو سورۃ الملک سے آخر قرآن تک پڑھے اور وہ ہزار آیات ہیں تو بڑی خیر کثیر ہے اور جو قرآن حفظ نہ ہو تو ہر ایک رکعت میں پانچ مرتبہ قل ہو اللہ احد دس مرتبہ تک یا زیادہ اُس سے پڑھے اور تہجد کے آخر تک وتر کی تاخیر نہ کرے الا اُس وقت کہ اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہو کہ اُس کی عادت تہجد کے لئے جاگنے کی ہے اور اس صورت میں وتر کی تاخیر آخر تہجد تک افضل ہے۔

اور ہر آئینہ بعض علماء ایسے تھے کہ جب سونے سے پہلے وتر پڑھتے۔ پھر تہجد پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو ایک رکعت پڑھتے اور اپنے وتر کو ساتھ اُس رکعت کے شفع کر لیتے تھے پھر جس قدر چاہتے نفل پڑھتے اور اُس کے آخر میں وتر پڑھتے اور اگر وتر اول شب پڑھے تو بعد وتر کے دو رکعت میں بیٹھ کر اذا نزلت والھکم التکاثر پڑھے اور کہا گیا ہے کہ دو رکعت کا بیٹھ کر پڑھنا بمنزلہ ایک رکعت کے ہے جو کھڑے ہو کر پڑھے جیسے وتر کا شفع ہوتا ہے حتیٰ کہ جب تہجد کا ارادہ کرے تو اُسے ادا کرے اور آخر تہجد میں وتر پڑھے اور ان دو رکعتوں کی نیت نفل کی ہی نیت ہے اور نہ دوسری۔ اور بہت سے آدمیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن کی نیت کی چگونگی میں گفتگو کیا کرتے ہیں اور جو ہر شب مسجات

مرتبہ پڑھے بعد ازاں نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے چاہے تو ان دونوں میں آیتہ الکرسی اور آمین الرسول پڑھے اور چاہے سوا اس کے اور کچھ پڑھے۔ بعد اس کے دو رکعت دراز نماز کی ادا کرے اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی کہ آپ اس طرح نماز تہجد پڑھا کرتے۔ پھر دو رکعت دراز نماز کی جو پہلے سے چھوٹی ہوں پڑھے اور اسی طرح درجہ بدرجہ اترتا چلا آئے یہاں تک کہ بارگاہ یا اٹھ رکعت نماز پڑھے یا اس پر بڑھائے اس واسطے کہ اس میں بہت فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔

ارتالیسواں باب

قیام شب کی تقسیم میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذین یبیتون لربہم سجداً و قیاماً یعنی او وہ لوگ کہ گزارتے ہیں رات کو واسطے رب اپنے کے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے اور بعض علماء نے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما كانوا یعملون کی تفسیر میں کہا ہے کہ عمل ان کا قیام شب تھا اور بعض علماء نے آیت استعینوا بالصبر والصلوۃ کی تفسیر میں کہا ہے کہ صلوۃ سے مراد صلوۃ لیل ہے جو مجاہدہ نفس اور مصاہرت دشمن پر ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے علیکم بقیام اللیل فانہ مرضاً لوبکم یعنی اپنے اوپر قیام شب کو لازم کر و اس واسطے کہ وہ تمہارے رب کو پسندیدہ ہے اور وہ آداب اور قاعدہ ہے صالحین کا جو تم سے پہلے تھے اور گناہوں سے باز رکھنے کا آلہ ہے اور معاصی کا تباہ کرنے والا ہے اور مکر شیطان کا دافع کرنے والا ہے اور بدن سے دکھ کا نکلانے والا ہے۔

اور صالحین کی ایک جماعت ایسی تھی کہ وہ ساری رات قیام کرتی تھی یہاں تک کہ چالیس تابعین سے نقل کی گئی ہے کہ وہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔ انہی میں سے سعید بن مسیب اور فضیل بن عیاض اور وہب بن ابوذر اور ابوسلیمان دارانی اور علی بن بکاء اور مصیب عجمی اور اکش بن المنہال اور ابو حازم

اپنے کے جنگل جاری ہو گئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پانی قرآن ہے اور جنگل قلوب ہیں سو وہ اپنے اندازے سے جاری ہو گئے اور اٹھا لیا اس پانی میں سے جس قدر ان کی وسعت اور سمائی ہوئی اور پانی مطہر ہے اور قرآن مطہر ہے اور قرآن پاک کرنے کے لائق تر ہے پانی تو اس کے قائم مقام دوسری چیز ہو جاتی ہے اور قرآن اور علم کے قائم مقام دوسری کوئی چیز نہیں ہوتی اور ان کے نائب مناب کوئی چیز نہیں اور پاک پانی ظاہر کو پاک کرتا ہے اور علم و قرآن دونوں باطن کو پاک کرتے ہیں اور شیطان کی نجاست کو دور کرتے ہیں۔ سو نیند غفلت ہے اور وہ آناطہ طبع سے ہے اور منرا دار ہے یہ بات کہ وہ پلیدی شیطان سے ہو اس وجہ سے کہ اس میں غفلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ روئے زمین سے ایک مٹی بھر مٹی لائی جائے پس وہ مٹی زمین کی جلد تھی اور جلد کا ظاہر بشرہ ہے اور باطن اس کا اومت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ایک بشر مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پس بشرہ اور بشر اس کے ظاہر اور صورت سے عبادت ہے۔ اور اومت اس کے باطن اور ادمیت سے عبادت ہے اور ادمیت اخلاق حمیدہ کا مجمع ہے اور مٹی ابلیس کے قدم تلے کی اڑی ہوئی تھی اور اسی سبب سے ظلمت اور تاریکی حاصل کی اور یہ ظلمت آدمی کی طینت میں عمیر اور معجون ہو گئی اور اس سے صفات مذمومہ اور اخلاق رقیہ ہیں اور اس سے غفلت اور سہو ہے۔

پس ہر گاہ کہ پانی کو استعمال کیا اور قرآن کو پڑھا تو کٹھے دو مطہر اور پاک کرنے والی چیزوں کو لایا اور اس سے پلیدی شیطان دور ہوتی ہے اور اثر اس کے روندنے کا جاتا ہے اور اس کے لئے علم کے ساتھ اور احاطہ جہل سے نکلنے کا حکم کرتا ہے۔ پس ظہور اور پاکیزہ کا استعمال میں لانا امر شرعی ہے کہ اس میں قلب کے روشن کرنے کی تاثیر ہے اس نیند کے مقابلہ میں جو ایسا حکم طبعی ہے کہ اس کی تاثیر قلب کو کمزور اور گندلا کرتی ہے اس واسطے اس کا نور اس کی ظلمت کو دور کرتا ہے۔ اور اسی واسطے بعض علماء نے آگ کی گرمی کوئی چیز

اُس پر نیند غالب ہو تو چاہیے کہ سو رہے۔

اگر حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دین میں بہت شدت اور سختی نہ کھینچو۔ اس واسطے کہ وہ مضبوط ہے اور جو کوئی اس میں سختی کھینچتا ہے تو اُس پر غاب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو مغضوب اپنے نفس کا نہ کرے اور طالب کے لائق یہ بات نہیں ہے اور نہیں سزاوار ہے کہ طلوع فجر ہو اور وہ پڑا سوتا ہو مگر یہ کہ ہر آئینہ رات میں اُس کے قیام میں طول ہوا تو اس میں وہ معذور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کہ جب وہ فجر سے پہلے ایک ساعت جاگے ساتھ اس کے کہ تھوڑا قیام اس کا رات میں ہوا تو یہ افضل اس سے ہے کہ قیام طویل کیا اور فجر نکلنے کے بعد تک سوتا رہا۔

پس اگر فجر سے جاگا استغفار اور تسبیح کثرت سے پڑھے اور اس ساعت کو غنیمت سمجھے اور جب کبھی رات میں غماز میں تو ہر دو رکعت بعد تھوڑا بیٹھے اور تسبیح اور استغفار کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کیونکہ اس سے وہ قیام پر راحت اور قوت پائے گا۔

اور ہر آئینہ بعض صالحین کہا کرتے کہ یہ پہلی نیند ہے سو اگر میں جاگوں۔ بعد ازاں دوسری نیند سوؤں تو اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو نہ سلانے۔ اور مجھ سے بعض فقراء نے اپنے شیخ کی حکایت کی کہ وہ اپنے یادوں کو رات میں ایک نیند لینے کا اور رات دن میں ایک دفعہ کھانا کھانے کا امر کیا کرتا۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رات کو اٹھ اگر چہ اسی قدر ہو کہ جتنے میں بکری کا دودھ دو ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مقدار چار رکعت اور دو رکعت کے برابر ہے۔ اور بعضوں نے اس آیت کی تفسیر میں توتی الملت من تشاء وتوزع الملت ممن تشاء کہا کہ مراد ملک سے قیام لیل ہے اور جو شخص کسل اور فتور عزیمت کے سبب یا استحقار کے باعث قیام شب سے محروم رہا اس واسطے کہ اس کو شمار اور اجتناد میں کم دکھایا اپنے حال پر فریفتہ اور مفتون ہوا تو سزاوار ہے کہ اُس پر گریہ کیا جائے اُس واسطے کہ حقیقت میں غیر و برکت کا ایک بڑا راستہ اُس سے قطع کیا گیا اور کبھی ادبِ احوال سے ایسے بھی ہوتے ہیں

اور تنگی کو دور کر دیا اور وضو سے غسل کا معاوضہ کر دیا اور مغفروناات کو ایک وضو سے ادا کرنا جائز کر دیا تاکہ گروہ امت سے حرج دور ہو اور جو لوگ کہ خواص اور اہل عزیمت ہیں اُن کے لئے اُن کے باطنوں سے بہت کچھ مطالبے ہیں کہ اُن پر اولیٰ کے ساتھ حکم کرتے ہیں اور اُن کو طریقِ اعلیٰ کے جانے پر مضطرب کرتے ہیں۔ پھر جس وقت کہ نماز میں کھڑا ہو اور تہجد کو شروع کرنا چاہے تو کہے: اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکرۃً واصیلۃً۔ اور کہے: سبحان اللہ والحمد للہ۔ یہ کلمات دس مرتبہ کہے اور کہے:

اللہ اکبر ووالمدک و الملکوت و المجدروت و الکبریاء و العظۃ
و الجلال و المقدرۃ اللہم ذک الحمد انت نور السموات و الارض
و ذک الحمد انت بہماء السموات و الارض و ذک الحمد انت قیوم
و السموات و الارض و ذک الحمد انت رب السموات و الارض و
من فیہن و من علیہن انت الحق و منک الحق و لقاک حق و الجنۃ
حق و النار حق و النبیون حق و محمد علیہ السلام حق اللہم ذک
اسلمت و بک آمنت و علیک توکلت و بک خاصمت و الیک حاکت
فاغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت انت
المقدم و انت المؤخر لا الہ الا انت اللہم انت تقوہا و زکما
انت خیر من زکما انت ولیہا و مولاہا اللہم اهدنی لاجت
الخلق لا یهدنی لاجت حسنہا الا انت و اصر فاعنی سیئہما لا یصرف
عنی سیئہما الا انت اسالک مسئلۃ البایس المسکین و ادعوک
دعاء الفقیر الذلیل فلا تجعلنی بدعاک رب شقیاً و کن لی رؤفا
رحیما یا خیر المسؤلین یا اکرم المعطین۔

پھر دو رکعت نماز تہجد الوضو کی پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاستح کے بعد
آیت ولو انہم اذ ظلموا انفسہم اور دوسری رکعت میں ومن یعمل سوءا وینظلم
نفسہ لثم یتغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً۔ اور دو رکعت کے بعد استغفار چند

گناہوں نے تجھے قید کر رکھا ہے تو چاہیے کہ بندہ اپنے دن میں اُن گناہوں سے بچنے جو رات کو قید اُسے کرتے ہیں۔

اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں سات مہینے ایک گناہ کے سبب جو میں نے کیا تھا قیام شب سے محروم رہا۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا؟ کہ میں نے ایک شخص کو دوتا ہوا دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ شخص ریا کار ہے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ میں زمین دبرہ پر گزرا اور وہ اُس وقت دور ہاتھ میں نے کہا تیرا کیا حال ہے؟ آیا تیرے کسی شخص کی کنبے قبیلہ سے خبر وفات آئی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُس سے بھی سخت تر پھر میں نے کہا کوئی درد ہے جو الم پہنچاتا ہے کہا کہ اس سے بھی سخت تر۔ پھر پوچھائیں نے کہ وہ کیا ہے؟ کہا کہ میرا دروازہ بند ہے اور پر وہ میرا لٹکا ہوا ہے اور میں نے اپنا ایک رات کا وظیفہ نہیں پڑھا اور یہ نہیں ہے مگر کسی ایک گناہ کے سبب جس کو میں نے کیا ہے۔

اور علماء سے بعضوں نے کہا ہے کہ احتلام ایک عذاب گناہ کا ہے اور یہ صحیح ہے اس واسطے کہ مرد بیدار کم غفلت اپنے حسن تحفظ سے اور اپنے حال کے علم سے اس کی قدرت اور اختیار رکھتا ہے کہ احتلام کا سدباب کرے اور احتلام نہیں راہ پاتا مگر اُس شخص کی طرف جو اپنے حال سے ناواقف اور جاہل ہو یا اپنے حکم وقت اور ادب حال کو اُس نے فعل چھوڑا ہو اور جس کا حسن تحفظ اور رعایت اور ادب حال کا قیام کامل ہوا ہو تو کبھی اُس کے گناہ سے جو موجب احتلام ہو تکیہ پر سر رکھتا ہے جبکہ وہ تکیہ چھوڑتے ہیں صاحب عزیز ہو۔ اور جو شخص کہ یہ گناہ اُس کا نہ ہو اور اس کے لئے یہ نیت ہو کہ قیام پر اس کو مدد پہنچے وہ کبھی سونے کے لئے تیاری کرتا ہے اور تکیہ پر سر رکھتا ہے اور یہ کبھی بعض آدمیوں کی نسبت گناہ ہوتا ہے۔ پس ہر گاہ کہ یہ مقدار صلاحیت اس کی رکھتی ہے کہ وہ ایک گناہ ہے جو احتلام کی کشش کرتا ہے تو اُس پر قیاس احوال گناہوں کا کر کہ وہ مخصوص اُن کے ارباب سے ہیں اور اُن کو اصحاب اُن کے پہچانتے ہیں۔

اور جبکہ وہ عالم صاحب کی نیت ہو جو مدخل اور مخارج کو جانتا اور پہچانتا

اور محمد بن المنکدر اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور ان کے سوا ہیں جن کو شیخ ابوطالب مکی نے اپنی کتاب قوت القلوب میں شمار کیا اور ان کے نام اور ان کے نسب لکھے ہیں۔ پھر جو شخص اس سے عاجز ہو تو اس کو دوثلث یا ایک ثلث شب مستحب ہے اور استیجاب سے اقل مرتبہ رات کا ایک چٹھا حصہ ہے اور یا یہ ہو کہ پہلے تہائی رات میں سوئے اور آدھی رات قیام کرے اور پچھلا چٹھا حصہ رات کا رہا اس میں سووے یا کہ اول نصف شب سو رہے اور شب کی ایک تہائی میں قیام کرے اور ایک چٹھا حصہ رات کا جو رہے اس میں سو رہے۔

اور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! میں چاہتا ہوں کہ تیری عبادت کروں۔ سو میں کس وقت قیام کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اے داؤد نہ رات کے اول میں قیام کر اور نہ اس کے آخر میں اس واسطے کہ جس شخص نے اس کے اول میں قیام کیا تو اس کے آخر میں سو رہا اور جو آخر میں کھڑا ہوا وہ اول میں رہ گیا لیکن رات کے وسط میں قیام کر تا کہ تو مجھ سے خلوت رکھے اور میں تیرے ساتھ خلوت رکھوں اور میرے سامنے اپنی عادتیں پیش کر اور دونیندوں کے درمیان قیام ہو وگرنہ اول شب سے نفس غلبہ کرے گا اور نوافل پڑھے پھر جب نیند غالب ہو تو سو رہے۔ پھر جب جاگے تو وضو کرے اور اس کے لئے دو قیام ہوں گے اور دونیند ہوں گی اور یہ امر اس کے اس فعل سے جو کر رہا ہے افضل ہو گا اور نماز اس وقت نہ پڑھے کہ اسے نیند آ رہی ہو جو نماز اور تلاوت سے اس کو فارغ اور بے فکر کر دے اس وقت کہ وہ مجھے جو وہ کہتا ہے۔

اور ہر آئینہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سختی میں تمام رات اپنے کونہ ڈالو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ فلانی عورت رات کو نماز پڑھتی ہے۔ پھر جب اس پر نیند غلبہ کرتی ہے تو وہ ایک رسی میں لٹک جاتی ہے سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے باز رکھا اور فرمایا کہ چاہئے کہ رات کو تم میں سے جو کوئی نماز پڑھے تو جس قدر کہ آسان اور سہل ہو اور جب

اور اُس کے فائدہ اور ثمرہ سے خبر دی ہے اور فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی اور
دور کرتی ہیں۔ یعنی پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔

اگر روایت ہے کہ ابوالبشر کعب بن عمرو انصاری کھجوریں بیچا کرتے تھے،
سو ایک عورت آئی جو کھجوریں خریدنا چاہتی تھی سو اُس سے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں
ہیں اور اس سے اچھی میرے گھر میں ہیں کیا تجھے ان کی خواہش ہے۔ عورت نے کہا
کہ ہاں سو وہ اُسے اپنے گھر لے گئے اور اُس سے لپٹ گئے اور اُس کی چوما چاٹ کی۔
عدت نے اُن سے کہا کہ خدا سے ڈو تو اُسے چھوڑ دیا اور پشیمان ہوئے۔ اُس کے
بعد وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ فرماتے ہیں اس
شخص کے حق میں جس نے غیر عدت سے بُری خواہش کی اور جو کچھ کہ عورتوں کے
ساتھ مرد کرتے ہیں اُس میں سے کوئی بات باقی نہ رکھی بلکہ اس کا ارتکاب کیا
بجز اس کے کہ اُس سے مجامعت نہیں کی۔

عمر بن الخطاب نے کہا ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر پردہ کیا اگر تو
نے اپنے نفس پر پردہ کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کچھ جواب
نہ دیا اور فرمایا میرے پروردگار کے حکم منتظر رہ اور عصر کی نماز کا وقت آگیا
اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جبکہ آپ فارغ
ہوئے تو جبریل علیہ السلام یہ آیت لائے: اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفاً
من اللیل ان المحسنات یدھبن السیئات۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کہاں ہے ابولبشر؟ اُس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ اپنے فرمایا کہ تمہارے ساتھ ال
نمازیں موجود تھا؟ عرض کی ہاں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا جاؤ کہ یہ نماز کفارہ اس عمل کی ہے جو تو نے
کے کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خاص حکم اُس کے لئے ہے یا ہمارے لئے
عام حکم ہے تو آپ نے فرمایا بلکہ عام سب کے لئے ہے۔

سو بندہ فجر کی نماز کے واسطے پوری طہارت کر کے صبح نکلنے سے پہلے تیار
ہوے اور فجر کا تجدید شہادت سے استقبال کرے جیسا کہ ہم نے اول شب یہاں
ذکر کیا ہے بعد ازاں اذان دے اگر مؤذن کی اجابت نہ کی ہو۔ اس کے بعد درت

کہ مقام قرب اُس کا ماویٰ ہو اور ایسی چیز پاتا ہے فراخی عیش سے کہ داعیہ شوق میں موجب فتور ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ قیام شب ایک وقوف مقام شوق میں ہے اور اس میں بہت لوگ مدعیوں میں سے مغالطہ میں پڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں اور جس کے لئے یہ امر ہو تو اُس کو چاہئے کہ اس بات کو جانے کہ ہمیشہ کے لئے اس حالت شوق کا رہنا متعذر ہے اور آدمی کو قصور اور لپساندگی اور شبہ پیش آتا ہے اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بڑھ کر کوئی حالت نہیں ہے کہ آپ نے قیام شب سے کبھی بے پرواہی نہیں کی اور آپ کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم کر آئے اور اس مسئلہ میں بعض محبت کرنے والے کہتے ہیں کہ نہر ائینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بحکم تشریح کیا ہے یعنی جس طرح مویشی کو پانی کے گھاٹ پر لاتے اور پلاتے ہیں اسی طرح آپ بھی نفس کو عبادت کے بعد واپس لاتے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ہوا ہے اور ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس کی تشریح اور ستانے کا اتباع اور تقلید نہ کریں اور یہ ایک بہت باریک بات ہے۔

پس اب تجھے معلوم ہو گا کہ ترک قیام میں فضیلت کا دیکھنا اور حضرت کے قرب میں جگہ پانے کا دعویٰ کرنا اور سونے اور جاگنے کو اپنے اوپر برابر کر دینا ابتلا اور ابتلائی حالی سے ہے اور بندہ کا مقید ہونا حال سے ہے اور بندہ میں حال کے واسطے نفس کا حال گردانا اور حال کی طرف سے حکم کالے جانا اور اصحاب قوت میں حال حکم نہیں کرتا اور حال کو اعمال کی صورتوں میں گھمالاتے ہیں۔ اس صورت میں وہ لوگ حال میں تعریف کرنے والے ہیں نہ یہ کہ حال ان میں تعریف کرنے والا ہو اور بندہ کو یہ امر جان لینا چاہئے اس واسطے کہ ہم نے صحیح لوگوں سے جو کہ کچھ علت نہ رکھتے تھے بعض کو دیکھا ہے جو اس میں رہے ہیں بعد ازاں ہم کو بتا سید اللہی منکشف ہوا کہ یہ امر وقوف اور قصور ہے۔

ایک شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوسعید میں تندرست رات بسر کرتا ہوں اور قیام شب کو دوست رکھتا ہوں اور وضو کے لئے پانی کو اپنے پاس رکھتا ہوں میرا کیا حال ہے کہ میں قیام شب نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے

اِنَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ذِي الْجَبَلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الشَّدِيْدِ اِسْأَلْتُكَ
 مِنْ يَوْمِ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةِ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقْرَبِيْنَ الشُّهُوْرِ وَالرُّكْعِ
 السَّجْدِ وَالْمَوْفِيْنَ بِالْعَهْدِ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَدُوْدٌ وَاِنَّكَ تَفْعَلُ مَا
 تُرِيْدُ سُبْحَانَكَ مَنْ تَفْعَلُ مَا لَمْ يَفْعَلْ قَالَ مَنْ سُبْحَانَكَ مَنْ لَيْسَ الْمَجِيْدُ
 تَكْرِمًا بِهٖ سُبْحَانَكَ الَّذِي لَا يَنْبَغِيْ التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَكَ سُبْحَانَكَ ذَا
 الْفَضْلِ وَالنَّعْمِ سُبْحَانَكَ ذِي الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَكَ الَّذِي اِحْصَى
 كُلَّ شَيْءٍ بِعِلْمِهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِىْ
 وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشْرِيْ
 وَنُوْرًا فِيْ لِحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ وَنُوْرًا مِنْ بَيْنِ يَدَيْ
 وَنُوْرًا مِنْ خَلْقِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِنْ
 فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِنْ تَحْتِيْ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ نُوْرًا وَاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَاَجْعَلْ لِي نُوْرًا۔

اور اس دعا میں بڑا اثر ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا یہ وظیفہ ہو مگر یہ
 کہ اُس کے پاس خیر ظاہر اور برکت ہے اور وہ وصیت صادقین سے ہے جو بعض
 نے بعض کو اُس کے حفظ اور محافظت کے لئے کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے منقول ہے کہ آپ اسے نماز فجر کے فرض اور سنت کے درمیان پڑھا کرتے تھے۔
 پھر مسجد میں جماعت کی نماز کا قصد فرماتے اور گھر سے باہر نکلنے کے وقت کہتے:

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صَدَقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صَدَقٍ وَاَجْعَلْ لِي

مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔

اور راستہ میں کہتے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مِمَّ شِئْتُ هٰذَا اَيْدِيْكَ

لَعَا اَخْرَجَ اِشْرًا وِبَطْرًا وَاِلٰى رِيْءٍ وَّلَا سَمْعًا خَرَجْتَ اِتْقَاءَ سَخَطِكَ

وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ اَسْأَلُكَ اِنْ تَنْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ وَاِنْ تَغْفِرْ لِيْ

ذَنْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذَّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہے تو وہ انواع و اقسام کے رفت و مدارات کے مثل بسترجماعت اور تکیہ زنی کے رعایت کیا جاتا ہے اور احتلام وغیرہ اپنے فعل پر مواخذہ اور معذب نہیں کیا جاتا۔ اور بہت سے سونے والے ہیں جو قیام شب کرنے والے پر بے وقت لے جاتے ہیں اس سبب سے کہ اس کو علم وافر اور نیت اس کی نیک ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ سوتا ہے تو شیطان اُس کے سر پر تین گمرہ لگا دیتا ہے پس اگر وہ اُٹھ بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو اس کی ایک گمرہ کھل جاتی ہے اور اگر اُس نے وضو کیا تو دوسری گمرہ کھل جاتی ہے اور اگر دو رکعت نماز پڑھی تو سب گمرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح کو خوش دل پاک نفس اُٹھتا ہے وگرنہ کاہل اور آلودہ نفس صبح کرتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص سوتا رہے تو شیطان اُس کے کان میں بول کرتا ہے اور جو چیزیں کہ قیام شب کی مغل ہوتی ہیں وہ کثرت اہتمام امور دُنیا اور کثرت اشتغال دُنوی اور اعضاء و جوارح کا ماندہ ہونا اور کھانے سے امتلا اور بات چیت اور بے ہودہ کلام اور شور و غل کی کثرت اور خواب چاشت کا چھوڑ دینا ہے۔ اور صاحب توفیق وہ شخص ہے کہ اپنے وقت کو غنیمت سمجھے اور اپنے درد اور اپنی دو کو جانے اور فرو گذاشت نہ کرے کہ وہ خود مہمل ہو جائے۔

اُنچاسواں باب

دن کے استقبال اور اسمیں ادب اور عمل کے بیان میں ہے

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ نماز کو دن کے دونوں طرف میں قائم رکھیں۔ مفسرین نے اس پر اجماع اور اتفاق کیا ہے کہ احد الطرفین سے فجر مراد ہے اور نماز فجر کا حکم دیا ہے اور دوسری طرف میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ مراد اس سے مغرب ہے اور دوسرے گروہ نے کہا نماز عشاء ہے۔ اور ایک گروہ کا قول ہے کہ نماز فجر و ظہر ایک طرف ہے اور نماز عصر و مغرب ایک طرف ہے اور زلفامن اللیل نماز عشاء ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے نماز کی بڑی برکت

رهتک و تحیتک و صلواتک علی محمد عبدک و نبیک و رسولک اللهم انت
 السلام و منک السلام و الیک یعود السلام فحینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام تبارک
 یا ذوالجلال و الکرام اللهم انی اصبحت لا استطیح و دفع ما اکره و لا املک نفع
 ما ارجو و اصبح الی مرید غیری و اصبحت مرتہنا بحملی فقیرا فقیر منی اللهم
 لا تشمت بی عدوی و لا تسوی صدیقی و لا تجعل مصیبتی فی دینی و لا تجعل الدنیا
 اکبرہمی و لا تسلط علی من لا یرحمنی اللهم هذا خلق جدید فافتحه علی بطاعتک و
 اضمنہ لی بعفرتک و رضوانک و ارزقنی فیہ حسنة تقبلہا منی و ترکہا وضعفہا
 و ما فعلت فیہ من سئیة فاغفر لی انک غفور رحیم و دو درضیت باللہ ربنا و بالاسلام
 دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ و سلم نبیا اللهم اسألت خیر هذا الیوم و خیر ما قبلہ و
 اعوذ بک من شرہ و شر ما لہ بہ و اعوذ بک من شر طوارق اللیل و النهار و من بغتات
 الامور و فجاءة الاقدار و من شر کل طارق یطرق الاطرق بطرق منک بخیر یا
 رحمن الدنیا و الآخرة و رحیمہما و اعوذ بک ان ادل او اذل او اضل او اضل
 او اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علی عز جارك و جل ثناءک و تقدست اسماءک
 و علمت نعماءک اعوذ بک من شر ما یلج فی الارض و ما ینخرج منها و ما نزل
 من السماء و ما یرج فیہا اعوذ بک من عذة المحرص و شدة الطمع و سورة الضب
 و سنة الغفلة و تعاطی الکلفة اللهم انی اعوذ بک من مباحاة الکثیرین و الازراء
 علی المقبلین و ان انمر ظالما او اخذل مظلوما و ان اقول فی العلم بغير علم او
 اعمل فی الدین بغير یقین اعوذ بک ان اشرك بک و انا اعلم و استغفرک لما
 اعلم اعوذ بعقوبک من عقابک و اعوذ برضاک من منحطک و اعوذ بک و منک
 لا احصی ثناء علیک انت کما اثبتت علی نفسك اللهم انت ربی لا الہ الا انت
 خلقتنی و انا عبدک و انا علی عهدک و وعدک ما استطعت اعوذ بک من
 شر ما صنعت ابوء بک بنعمتک علی و ابوء بذنبی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب
 الا انت اللهم اجعل اول یومنا هذا صلاحا و آخره نجما و اوسطه فلاحا اللهم
 اجعل اولہ رحمة و اوسطہ نعمة و آخرہ مکرمة اصبحتنا و اصبح المملکت

فجر کی ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سجدہ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھے اور جو چاہے تو پہلی میں قولوا آمنا باللہ وما انزل الایہ سورہ بقرہ کی اور دوسری میں ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول پڑھے۔ بعد ازاں استغفار اور تسبیح پڑھے جس قدر تعداد میں اُسے آسان معلوم ہو اور اگر اس کلمہ استغفر اللہ لذنبی سبحان اللہ بحمد ربی پر اقتصار کرے تو اُس کا مقصود تسبیح اور استغفار کا حاصل ہو گیا۔ اُس کے بعد کہے :

اللهم صلِّ علی مُحَمَّدٍ وَعلی آلِ مُحَمَّدٍ اللهم اسالك رحمة
 من عندك تهدي بها قلبي وتجمع بها شملي وتلم بها شعبي
 وترد بها الفتى وتعلم بها ديني وتحفظ بها غائبي وترفع بها
 شاهدي وتزكي بها عملي ومتبئس بها وجهي وتلقني بها رشتي
 وتعصمني بها من كل سوء اللهم اغطني ايماناً صادقا و يقيناً
 ليس بعده كفر ورحمة امال شرف كرامتك في الدنيا والاخرة
 اللهم اني اسالك القون عند القضاء ومنازل الشهداء وعيش
 السعداء والنصر على الاعداء ومرافعة الانبياء اللهم اني انزل بك
 حاجتي وان قصر الى وضعف عملي واقتقرت الى رحمتك واسالك
 يا قاضي الامور ماشا في الصدور كما تجير بين البحور ان تجيرني
 من عذاب السعير ومن دعوة الثبور ومن فتنة القبور اللهم
 ما قصر عنه راجي وضعف فيه عملي ولم تبلغه منيتي وامنيتي
 من خير وعدته احدا من عبادك او خير انت معطيه احدا من
 خلقك فانا رغب اليك فيه واسالك اياه يا رب العالمين اللهم
 اجعلنا هادين مهديين غير ضالين ولا مضلين حر بالاعدائك
 وسلماءك وليائك نجيبك الناس ولفادى بعدا وتلك من
 خالفك من خلقك اللهم هذا الدعاء مني ومنك الاجابة وهذا
 الجهد وعليك التكلان انا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة

فان تولوا فغل حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم
ليس كمثلہ شیء وهو السیخ البصیر۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد كما صلیت
علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد كما بارکت علی
ابراہیم وعلی ابراهیم انک حمید مجید۔ اللهم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و
قلب لا یخشع ودعاء لا یسمع اللهم انی اعوذ بک من فتنۃ الدجال وفتنۃ القبر ومن فتنۃ المعیاء والمعالم اللهم
انی اعوذ بک من فتنۃ ما علمت وشر ما لا اعلم واهوز بک من شر سمعی وصریحی ولسانی وقلبی اللهم انی اعوذ بک من
المسوءة والغفلة والذل والمسکنة واعوذ بک من الفقر والکفر والفسوق و
المشقا ق والنفاق وسوء الاخلاق وضحیق الازراق والسمعة والریاء واعوذ بک
من الصمم والیکم والجنون والجذام والبرص وسائر الکسائم اللهم انی اعوذ بک
من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءة نقمتک ومن جمیع سخطک
اللهم انی اسألت الصلوة علی محمد وعلی آلہ واسألتک من الخیر کلہ عاجلہ
وآجلہ ما علمت منه وما لم اعلم واسألت الجنة وما قرب الیها من قول
وعمل اعوذ بک من النار وما قرب الیها من قول وعمل واسألتک ما سألتک
به عبدک ونبیک محمد صلی الله علیه وسلم واستعینتک بما استعاذک منه
عبدک ونبیک محمد صلی الله علیه وسلم واسألتک ما قضیت لی من امر ان
یحصل عاقبتہ رشدا برحمتک یا ارحم الراحمین یا حی یا قیوم برحمتک استغیث
ولا تکلن الی نفسی طرفة عین واصلح لی شانی کلہ یا نور السّموات والارض یا
جمال السّموات والارض یا عماد السّموات والارض یا بید لیح السّموات والارض
یا ذا الجلال والاکرام یا صریح المستصرحین یا غوث المستغیثین یا منیثی
رغبة الراغبین ویا مفرج عن المکروبین والمردوح عن المغمو مین و
مجیب دعوة المضطربین وکاشف السوء وارحم الراحمین و اله العالمین
تذول بک کل حاجۃ یا اذم الراحمین اللهم استر عوراتی وآمن روعاتی و
قلنی عشرا تی۔ اللهم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمنی وعن شمالی
ومن فوقی واعوذ بک ان اغتال من تجتبی اللهم صنعت حقوقی رضاک صنعنی

فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو پڑھے جبکہ وہ نماز کے لئے باہر نکلے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اُس پر تعینات کرتا ہے کہ وہ اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وجہ کریم کے ساتھ اُس کا اقبال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کو ختم کرے اور جب مسجد میں داخل ہو یا نماز کے لئے سجدہ پر آوے تو کہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدِ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَفْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ -

اور داہنا پاؤں و نخل کے وقت اور بائیں پاؤں مسجد یا سجدہ سے باہر نکلنے کے وقت لکھے کہ صوفی کا سجدہ بمنزلہ گھر اور مسجد کے ہے۔ پھر صبح کی نماز جماعت سے پڑھے اور جب سلام پھیرے تو کہے :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
 اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَاعَزَّ جُنْدَهُ وَهَزَمَ اَرْحَامًا
 وَحْدَهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْقُضْلِ وَالْثَنَاءِ الْحَسَنِ لَا اِلٰهَ
 اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ -
 اور یہ دعا پڑھے :-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ - ننانوے اسم آخر تک پھر جب اُس سے فارغ ہو تو کہے :-

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّسَبِيْ اَلْحَقِّيْ وَ
 عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلُوٰةٌ تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلِحَقِّهِ اِدَاءٌ وَاَعْظٰى الوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ
 الْمَحْمُوْدِ الَّذِيْ وَعَدْتَهُ وَاَجْرُهُ عِنَاْمًا هُوَ اَهْلُهُ وَاَجْرُهُ عَنِّيْ اَفْضَلُ اِجَازِيْمِ
 بِنِيَاعِنِ اُمَّتِهِ وَصَلِّ عَلٰی جَمِيْعِ اَخْوَاتِهِ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُصَدِّقِيْنَ وَالشَّهَدَاءِ وَ
 الْمَصَالِحِيْنَ - اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِيْ الْاَوَّلِيْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِيْ الْاٰخِرِيْنَ وَصَلِّ
 عَلٰی مُحَمَّدٍ اَلْيَوْمِ الدِّيْنِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِيْ الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَدِّ
 مُحَمَّدٍ فِيْ الْاَنْجَسَادِ وَاَجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَاتِكَ وَاَوْسٰى بَرَكَاتِكَ رَافِعًا وَ

وجوهنا منك الحياء واملء قلوبنا بك فرحاً واسكن في نفوسنا من عظمتك مهابة
 وذلل جوارحنا لخدمتك واجعلت احب الينا مما سواك واجعلنا خصشى لك من
 سواك نسالك تمام النعمة بتمام التسوية ودوام العافية بدوام العصمة
 واداء الشكر بحسن العبادة - اللهم اني اسالك بركة الحيوة وخير الحيوة واعوذ
 بك من شر الحيوة وشر الوفاة واسالك خير ما بينهما احيني حياة السعداء
 حيوة من تحب بقاءه وتوفني وفاة الشهداء وفاة من تحب لقاءه يا خير الرازقين
 واحسن التوابين واحكم الحاكمين وارحم الراحمين ورب العالمين - اللهم صل
 على محمد وعلى آل محمد وارحم ما خلقت واغفر ما قدرت وطيب ما رزقت و
 تمم ما انعمت وتقبل ما استعملت واخفظ ما استحفظت ولا تهتك ما استرت
 فانه لا اله الا انت استغفرك من كل لذة بغير ذكرك ومن كل راحة بغير رضمتك
 ومن كل سرور بغير قربتك ومن كل فرح بغير مجالستك ومن كل شغل بغير
 معاملتك - اللهم اني استغفرك من كل ذنب تبت اليك منه ثم عدت فيه -
 اللهم اني استغفرك من كل عقد عقده ثم لعاف به اللهم اني استغفرك من
 كل نعمة انعمت بها علي فقويت بها على معصيتك اللهم اني استغفرك من كل
 عمل عملته لك فخالطه ما ليس لك اللهم اني اسالك ان تصلي على محمد
 وعلى آل محمد واسالك جوامع الخير وفوائده وخواتمه واعوذ بك من
 جوامع الشر وفوائده وخواتمه - اللهم احفظ فيما امرتنا واحفظنا عما نهيتنا
 واحفظ لنا ما اعطيتنا يا حافظ الحافظين يا ذاكر الذاكرين يا شاكر الشاكرين
 نذكرك ذكراً او بفضلك شكراً يا غياث يا مغيث يا مستغاث يا غياث المستغثين
 لا تكلني الى نفسي طرفة عين فاهلك ولا الى احد من خلقك فاضع كل في كلوة
 الوليد ولا تتخذ عني وتولني بما تتولى به عبادك الصالحين انا عبدك وابن عبدك
 ما صيلتي بيدك جاء في حكمك عدل في قضائك نافذ في مشيتك ان تعذب فاهل
 ذلك انا وان ترحم فاهل ذلك انت فافعل اللهم يا موكي يا الله يا رب يا
 انت له اهل ولا تفعل اللهم يا رب يا الله ما انا له اهل انت اهل التقوى و

لله والعظمة والكبرياء لله والمجبروت والسلطان لله والليل والنهار وما سكن
 فيها لله الواحد القهار اصبحنا على فطرة الاسلام وكلمة الاخلاص وعلى دين
 نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وملة انبياء ابراهيم حنيفا مسلما وما كان من
 المشركين اللهم اننا نسالك بان لك الحمد لا اله الا انت الخالق المنان بديع
 السموات والارض ذو الجلال والانكرام انت الاحد الصمد الذم لم يلد و
 لم يولد ولم يكن له كفوا احد يا حي يا قيوم يا حي حين يا حي في ملكه وبقائه يا
 حي محي الموتى يا حي محييت الاحياء وارث الارض والسماء اللهم اني
 اسالك باسمك باسم الله الرحمن الرحيم وباسمك الله لا اله الا هو الحي
 القيوم لا تاخذه سنة ولا نوم اللهم اني اسالك باسمك الاعظم الوجل
 الاعز الاكرم الذي اذا دعيت به اجبت واذا سئلت به اعطيت يا نور النور
 يا مدبر ان مور يا عالم ما في الصدور يا سميع يا قريب يا مجيب الدعاء يا
 لطيفا لما يشاء يا رؤف يا رحيم يا كبير يا عظيم يا الله يا رحمن يا ذا الجلال والاكرام
 اله الله لا اله الا هو الحي القيوم ومنت الوجوه لدحي القيوم ويا الهى
 وآله كل شئى آلهما واحدا لا اله الا انت اللهم اني اسالك باسمك يا الله
 الله الله الله الذى لا اله الا هو رب العرش العظيم فتعالى الله الملك
 الحي لا اله الا هو رب العرش الكريم انت الاول والآخر والظاهر والباطن
 وسعت كل شئى رحمة وعلما كهيحصن حصن عسق آل الرحمن يا واحد يا قهار
 يا عزيز يا جبار يا احد يا صمد يا ودود يا غفور هو الله الذى لا اله الا هو
 عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم لا اله الا انت سبحانك
 اني كنت من الظالمين اللهم اعوذ بك باسمك المكنون المخزون المنزل
 السلام المطهر انظاها القدس المقدس يا وهرا يا وهرا يا وهرا يا وهرا يا وهرا
 ازل يا من لا يزول ولا يزول هو يا هو لا اله الا هو يا من لا هو ان هو يا من
 لا يعلم ما هو ان هو يا كان يا كتب ان يا روح يا كائن قيل كون كل يا كائن بعد
 كل كون يا كون لكل كون اها اشرا عيا او اى اصبارت يا مجلى عزائمك مور

ونخذ الى الخبير بنا صديقي واجعل الرسلكم من ملتى رضائى اللهم انى ضعيف
 فقولى اللهم انى ذليل فاعزنى اللهم انى فقير فاعنتى برحمتك يا ارحم الراحمين
 اللهم انت تعلم سرى وعلا نيتى فاقبل معذرتى وتعلم حاجتى فاعطنى سؤالى و
 تعلم ما فى نفسى فاعف على ذنوبى اللهم انى اسالك ايمانا يباشر قلبى ويقيننا صادقا
 حتى اعلم اذ لن يمينى انك ما كتبت لى والرضا بما قسمت لى يا ذوالجلال والاکرام
 يا هادى المصلين ويا راحم المذنبين ومقبل عشرة العارفين ارحم عبدك
 ذا الخطر العظيم والمسلمين كلهم اجمعين واجعلنا مع الاحياء المرزوقين
 الذين انعمت عليهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحين آمين يا
 رب العالمين۔ اللهم عالم الخفيات رفيع الدرجات صفى الروح من امرك على
 من تشاء من عبادك غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذم الطول
 لا اله الا انت واليك المصير يا من لا يشغله شان عن شان ولا يشغله سمع
 عن سمع ولا تشتهه عليه الا صوات ويا من لا تخلطه المسائل ولا تختلف
 عليه اللغات ويا من لا يتبرم بالحاح المسلمين اذ قتي برء عفوك وحلاوة
 رحمتك۔ اللهم انى اسالك قلبا سليما ولسانا صادقا وعملا متقبلا اسالك من
 خير ما تعلم واهو ذك من شرت ما تعلم واستغفرك لما تعلم ولا اعلم و انت
 علام الغيوب۔ اللهم انى اسالك ايمانا لا نرتدو نجما لا ينفد وقررة عين
 لا يدومها فقة نبيك محمد و اسالك حبك وحب من احبك وحب عمل
 يقرب الى حبك اللهم بعلمك وقلبتك على خلقك اهيلنى ما كانت الحياة خيرا لى
 وتوفنى ما كانت الوفاة خيرا لى اسالك حشيتك فى الغيب والشهادة وكلمة
 العدل فى الرضاء والغضب والعقد فى نعتى والفقر ولذة النظر الى وجهك والشوق
 الى بقائك واعوذ بك من ضرر مضره وقتنة مضلة اللهم اقسر من
 خشيتك ما تحول به بينى وبين معصيتك ومن طاعتك ما يدخلنى جنتك
 ومن اليقين ما تهون به علينا مصائب الدنيا۔ اللهم ارزقنا حزن خوف الوعيد
 وسرور رجاء الموعود حتى نخذه لذة ما نطلب وخوف ما منه نهرب۔ اللهم اليس

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ جو میں ایک مجلس میں بیٹھوں جس میں فجر کی نماز سے طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کروں تو وہ مجھے محبوب تر اس سے ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ بعد ازاں دو رکعت نماز ادا قبل اس کے کرے کہ اپنی نشست گاہ سے پھرے اس واسطے کہ ہر آئینہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ان دو رکعت سے فائدہ اُس وقت کی رعایت کا ظاہر ہوتا ہے اور جب دو رکعتیں ارادہ کو جمع اور فہم کو حاضر اور جو پڑھتا ہے اس کو سوچ بچا کر پڑھ چکے تو اپنے باطن میں اثر اور نور اور روح و انس پاتا ہے جبکہ وہ صادق ہو اور جو شخص کہ اُس کو برکت سے ثواب فوری اپنے اس عمل کا ملے تو واجب ہے کہ ان دو رکعتوں سے پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری میں آمین الرسول اور اللہ نور التسمات والارضین آخر آیت تک پڑھے اور ان دو رکعت میں نیت اُس کی شکر الہی اور اُس کی نعمتوں پر ہو جو اُس کے دن اور رات میں پہنچیں۔ پھر دو رکعت اور پڑھے جن میں معوذتین ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ پڑھے اور یہ نماز اُس کی اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے دن اور رات کے شر سے پناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانگے اور ان دو رکعتوں کے بعد کلمات استعاذہ اور پناہ مانگنے کا ذکر کرے اور کہے اعوذ باسمک وکلمتک التامۃ من شر السامۃ والہامۃ واعوذ باسمک وکلمتک التامۃ من شر ما یجرى بہ اللیل والنہار ان ربی اللہ لا الہ الاہو علیہ توکلت وھوربت العرش العظیم۔

اور پہلی دو رکعت کے بعد: اللھم انی اصبحت لا استطیع دفع اکرہ ولا املک نفع ما ارجو واصبحت مرتھنا جملی واصبح امری بید غیری فلا فقیرا فقرمتی اللھم لا تشمت بی عدوی ولا تشی بی صدیقی ولا تجعل مصیبتی فی دینی ولا تجعل الدنیا اکبرھمی ولا مبلغ علمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی اللھم اعوذ بک من الذلوب التی نزل النعم

اہل المغفرۃ یا من لا تضرہ الذنوب ولا تنقصہ المغفرۃ ہب لی مالک یضربک
 واعطنی مالک ینقصک ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا مسلمین توفنی مسلماً والحقنی
 بالصالحین انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین ربنا علیک توکلنا والیک
 اتینا والیک المعید ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا والصبرنا
 علی القوم الکافرین ربنا اتنا من لذلک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشداً۔ ربنا
 اتنا فی الدنیا حسنةً و فی الآخرة حسنةً وقنا عذاب النار۔ اللہم صل علی محمد
 وعلی آل محمد وارزقنا العون علی الطاعة والعصمة من المعصية وافرغ
 الصبر فی الخدمۃ وادار الشکر فی النعمۃ واسألک حسن الخاتمة واسألک
 الیقین وحسن المعرفة بک واسألک المحبته وحسن التوکل علیک
 واسألک الرضا وحسن التفة بک واسألک حسن التقلب الیک۔ اللہم
 صل علی محمد وعلی آل محمد واصلم امة محمد اللہم ارحم امة محمد
 اللہم فرج عن امة محمد فرجاً عاجلاً ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
 سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غداً للذین آمنوا ربنا انک رؤوف رحیم
 اللہم اغفر لی ولوالدی وللمن توالدا وارحمہما کما ربیاتی صغیراً و
 اغفر لک عمالتنا وعمالنا واولادنا وخالنا وخالتنا وازواجنا وذریتنا ولجميع المؤمنین
 والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات یا ارحم الراحمین
 ویا خیر الغافرین۔

اورد ہر گاہ کہ دُعا مغز عبادت ہے تو یہی ہم کو اچھا معلوم ہوا کہ اس میں سے
 بہتر حصہ پورا لکھ دیں کہ جس کی برکت کی ہمیں امید ہے اور یہ وہ دعائیں ہیں جن کو شیخ
 ابوطالب کی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب قلوب میں چھانٹا اور نکالا ہے اور اس کی
 نقل پر پورا اعتماد ہے اور اس میں برکت ہے تو چاہیے کہ ان دعاؤں کے ساتھ دُعا
 مانگے کیلئے ہو یا جماعت میں امام ہو یا مقتدی۔ اور اس میں سے جس قدر چاہے
 محترم کرے۔



نماز چاشت پڑھے اور اگر اُس پر قضا ہو تو ایک یا دو دن کی یا زیادہ کی نماز پڑھے وگرنہ رکعتیں لمبی لمبی پڑھے اور قرآن اس میں پڑھے۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ بعض صالحین سے وہ تھے جو نماز میں قرآن ایک دن رات میں ختم کرتے تھے وگرنہ چند رکعات خفیہ سورۃ فاتحہ اور قل هو اللہ احد کے ساتھ اور دوسری آیات قرآن کے ساتھ پڑھے جن میں دُعا ہو جیسے یہ آیت رَبَّنَا عَلَيْنَا مَثَلُ الْإِنبِئَاتِ وَاللَّيْلِ الْمَعْصِيرِ۔ اور مثل اس آیت کے ہر ایک رکعت میں پڑھے خواہ ایک مرتبہ پڑھے خواہ اُسے دہرائے جس قدر کہ چاہے اور طالب کے حق میں یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اُس نماز کے جس کا ہم نے ذکر بعد طلوع آفتاب کیا ہے اور نماز چاشت کے درمیان پورے رکعت خفیہ پڑھے۔ اور صالحین سے بعضے وہ تھے جن کا ور درات دن میں سو رکعت اور دو سو رکعت اور پانچ سو رکعت اور ہزار رکعت تھا۔ اور جس کو دُنیا کا کوئی شغل نہ ہو اور اُس نے دُنیا کو اہل دُنیا پر چھوڑ دیا ہو تو اُس کی کیا اڈو ہے اور کیا شان ہے کہ بے فائدہ وقت گزارے اور اللہ تعالیٰ کی خدمت اور عبادت میں عیش نہ کرے۔

سہل بن عبد اللہ تسری نے کہا ہے کہ اُس بندے کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا مشغول نہیں ہوتا حالانکہ اُس کو دُنیا میں حاجت ہو پھر جبکہ آفتاب بلند اور صبح کی نماز سے ظہر تک وقت ادھیا جائے جس طرح کہ عصر، ظہر اور مغرب کے درمیان تنصیف کرتا ہے تو نماز چاشت پڑھے کہ نماز چاشت کے لئے یہ وقت افضل اوقات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز چاشت کا وہ وقت ہے کہ پچھتر آفتاب کی گرمی سے ماں کے سایہ میں سوتے۔ اور بعض نے کہا کہ چاشت کو اُس وقت ادا کریں کہ آفتاب کی گرمی سے پاؤں کو پسینہ آجائے۔ اور نماز چاشت کی کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں اور ہر دو رکعت کے پیچھے اپنے نفس کے لئے دُعا کرے اور تسبیح اور استغفار پڑھے۔ پھر اس کے بعد اگر یہاں پر مستحب ہے اُس کو ادا کرے جیسے زیارت یا بیماری پٹری وہاں جاوے

نہندہ جائے تو چند قدم قبلہ کی طرف چلے اور اسی طرح اُلٹے قدموں سے پیچھے ہٹے اور پشت قبلہ کی طرف نہ کرے۔ اس واسطے کہ دوام استقبال قبلہ اور ترک کلام و خواب اور دوام ذکر میں اس وقت کے بڑا اثر اور برکت بڑی ہے جس کو ہم نے الحمد للہ میں پایا اور ہم اس کی وصیت طالبین کو کرتے ہیں اور اس کا اثر اس شخص کے حق میں جو اذکار کے درمیان قلب اور زبان سے جمع کرتا ہے اکثر اور اظہر ہے اور یہ وقت اول نماز ہے اور دن آفات کا مقام ہے جبکہ اُس کا دل اس رعایت سے مستحکم ہو جائے گا تو اُس کی بڑی بنیاد مضبوط ہوگی۔ اور تمام دن کے اوقات اس بنیاد پر مبنی ہوں گے۔ پھر جبکہ طلوع آفتاب قریب ہو تو مسبعات عشر پڑھنا شروع کرے اور وہ خضر علیہ السلام کی تعلیم ہے جو ابراہیمؑ میں کو انہوں نے سکھلایا تھا اور ذکر کیا کہ اُس نے یہ مسبعات عشر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ جب اُس پر مداومت کرے تو تمام اذکار اور دعوات متفرقہ کو جمع کر لیا کرے اور مسبعات عشر دس چیزیں سات سات بار ہیں:-

سورة فاتحه اور معوذتین اور قل هو الله احد اور قل يا ايها الكفرون اور آیت الکرسی اور سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر اور درود حضرت نبی اور آل نبی پر اور استغفار کرے اپنے نفس اور والدین اور مومنین اور مومنات کے لئے اور سات دفعہ کہے: اللهم افعل بي وبهم عجايب وآجلا في الدين والدنيا والآخرة ما انت له اهل ولا تفعل بنا يا مولانا ما نحن له اهل انك عفور رحيم جواد كريم رؤوف رحيم۔

اور روایت ہے کہ جب ابراہیمؑ میں نے اس کو پڑھا بعد ازاں کہ خضر سے اس کو سیکھا تو خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں داخل ہوا اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور بہشت کے طعام سے کھایا۔ اور منقول ہے کہ وہ چار مہینے بغیر کھائے رہا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شاید اس واسطے تھا کہ اُس نے جنت کا کھانا کھایا تھا پھر جبکہ مسبعات سے فارغ ہو تو تسبیح اور استغفار اور تلاوت کی طرف آوے یہاں تک کہ ایک نیرہ کے برابر آفتاب بلند ہو۔

سے فوائد ہیں ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ وہ قیام شب کا معین اور مددگار ہے اور ایک یہ کہ نفس آرام پاتا ہے اور قالب باقی دن اور اُس کے عمل کے لئے مصعفا ہوتا ہے اور نفس جب آرام پاچکتا ہے تو وہ پھر تازہ دم کام میں ہوتا ہے۔ سو دن کی نیند سے جاگنے کے بعد نفس باطن میں اور ہی فرحت اور شوق کو پیدا کرتا ہے جیسا کہ صبح کے وقت نہانا۔ پس طالب صادق کے لئے دن میں دو دن ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی خدمت اور عمل میں کوشش کرنے کے لئے غنیمت جانتا ہے اور سزاوار ہے کہ قیلولہ سے ایک ساعت پہلے زوال سے جاگے تاکہ وضو اور طہارت سے قبل از استواء و زوال تیار ہو رہے۔ اس طرح کہ وقت استواء قبلہ روز ذکر کرتا ہوا یا تسبیح یا تلاوت کرتا ہوا ہو۔ قال اللہ تعالیٰ : **واقم الصلوٰۃ طرفی النہار** وقال فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اور نماز کو دن کے دونوں طرف میں قائم کر اور فرمایا کہ پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح کر پیشتر اس سے کہ آفتاب طلوع کرے اور قبل اس کے کہ آفتاب غروب ہو۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ قبل طلوع شمس نماز صبح ہے اور قبل از غروب آفتاب نماز عصر ہے۔ اور من اناد اللیل فسبح سے مراد نماز عشاء کے آخر ہے اور اطراف النہار سے مراد ظہر اور مغرب ہے اس واسطے کہ ظہر ن کی طرف اول کے آخر میں نماز ہے اور دوسری طرف کا آخر غروب آفتاب ہے اور اس میں نماز مغرب ہے تو ظہر طرف اول کے اول ہوئی اور مغرب طرف آخر کے۔ پس طرفِ آخر کا استقبال بیداری اور ذکر سے کرے جس طرح کہ طرف اول کا استقبال کیا اور ہر آئینہ خواب روز اور قیلولہ کی طرف از سر نو عود کیا جیسے کہ خواب شب کی طرف کیا تھا اور اول زوال میں سنت اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز زوال ہے جس کا وقت قبل از ظہر اُس کے اول اوقات میں ہے اور بندہ کو حاجت اس کی ہے کہ اول وقت کی اس نماز سے رعایت کرے جیسا کہ کراہت استواء آفتاب کا وقت

واعوذ بك من الذنوب التي توجب النقم۔

بعد ازاں دو رکعت اور پڑھے اس نیت سے کہ ہر ایک عمل جو وہ اپنے دن اور رات میں کرے اُس کے واسطے استخارہ ہو اور یہ استخارہ مطلق دُعا کے معنی میں ہوتا ہے وگرنہ استخارہ جس کے بابت احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہے جس کو ہر ایک امر کے پہلے جو وہ کرتا ہے پڑھتا ہے اور ان دو رکعتوں میں پڑھے قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد اور دُعا استخارہ پڑھے جیسے کہ اس کا ذکر اُس باب کے سوا دوسری جگہ گزرا ہے اور اُس میں کہے کہ ہر قول او عمل جس کو میں آج چاہتا ہوں اُس میں خیر عطا کر۔ پھر دو رکعت اور پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ الواقعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اس کے بعد کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واجعل جنک احب الیہ من حب الیہ الخ و خشیتک خوف الیہ عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق الی لقائک و اذا اقررت اعین اهل الدنیا بدنیہم فاقرری عینی بعبادتک واجعل طاعتک فی کل شیء صنی یا ارحم الراحمین۔

پھر دو رکعت اور پڑھے جن میں اپنے وظیفہ سے کچھ پڑھے جو قرآن سے ہو پھر اس کے بعد اگر خالی ہو کہ اُسے دُنیا کا کوئی شغل نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ نفل انواع عمل کے اندر نماز اور تلاوت اور ذکر دوپہر تک ادا کرے اور اگر ان لوگوں سے ہو جسے دُنیا کا شغل ہو خواہ اپنے نفس کے لئے یا اپنے عیال کے لئے تو چاہیے کہ اپنی حاجت اور مہمات کا امضا کرے بعد اس کے کہ دو رکعت نماز گھر سے باہر نکلنے کے لئے پڑھے اور اسی طرح ہمیشہ کرنا چاہیے کہ گھر کی طرف سے باہر نہ نکلے مگر بعد اس کے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس کو باہر جانے کی بُرائی سے بچائے اور گھر میں نہ آوے الا جبکہ دو رکعت نماز ادا کر لے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس کو اندر آنے کی بُرائی سے حفاظت کرے بعد ازاں کہ گھر والوں کو زوجہ وغیرہ سے سلام کرے اور جو گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی سلام کرے اور کہے السلام علی عباد اللہ الصالحین المؤمنین اور اگر خالی ہو تو بہتر ہے کہ وہ اُس وقت تک

زوال میں بقدر سورہ بقرہ کے بڑے دنوں میں پڑھے اور چھوٹے دنوں میں جو اُس سے قلیل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وعشیا وحین تظہرون اور وہی اظہار ہے پھر اگر سنت کے بعد فرض کے لئے جماعت کے اکٹھے ہونے کا انتظار کرے اور وہ دُعا جو نماز فجر کے فرض و سنت کے درمیان کی ہے پڑھے تو اچھا ہے اور اسی طرح وہ ہے جو وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ساتھ فجر کی نماز میں دُعا کی۔ پھر جبکہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو تو سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھے جیسا کہ ہم نے اس کا وصف پہلے کیا ہے اور اگر ان تمام آیات پر جن کا فجر کی نماز کے بعد ہم نے ذکر کیا ہے اور دُعاؤں پر بھی اندازہ کیا جائے تو یہ خیر کثیر اور فضل عظیم ہو گا اور جس کو ہمت بلند و عزیمت صادق ہو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے زیادہ نہیں سمجھتا بعد ازاں ظہر اور عصر کے درمیان کے وقت کو زندہ اور آباد کرے جس طرح کہ عشاء کے بعد اُس ترتیب کے موافق جس کا ہم نے ذکر نماز اور تلاوت اور ذکر اور مراقبہ سے کیا ہے اور جو ہمیشہ شب بیدار ہو تو وہ بڑے دنوں میں ظہر اور عصر کے درمیان تقویٰ اسور ہے اور جو ظہر عصر کے درمیان کے وقت کو دو رکعت سے زندہ کرے جن میں ایک چوتھائی قرآن پڑھے یا کہ اُس کو چار رکعت میں پڑھے تو وہ بہت ہی اچھا ہے اور جو ارادہ اُس کا کرے کہ اُس وقت کو بڑے دنوں میں سو رکعتوں سے زندہ کرے تو یہ ممکن ہے یا بیس رکعتوں سے جس میں قل هو اللہ احد ہزار مرتبہ پڑھے کہ ہر ایک رکعت میں پچاس ہوں۔ اور زوال سے پہلے مسواک کرے جبکہ وہ روزے دار ہو اور روزہ نہ ہو تو جس وقت منہ کے مزہ میں فرق آئے۔ اور حدیث میں ہے کہ مسواک منہ کی پاک کرنے والی ہے پروردگار کی پسندیدہ ہے اور فرضوں کے ادا کرنے کے وقت مستحب ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ نماز جو مسواک کرنے کے ساتھ ہو اُس کو بغیر مسواک کی ہوئی نماز پر بیشتر درجہ فضیلت ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور جو چاہے کہ ظہر عصر کے درمیان اپنی نماز میں بیس رکعت میں ہر ایک رکعت کے

وگر نہ علی الدوام اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرے بدوں اس کے ظاہر و باطن اور قلب و قالب میں سُستی آوے وگر نہ باطن میں علی کرے اور اُس کی ترقیب ہے کہ وہ پڑھے جب تک کہ انشراح خاطر ہو اور نفس اُس کا اجابت کرے۔

پھر اگر تھک جائے تو نماز سے تلاوت کی طرف تنزل کرے اس واسطے کہ صرف تلاوت نفس پر نماز سے سبک تر ہے۔ پھر اگر تلاوت سے کبھی تھک جائے ذکر اللہ تعالیٰ بالقلب و باللسان کرے اس واسطے کہ وہ قرأت سے سبک تر ہے۔ پھر اگر ذکر سے بھی تھک جائے تو ذکر لسان چھوڑ دے اور اپنے قلب پر مراقبہ کو لازم کرے

اور مراقبہ قلب کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے ہے۔ سو جب تک یہ علم اُس کے قلب کے ساتھ ہے تو وہ مراقبہ ہے اور مراقبہ عین ذکر ہے اور اُس سے افضل ہے۔ پھر اگر اُس سے بھی عاجز ہو اور اُس کے دوسرے مالک بن جائیں اور حدیث نفس اُس کے باطن میں بجوم کریں تو چاہیے کہ سوز ہے۔ اس واسطے کہ نیند میں سلامتی ہے وگر نہ کثرت حدیث نفس کی قلب کو سخت کر دیتی ہے جس طرح کہ کثرت کلام کی دل کو سخت کرے اس واسطے کہ وہ کلام بغیر زبان کے ہے سو اس سے پرہیز کرے۔

سہل بن عبد اللہ نے کہا بدترین گناہ حدیث نفس ہے اور طالب اپنے باطن کا اعتبار اسی طرح چاہتا ہے جس قدر کہ ظاہر کا اعتبار چاہتا ہے اس واسطے کہ وہ نفس کی حدیث اور اُن چیزوں کے سبب سے حمد اُسے متخیل ہوتی ہیں ان چیزوں کے یاد کرنے سے جو گزر گئیں اور دیکھیں اور سنیں مثل ایک دوسرے شخص کے اپنے باطن میں ہے۔ پس مراقبہ و رعایت سے باطن کو ایسے ہی مقید کرے جس طرح کہ ظاہر کو عمل اور رُوح ذکر سے مقید کرتا ہے اور جانتا ہے اُس طالب کے لئے جو بچہ ہو کہ نماز چاشت کی استوا سے روز تک سو رکعتیں اور پڑھے اور اس کی کم سے کم بیس رکعت ہیں جن کو خفیہ پڑھے یا کہ ہر دو رکعت میں ایک حقہ قرآن کا یا زیادہ یا کم اور بعد از فراغ نماز چاشت اور بعد از فراغ دوسری رکعت کے سونا بہتر ہے۔ سفیان نے کہا ہے کہ اس قوم کو اچنبھے کی بات معلوم ہوتی تھی جبکہ وہ فارغ ہوتے تو وہ سو جاتے اس عزم سے کہ طلب سلامت کریں اور اس سونے میں بہت

اور نوبت اس میں نشاط اور کسل کی ہوگی۔ اس واسطے کہ کسی قدر ہویٰ کی متابعت باقی ہے کیونکہ اُس کا تقویٰ ناقص ہے یا محبت دُنیا کی اُسے ہے اور جب کہ زہد اور تقویٰ میں صحیح اور سچتہ ہو گیا تو جو ارجح کا عمل ترک بھی ہو گیا تو وہ عمل قلب سے فتور میں نہ پڑے گا۔

پس جو شخص چاہے کہ ہمیشہ اُسے راحت ملے اور عمل اس کو کوشش مزہ دار معلوم ہو تو اس پر واجب ہے کہ مادہ ہویٰ کو گداختہ کرے اور ہویٰ و راحت نفس بھی زائل نہیں ہوتی۔ مگر اُس کی متابعت دُور ہو جاتی ہے اور نبی علیہ السلام نے وجود ہویٰ سے پناہ نہیں مانگی مگر اُس کی طاعت اور متابعت سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا اعدو ذب من ہوی متبع اور نہ پناہ مانگی وجود شح سے اس واسطے کہ وہ طبیعت نفس کی ہے مگر اُس کی طاعت سے پناہ مانگی اور فرمایا و شح مطاع اور متابعت ہویٰ کے دقیقے اور باریکیاں اُسی قدر ظاہر ہوتی ہیں جس قدر کہ قلب میں صفائی اور حال میں علو اور بلندی ہو اس واسطے کہ بندہ کبھی ہویٰ کا تابع ہوتا ہے اس طرح پر کہ خلق کی صحبت اور اُن کی بات چیت میں اور اچھی معلوم ہوتی ہے یا کہ اُن کی طرف دیکھنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور کبھی ہویٰ کا تابع اس طرح پر ہوتا ہے کہ وہ سونے اور کھانے پینے میں اعتدال سے تجاوز کرتا ہے اور اس کے سوا اور چیزوں میں جو اقسام ہویٰ سے ہیں جس کی تبعیت کی جاتی ہے اور یہ شخص اُس میں مشغول رہے جس کے لئے دُنیا کے سوا اور کوئی شغل نہیں ہے۔ بعد ازاں عصر کے قبل چار رکعتیں پڑھے پھر اگر اُس کو تازہ وضو کرنا ہر ایک فرض کے واسطے ممکن ہے تو یہ اتم و اکمل ہے اور اگر غسل کر لیا کرے تو اور بھی افضل ہے کیونکہ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ باطن کی نورانی اور نماز کے تکمیل کرنے میں اُن کا اثر ظاہر ہے اور عصر کے پہلے چار رکعتوں میں اذا زلزلت اور العاديات اور القارعة اور الہیکم التکاثر پڑھے اور عصر کی نماز ادا کرے اور بعض ایام میں اُس کے اندر والشماء ذات البروج کو داخل قرأت کرے۔

اور میں نے سنا ہے کہ سورۃ البروج کا عصر کی نماز میں پڑھنا دُنبلوں سے

گزر گیا ہو قبل از موزن وقت کو جان لے تب نماز زوال پڑھنا شروع کرے۔ اور اذان اس حال میں سنے کہ اس نماز کو ادھیا چکا ہو بعدہ نماز ظہر کے لئے مستعد ہو۔ پھر اگر اپنے باطن میں اُس کو کدورت معلوم ہو اس ملاقات اور صحبت سے جس کا اتفاق پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اُس کی طرف تضرع اور زاری کرے اور ظہر کی نماز شروع نہ کرے مگر اُس وقت کہ باطن کو پھر اپنے حال پر صفائی سے نہ پائے۔ اس واسطے کہ جو لوگ حلاوت مناجات کا ذائقہ پانے والے ہیں اُن کے لئے ضرور ہے کہ نماز میں صفائی انس حاصل کریں اور تھوڑے مباح میں جانے سے مکدر ہو جاتے ہیں اور اُس سے اُن کے باطنوں پر ایک بستگی اور کدورت آجاتی ہے اور کبھی یہ بات صرف اختلاط اور صحبت اہل اور اولاد سے ہو جاتی ہے باوجودیکہ اس مخالطت اور مجالست کو عبادت ٹھہرایا ہے لیکن حسنات ابرار کے سیات مقربین ہیں تو نماز میں کھڑا نہ ہو الا جبکہ یہ بستگی در اور کدورت زائل ہو اور اس بستگی کا رفع ہونا اس طریق سے ہے کہ انابت اور استغفار اور تضرع الی اللہ تعالیٰ صدق سے کرے۔ اور یہ جو کدورت کہ اہل اور اولاد کے مجالست سے پیدا ہوتی ہے اُس کی دوا یہ ہے کہ وہ جب اُن کے ساتھ بیٹھے تو اُن کی طرف میلان نام نہ کرے اور قلب اس میں چوری کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی طرف ناظر رہے۔ سو یہ نظرات اس مجالست کی کفارہ ہو جاتی ہیں مگر جب کہ قوی الحال ہو کہ اُس کو خلق محبوب حق سے نہ کرے اور اس صورت میں بستگی اُس کے باطن میں نہ آئے گی۔

پس جب وہ داخل ہوا نماز میں نہ پایا اُس کو اور پایا باطن اور قلب اپنے کو اس واسطے کہ خوش ہو نفس اس کا طرف مجالست کے خوش ہو گا نفس اُس کا پھرنے والا طرف روح قلب کے اس واسطے کہ مجالست اور مخالطت کرتا تھا اور آنکھ ظاہر کی دیکھتی ہے خلق کو اور آنکھ قلب کی دیکھتی ہے حضرت الہی کو پس اس صورت میں بستگی اُس کے باطن میں نہ آئے گی۔ اور نماز زوال جس کا ہم نے ذکر کیا بستگی کو کھول دیتی ہے اور باطن کو ظہر کی نماز کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ پس نماز

ہر روز سوم مرتبہ اس کو کہا تو اُس کے لئے دس بندہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اُس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس سے تنویرائیاں مٹائی جائیں گی۔ اور اس کو شیطان سے حفظ اُس دن میں ہوگا تا آنکہ وہ شام کرے اور کوئی اُس سے افضل عمل نہ کرے گا مگر وہ کوئی کہ اس سے زیادہ پڑھے گا اور دوسو مرتبہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ اس واسطے کہ ہر آئینہ وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے اپنے دن بھر میں دوسو مرتبہ کہا لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین تو کسی نے اپنے دین میں عمل نہیں کیا کہ افضل اُس کے عمل سے ہو اور سوم مرتبہ کہے: سبحان اللہ والحمد للہ آخر تک اور سوم مرتبہ لا الہ الا اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ اور سوم مرتبہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین اور سوم مرتبہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اور سوم مرتبہ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الی القیوم واسالہ التوبۃ اور سوم مرتبہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ اور مغرب کے بعضے فقرا کو میں نے دیکھا ہے کہ اُن کے پاس تسبیح تھی جس میں ہزار دانے تھے اور ایک تھیلی میں رکھتا تھا مذکور ہوا کہ اُس کا وظیفہ تھا کہ ہر روز اُس کو بارہ مرتبہ انواع ذکر کے ساتھ پھیرتا تھا۔

اور بعضے صحابہ سے منقول ہے کہ یہ ورد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رات دن کے اندر تھا اور بعضے تابعین سے منقول ہے کہ آپ کا ورد تسبیح سے تیس ہزار ایک دن رات میں تھا اور چاہیے کہ سو بار ایک دن رات میں اس تسبیح کو پڑھے: سبحان اللہ العلی الدیان سبحان اللہ الشدید الکران سبحان من یدھب باللیل ویاتی بالنھار سبحان من لا یشغلہ شان عن الشان سبحان الجنان العنان سبحان الصبیح فی کل مکان۔

روایت ہے کہ بعضے ابدال سمندر کے کنارے سو رہے تو اس تسبیح کو اُس نے رات کو سوتے پہرے سنا کہا کون ہے؟ جس کی آواز میں سُنتا ہوں اور اُس کے شخص کو نہیں دیکھتا سو اُس نے کہا کہ میں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں جو اس دریا پر موکل ہوں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اس تسبیح کے ساتھ کرتا ہوں جب

اندر ایک آیت یا بعض آیت پڑھے تو پہلی رکعت میں پڑھے: وَتَبَا تَبَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ
 وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ۔ بعد ازاں دوسری رکعت میں دُعا فرمائی
 صبراً وثبتت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين۔ بعد ازاں ربنا لا تو اخذنا
 آخر سورة تک۔ بعد ازاں ربنا لا تنزع قلوبنا الا بئنا (الایم) بعد ازاں ربنا اننا سمعنا منا
 ینادی للایمان (الایة) بعد ازاں ربنا بما انزلت بعد ازاں انت ولینا فاغفر لنا بعد ازاں
 فاطر السموات والارض انت ولی بعد ازاں ربنا انک تعلم ما تخفی وما نعلن بالایة
 بعد ازاں وقل رب زدنی علماً بعد ازاں لا اله الا انت سبحانک بعد ازاں رب
 لا تذرنی فرداً بعد ازاں وقل رب اغفر وارحم و انت خیر الراحمین بعد ازاں
 ربنا هب لنا من ازواجنا بعد ازاں رب اوزعنی ان اشکر نعمتک الّتی انعمت
 علی و علی والدی وان اعمل صالحاً ترضاه و ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین۔
 بعد ازاں یعلم خائفة الاعین وما تخفی الصدور بعد ازاں رب اوزعنی ان اشکر
 نعمتک الّتی انعمت علی الّذیه سورة الاحقاف سے۔ بعد ازاں ربنا علیک توکلنا
 بعد ازاں رب اغفر لی ولوالدی و لمن دخل بیتی مومناً وللمومنین والمومنات
 و لا تزدد الظالمین الا تباراً۔

جب کبھی نماز پڑھے تو چاہیے کہ ان آیات سے پڑھے اور نماز میں ان آیات
 کی پاس اور حفظ سے جو دل و زبان کی موافقت سے ہو قریب ہے کہ بندہ مقام
 احسان تک پہنچ جائے اور اگر کسی ایک آیت کو ان آیات میں سے ظہر یا عصر
 میں دُہراوے تو وہ تمام وقت اپنے مولا سے سرگوشی کرنے والا ہوگا اور دُعا
 مانگنے والا اور تلاوت کرنے والا اور نماز پڑھنے والا ہوگا اور عمل میں کوشش
 اور دن کے اجزاء میں پوری لذت و حلاوت کا حامل بے زحمت کرنا نہیں راست
 آوے گا مگر اُس بندہ کے لئے جس کا دل کمال تقویٰ اور کمال زہد فی الدنیا سے
 پاک اور صاف ہو اور اُس سے ہوئی کی متابعت لے لی گئی ہو۔ اور جب تک
 کسی ایک شخص میں تقویٰ اور زہد اور ہوئی سے بقیہ موجود ہو تب تک عمل میں
 اُس کی فرحت دائمی نہ ہوگی بلکہ ایک وقت خوش ہوگا اور ایک وقت غمناک ہوگا

تسبیح اور استغفار میں ہو اور غروب کے وقت بھی پڑھے سورہۃ والشمس واللیل اور معوذتین اور استقبال شب مثل استقبال روز کے کہ بے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-
 وهو الذی جعل اللیل والنهار خلفۃ لمن اذ ان یدکر او اذ شکورا بسو جیسے کہ
 شب پیچھے دن کے آتی ہے اور دن کے پیچھے رات تو یہ سزاوار ہے کہ ذکر اور شکر
 سے ایک کو دوسرے کے پیچھے لاوے کہ اُن کے درمیان کوئی چیز نہ ہو جس طرح کہ
 دن اور رات کے درمیان کوئی شے حامل نہیں ہوتی اور ذکر کل اعمال قلب ہیں
 اور شکر اعمال جوارح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اعلموا ان داؤد شکرا۔
 یعنی اے آل داؤد شکر کرو اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ایک انوار باب

شیخ کے ساتھ آداب مرید کے بیان میں ہے

مریدوں کا ادب شیخوں کے ساتھ حضرت صوفیہ کے نزدیک ضروری آداب
 سے ہے اور اُس میں قوم کو اقتدا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
 صحابہ علیہم الرضوان کی ہے اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا ایہا الذین
 آمنوا لا تقدوا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیہ یعنی اے
 ایمان والو پیش دستی مت کرو رو برو اللہ اور اُس کے رسول کے اور اللہ تعالیٰ
 سے ڈرتے رہو تحقیق اللہ تعالیٰ سننے والا جانتے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ کہا ایک گروہ بنی تمیم کا حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ قحط ع بن عبد کو
 امیر کرنا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اقرع بن حابس کو امیر اس گروہ کا بنائیں۔ حضرت
 ابو بکرؓ نے کہا تم نے نہیں ادا وہ کیا مگر میرے خلاف کا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں
 نے تیرے خلاف کا ادا نہیں کیا سو وہ باہم جھگڑنے لگے حتیٰ کہ اُن دونوں کی
 آوازیں بلند ہوئیں تب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا
 ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لا تقدوا کے معنی ہیں لا تتکلموا بین یدی کلامہ

محفوظ رہنے کا موجب ہے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھے جو جو ہم نے آیات اور دُعا اور دوسری چیزوں سے لکھی ہیں جو اُسے آسان معلوم ہو پڑھے اور جب عصر کی نماز پڑھ چکا نماز کے نوافل کا وقت گیا ذکروں کا اور تلاوت کا وقت باقی ہے اور اُس سے افضل اس شخص کی مجالست اور صحبت ہے جو اُس کو دُنیا سے رغبت کرے اور اُس کا کلام تقویٰ دستگی کو راست اور درست کرے یعنی وہ علماء جو دُنیا سے بے رغبت ہیں اور اُن باتوں کے ساتھ کلام کرنے والے ہیں جو مریدوں کی عزیمت اور آہنگ کو تقویٰ کرتے ہیں۔

پھر جبکہ کہنے والے اور سُننے والے کی نیت صحیح ہوئی تو یہ صحبت اور ہم نشینی اس سے افضل ہے کہ آدمی تنہا ہے اور ذکر اذکار کی مداومت کرے اور اگر یہ صحبت موجود نہ ہو اور مستغذر ہو تو پھر چاہیے کہ انواع اقسام کے اذکار کا دروازہ رکھے اور اگر اس وقت اپنے حوائج اور امور معاش کے لئے اُس کا باہر جانا ہو تو یہ اولیٰ اور افضل اس سے ہے کہ وہ صبح کے وقت باہر جائے اور گھر سے باہر نہ نکلے مگر یہ کہ با وضو ہو۔ اور علماء کی ایک جماعت نے نماز عصر کے بعد تحیت طہارت کی نماز کو مکروہ لکھا ہے اور مشائخین اور صالحین نے اُس کی اجازت دی اور جب کبھی اپنے گھر سے نکلے تو کہے بسم اللہ ماشاء اللہ حسبی اللہ لا قوۃ الا باللہ اللہم ایلک خرجت وانت اخرجتہنی۔ اور چاہیے کہ سورۃ فاتحہ اور معوذتین پڑھے اور ہر روز جس قدر ہو سکے صدقہ دینا ترک نہ کرے اگرچہ ایک چھوٹا ہو یا ایک لقمہ ہو اس لئے کہ تقویٰ احسن نیت کے ساتھ بہت ہے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سائل کو ایک انگور فقط دیا ہے اور فرمایا کہ ہر آئینہ اس میں بہت سے ذروں کا وزن ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ہر ایک شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے ذریعہ سایہ ہے اور بندہ اس ذکر سے اذعمر تا مغرب سو مرتبہ پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و ہو علیٰ کل شیء قدیر۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس شخص نے

ہو اور قول کی طرف نظر کرنا اُس کو مقام طلب اور افزوں خواہی سے اس مقام کی طرف
 رد کرتا اور پھیرتا ہے جس میں ایک شے کا اثبات اپنے نفس کے واسطے ہو اور یہ مرید
 کا گناہ ہے اور منراواریہ ہے کہ اُس کی نگہداشت مبہم اپنے حال کی طرف ہو جس کا اسکا
 واستفسار شیخ سے سوال کے ساتھ ہو باوجودیکہ مرید صادق شیخ کی حضوری میں زبانی سوال
 کا محتاج نہ ہو بلکہ شیخ اس کو جو چاہے وہ ابتداء کئے۔ اس واسطے کہ شیخ چاہتا ہے کہ
 جو کئے وہ حق کے ساتھ کہے اور صادقین کی موجودگی میں اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی
 طرف بلند کرتا ہے اور اُن کے لئے بارانِ رحمت طلب کرتا ہے اور ان کو پلانا چاہتا
 ہے سو اُس کی زبان اور اُس کا دل دونوں اُن طالبوں کے احوال سے جو محتاج اُس
 کے ہیں کہ جس کے ساتھ اُس پر کشود ہو ضرورت وقت کی طرف ماخوذ اور منجر ہیں۔ اس
 واسطے کہ شیخ طالب کی نگاہ اور چشم داشت اپنے قول کی طرف جانتا ہے اور اپنے
 قول کو طالب کی طرف سے شامد میں لانا اور اعتبار اس کا کرنا سمجھتا ہے اور قول تخم
 کی مثال ہے جو زمین میں پڑتا ہے سو جب کہ تخم خراب ہوتا ہے تو وہ نہیں جمتا اور
 کلمہ کی خرابی اور فساد اس سبب سے ہوتا ہے کہ اُس میں ہوئی کو دخل ہوتا ہے۔
 پس شیخ کلام کے تخم کو مہونی کے شائبہ سے پاک صاف کرتا ہے اور اُسے
 اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور راستی مانگتا ہے۔ اُس
 کے بعد بات کہتا ہے لہذا کلام اُس کا حق کے ساتھ حق سے حق کے واسطے ہوتا
 ہے۔ اسی واسطے شیخ مریدوں کے لئے امین الہام ہے اور جس طرح سے کہ جبریل امین
 وحی ہے سو جس طرح کہ جبریل وحی میں خیانت نہیں کرتا ہے شیخ الہام میں خیانت نہیں
 کرتا اور جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی سے نطق نہیں کرتے شیخ جو کہ
 ظاہر اور باطن سے مقتدی رسول اللہ کا ہے ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتا اور ہوائے
 نفس میں قول میں دو شے کے ساتھ ہے اُن دو میں سے ایک خواہش طلب قلوب
 کی اور نحووں کو اپنی طرف پھیر لیتا ہے اور شیخوں کی شان سے یہ نہیں ہے اور
 دوم نفس کا ظہور کرنا کلام کی شیرینی اور اچھبے کے ساتھ ہے اور محققین کے نزدیک
 یہ ایک خیانت ہے اور شیخ اُن باتوں میں جو اُس کی زبان پر جاری ہوتی ہیں خفتہ نفس

سے کہ میں پیدا ہوں۔ میں نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو کہا مہلیہما ٹیل ہے پھر میں نے کہا اس تسبیح کا ثواب کیا ہے؟ جواب دیا کہ جس نے اُسے سو بار کہا تو وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اپنی نشست گاہ جنت سے دیکھے یا کہ اس کو دکھلائی جائے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی کہ مقالید السموات والارض۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسی بڑی چیز کی نسبت سوال کیا جس کو تمہارے سوا کسی دوسرے نے نہیں پوچھا اور وہ یہ ہے:-

لا اله الا الله والله اكبر وسبحان الله والحمد لله ولا حول
ولا قوة الا بالله عزوجل واستغفر الله الاول والاخر و
المظاهر والباطن له الملك وله الحمد بيده الخير وهو على

كل شئ قدير

جس نے دس مرتبہ صبح کے وقت اور شام کے وقت کہا اُسے پچھ نخصلتیں عطا کی جاتی ہیں تو پہلی نخصلت یہ ہے کہ وہ شیطان اور اُس کے لشکر سے محفوظ و مصون رہتا ہے۔ اور دوسرے یہ ہے کہ اُسے اجر کا ایک خزانہ دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ ہے کہ اُس کا درجہ بہشت میں بلند کیا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس کو حواریں گشادہ چشم سے متزوج کرتا ہے۔ پانچویں یہ کہ بارہ فرشتے اُس کے لئے طلب آمزش کرتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ اُس کے لئے اجر اتنا ہی ہوتا ہے جیسے کہ کسی نے حج اور عمرہ کیا اور اس وقت یہ بھی کہے۔ اور صبح کے وقت: اللهم انت خلقتني وانت هديتني وانت تطعمني وانت تسقينني وانت تعطينني وانت تحيينني انت رب لي سوالك ولا اله الا انت وحدك لا شريك لك اور کہے ماشاء الله لا قوة الا بالله ماشاء الله وكل نعمته من الله ماشاء الله الخير كله بيند الله ماشاء الله لا يصرف السوء الا الله۔ اور کہے حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم۔ بعد ازاں وضو اور طہارت کے شب کا استقبال کرنے کو تیار ہو اور مستبعات غروب سے پہلے پڑھے اور برابر

سری رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسن ادب ترجمان عقل ہے اور ابو بکر بن حنیف نے کہا ہے کہ مجھ سے ادبم نے کہا کہ اے فرزندِ عدل کو اپنے نمک بنا اور ادب کو اپنے آٹا بنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تصوف کل ادب ہے ہر ایک وقت کا ادب ہے اور ہر ایک حال کا ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے۔ سو جو شخص ادب کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو وہ مردوں کے مرتبہ کو پہنچتا ہے اور جو کوئی ادب سے محروم رہا تو وہ بعید ہے اُس جگہ سے کہ قرب کا ظن کرتا ہے اور اُس جگہ سے کہ قبولیت کی امید لکھتا ہے مردود و مطرود ہے۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی تادیب سے نسبت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ لا ترفحوا اصواتکم فوق صوت المنبی۔ یعنی اپنی آوازوں کو اوپر نبی کے بلند مت کرو۔

ثابت بن قیس بن شماس کے کان میں گرانی تھی اور بڑی آواز اُس کی تھی سو جب وہ کسی آدمی سے بات کرتا تو بلند آواز سے کہتا اور اکثر اوقات حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیا کرتا تو اُس کی آواز سے آپ کو اذیت پہنچا کرتی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ اُس کو اور دوسروں کو تادیب کرے۔

حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہ اقرع بن حابس حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ابو بکر نے کہا کہ اُسے اپنی قوم پر سردار بنائیے تو عمر نے کہا کہ اُسے سردار نہ بنائیے یا رسول اللہ! سو دونوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم مکالمہ کیا یہاں تک کہ اُن دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت ابو بکر نے عرض سے کہا کہ تو نے ارادہ نہیں کیا مگر میرے خلاف کا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اُس کے بعد حضرت عمر نے عرض کی جب تم بھی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو اُن کا کلام سُنانا نہ دیتا یہاں تک کہ اُن سے پوچھا جاتا اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ نبی علیہ السلام کے آگے کلام نہ کریں گے مگر اُس شخص کی طرح جو صاحبِ سر آہستہ کہتا ہے۔

پس اسی طرح سزاوار ہے کہ مرید شیعہ کے ساتھ ہو آواز کی بلندی سے اور کثرت

یعنی آپ کے کلام کے سامنے مت کلام کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ قربانی قبل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کر لیا کرتے تھے۔ سو وہ تقدیم قربانی سے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کئے گئے اور بعضوں نے کہا ایک قوم کے لوگ تھے جو کہا کرتے کہ اس امر اور اُس امر میں یہ نازل کیا جاتا سو اللہ تعالیٰ نے اس کو مکروہ جانا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے نبی کے روزہ رکھنے سے پہلے روزہ مت رکھو اور کبھی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قول اور فعل سے سبقت کرو تا کہ وہ فرمان وہ تمہارا ہو وے اور اسی طرح مرید کا ادب شیخ کے ساتھ یہ ہو کہ وہ مسلوب الاختیار ہو کہ نہ وہ اپنے نفس میں تصرف کرتا ہے اور نہ اپنے مال میں مگر شیخ کی طرف رجوع اور اُس کے امر کے ساتھ کرے۔ اور ہر آئینہ اس بات کو ہم نے باب مشیخت میں پورا لکھا ہے اور بعض نے کہا لا تقد مولہ تمشودین یدی رسول اللہ یعنی تقدم اور سبقت مت کرو اپنے رسول اللہ کے سامنے اور آگے مت چلو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں حضرت ابی بکر کے آگے چلتا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے دنیا اور آخرت میں بہتر ہے۔ اور بعض نے کہا یہ آیت اُن اقوام کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے پھر جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا وہ لوگ اُس میں غور کرتے اور قول و فتوے کے ساتھ سبقت کرتے تو وہ لوگ اُس سے نبی کئے گئے اور اسی طرح مرید کا ادب شیخ کی مجلس میں ہے بجز اواد یہ ہے کہ خاموشی کو لازم پکڑے اور اُس کے حضور میں کچھ کلام حسن سے نہ کہے الا جبکہ شیخ سے حکم چاہے اور شیخ سے اس باب میں اُس کے لئے گنجائش پائے اور مرید کی شان میں شیخ کے سامنے اس شخص کی مثال ہے کہ جو دریا کے کنارے بیٹھا ہوا انتظار رزق کا کر رہا ہے جو اُس کی طرف بھیجا جائے اور استماع کی طرف تاک رکھیں اور جو کلام شیخ کے طرقتی سے نصیب ہو وہ اس کی ارادت اور طلب کو مستحق کرتا ہے اور فضل الہی سے جو اُس سے مزید

کی محبت کا شیفتہ ہو جائے اور نفوس و طبائع کی خواہشیں ممکن ہو جائیں تو زبان سے عجیب عبادتیں نکلتی ہیں اس حال میں کہ وہ نفوس اپنے وقت کی تحت اور تبعیت میں ہوں تو نفس کی شیفتگی اور اُس کی ہوا ان عبادات کو بنا تی ہے۔ سو جبکہ قلب حرمت اور وقار سے بھرا ہوتا ہے تو وہ زبان کو عبادت سکھاتا ہے۔

اور روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس راستہ میں بیٹھا اور ہاتھ اسو عاصم بن عدی اُس پر گزرا اور کہا اے ثابت کس چیز سے تجھے گم رہا ہوا کہا اس آیت نے اُلایا مجھے ڈر ہے کہ میرے حق میں نازل ہوئی ان تجھط اعمالکہ وانتم لا تشعرون۔ یعنی یہ کہ تمہارے اعمال مٹ جائیں اور تم کو معلوم نہ ہو۔ اور حال یہ ہے کہ میری آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ میرے عمل مٹ جائیں اور میں دوزخیوں سے ہوں۔ سو عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ثابت پر اور زیادہ بکا غالب ہوا کہ اس اثناء میں اُس کی بی بی جمیلہ بیٹی عبداللہ بن ابی ابن سلول کی آئی۔ سو اس سے میں نے کہا کہ جب میں اپنے اصطلیل میں جاؤں تو دروازہ بند کر کے قفل لگا دے تو اُس نے قفل لگا دیا حتیٰ کہ جب وہ وہاں سے نکلی تو اُس کے حال پر اُس کو ترس آیا اور ثابت نے کہا کہ میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ موت دے یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہوں پھر جبکہ عاصم نبیؐ کے پاس آئے اور اُن کے حال سے خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور اُس کو بلالادّ تو عاصم اُس جگہ آئے جہاں پر اُسے دیکھا تھا اور انہیں نہ پایا۔ پھر اُس کی بی بی کے پاس آئے۔ سو گھوڑے کے اصطلیل میں پایا تب اُس سے کہا کہ رسول اللہؐ تجھے بلاتے ہیں تو کہا قفل توڑ دو۔ بعد ازاں دونوں رسول اللہؐ کے پاس آئے۔

پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثابت تجھے کس چیز نے اُلایا؟ اُس نے کہا میں چلانے والا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو خوش زندگی کرے اور شہید ہو کر مرے اور بہشت میں داخل

ہے کہ مطالعہ حق کی نعمتوں کا اُس میں مشغول اُس کو کرتا ہے حظ نگم کردہ ظہور نفس کے فوائد سے ہے جو شیریں زبانی اور اچھے کے ساتھ ہوتا ہے۔

پس جو کچھ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اُس کے ساتھ شیخ پر جاری کرتا ہے اُس کے لئے شیخ مستمع ایسے ہی ہوتا ہے گویا کہ منجملہ مستعان ایک وہ بھی ہوتا ہے اور شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ یادوں سے کلام اُن چیزوں سے جو اُن کی طرف القا من اللہ ہوتی تھیں کرتے اور کہا کرتے کہ میں اس کلام میں مستمع ایسا ہی ہوں جیسا کہ ایک تم میں سے مستمع ہے۔ سو اس قول نے بعض حاضرین کو مشکل میں ڈالا اور کہا ہر گاہ کہ وہ قائل ہے تو وہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کہتا ہے وہ کیونکر مستمع کی مثال ہو سکتا ہے جو نہیں جانتا یہاں تک کہ وہ اُس سے سُنے۔ پھر اپنے گھر میں واپس آیا اسی رات خواب میں اُس نے دیکھا ایک کہنے والے کو جو کہتا تھا اُس سے کیا غوطہ خور موتیوں کی طلب میں دریا کے اندر غوطہ نہیں لگاتا اور سیپیوں کو اپنے توبرہ میں جمع نہیں کرتا ہے اور موتی کو اُس کے ساتھ حاصل کیا مگر وہ نہیں دیکھا الا اُس وقت کہ وہ دریا سے باہر نکلتا ہے اور موتیوں کے دیکھنے میں اُس کے شریک وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہ دریا کے کنارے پر ہیں۔ سو خواب میں اس معاملہ میں شیخ کا اشارہ سمجھ گیا تو مرید کا ادب حسن خاموشی اور بچھٹنا اور افسردگی ہے یہاں تک کہ شیخ اس کلام میں ابدار کر کے جس میں اس کی قولاً و فعلاً شرکت ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قول الہی لا تقد موابین یدعی اللہ ورسولہ۔ کوئی منزلت اُس کی منزلت کے سوا مت طلب کر و اور یہ آداب کے محاسن اور اعزازات سے ہے۔

اور مرید کے سزاوار یہ ہے کہ اپنے نفس کی منزلت شیخ کے اوپر منزلت طلب کرنے کے ساتھ سخن رانی نہ کرے بلکہ ہر ایک منزلت عالی اپنے شیخ کے لئے چاہے اور عطیات بزرگ اور مواہب غریبہ کی تمنا شیخ کے لئے کرے اور اُس سے مرید کا جوہر حسن ادا دت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر مریدوں میں اور یہ بات واجب الوجود اور نادر ہوتی ہے۔ پس اس کی ادا دت جو شیخ کے لئے اُس سے زیادہ عطا کرتے جس کو اپنے نفس کے واسطے تمنا کرتا ہے اور ادب ارادت کے ساتھ قائم رہتا ہے۔

کرنے والے کی موت کے بعد جاری کی گئی ہو مگر یہ وصیت۔ پس یہ کرامت ہے جو حضرت ثابتؓ کے لئے ظاہر ہوئی۔ اس سبب سے کہ تقویٰ اُس کا اچھا تھا اور ادب اس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوب تھا تو مرید صادق کو چاہیے کہ اس سے عبرت پکڑے اور جانے کہ شیخ اس کے پاس اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے یادگار ہے۔

اور وہ شخص جس نے شیخ پر اعتماد کیا وہ جانے کہ شیخ ایک عوضی اس شخص کا ہے کہ اگر وہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا اور جناب رسول اللہ پر اعتماد رکھتا اور قوم کو واجب ادب پر قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی اور ان کی تعریف کی: اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو آزمایا ہے اور اُن کو خالص اور کھرا کیا ہے جس طرح کہ سونا آگ سے آزمایا جاتا ہے۔ اور خالص اس میں کانٹا ہے اور جس طرح کہ زبان ترجمان دل کی ہے اور قلب کے مودب ہونے سے لفظ مہذب ہوتے ہیں۔ اسی طرح منزاوار ہے کہ مرید شیخ کے ساتھ ہو۔

ابو عثمان کا قول ہے کہ ادب بزرگوں کے سامنے اور اولیائے بزرگ کی صحبت میں صاحب ادب کو درجات بلند تک اور دنیا و عقبیٰ کی خیر و برکت کو پہنچاتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف: ولوا تم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم۔ یعنی اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو اُن کی طرف نکلتا تو البتہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

اور ان باتوں سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے سکھائیں قول حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہے: ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون۔ یعنی ہر آئینہ وہ لوگ جو تجھے پردے کے پیچھے سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر کم عقل ہیں اور یہ حال بنی تمیم کے گروہ کا تھا کہ وہ اُنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور انہوں نے پکارا اے محمدؐ ہماری طرف آ اس واسطے کہ ہماری درج ذریت ہے اور مذمت ہماری عیب ہے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کلام اور منہسی سے گستاخی نہ کرے ہاں مگر جبکہ شیخ اُس کو گستاخ کرے۔

پس آواز کا بلند کرنا وقار کے پردے اٹھاتا ہے اور جب وقار دل میں قرار پاتا ہے تو زبان کہنے سے بند ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات بعض مریوں کا باطن شیخ کی حرمت اور وقار سے اس درجہ اتر جاتا ہے کہ مرید کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ شیخ کی طرف نظر بھر دیکھے۔ اور کبھی مجھے تب آتی اور میرے دیکھنے کو میرے چچا اور میرے شیخ ابوالنجیب سروروی آتے تھے تو میرے بدن سے حرمت کے سبب پسینہ ٹپکا کر تا اور میں چاہتا تھا کہ پسینہ آوے تاکہ بخاکم ہو جائے سو میں جب کہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آتے تو یہ حالت اپنی پاتا اور اُس کے قدم میں برکت اور شفاء ہوتی تھی اور میں ایک دن خالی گھر میں تھا اور یہاں ایک مندی تھی جو شیخ نے مجھے عطا فرمائی تھی اور شیخ اُس سے عمامہ باندھتے تھے۔ سوائفا میرا پاؤں اُس پر پڑ گیا اس سے میرا باطن رنجیدہ ہوا اور اُس سے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شیخ کی مندی پر پاؤں پڑ گیا اور میرے باطن سے وہ احترام پیدا ہوا کہ اُس کی برکت کی مجھے امید ہے۔

ابن عطاء نے اس آیت کے معنی میں نہ ترفعوا اصواتکم کہا ہے کہ یہ ایک زجر اور جھڑکی ادنیٰ خطا پر ہے تاکہ اس سے زیادہ ترک حرمت کی طرف قدم نہ بڑھائے۔ اور اس میں سہل کا یہ قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب تم مت کرو الا اس طور پر کہ تم استفہام اور استفادہ کرتے ہو۔

اور ابوبکر بن طاہر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتداء خطاب نہ کرو اور آپ کو جواب مت دو مگر حد حرمت پر ولا تجھروا للہ بالقول کجھربعضکم لبعض۔ یعنی خطاب میں آپ کے ساتھ درشتی نہ کرو۔ اور آپ کو آپ کے نام سے نہ پکارو کہ یا محمد یا احمد جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے بلکہ آپ کی بزرگی اور حرمت کرو اور آپ سے کہو یا نبی اللہ یا رسول اللہ اور اسی قبیل سے شیخ کے لئے مرید کا خطاب ہے اور جبکہ وقار دل میں ساکن ہوا تو وہ زبان کو کیفیت اُس کی سکھلا دیتا ہے۔ اور ہر گاہ کہ نفوس اولاد و ازدواج

ہوتی ہے۔ اور مرید کو سزاوار ہے کہ جب کبھی اُس کو شیخ کے حال سے مشکل پیش آوے تو وہ موٹے علیہ السلام کا قصہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا یاد کر لے کہ حضرت خضر کیونکر کام کرتے تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام انکار کرتے تھے اور جب اُسے خضر نے خبر دی جو اُس میں سر تھا تو موسیٰ اُس کے انکار سے رجوع کرتے تھے تو مرید اُس کا انکار کرے اس واسطے کہ شیخ سے جو کچھ دیکھتا اور پاتا ہے اُس کی حقیقت کا علم اُس کو کم ہے اور شیخ کے لئے ہر ایک چیز میں عذر ہے علم اور حکمت کی زبان سے جو اس کو حاصل ہے۔

اصحاب جنید نے ایک مسئلہ جنید سے پوچھا اور اُس کا جنید نے جواب دیا اس میں معارضہ کیا۔ جنید نے کہا کہ اگر میرا ایمان اور ایقان نہیں ہے تو مجھ سے علیحدگی اختیار کرو اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جس نے حرمت اس شخص کی جس سے ادب یا با قدر اور عظمت نہیں کی وہ اس ادب کی برکت سے محروم رہا اور بعض کا مقولہ ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے اُستاد سے کہا کہ نہیں وہ کبھی فلاح اور نجات نہ پائے گا۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں بات کہنا ترک کروں تو تم بھی ترک کرو اور جب میں تم سے بات کروں تو وہ مجھ سے محال کرو اس واسطے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اسی وجہ سے ہلاک اور تباہ ہوئے کہ سوالات بہت کیا کرتے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرتے تھے۔

جنید علیہ الرحمۃ نے کہا ابی حفص نیشاپوری کے ساتھ میں نے ایک آدمی دیکھا جو بہت خاموش رہا کرتا اور بات نہ کرتا تو میں نے اُن کے یادوں سے کہا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ ایک انسان ہے جو ابی حفص کے ساتھ رہا کرتا ہے اور ہمدانی خدمت کیا کرتا ہے اُس کے پاس ہزار دینم تھے اُس پر خرچ کئے اور ہزار دینم اور قرض لئے وہ بھی اُس پر خرچ کئے۔ ابو حفص نے دوا نہ لکھا کہا کہ ایک کلمہ سے ہی اُس کے ساتھ بات ہے۔

ہو۔ کہا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی بشارت پر راضی ہوں۔ اور میں کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: **ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ یعنی وہ لوگ کہ بات کرنے والے آواز پست اور آہستہ بیغیر علیہ السلام کے سامنے تعظیم اور حرمت کے سبب رکھتے ہیں۔**

حضرت انسؓ نے کہا کہ ہم ایک شخص کو اہل جنت سے دیکھتے تھے کہ وہ ہمارے سامنے چلتا تھا۔ پھر جبکہ مسلمہ کی لڑائی میں مقام بیامہ کا دن تھا تو ثابتؓ نے مسلمانوں میں سے بعض شکستگی دیکھی اور ان میں سے ایک گروہ بھاگ گیا تو کہا افسوس ہے ان لوگوں پر اور یہ کیا کرتے ہیں۔ پھر ثابتؓ نے سالم بن خدیفہؓ سے کہا کیا ہم دشمنانِ خدا سے مثل اس کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑتے تھے۔ پھر وہ دونوں پاؤں گاڑ کر کھڑے ہو گئے اور برابر دونوں سے لڑا کئے یہاں تک کہ دونوں قتل ہوئے اور ثابتؓ شہید ہوئے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے وعدہ کیا تھا اور اس وقت ایک ذرہ اُن کے بدن میں تھی۔ پھر ایک شخص نے صحابہؓ سے اُن کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اُس سے کہا کہ سنو فلاں شخص نے میری ذرہ اتاری اور لشکر کے گوشہ میں اُسے لے گیا اور اُس کے پاس گھوڑا کودنے والا اور لات چلانے والا ہے اور میری ذرہ پر ایک سنگین رکھی ہے تو خالد بن ولید کے پاس جا اور اُس کو خبر دے تاکہ وہ واپس لے لے میری ذرہ۔ اور ابو بکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ میرے ذمہ قرض ہے تاکہ وہ میری طرف سے ادا کریں اور فلاں شخص میرے غلاموں سے آزاد ہے۔

پس اُس شخص نے حضرت خالدؓ کو اطلاع دی تو انہوں نے ذرہ اور گھوڑے کو اسی وصف کا پایا تو اس سے ذرہ لے لی اور حضرت خالدؓ نے اس خواب کی خبر دی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُس کی وصیت جاری کی۔

حضرت انس بن مالکؓ نے کہا میں ایسی وصیت نہیں جانتا ہوں جو وصیت

جسے شیخ پر مہرِ احقر یا اشدّۃ ظاہر نہ کرے تو اُس سے مرید کے باطن میں ایک گمراہ راستہ کے اندر پڑ جاتی ہے اور شیخ سے کہہ دینے میں وہ گمراہ کھل جاتی ہے اور دردِ دُور ہو جاتی ہے۔

اُدبِ ادب سے یہ ہے کہ شیخ کی صحبت میں نہ جاوے مگر اُس وقت کہ اُسے معلوم ہو جائے کہ شیخ اُس کی تادیب اور تہذیب کے لئے مستعد ہے اور شیخ زیادہ دوسروں سے اُس کی تادیب میں راست اور درست ہے اور جب مرید کی نگاہِ دوغیر شیخ کی طرف جائے تو اُس کی صحبت مصفا نہیں ہوتی اور قولِ شیخ کا اس میں نفوذ نہیں کرتا اور اُس کا باطن حالِ شیخ کی سرایت کے لئے قابلیت نہیں رکھتا۔ اس واسطے کہ مرید نے جب شیخ کو مشیخت میں یکتا یقین کیا تو اُس کے فضل اور الوہیت کو جاننا اور اُس کی محبت زیادہ ہو گئی اور محبت اور اُلفت مرید اور شیخ کے درمیان واسطہ ہے اور قوتِ محبت کے اندازہ کے موافق حال کی سرایت ہوتی ہے اس واسطے کہ محبت علامتِ تعارف کی ہے اور تعارفِ علامتِ جنسیت کی ہے اور جنسیتِ مرید کے لئے حالِ بعض حالِ شیخ کی کھینچنے والی ہے۔

حضرت ابو امامتہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک آیتِ کلامِ مجید کی کسی بندہ کو سکھائی تو وہ اُس کا مولا ہے۔ سزاوار ہے کہ اُس کو شرمندہ نہ کرے اور نہ اُس پر فوقیت دے اور جس نے یہ کام کیا ہر آئینہ اس نے اسلام کے دستوں میں سے ایک دستہ کو توڑ ڈالا۔ اور مجملہ ادب کے یہ ہے کہ جزئیات و کلیات میں شیخ کے خطرات کی رعایت کرے اور شیخ کی کراہت کو حقیر نہ جانے تاکہ حرکاتِ اُس کے شیخ کے حسنِ خلق اور اُس کے کمالِ علم اور مدارات کے اعتمادِ جاری ہیں۔

ابراہیم بن ثیبان نے کہا ہم ابا عبد اللہ مغربی کی صحبت میں رہتے تھے اور ہم اُس وقت جوان تھے اور ہمارے ساتھ وہ جنگل اور بیابانوں میں سفر کرتا تھا اور اُس کے ساتھ ایک شیخ مسحون نام تھا اور شتر برس اُس کی صحبت میں رہا۔ سو جب کبھی ہم میں سے کوئی خطا کرتا اور اس پر شیخ کا حال متغیر اور ناخوش ہوتا تو ہم

سنا اور آپ اُن کی طرف نکلے اور یہ اُس وقت فرماتے تھے: انما ذلک الله الذی ذمہ شین و مدحہ زین۔ یعنی بات یوں ہے کہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے کہ بُرائی اُس کی عیب ہے اور تعریف اُس کی زینت ہے۔ یہ قفقہ طویل ہے اور وہ لوگ اپنے شعراء اور خطیبوں کو ساتھ لائے تھے تب اُن پر حسان بن ثابتؓ اور نوح جنان مہاجر و انصار خطب کے ساتھ غالب آئے اور اس قفقہ میں مرید کے لئے ادب ہے جبکہ وہ شیخ کے پاس آئے اور اُس کے سامنے ہو اور جلدی کو ترک کرے اور مرید ٹھہرا ہے یہاں تک کہ شیخ اپنی خلوت کی جگہ سے باہر آئے۔

میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی فقیر زائر آتا اور اُس فقیر کی خبر دی جاتی تو آپ باہر آتے اور دروازے کا ایک پٹ کھولتے اور فقیر سے مصافحہ کرتے اور اُس کو سلام کرتے اور اُس کے ساتھ نہ بیٹھتے اور اپنی خلوت گاہ کی طرف رجوع کرتے اور جب کوئی اُن لوگوں میں سے آتا جو گروہ فقر سے نہ ہوتا تو آپ باہر آتے اور اُس کے پاس بیٹھتے اور اپنی خلوت گاہ کو ہلٹ جلتے تو بعض فقرہ کے دل میں انکار مخطور ہوا اس سبب سے کہ فقیر کے لئے آپ باہر نہیں آتے اور غیر فقیر کے لئے باہر آتے ہیں سو جو بات کہ اس فقیر کے دل میں مخطور ہوئی تھی شیخ تک اُس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ فقیر ہمارا رابطہ ہے یعنی ایسی چیز جس کے ساتھ بندش ہو اُس کے ساتھ پیوستگی اور ربط قلبی ہے اور وہ اہل ہے اور اُس سے اجنبیت اور بیگانگی نہیں ہے اس واسطے کہ ہم اُس کے ساتھ موافقت و ملامت پر اکتفا کرتے ہیں اور ظاہر کی ملاقات پر اس سے اس قدر پر قانع ہیں لیکن جو شخص فقر کے غیر جنس ہے تو وہ عادت اور ظاہر پر وقوف اور قیام کئے ہوئے ہے۔ سو جبکہ اُس سے وفائے حق ظاہر نہیں کیا جاتا تو وہ متوحش ہوتا ہے۔ پس مرید کا حق ہے کہ شیخ کے ساتھ ادب سے ظاہر اور باطن کو آباد رکھے۔

ابن منصور مغربیؒ سے لوگوں نے سوال کیا کہ کس قدر اباعثمان کی صحبت میں آپ رہے۔ کہا میں اُس کی خدمت میں رہا ہوں نہ اُس کی صحبت میں اس واسطے کہ صحبت بھائیوں اور برابر کے آدمیوں سے ہوتی ہے اور مشائخ کے ساتھ خدمت

ساتھ کلام کرنے کے بھی آداب اور شرطیں ہیں اور وجہ یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے قبل اس کے کہ شیخ سے کلام کرے توفیق اُس کی مانگے جو ادب سے اُس کے محبوب و مرغوب ہے اور اس میں شک نہیں کہ حق تعالیٰ نے اُس پر متنبہ کر دیا ہے جہاں کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ساتھ اس طریق سے خطاب اور کلام کرو اور فرمایا ہے کہ: یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتہم الرسول فقد صوابین یدیٰ نحوکم صدقۃ - یعنی اے ایمان والو جس وقت بھیجید کی بات کہو رسول اللہ سے تو پہلے بھیجید کی بات کہنے سے خیرات۔

عبداللہ بن عباس نے اس آیت کی شان نزول میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے سوال کرنا اور مانگنا شروع کیا اور کثرت سے حتیٰ کہ آپ پر دشوار کر دیا اور بہت سوال سے مانگتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ادب سکھایا اور اس امر سے اُن کو علیحدہ کیا اور حکم اُن کو دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی اور بات چیت نہ کریں جب تک کہ پہلے خیرات اور صدقہ نہ دے دیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دولت مند لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اور مجلس میں فقرا پر غلبہ کرتے۔ یہاں تک کہ ان کا طول حدیث اور سرگوشی آپ کو مکروہ معلوم ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے حکم صدقے کا کلام کرنے کے وقت نازل کیا۔

جب دولت مندوں نے یہ دیکھا تو آپ کی بات چیت سے باز رہے اس واسطے کہ جو لوگ مفلس تھے اُن کے پاس کچھ مال نہ تھا کہ خیرات کرتے اور جو لوگ کہ ذی مقدور تھے تو انہوں نے بخل کیا اور باز رہے تب یہ امر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار معلوم ہوا اور آیت رخصت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اشفقتہم ان تقدموا بین یدیٰ نحوکم صدقات - یعنی کیا تم ڈر گئے کہ دو پہلے بھیجید کی بات کہنے سے خیرات۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہر گاہ صدقہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بجز علی بن ابی طالب کے سرگوشی نہیں

اور ابو زید بد بظاہری نے کہا کہ میں اباعلیٰ سندری کی صحبت میں رہا۔ سو میں اس کو وہ چیزیں تلقین کرتا تھا جن کے ساتھ وہ اپنے فرض کو قائم کرے اور مجھے وہ صرف توحید اور حقائق تعلیم کرتا تھا۔ اور ابو عثمان نے کہا کہ میں ابو حفص کی صحبت میں رہا۔ جبکہ میں لوجوان تھا۔ سو مجھے اپنے پاس سے نکال دیا اور کہا میرے پاس مت بیٹھ پس اُس کے کلام کی مکافات یہ نہیں کہ میں اس کی طرف بیٹھ پھیروں اور پھر اچھے کی طرف چلتا ہوں اور میرا منہ اُس کے سامنے تھا یہاں تک کہ میں اُس سے غائب ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ اُس کے دروازے پر نہیں اپنے لئے ایک کٹواں کھودوں اور اُس میں اتروں اور بیٹھ رہوں اور اُس کے اندر سے میں باہر نہ نکلوں مگر اُس کی اجازت سے۔ پھر جبکہ مجھ سے یہ امر دیکھا تو مجھے قربت دی اور مجھے قبول کیا اور اپنے خاص یاروں سے گردانا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اللہ اُس پر رحم کرے۔

اور صوفیہ کے آداب ظاہری سے یہ ہے کہ مرید شیخ کے ہوتے ہوئے اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر جبکہ نماز کا وقت ہو اس واسطے کہ مرید کی شان سے یہ ہے کہ خدمت کے لئے اور باتوں سے انقطاع کرے اور سجادہ کے بچھانے میں آسائش اور اغراض کا ایک اشارہ ہے اور سماع میں شیخ کے ہوتے ہوئے جنبش نہ کرے الا اُس وقت کہ وہ حد تبصر سے خارج ہو جائے۔ اور شیخ کی ہیبت مرید کے سماع کو کھل کھیلنے سے باز رکھتی ہے اور اس کو اپنے بس میں رکھتی ہے اور مرید کا استغراق شیخ کی طرف نظر کرنے اور جو فضل حق اُس پر وارد ہوتا ہے اُس کے دیکھنے میں سماع کے سننے سے زیادہ گوارا ہے۔

اور ادب سے یہ بات ہے کہ شیخ سے کوئی چیز اپنے حال سے نہ چھپائے اور نہ وہ چیز کہ عطیہ حق اُس کو ملے اور جو کرامت اور اجابت اُس کے لئے ظاہر ہو اُسے پوشیدہ نہ کرے اور شیخ سے اپنے حال کو جو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف سے جانتا ہے ظاہر کر دے اور جو بات کہ اُس کے ظاہر کرنے میں شرماتا ہو اُس کا ذکر الہیا اور اشارہ سے کرے۔ اس واسطے کہ مرید کا ضمیر جب کسی چیز میں پیچیدہ ہو جاتا ہے

اُس کے ساتھ رکھتے ہیں تو اُس سے ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو اور حال یہ ہے کہ نفس کی سرشت میں داخل ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ حلق میں اُس کی قبولیت اور اُس کی شہرت ہو اور اصل یہ ہے کہ خمول اور گوشہ نشینی میں سلامت اور امن ہے۔

پس ہر گاہ کہ مقدر اپنے وقت پر پہنچا اور بندہ اپنے حال پر مستحکم اور قرار گرفتہ ہو اور اُس نے اللہ تعالیٰ کے اس کے قیام سے جان لیا کہ وہ مریدوں کی تعلیم اور ارشاد کے لئے مقصود اور مراد ہے تو اُس وقت اُن لوگوں سے کلام نامحاذ مشفقانہ کرے جیسا کہ باپ بیٹے سے کرتا ہے جو اُس کے دین اور دُنیا کے لئے نافع ہو اور جو مرید اور طالب کہ اللہ تعالیٰ اُس کی طرف بھیجے اللہ تعالیٰ اُس کے معنی میں رجوع کرتا ہے اور نہایت اس کو آرزو مند کرتا ہے کہ تولى اس کی اس معاملہ میں کرے اور اُس کے ساتھ بات چیت کرے۔ اور شیخ کو چاہیئے کہ مرید سے ایک کلمہ بھی نہ کہے مگر جبکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف ناظر اور اُس کے ساتھ یاری طلب قول صواب کا ہدایت میں ہو۔

میں نے اپنے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بعض یاروں کو وصیت کرتے ہوئے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فقرا میں سے کسی کے ساتھ بات مت کر الا اُس وقت جو تیرا صافی تر ہے اور یہ ایک وصیت نافع ہے اس واسطے کہ کلمہ سچے مرید کے کان میں ایسا ہی واقع ہوتا ہے کہ جیسے تخم زمین میں گرے گا وہ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ خراب تخم ضائع اور تباہ ہوتا ہے اور کلام کا تخم ہوئی سے خراب ہو جاتا ہے اور ہوئی کا ایک قطرہ علم کے ایک دریا کو گندلا کر دیتا ہے سو جبکہ اہل صدق و امداد سے کلام کرے تو چاہیئے کہ قلب اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مدد مانگے جیسے کہ زبان قلب سے مدد مانگتی ہے اور جس طرح کہ زبان ترجمان قلب دل ہے۔ دل اس کا ترجمان حق بندہ کے پاس ہو تب وہ ناظر الی اللہ ہو گا اس طرح پھر کہ اُس سے سُنے اور جو کچھ وارد ہو اُس کو تلقی اور قبول کرے اور اُس میں امانت کو ادا کرے۔ اُس کے بعد شیخ کو سنرا وار ہے کہ مرید کے احوال کا اعتبار

اسی ضعیف مسن کے ساتھ شفاعت کراتے یہاں تک کہ شیخ کا التفات مثل سابق ہو جاتا۔ اور شیخ کے ساتھ مرید کا یہی ادب ہے کہ اپنے وقائع اور کشف پر بروں رجوع شیخ کے استقلال اور اعتماد نہ کرے۔ اس واسطے کہ شیخ کا علم وسیع تر ہے اور اس کا باب مفتوح الی اللہ بزرگ تر ہے۔

پس اگر واقعہ مرید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا تو شیخ اُس کے موافق ہوگا اور اُس کا امضا اور اجراء مرید کے لئے کرے گا اور جو بات من عند اللہ ہوگی اس سے اختلاف نہ کرے گا اور اگر اس میں کچھ شبہ ہو تو شبہ واقعہ کا شیخ کے طریق سے ذائل ہو جائے گا اور مرید کو واقعات اور کشفوں کی صحت کا علم حاصل ہوگا اس واسطے کہ مرید کے واقعہ میں شاید اُس ارادہ کی آمیزش ہو جو اُس کے نفس میں اُس وقت پائی جاتی ہے اور واقعہ کے ساتھ ارادہ نفس مل جائے خواب میں ہو یا بیداری میں ہو اور اس میں ایک عجیب ہے اور مرید نفس کی سر پوشیدہ کردہ شیخ کے ساتھ میں قائم نہیں ہوتا اور جبکہ اُس نے شیخ کے سامنے اُس کو بیان کر دیا تو ارادہ نفس کا جو مرید کے اندر مخفی ہے تو شیخ کے حق میں اُس کا اخفاء مفتوح ہے یعنی وہ عیان ہے۔ پھر اگر منجانب حق ہے تو وہ طریق شیخ سے مبرہن ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کا واقعہ ہواے نفس کی افتخار کی طرف منحصر ہے تو وہ ذائل ہو جائے گا اور صحن خاطر مرید پاک اور صاف ہو جائے گا اور اُس کا بار شیخ اٹھا لیتا ہے اس واسطے کہ اس کے حال میں قوت ہے اور جناب الہی میں اُس کی باریابی کی صحت اور اُس کی معرفت کمال پر ہے۔

اور ادب شیخ سے یہ ہے کہ جب مرید شیخ کے ساتھ کلام کرے خواہ وہ دین کا کام ہو یا دُنیا کا تو چاہیے کہ مکالمہ شیخ پر سبقت کرنے میں عجلت نہ کرے اور نہ اُس پر ناگواری کے ساتھ غلبہ کرے یہاں تک کہ اُس کو معلوم ہو جائے کہ شیخ کا حال کیا ہے آیا وہ اُس کے لئے آمادہ اور اس کے کلام کی سماعت کے لئے فارغ ہے۔ پس جس طرح کہ دُعا کے لئے اوقات اور آداب اور شرائط ہوتے ہیں اس واسطے کہ دُعا ایک منجلیبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے۔ اسی طرح شیخ کے

یہ نہ کرتے۔ ایک شخص کا ادب یہ ہے کہ اس کے واسطے خلوت خاص ہو اور وقت خاص ہو جس میں گنجائش خلق کی مزاحمت کی نہ ہوتا کہ خلوت میں فائدہ خلوت کا دے اور اپنے نفس میں دعویٰ قوت کا نہ کرے جس پر یہ گمان ہو کہ ہمیشہ خلق سے ملنا جلنا اور اُن سے بات چیت کرنا مجھے نقصان نہ کرے گا اور اس سے امید نہیں کرتا اور وہ خلوت کا محتاج نہیں ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ کمال آپ کو حال میں تھا راتوں کو قیام فرماتے تھے اور نمازیں پڑھا کرتے اور اس پر مداومت فرماتے تھے اور بسا اوقات تھے جن میں آپ خلوت رکھتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کی طبیعت سیاست سے مستغنی نہیں ہے قلیل ہو یا کثیر لطیف ہو یا کثیف اور بہت سے مغرور اور فریفتہ لوگوں نے قناعت تھوڑی خوشدلی پر کر لی۔ اس کو سرمایہ اپنا گردانا اور اپنے قلب کی طبیعت پر دھوکہ کھا گئے اور میل جول اور ملاقات محبت میں پاؤں اپنے پھیلا دیئے اپنے نفس کو بے ہودہ لوگوں کا ٹھکانہ بنا دیا ایک نعمت کے سبب جو اُس کے پاس کھاتے ہیں اور اس مہربانی کے باعث جو اُس سے پاتے ہیں سو اس کا قصد وہ شخص کرے جس کا قصد دین نہ ہو۔ اور نہ اُس کی آرزو ہو کہ پرہیزگارہ متقیوں کی راہ چلے۔

پس وہ خود بھی فتنہ میں پڑتا ہے اور لوگوں کو بھی فتنہ میں ڈالتا ہے سو وہ قصور کے موقعوں میں رہا اور فتور کے دائرہ میں گر پڑا تو شیخ اللہ تعالیٰ کی مدد چاہنے اور اُس کے سامنے دل سے تضرع و زاری کرنے سے مستغنی نہیں ہوتا۔ اگر وہ اپنے قالب اور قلب کے ساتھ مستغنی نہیں ہے تو اُس کے لئے ہر کلمہ میں رجوع الی اللہ ہوگی اور ہر ایک جنبش میں اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع ہوگی اور یہ جو فتنہ مغرورین کے سر پر آتا ہے جو مدعی قوت کے ہیں اور بات چیت اور میل جول میں پاؤں پھیلاتے ہیں اُس کی صرف وجہ یہی ہے کہ صفات نفس کی معرفت ان کو کم ہے اور تھوڑی بخشش پر وہ لوگ فریفتہ ہو گئے۔ اور شیخوں سے ادب کم پایا ہے۔

حضرت جنید علیہ الرحمہ اپنے یاروں سے کہا کرتے کہ اگر میں یہ جانتا کہ

کی سو دینا رپیش کئے پھر اُسے صدقہ میں دیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ہے جس پر عمل کسی نے مجھ سے پہلے نہیں کیا اور نہ میرے پیچھے کوئی اس پر عمل کرے گا۔

اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ صدقہ میں تیری کیا رائے ہے جس قدر دیتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا اُس کی طاقت لوگوں کو نہ ہوگی۔ فرمایا کہ پھر کس قدر؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی طاقت لوگوں کو نہ ہوگی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ تو بڑا زاہد و اندک خوار ہے۔ بعد ازاں آیت رخصت اُتری اور وہ آیت منسوخ ہوئی اور جو خبر کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم صدقہ کا دیا اور جو کچھ کہ حسن ادب اور مفید لفظ اور احترام سے تھا وہ منسوخ نہیں ہوا اور فائدہ باقی ہے۔

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو ہمارے بڑے کی بزرگی نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانے۔ پس علماء کا احترام توفیق اور ہدایت ہے اور اُس کا ترک کرنا خسارت اور سرکشی ہے۔

با و نوائے باب

شیخ کے آداب اور اُس چیز کے بیان میں جس

کا برتاؤ یاروں و شاگردوں کے ساتھ کرے

آداب ضروری سے یہ ہے کہ شیخ صادق قومی بھائیوں پر فوقیت رکھنے کے ساتھ پیش نہ آئے اور نہ اس واسطے کہ اُن کے باطنوں کو اس چاہت سے کہ میری تعظیمت کریں بیٹھی باتوں اور لطف مدارا سے اپنی طرف کھینچے بلکہ جب وہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے پاس مریدوں اور ہدایت خواہوں کو بھیجتا ہے جو حسن ظن اور صدق ادوات

ہو اور اپنی اُن باتوں سے جو کہ مشائخ کے لئے تعظیم اور تجلیل کے لئے استعمال توابع سے واجب ہیں نیچے اتر آئی۔

رُقی نے ہدایت کی ہے کہ مہر میں تمہاری اور مسجد میں فقراء کی ایک عجاظ بیٹھی ہوئی تھی کہ اس اثناء میں رفاق آیا اور ایک ستون کے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ سو ہم نے کہا کہ اُدھر شیخ نماز سے فارغ ہو اور ادھر ہم اٹھیں اور اس کو سلام کریں۔ سو جب وہ فارغ ہوا تو ہماری طرف آیا اور ہمیں سلام کیا۔ اس پر ہم نے کہا کہ ہم اس کے لئے شیخ سے زیادہ اولیٰ تھے تو شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو اس کے ساتھ کبھی عذاب میں نہیں ڈالا یعنی میں کبھی اس کا مقید نہیں ہوا کہ میرا احترام ہو اور اس کا کوئی قصد کرے۔

اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ مریدوں کے حال کی طرف اُن کے ساتھ ملاطفت اور خوش طبعی سے نزول کرے۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جب تم کسی فقیر کو دیکھو تو نرمی کے ساتھ ملاقات کرو اور علم کے ساتھ مت ملاقات کرو۔ اس واسطے کہ نرمی اس کو مانوس کرتی ہے اور علم و بحث اس کو وحشت دلاتی ہے تو جب شیخ یہ برتاؤ نرمی سے کرے گا تو مرید رفتہ رفتہ اس کی برکت سے علم کے نفع کو پہنچے اور ترقی کرے گا تب صریح علم کے ساتھ تعامل کرے۔

اور شیخ کے ادب سے یہ ہے کہ یادوں پر مہربان رہے اور صحت اور مرض میں اُن کی حاجت روانی کرے اور اُن کے حقوق کا ترک اس اعتماد پر نہ کرے کہ وہ صاحب ارادت و صدق ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اپنے بھائی کا حق مودہ جو تیرے اور اُس کے درمیان میں ہے ضائع مت کرو۔

اور جریری سے روایت ہے کہ میں جبکہ حج سے اُلٹا پھرا تو جنید سے میں نے ابتدا کی اور اُسے سلام کیا اور باتیں کیں تاکہ وہ ملاقات کے لئے تکلیف نہ کریں۔ پھر میں اپنے گھر آیا۔ سو جب میں صبح کی نماز پڑھ چکا اور اُلٹا پھرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جنید میزے پیچھے پیچھے ہے۔ سو میں نے کہا کہ یا سیدی! میں نے اسی واسطے آپ سے اول ملاقات کی اور سلام کیا تاکہ آپ یہاں تک آنے

کرے اور غور سے اُس کو دیکھے اور نور ایمان اور قوتِ علم اور معرفت سے اُس میں اُن چیزوں کو در یافت کرے جو اُس کی صلاحیت اور استعداد سے ہو اس واسطے کہ بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو صلاحیت اس کی رکھتے ہیں کہ فقط عبادت اور جسمانی اعمال کریں اور ابرار کا طریق چلیں۔

اگر بعض مرید ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں صلاحیت قرب کی ہوتی ہے اور اس قابل ہوتے ہیں کہ مقرران کی راہ چلیں جو معاملہ قلوب اور معاملات سینہ کے سبب درجہ مراد کے منظورِ نظر ہیں اور ہر ایک گروہ کے لئے ابرار اور مقررین سے ہدایتیں اور نہایتیں ہیں۔ سوشیح باطنوں پر آگاہی رکھنے والا ہے۔ وہ ہر ایک شخص کو جانتا ہے اور اس کو جانتا ہے جس کی اُسے صلاحیت ہے اور یہ تعجب کی بات ہے کہ جنگلی گنوار آدمی جانتا ہے کہ زمین کیسی اور درخت کس طرح لگاتے ہیں اور ہر ایک پودا زمین کو پہچانتا ہے اور ہر ایک پیشہ ور اپنے پیشہ کے فائدہ و نقصان کو سمجھتا ہے حتیٰ کہ ایک عورت ڈوٹی پہچانتا اور اُس کا کاٹنا اور موٹا و باریک سب باتیں جانتی ہے۔ اور شیخ مرید کے حال کو نہ جانے اور نہ اُس چیز کو جس کے قابل وہ ہے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ لوگوں سے اُن کی عقل کے موافق بات چیت کرتے تھے۔ اور ہر ایک شخص کو اس کام کا حکم دیتے تھے جس کے قابل وہ ہوتا تھا تو بعض اُن میں سے وہ تھے جن کو خرچ اور اتفاق کا امر فرماتے تھے اور بعض وہ تھے جن کو بخل اور کم خرچ کرنے کا حکم دیتے اور بعض وہ تھے جن کو کسب اور پیدا کرنے کا اور بعض کو ترک کسب کا حکم دیتے جیسے اصحابِ صفہ تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اوضاع و اطوار جانتے تھے اور جو چیزیں کے اُن کے قابل تھیں۔ البتہ درجہ دعوت میں آپ سب کی دعوت فرماتے۔ اس واسطے کہ آپ اسی واسطے پیدا ہوئے اور بھیجے گئے تھے کہ حجت کو ثابت کریں اور دلیل کو واضح کریں۔ عام دعوت کرتے اور دعوت سے مخصوص اُس کو نہیں کرتے جس میں ہدایت کا تفرس کرتے اور وہ شخص جس میں

اُس صورت میں کہ شیخ کو کسی چیز میں اس سے علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر درود ہو کہ مرید سے رفیق اور قبول کرے یا کوئی اصلاح ہو جو شیخ کے لئے مرید کے حق میں اس سے اللہ تعالیٰ دکھلائے۔

پس ایسی حالت میں مرید کے مال سے متمتع ہونا اور اس کی خدمت سے نفع لینا ایک مصلحت کی وجہ سے ہو گا جو مرید شیخ کی جانب سے بلا شائبہ عود کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْتَلِكُمْ أَمْوَالَكُمُ إِن لَيْسَا لَكُمْ فِيهَا حَقٌّ مِّنْكُمْ بَتَخْلُوا وَيُخْرِجَ أَهْنًا لَكُمْ** یعنی دے گا تم کو نیک تمہارے اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے یعنی تمام مال نہ لے گا۔ اگر تمام مال تم سے مانگے اور اس میں مبالغہ کرے تو تم بخیلی کرو اور تم کو تمہارے دل کی خفگیوں سے باہر نکالے۔ حضرت قتادہؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ مال کے نکلنے میں کینوں

کا نکالنا ہے اور یہ تادیب میں جانب اللہ کریم ہے اور ادب وہی ادب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جو جعفر خلّالؓ نے کہا ایک شخص حضرت جنیدؒ کے پاس آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنا کل مال خرچ کر دے اور فقر بہ ان کے ساتھ بیٹھے تو حضرت جنیدؒ نے اُس سے کہا کل مال اپنا مت نکال اپنے بقدر کفایت اُس میں سے اپنے پاس لکھ چھوڑ اور فاضل مال نکال ڈال اور رکھے ہوئے مال سے اپنی قوت کر اور حلال کی طلب میں کوشش کر، جو تیرے پاس ہے وہ سب مت خارج کر اس واسطے کہ تو اپنے اوپر ایمن اس سے نہیں ہے کہ تجھ سے تیرا نفس مطالبہ کر گیا۔

اور حضرت نبی علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کوئی کام کریں تو آپ ثابت اور قائم ہو جاتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ کو مرید کا حال معلوم ہو جاتا ہے کہ جب وہ کسی شے سے علیحدہ ہو جائے تو اس کو حال سے وہ حال ہوتا ہے جس کے سبب وہ مال کی طرف نہیں جھانکتا اور اُس وقت اُس کو جانتے ہیں کہ مرید کو مال سے علیحدہ ہونے کے لئے وسعت دے جیسا کہ جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو وسعت دی اور ان سے ان کا تمام مال قبول فرمایا۔ اور شیخ کے آداب سے یہ ہے کہ جب مرید سے کوئی امر کہو دیکھے یا

دور کعت نماز نفل تمہارے ساتھ صحبت رکھنے سے افضل ہے تو میں تمہارے پاس نہ بیٹھتا۔ پھر اگر فضیلت خلوت میں دیکھے تو خلوت میں بیٹھے۔ اور اگر صحبت میں فضل دیکھے تو یاروں کے ساتھ بیٹھے تب صحبت اس کی خلوت کی حمایت میں ہوگی اور صحبت اس کی خلوت سے اُس کے بڑھ کر ہوگی اور اس میں سر اور جمید ہے۔ اور یہ اس واسطے ہے کہ آدمی کے اندر ترکیب مختلف ہے کہ اُس میں تغایر اور تضاد ہے اس وجہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ سفلی اور علوی کے درمیان آدورفت رکھنے والا ہے۔

اور اس تغائر کے سبب جو اُس میں ہے ایک حصہ سُستی کا صبر سے ہے جو مصروفیت حق پر ہو اور اسی واسطے ہر ایک عامل کے لئے ایک سُستی ہوتی ہے اور یہ سُستی کبھی صورتِ عمل میں اور کبھی عمل میں مزہ نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ اور اگر صورتِ عمل میں نہ ہو تو سُستی کے وقت میں مریدوں اور سالکوں کے لئے تصنییعِ اوقات اور نفس کی راحت اور بے کاری اور تعلق کی طرف میلان ہوتا ہے اور جو شخص کہ مشیخت کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے تو حصہ اُس کی سُستی کا خلق کی طرف راجع ہوا تو خلق اُس کی کاہلی کے حصہ سے فلاح پاتی ہے اور اس کی کاہلی کا حصہ ایسا ضائع نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مریدوں کا حصہ کاہلی کا ضائع ہوتا ہے۔ سو مرید کاہلی سے قوتِ شدت اور حدتِ طلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی طرف عود کرتا ہے اور شیخ اپنی کاہلی کے حصہ کے ساتھ نفعِ خلق سے فضیلت حاصل کرتا ہے اور اپنے اوطانِ خلوت اور خاص حال کی طرف عود کرتا ہے اپنے نفسِ مشربہ سے بیشتر اس کے کہ فقیر اپنی تیزیِ ارادت کے سبب اپنی کاہلی سے عود کرے اور اس وقت شیخِ خلق سے خلوت کی طرف کاہلی سے پھرتا ہے فارغ البال ایسے قلب کے ساتھ جو تشنہ اور پُر نور ہے اور اُسی روح کے ساتھ جو اغیار کی دید کی ضیق سے آزاد ہے اور اپنے شغف کی حدت سے دارالقرار کی طرف آنے والی ہے۔

اور شیخ کے وظائف سے یہ ہے کہ اہلِ ارادت و طلب کے ساتھ نیک خلق

موجب ہے کہ اُس کے ساتھ عورات اور مردان ضعیف العقل متصف ہیں اور افضائے سر کا سبب یہ ہے کہ انسان کے لئے دو قوتیں ہیں ایک آخذہ یعنی لینے والی اور ایک معطیہ یعنی دینے والی۔ اور یہ دونوں قوتیں اپنے اپنے فعل مختص کی شائق ہوتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ قوت معطیہ کو مؤکل اور متعین اُس کے لئے نہ کرتا کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے ظاہر کر دے تو اسرار ظاہر نہ ہوتے۔

پس کامل العقل کا یہ کام ہے کہ جب کبھی قوت ایک فعل کو چاہتی ہے اس کو مقید اور بند کرتا ہے اور اس کو عقل کے ساتھ وزن کرتا ہے تاکہ اُس کو اُس کے محل اور موقع پر رکھے تو مشائخ کا حال اس سے جلیل تر ہے کہ اسرار کو افشاء کریں۔ اس واسطے کہ عقول اُن کی متین اور رزین ہیں۔ اور مرید کو منراوا ہے کہ اپنے راز کو افشاء سے محفوظ رکھے اس واسطے کہ اُس کی صحت اور سلامتی اس میں ہے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی تائید جو اُس کے لئے ہے سچے مریدوں کا اُن کی آمد و رفت کے مقاموں میں تدارک اور خبر گیری کرتی ہے۔

باب تریںواں

صحبت کی حقیقت اور اسکے بیان میں جو کچھ خمیر اور خبر اُس میں ہے

صحبت کا اقتضا کرنے والا وجود جنسیت ہے۔ اور کبھی اوصاف عام تر بھی اُس کے داعی ہوتے ہیں اور کبھی اوصاف خاص تر سو اوصاف اعم کا اقتضا ایسا ہے جیسا کہ جنس بشر سے ایک شخص دوسرے شخص کی طرف میل کرتا ہے اور اوصاف اخص کا اقتضا جیسا کہ اہل معصیت سے ایک دوسرے کا مائل ہوتا ہے۔ پس جبکہ یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو چکا اور یہ تحقیق ہے کہ صحبت کی طرف کھینچنے والا وجود جنسیت کبھی اوصاف اعم سے اور کبھی اوصاف اخص سے تو انسان کو اپنے نفس کو ٹٹولنا چاہیے جبکہ وہ کسی شخص کی صحبت کی طرف مائل ہو اور اس بات کو دیکھے جس کے سبب وہ اُس شخص کی طرف رآغب ہوتا ہے اور جس شخص کی طرف کہ نفس مائل ہوتا ہے اُس کے احوال کا شرع کی ترازو میں وزن کرے اور اُن کو تولے۔ پھر اگر اُس کے

کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یا ابا محمد! یہ تیرا حق ہے اور یہ تیرا فضل ہے۔ اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ جب کسی طالبِ مسترشد سے مخالفت اور قہر نفس میں اور صدقِ عزیمت کے ساتھ میں ضعف پائیں تو چاہئے کہ اُس کے ساتھ ملائمت کریں اور حدِ رخصت پر اُسے ٹھہرا دیں کہ اس میں بہت خیر ہے اور جب تک بندہ رخصت کی چادر دیواری سے در نہ گزرے تو وہ آزاد ہے۔ بعد ازاں قائم ہوا اور فقیروں سے ملا اور لزومِ رخصت میں مشاق ہو گیا تو نرمی کے ساتھ عزیمت کے مقام تک چڑھایا جائے۔

ابوسعید بن الاعرابی نے کہا کہ ایک جوان تھا جو ابراہیم صانع کے نام سے مشہور تھا اور اس کا باپ دولت مند تھا سو وہ صوفیہ کی طرف پلٹ آیا اور ابو احمد قلانسی کے ساتھ ہم صحبت ہوا۔ پھر اکثر اوقات کچھ روپیہ پلیسہ ابو احمد کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اُن کے لئے پتلی چپاتیاں اور بھنا ہوا گوشت اور حلوہ خرید کرتا اور اُس کو دے دیتا اور کتنا کہ یہ خارجِ دنیا سے ہوا ہے اور ہر ائینہ نعمت نے پھر عود کیا تو واجب ہے کہ ہم اُس کے ساتھ نرمی کریں اور اُس کو دوسروں پر ترجیح دیں۔ اور مشائخ کے آداب سے یہ ہے کہ مال مرید اور اُس کی خدمت اور مدارات سے جو بوجہ من الوجہ ہو منزه اور میرا ہے اس واسطے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے آیا ہے تو اُس کا نفع اور ارشاد بھی خالصاً اللہ تعالیٰ ہو۔ پھر کیا مرید کے لئے افضل صدقات سے ہاتھ بڑھائے۔

اور ہر ائینہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی صدقہ دینے والے نے کوئی صدقہ افضل علم سے نہیں دیا جس کو وہ لوگوں میں پھیلاتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تبلیہ کے لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو خالص ہو اور آمیزش سے بچانے کے لئے اِنَّمَا نَطْعَمُكُمْ لَوْجَهَ اللّٰهِ لَا يَزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا تَنْكُورًا۔ یعنی ہم کھا نا تم کو واسطے اللہ تعالیٰ کے کھلاتے ہیں اور تم سے بدلا اور شکر کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

پس شیخ کے لائق نہیں ہے کہ اُس کے صدقہ پر کوئی جزا طلب کرے مگر

سے جو قسم کہ صاف پاک تر ہو اختیار کر لے اور جو کہ اس میں سدراہ مقصود ہو اُسے چھوڑ دے۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ نہیں تو نے کوئی شر دیکھا مگر اس شخص سے جس کو تو جانتا پہچانتا ہے اور اسی قول کے باعث ایک گروہ نے اہل سلف سے صحبت کا انکار کیا ہے اور وحدت و تنہائی اور گوشہ نشینی میں فضیلت سمجھتے تھے مثل ابراہیم ادھمؒ اور داؤد طائی اور فضیل بن سلیمان الخواص کے۔ اور سلیمان الخواص سے حکایت کی ہے کہ لوگوں نے اُس سے کہا کہ ابراہیم بن ادھم آیا ہے کیا تو اُس سے ملاقات نہ کرے گا؟ اُس نے جواب دیا کہ اگر میں ایک درندہ نقصان پہنچانے والے سے ملوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ مرغوب ہے کہ ابراہیم بن ادھم سے ملوں۔ کہا یہ اس واسطے ہے کہ میں جب اُسے دیکھوں تو اُس کے لئے اپنے کلام کو آراستہ کروں گا اور اپنے نفس کو اُس کے احسن احوال کے ظاہر کرنے سے ظاہر اور غالب کروں گا اور اس میں فتنہ ہے اور یہ ایک عالم اپنے نفس اور اخلاق نفس کا کلام ہے اور یہ امر دو مصاحبوں کے درمیان ضرور ہونے والا ہے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ اور مصنون رکھے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قریب ہے یہ کہ بہترین مال مسلم بکریاں ہوں کہ اُن کے ساتھ وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں لگا پھرتا ہے اور اُن مقامات میں جہاں جہاں پانی گرتا ہے بھاگتا ہے اپنے دین کے ساتھ فتنوں سے پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم سے خبر دینے کے لئے فرمایا ہے: **واعز لکم وما تدعون من دون اللہ وادعوربی**۔ یعنی تم سے کونسا پکڑتا ہوں اور اُن سے کہ جن کو تم پکارتے ہو اور میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عزلت سے اپنی قوم پر قوت اور پشتی طلب کی ہے۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ عزلت دو نوع ہے، فریضہ ہے اور فضیلت ہے۔ سو فریضہ تو عزلت شر اور اہل شر سے ہے اور فضیلت عزلت فضول اور اہل فضول سے ہے اور جائز ہے کہا جائے کہ خلوت غیر عزلت ہے۔

پس خلوت اغیار سے ہے اور عزلت نفس سے ہے اور اُن چیزوں سے جس کی طرف نفس مبلاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز رکھے۔ پس خلوت

اُس کے حال سے کسی طرح کی کجروی معلوم ہوگی یا اُس سے کوئی دعویٰ دیکھا یا دیکھا کہ اس میں عجب اور پندار آگیا ہے تو چاہیے کہ مکروہ کی اُس سے تصریح نہ کرے بلکہ اور یاروں سے کلام کرے اور اس مکروہ کی طرف اشارہ کرے جو جانتا ہے اور مجملاً بُرائی کی وجہ کو ظاہر کر دے تو اس سے فائدہ سب کو حاصل ہوگا کیونکہ یہ مدارات سے قریب تر ہے اور تالیفِ قلوب کے اثر میں زیادہ تر ہے اور جبکہ مریدوں سے خدمت میں کوتاہی دیکھے جو اُس پر لازم مقلی تو اس کی تقصیر کو برداشت اور اُسے معاف کرے اور خدمت پر اُسے ملائمت اور رفیق سے برا نگینتہ کرے اور اسی کی طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں استجاب کیا جو حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ کس قدر خادم سے عفو کروں؟ آپ نے فرمایا ہر روز ستر مرتبہ۔

اور اخلاقِ مشائخِ حسن اقتدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہذب اور آراستہ ہیں اور یہ حضرات سب لوگوں سے زیادہ ترحق دار ہیں کہ اس کی نسبت کا احیاء کریں خواہ کوئی امر ہو یا مستحب ہو یا انکار کیا ہو یا واجب کیا ہو۔ اور تمام ضروری آداب سے یہ ہے کہ مریدوں کے اسرار کی حفاظت اُن چیزوں میں کریں جن کو مرید شیخ پر ظاہر کرتے ہیں اور وہ بخششیں طرح طرح کی جو اُن کو عطا ہوتی ہیں اس واسطے کہ سر مرید اُس کے رب اور شیخ سے اُگے نہیں لڑھکتا۔ بعد ازاں شیخ نفس مرید ہیں اُن چیزوں کو حقیر جانے جو اپنی خلوت میں پاتا ہے خواہ وہ کشف ہو یا کوئی خطاب کا سماع ہو یا کوئی چیز خوارقِ عادت سے ہو اور اُس کو جملادے کہ اُن چیزوں میں سے کسی چیز پر ٹھہر جانا اللہ تعالیٰ سے باز رکھتا ہے اور باب ترقی کو بند کر دیتا ہے بلکہ اس کو سمجھا دے کہ یہ ایک نعمت ہے اس کا تو شکر ہے اور اُس سے اور بہت نعمتیں ہیں جو شمار میں نہیں آتیں۔

اور مرید کو یہ بھی بتلا دے کہ شانِ مرید طلبِ منعم ہے نہ کہ طلبِ نعمت ہے تاکہ اُس کا سر محفوظ اُس کے نفس اور اُس کے شیخ کے نزدیک رہے اور سر اُس کا افشاء نہ ہو اس واسطے کہ افشاءِ اسرار کا تنگی سینہ سے ہے اور تنگی سینہ افشاءِ سر کی

بھاگے گا اور ایک بلندی سے دوسری بلندی کی طرف اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف مانند لومڑی کے کہ وہ بھاگتی ہے کہا لوگوں نے کہ یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا فرمایا کہ جس وقت نہ پہنچے روزی مگر ساتھ گناہ اللہ تعالیٰ کے۔ پس جس وقت یہ زمانہ ہووے تو عز و بت یعنی بے نکاح رہنا حلال ہو گیا۔ بولے کہ کیونکر ہووے یہ بات یا رسول اللہ! حالانکہ آپ نے ساتھ نکاح کرنے کے ہم کو حکم کیا؟ فرمایا کہ جس وقت یہ زمانہ ہوگا موت مرد کی اوپر ہاتھ ماں باپ کے ہوگی۔ اور اگر اُس کے ماں باپ نہ ہوں گے تو اوپر ہاتھ زوجہ اور اولاد کے ہوگی اور اگر اُس کی زوجہ اور اولاد نہ ہوگی تو اوپر ہاتھ قرابت اُس کے کے ہوگی۔ بولے کس طرح پر یا رسول اللہ؟ فرمایا ساتھ تنگی روزی کے شرم دلائے گی تو وہ جس چیز کی طاقت نہیں رکھتا ہے اُس کی تکلیف اٹھائے گا یہاں تک کہ وہ اس کی محل ہلاکت میں ڈال دیں گے۔

اور اہل سلف سے بعضوں نے صحبت اور برادری فی اللہ کے اندر رغبت کی ہے اور اُن کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اس بات پر احسان رکھا ہے اس حیثیت سے کہ اُن کو بھائی ٹھہرایا۔ سو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْتُمْ بِنِعْمَةِ إِخْوَانِكُمْ - یعنی اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اس واسطے کہ تم دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت دی۔ پس صبح کو تم ساتھ نعمت اُس کی کے بھائی ہو گئے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِبَصْرِهِ وَبِالسُّومَنِيِّينَ وَالْمَغْنَمِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ مَا لَكَ بِبَصْرِهِ قُلُوبَهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ الْغَفُورَ الرَّحِيمَ - یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے ساتھ نفرت اپنی کے اور مومنوں کے تیری مدد کی اور اُن کے دلوں میں الفت ڈالی۔ اگر آپ فریح کرتے تمام جو کچھ زمین میں ہے نہ آپ الفت ان کے دلوں میں ڈالتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان الفت پیدا کر دی۔

اور سعید بن مسیب اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہما نے صحبت اور اخوت

احوال کو راست اور درست دیکھے تو چاہیے کہ حسن حال کی وجہ سے اُس کی مباشرت اور مبادرت کرے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا اُئینہ روشن اُس کے بھائی کے اُئینہ میں بنا دیا ہے کہ حُسن حال کا جمال اُس کے لئے جلوہ کرے اور اگر اُس کے افعال کو راست اور درست نہیں رکھتا تو چاہیے کہ ملامت اور اتہام کے ساتھ اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اس واسطے کہ اُس کے بھائی کے اُئینہ میں اُس کے حال کا مجبوزنڈ اپن اس کو کھل گیا۔ اس صورت میں لائق ہے کہ اُس سے ایسا بھاگے جیسا کہ وہ شیر سے بھاگتا ہے اس واسطے کہ وہ دونوں جب آپس میں مل بیٹھیں گے تو اور زیادہ تاریکی اور کج روی ہوگی۔ بعد ازاں اپنی مصاحبت سے جس کی طرف اُس کو میل ہے حُسن و حال دیکھ لے اور اپنے نفس کے لئے حُسن حال کا حکم کرے تو اُس کو اپنے بھائی کے اُئینہ میں نظارہ کرے۔

پھر جاننا چاہیے کہ وصف اعم کا میل اس کی مشرت میں مرکوز ہے اور میل اس کے طریق کے ساتھ واقع ہے اور اُس کے لئے اُس کی رُو سے احکام ہیں اور نفس کے لئے اُس کے سبب سے سکون اور میلان ہے تو جو میل کہ وصف اعم کی وجہ سے ہے اُس کو وصف خاص کے میل کا فائدہ دُور اور مسلوب کر دیتا ہے اور دونوں ہم نشینوں کی باہم ایسی طبعی خوشی اور راحت اور دل کی لذتیں اور مزے ہوتے ہیں کہ اُس میں اور خالص محبت لُذتیں کوئی فرق نہیں بتلا سکتا مگر وہ علماء کہ نہ اہل ہیں اور کبھی مرید صادق اہل اصلاح میں اس سے زیادہ بگڑ جاتا ہے جس قدر کہ اہل فساد میں بگڑتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فساد کا جو طریق ہے اُس کا فساد سمجھ پڑتا ہے اور اُس سے پرہیز کیا جاتا ہے اور جو اہل صلاح ہیں اُن کی صلاح سے دھوکہ ہو جاتا ہے تو اُن کی طرف صلاحیت کی جنسیت سے ماٹل ہوتا ہے۔ بعد ازاں اُن کے درمیان لذات اور راحت طبعی اور جبلی حاصل ہوتے ہیں جو اُن کے اور حقیقت صحبت لُذت کے حاجب اور حائل ہوتے ہیں تو ان کے طریق سے طلب میں فتور اور حصول مقصود سے مخالفت پیدا ہوتی ہے۔

اور چاہیے کہ مرد صادق اس دقیقہ اور باریک نکتہ سے آگاہ ہو اور محبت

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے داؤد کیا حال ہے کہ میں تجھے تنہا گوشہ گزین دیکھتا ہوں۔ حضرت داؤد نے کہا الہی! خلق کو تیرے سبب سے میں نے دشمن کیا۔ پھر اُس کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد بیدار ہو شیار اپنے نفس کے لئے طلبگار بھائیوں کا ہو اور جو کوئی دوست کہ تجھ سے موافقت میری خوشی پر نہ کرے اس کی صحبت تو مت رکھ اس واسطے کہ وہ دشمن ہے تیرے قلب کو سخت اور تیرے تئیں مجھ سے دور کر دے گا۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ دوست زیادہ تم میں سے طرف اللہ کے وہ لوگ ہیں جو اُلفت کرتے ہیں اور اُلفت کئے جاتے ہیں۔ پس مومن اُلف اور مالوف یعنی اُلفت کرنے والا اور اُلفت کیا گیا ہے اور اس میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص عزلت کو اختیار کرے اور وحدت کو اللہ تعالیٰ کے واسطے تو اُس سے یہ وصف زائل ہو جاتا ہے اور وہ اُلف اور مالوف نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ اشارہ بخانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ جلی کی طرف ہے اور یہ خلق ہر ایک شخص میں جو معرفت میں اور یقین میں اکل اور عقل میں گراں مایہ اور اہلیت و استعداد میں اتم ہو کمال کو پہنچتا ہے اور اس وصف سے زیادہ بہرہ ور آدمیوں سے انبیاء تھے اُن کے بعد اولیاء اور سب سے اکل اور اتم اس میں ہمارے نبی صلوات اللہ علیہ ہیں اور ہر ایک شخص جو انبیاء سے تھا اُلفت میں پورا زیادہ تھا اسی کے توابع زیادہ تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سب سے زیادہ اُلفت کی تھی اور اُن سب سے زیادہ اُن کے توابع ہیں۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نکاح باہم تم کرو اور بہت کثرت سے تم ہو جاؤ اس واسطے کہ میں تمہارے ساتھ قیامت کے دن اُمتوں کا بڑھانے والا ہوں اور ہر اُمتیۃ اللہ تعالیٰ نے اس وصف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ہے اور کہا کہ اگر تو ہوتا سخت خوشخت دل کا تیرے پاس سے البتہ لوگ بھاگ جاتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس وصف

کثیر الوجود ہے اور عزلت قلیل الوجود ہے۔

ابو بکر و راق نے کہا ہے کہ فتنہ نہیں پیدا ہوا ہے الا غلط اور میل جول سے شروع آدم علیہ السلام سے آج کے دن تک اور سلامت وہی شخص رہا جس نے اختلاط سے گوشہ گیری کی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ سلامت کے دس اجزا ہیں نو تجز و خاموشی میں ہیں اور ایک جز و عزلت میں ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ غلوت اصل ہے اور خلط و صحبت عارض تو چاہیے کہ اصل کو لازم پکڑے اور مخالفت نہ کرے مگر بقدر حاجت کے اور جب مخالفت کرے تو نہ مخالفت کرے مگر مجبوعہ کے ساتھ اور جب مخالفت کرے تو خاموشی اختیار کرے اس واسطے کہ وہ اصل ہے اور کلام عارضی ہے اور تکلم نہ کرے مگر مجبوعہ کے ساتھ اس واسطے کہ صحبت کا خطرہ بہت ہے اور اس میں بندہ زیادہ علم کا محتاج ہے اور اخبار و آثار اختلاط اور صحبت سے ہمہ گیر کرنے کے بابت بہت ہیں اور کتابیں اس سے مملو اور مشحون ہیں اور اس میں جو اخبار ہیں ان کو ایک حدیث نے جمع کیا ہے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

یباثین علی الناس زمان لا یسلم الذی دین دینہ الا من فریدینہ
من قریۃ الی قریۃ ومن شاہق الی شاہق ومن حجر الی حجر
کانتعلب الذی یردع قالوا ومتی ذلک یا رسول اللہ قال اذا لم تصل
المعیشتۃ الا بمعاصی اللہ فاذا کان ذلک الزمان حلت الغروبۃ
قالوا وکیف ذلک یا رسول اللہ وقد امرتنا بالتزوج قال انه
اذا کان ذلک الزمان کان ہلک الرجل علی ید ابویہ فان لم یکن
لہ ابوان فعلی ید زوجته وولده فان لم یکن لہ زوجته ولا ولد
فعلی ید قرابتہ قالوا وکیف ذلک یا رسول اللہ قال یعیروہ بضمیق
المعیشتۃ فیتکلف ما لا یطیق حتی یوردہ من مواردا الملکۃ -

یعنی البتہ آدمیوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ نہیں سلامت رہے گا کسی دین والے
کا دین مگر وہ شخص کہ سبب دین اپنے کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف

نہیں ہے حکیم عقلمند وہ شخص کہ ساتھ امر معروف کے زندگی بسر نہ کرے اُس شخص سے کہ جس کی صحبت سے چارہ نہ ہووے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اُس سے کشادگی دے۔

اور حضرت بشر بن حارث کہا کرتے تھے کہ جب بندہ اطاعتِ الہی میں قاصر ہو تو اللہ تعالیٰ فوراً کہہ دیتا ہے اُس شخص کو جو اُس سے مانوس ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے لئے انیس مہیا کر دیتا ہے اور وہ مہربانی کے جو منجانب اللہ تعالیٰ کے ہے اور بندہ کو ثواب دینے کے لئے جو فوراً اس دنیا میں اُسے حاصل ہو۔ اور انیس کبھی تو مفید ہوتا ہے جیسے مشائخ اور کبھی وہ مستفید ہوتا ہے جیسے مرید۔

پس جو شخص کہ عزلت اور خلوت میں صحیح ہے وہ بغیر انیس کے نہیں چھوڑا جاتا پھر اگر وہ قاصر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو مانوس ایسے شخص سے کہہ دیتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے حال کی تکمیل کر لے اور اگر وہ غیر قاصر ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ ایسا شخص پہنچا دیتا ہے مریدوں سے جو اُس کے ساتھ انس کرے اور یہ انس وہ ہے جس میں وہ میل نہیں ہے جو وصفِ اعم کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے محبت کرنے والے آپس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اُوپر سرخ یا قوت کے ستونوں کے ہیں۔ ستونوں کے سر میں ستر ہزار بالا خانے ہیں اور اُوپر جنٹیوں کے جھانکتے ہوں گے اُن کا حسن اور جمال جنٹیوں کو روشن کرے گا جیسا کہ سورج دُنیا والوں کو روشن کرتا ہے۔ کہیں گے جنٹی یعنی فرشتوں کو کہ ہمیں پاس دوستی کرنے والوں کے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتے ہیں لے چلو تا کہ ہم اُن کو دیکھیں۔ پس جس وقت وہ جنٹیوں پر نظر کریں گے حسن و جمال ان کو جنٹیوں کو روشن کر دے گا جیسا کہ سورج دُنیا والوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اُن کا لباس سندس سبز سے ہے اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ

فی اللہ تعالیٰ کو پسند اور اختیار کیا ہے۔ اور فائدہ صحبت کا یہ ہے کہ وہ باطن کے مسام کھولتی ہے اور انسان اس سے حوادث اور عوارض کا علم حاصل کرتا ہے۔

یعنی کہتے ہیں کہ آفات کا بڑا جاننے والا وہ ہے جو ان سے زیادہ تر آفات میں پڑا ہو اور علم محکم سے باطن سخت اور مستحکم ہو جاتا ہے اور آفات کی رات کو چلنے کے باعث سے صدق ممکن ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے خلاص پانا ایمان کی بڑھتی ہے اور صحبت اور اخوت کے طریق سے ایک دوسرے کی مدد اور معاونت باہم ہوتی ہے اور لشکر دل قوی ہو جاتا ہے اور ارواح آپس کی خوشبو لینے کے سبب آرام پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور رفیق اعلیٰ کی طرف توجہ کرنے میں متفق ہو جاتے ہیں اور ظاہر میں اُس کی مثال آواز دن کی ہے کہ جب وہ جمع ہو جائیں تو اجرام سماوی کو بھاڑ ڈالتے ہیں اور جب آواز تنہا ہو تو مقام مقصود تک نہیں پہنچتی۔

حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ مومن اپنے بھائی کے ساتھ کثیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے اُس شخص سے جس کا کوئی دوست نہیں فرمایا ہے: فمالنا من شافعیین وواصدیق حمیم۔ یعنی پس کوئی نہیں ہماری شفاعت کرنے والا اور نہ کوئی دوست محبت رکھنے والا۔

اور حمیم کی اصل ہمیم ہے مگر یہ کہ ہائے ہوز جانے حطی کے ساتھ بدل کی ہے اس واسطے کہ اُن دونوں کا مخرج قریب ہے اس واسطے کہ وہ دونوں حروف حلق سے ہیں اور ہمیم اہتمام سے ماخوذ ہے یعنی اپنے بھائی کے کام کا اہتمام کرنا ہے اس واسطے کہ دوست کی مہم میں اہتمام اور کوشش کرنی حقیقت صداقت ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دوستی اور محبت دیکھے تو چاہیے کہ اس کے ساتھ اعتصام کرے۔ اس واسطے کہ یہ بات کمتر ہوتی ہے اور کہنے والے نے کہا ہے ۷

واذا اصفقت من زمانك واحد فهو المراد واین ذاك الواحد

یعنی ۷

یا رصادق جب زمانے میں تجھے بلجائے ایک ہے وہی مقصود لیکن ہے کہاں وہ ہائے ایک

نفس آفات ہیں اور اپنے نفس پر خوف رکھتا ہو۔ اپنے نفس سے اور خلق پر کہ اپنی شہر سے اُن پر آپڑی کہ جو شخص کہ اُس کی خلوت اس وصف سے ہو تو اس وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور حائقہ کے ساتھ اشارہ یہ ہے کہ بغض دین کے لئے دشمن ہے اس واسطے کہ وہ مومنین اور مسلمین کی طرف دشمنی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

حضرت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک فرشتہ ہے کہ آدھا آگ سے اور آدھا برف سے بنا ہوا ہے اور اُس کی یہ دُعا ہے :-

اللّٰهُمَّ فِکَمَا الْفِت بَیْنَ هَذَا الشَّلْجِ وَهَذَا النَّارِ فَلَا الشَّلْجَ یَطْفِئُ النَّارَ وَكَانَ النَّارُ تَذِیْبُ الشَّلْجِ الْفِی بَیْنِ قُلُوبِ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ -

اور کیونکہ قلوب صالحین مالوف باہم نہ ہوں اور حالانکہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقتِ عزیز میں قاب تو سین پر ایسے وقت میں جس کے اندر گنجائش کسی شے کی نہ تھی اس وجہ سے کہ صالحین کا حال لطیف ہے اُن کو ایسے مقام بزرگ پر نہیں پایا اور کہا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہ وہ مجتمع ہیں ہر چند کہ وہ متفرق ہوں اور صحبت اُن کی لازم ہے اور عزیمت اُن کی دنیا و آخرت میں تو اصل اور باہمی آمیزش میں مجازم اور قطعی ہے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر ایک آدمی دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں کھڑا رہتا ہو تو صدقہ دیتا ہو اور مجاہدہ کرتا ہو اور حب فی اللہ اس کو حاصل نہ ہو اور نہ بغض فی اللہ ہو تو یہ سب کچھ اُسے نفع نہیں دے گا۔

ابو بکر تلمانی نے کہا ہے کہ صحبت رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پھر اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے اُس کے ساتھ

۱۔ اے اللہ جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت کی، پس نہ تو برف آگ کو بجھا سکتی ہے اور نہ آگ برف کو چھلا سکتی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں الفت پیدا فرما۔ ۱۲

(محمد رفیع عفا اللہ عنہ)

کے عزت اور وحدت کو طلب کیا اور ہر ایک شخص جس میں یہ وصف زیادہ قوی اور اکمل ہو تو اس میں عزت کی ابتداء ابتدا میں اکثر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع شروع میں خلوت مرغوب تھی اور غارِ حرا میں آپؐ خلوت رکھتے تھے اور بہت راتوں کو اُس میں عبادت کیا کرتے اور عزت کی طلب آپؐ کے اس وصف کو زائل نہیں کرتی تھی کہ آپؐ اَلْف اور مالوف تھے اور ایک قوم نے اس میں غلطی کی جن کا یہ ظن ہے کہ عزت اس وصف کو سلب کرتی ہے اور عزت کو اس فضیلت کے حامل کرنے کے واسطے ترک کر دیا اور یہ خطا ہے اور طلب عزت کا سمر اس شخص کے لئے جس میں یہ وصف ہو انبیاء اور اولیاء سے تم و اکمل ہے جس کو ہم نے باب کے آغاز میں بیان کیا ہے کہ ہر آئینہ انسان میں وصفِ اعم کے سبب میل اپنی جنس کی طرف ہے پھر جبکہ زیرک استاد ان کا رنے اُس کو دریافت کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے خلوت اور عزت ان کو الہام کی اس لئے کہ نفس کا تصفیہ اس میلان سے ہو جائے جو وصفِ اعم کے سبب ہے بلندیتیں میل طبعی سے تالف و روحانی پر ترقی کریں۔ پھر جبکہ حق تصفیہ ادا ہوا تو ارواح نے اصلی اُلفت اولیٰ کے ساتھ اپنی جنس کی طرف بلند پروازی کی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو خلق اور اُس کی محبت کی طرف پاک اور صاف الٹا پھیرا اور نفوسِ طاہرہ انوار ارواح سے روشن ہو گئے اور صفتِ جملی جو اُلفتِ کمل تھی اَلْف اور مالوف میں ظاہر ہوئی۔ اس سبب سے عزت اہم امور سے اُس شخص کے نزدیک ہو گئی جو اُلفت کرے اور اُلفت کیا جائے۔

اور سب دلیلوں سے بڑی دلیل اس پر کہ ہر آئینہ جس شخص نے عزت اور گوشہ نشینی کی اَلْف اور مالوف ہے تاکہ غلطی اُس شخص سے جس نے اس میں غلطی کی اور عزت کی مطلق اُس نے مذمت کی بغیر اس بات کے جانے کہ محبت اور عزت کی حقیقت کیا ہے اور عزت اپنے وقت میں اور صحبت اپنے وقت میں ہو جائے یہ ہے جو محمد بن حنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے: لیس بحکم من لم یعاشر بالمعروف من لا یجد من معاشرته بداحتہ یجعل اللہ له من فرجا۔ یعنی

توازل ادب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنے یار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد سوال اور دعا اور تضرع سے کر دے اور صحبت میں برکت مانگے اس واسطے کہ وہ شخص اس سے اپنے نفس پر یا تو ایک دروازہ جنت کا کھولتا ہے یا ایک دروازہ دوزخ کا۔

پس اگر اللہ تعالیٰ اُن دونوں میں خیر کا دروازہ کھولے تو وہ ایک دروازہ جنت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جتنے دوست ہیں اُس دن دشمن ہوں گے مگر جو ہیں ڈر والے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک کو اُن دو میں سے جو اخوت فی اللہ رکھتے ہوں کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو تو وہ اپنے بھائی کے مکان سے سوال کرے گا۔ سواگر وہ مکان اُس کے مکان سے کم درجہ کا ہو گا تو وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا جب تک کہ اُس کے بھائی کو مکان اُس کے مکان کے مثال عطا نہ ہو گا۔ پھر اگر اُس سے کہا جائے گا کہ تیرے عمل برابر اُس کے عمل کے نہ تھے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور اُس کے لئے عمل کرتا تھا تو وہ اپنے بھائی کے لئے جس قدر مانگا جائے گا وہ دے گا اور اُس کا بھائی اُس کے درجہ تک بلند کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اُن دونوں پر صحبت شتر کا دروازہ کھولے تو ایک دروازہ دوزخ کا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : **وَيَوْمَ يُعْضِضُ الْمَظَالِمَ عَلَىٰ يَدِهَا يُعْرَلُ بِالْبَيْتِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا** یا ویلتی لیستنی لہم اتخذ فلا نا خلیلہ۔ یعنی اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گناہگار اپنے ہاتھ کے گا کسی طرح میں نے پکڑی ہوتی رسول اللہ کے ساتھ راہ، اے خرابی میری کہیں نہ پکڑی ہوتی میں نے فلا نے کے ساتھ دوستی۔ اگرچہ یہ آیت قصہ مشہورہ میں نازل ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا ہے پر سبیز کرنے پر ایک دوست سے جو اللہ تعالیٰ سے قطع کرے اور اس میں بلا نیت اختیار صحبت اور اخوت سے جو حسب اتفاق ہو اور ابتدائے کام میں شان اُن لوگوں کی جو غافل اور جاہل ہیں نیات اور مقاصد اور نفع اور نقصانوں سے ثابت ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک کلام میں کہا ہے اور انسانوں کو نہیں پیکارتے ہیں مگر انسان۔ پس صحبت سے فساد کی بھی امید ہے اور

کے واسطے محبت رکھنے والے ہیں۔

حضرت ابو ادریس خولانی نے معاذ سے کہا کہ میں تجھے محبوب فی اللہ رکھتا ہوں تو اُس سے کہا کہ بشارت مجھے ہو اور بشارت تجھے ہو کہ ہر آئینہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے آدمیوں سے ایک گروہ کے لئے قیامت کے دن عرش کے ارد گرد کرسیاں بچھائی جائیں گی جن کے منہ ایسے ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے لوگ گھبرائیں گے اور وہ نہ گھبرائیں گے اور لوگ ڈریں گے اور وہ نہ ڈریں گے اور یہ لوگ وہ اولیاء اللہ ہوں گے کہ نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ محزون ہوں گے۔ سو آپ سے سوال کیا لوگوں نے کہ وہ کون ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ باہم محبت اللہ تعالیٰ میں کرنے والے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت اور متحقق ہوتی ہے جو باہم میرے واسطے محبت کرتے ہیں اور باہم ملاقات میرے لئے کرتے ہیں اور باہم بذل اور صداقت میرے لئے کرتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آگاہ ہو میں خبر دیتا ہوں اُس خیر سے جو نماز اور صدقہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا اصلاح ذات البین یعنی دو شخصوں کے درمیان باہم صلح کرانی۔ اور پچوتم بغض سے اس واسطے کہ وہ حائل ہے یعنی محبت کو دور کرنے والا ہے۔

اور ابو مسلم نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے ایک حدیث کو اور حدیث میں تحذیر اور تخویف بغض سے ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر کنارہ کشی ان کی دشمنی اور بدگمانی کے سبب کرے اور یہ خطاب ہے اور جو شخص کہ ارادہ اس بات کا کرے کہ وہ لوگوں سے علیحدہ اور تنہا رہے کہ وہ اپنے نفس کو دشمن رکھتا ہے اور ان باتوں کو جان کر جو اُس کے

علت سے جو ان دونوں میں کسی ایک میں ہوگی۔ پس مواخاة فی اللہ صاف تر اب کمال سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں صفائی کا مطالبہ کرنے والا ہے اور جو چیز صاف ہے تو برابر رہے گی اور اصل اس کی دوام صفا میں عدم مخالفت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اپنے بھائی سے لڑائی جھگڑا ہٹ کر دو اور اُس سے خوش طبعی نہ کر اور نہ ایسا وعدہ کر جس کے تو خلاف کرے۔

حضرت ابوسعید خدری نے کہا میں صوفیوں کے ساتھ پچاس برس رہا کبھی میرے اور اُن کے درمیان خلاف نہیں پڑا۔ سو اُس سے سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر ہوا۔ کہا اُس واسطے کہ میں اُن کے ساتھ اپنے نفس پر غالب رہتا تھا۔ ابو عمرو مشعی رامی نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ ابن الجلا کو کہتے سنا ہے اور اُس وقت کسی شخص نے اُس سے سوال کیا تھا کہ خلق سے میں کس شرط پر صحبت رکھوں تو جواب دیا کہ اگر تو اُن سے نیکی نہ کرے تو اُن کو ایذا بھی مت دے اور اگر تو انہیں خوش نہ کرے تو اُن سے بڑائی نہ کر۔ اور اُسی عبد اللہ نے اسناد مذکورہ کے ساتھ کہا ہے کہ اپنے بھائی کا حق تلف نہ کر جو تیرے اور اُس کے درمیان مودت اور صداقت سے ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک مومن کے لئے حقوق مقرر کئے ہیں جن کو ضائع بجز اُس کے کوئی نہیں کر تا جو رعایت اُن حقوق الہی کی نہیں کرتا کہ اُس پر ہیں اور حقوق صحبت سے یہ ہے کہ جب فرقت اور جدائی واقع ہو جائے تو اپنے بھائی کا ذکر نہ کرے مگر خیر کے ساتھ۔

حکا بہت ہے کہ ایک صوفی کی بی بی تھی اور اس کی ایک بات مکر وہ اُسے معلوم تھی سو اُس صوفی سے بی بی کا حال پوچھنے کے لئے کہا جاتا تو وہ کہتا کہ مرد کے لائق یہ نہیں کہ اپنے اہل کے حق میں خیر کے سوا کہے۔ پھر اُس سے انگ ہو گیا اور اُس کو طلاق دے دی۔ پھر اُس سے اُس ماجرا کی خبر چاہی تو کہا ایک عورت ہے جو مجھ سے علیحدہ ہو گئی اور مجھ سے وہ کسی چیز میں شریک نہیں ہے میں کیونکر اُس کا ذکر کروں اور یہ تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ سبحانہ ہر ائینہ بھلی بات کو ظاہر اور بُری بات کو پوشیدہ کرتا ہے۔ اور جب ایک بھائی سے ایسی بات

صحبت رکھو تاکہ اُن کی صحبت کی برکت تم کو اللہ تعالیٰ کی صحبت تک پہنچائے۔
 علی بن سہل کا قول ہے کہ انس باللہ تعالیٰ یہ ہے کہ خلق سے متوحش ہو مگر
 اُس شخص سے کہ وہ اولیاء اللہ سے ہو۔ اس واسطے کہ اہل ولایت اللہ سے انس کرنا
 بعینہ انس باللہ ہے۔ اور ہر آئینہ کہنے والے نے نظم میں آگاہ کر دیا اس حقیقت
 پر جو معانی صحبت اور خلوت اور اُن کے فائدوں کو جامع ہے اور اُس بات کو جس
 سے پرہیز کرنا چاہیئے اور یہ اس کا قول ہے۔ ابیات

من جلیس النساء عندہ وحدة الانسان خیر
 من قعود الصراء وحده وجلیس الخیر فیہ خیر
 ترجمہ :-

بہتر انسان کی ہے تنہائی ہم نشین سے جو بد ہو اسکے پاس
 اور بہتر ہے ہم نشین بہتر نہ کہ بیٹھا رہے اکیلا اداس

❖

باب چوں اُن

صحبت اور اخوت فی اللہ کے حقوق ادا کرنے کے بیان میں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و تعاونوا علی البر والتقویٰ یعنی اور آپس میں
 مدد کرو تم اوپر نیکی اور پرہیزگاری کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- و تواصوا
 بالحق و تواصوا بالرحمہ یعنی اور تاکید کرتے ہیں ستمارنے کا اور تاکید کرتے
 ہیں رحم کھانے کا۔ اور اصحاب رسولؐ کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
 اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ یعنی زور آور ہیں کافروں پر نرم دل آپس میں
 اور کل یہ آیتیں سب نبی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے آداب حقوق صحبت پر
 موجب تینیلہ اور آگاہی ہیں۔ پس جو شخص کہ اُس نے صحبت اور اخوت اختیار کی

پھر وہ معاودت کرے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جبکہ قوم نے ایک شخص کو جس نے فعل فاحشہ کیا گالیاں دیں فرمایا کہ ٹھہر اور اپنے اس قول سے اُن کو زجر کیا اور اپنے بھائی پر تم مددگار شیطان کے مت ہو۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اپنے بھائی سے قطع نہ کر اور مت اُس سے ہجر کر اُس کے گناہ کے سبب جو وہ گناہ کرے اس واسطے کہ وہ آج کے دن از کتاب اس کا کرتا ہے اور کل صبح اُس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ڈرو تم عالم کی لغزش اور گناہ سے اور اُس سے قطع نہ کرو اور اُس کی بازگشت کا احتضار کرو اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال اپنے بھائی سے کیا کہ اُس سے مواخات کی تھی اور شام کی طرف گیا تھا تو اُس کا حال اُس شخص سے استفسار کیا جو اُس کے پاس آیا تھا۔ سو فرمایا کہ میرے بھائی نے کیا کیا اُس نے آپ سے کہا کہ تیرا بھائی شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسے ایسا مت کہہ اُس نے کہا کہ وہ کبائر میں آلودہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ شراب خواری میں پڑ گیا۔ پھر آپ نے کہا کہ جب تو شام کو جانے کا ارادہ کرے تو مجھے خبر دینا۔ لاوی نے کہا کہ پھر آپ نے اُس کو لکھا: حمد تنزیل الكتاب من الله العزيز العليم غافر

الذنب وقابل التوب شديد العقاب -

پھر اُس کے میچے عتاب اس پر کیا اور اُسے معزول کیا سو جب اُس نے خط پڑھا تو رو دیا اور کہا سچا ہے اللہ تعالیٰ اور عمر نے نصیحت اور خیر خواہی کی پھر اُس نے توبہ کی اور کبیرہ سے رجوع اور بازگشت کی۔ اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ دائیں اور بائیں پھر کر دیکھتا تھا تو آپ نے پوچھا کہ اُس نے کہا یا رسول اللہ ایک مرد سے میں نے مواخات کی ہے سو میں تلاش کرتا ہوں اور اُسے نہیں دیکھتا تب آپ نے فرمایا یا عبد اللہ! جب تو کسی سے مواخات کرے تو اُس کا نام پوچھ لے اور اُس کے باپ کا نام دریافت کر لے اور اُس کا گھر، پھر اگر وہ بیمار پڑے تو اُس کی عیادت کر اور اگر وہ کسی کام میں مشغول ہو تو اُس کی اعانت کر۔ اور ابن عباسؓ کہا کرتے کہ

نصیحت کی بھی اُمید ہے اور یہ اُس کا راستہ نہیں ہے۔ کس طرح اُس کے شتروں میں نہ ڈالے اور اس معاملہ میں کام اس طرح استواء ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے التجا کرے اور صدق اختیار اور سوال برکت اور خیر کا اس میں کرے اور نماز استخارہ کی پڑھے۔ بعد ازاں یہ ہے کہ صحبت اور اخوت کا اختیار کرنا بھی ایک عمل ہے اور ہر ایک عمل نیت اور حُسنِ خاتمہ کا محتاج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک حدیث طولانی کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سایہ عنایت فرمائے گا۔ سوان میں سے دو وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت باہم کی اور اسی پر انہوں نے اپنی زندگی بسر کی اور اسی پر مرے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اخوت اور صحبت کی شرط حُسنِ خاتمہ ہے تاکہ اُن کے لئے مواخات کا ثواب لکھا جائے اور جبکہ مواخات فاسد ہو گئی اس طرح پر کہ جو حقوق اُس میں ہیں اُن کو ضائع کر دیا تو عمل سرے سے فاسد ہو گیا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ شیطان نے حسد کسی دو معاونوں کا نیکی پر نہیں کیا جتنا کہ حسد اُس نے دو شخصوں پر کیا جو فی اللہ تعالیٰ لاجبائی بن گئے اور دونوں نے اس میں باہم گر محبت کی اس واسطے کہ شیطان بالذات کوشش کرتا ہے اور اپنی ذریعات کو فساد اُن کے درمیان ڈالنے پر براہِ گنجتہ کرتا ہے۔ اور فضیل کہا کرتا ہے جب کبھی غنیمت واقع ہوئی تو اُمٹھ گئی برادری اور برادری فی اللہ تعالیٰ مواجہہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اخوانا علی سہر متقابلین۔ یعنی بھائی ہیں اوپر تختوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جب ایک نے دوسرے کے لئے برائی دل میں بھائی یا کوئی چیز اس سے مکروہ دیکھی اور اُسے مطلع اس پر نہیں کیا تاکہ یہ اس کو زائل کرے یا اس سے دور کرنے کے لئے سبب پیدا کرے تو وہ مواجہہ اور مقابل اس کے نہیں ہوا بلکہ پیٹھ پھیر لی۔

حضرت جنید علیہ الرحمہ نے کہا جو دو شخص کہ باہم فی اللہ اخوت انہوں نے کی اور ایک اُن میں کا دوسرے سے متوحش ہوا تو یہ بات نہیں ہے مگر کسی

جو اپنے واسطے دیکھتا ہے۔ اور ابو معاویہ اسود کہا کرتا میرے بھائی سب مجھ سے اچھے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح؟ اُس نے کہا وہ سب میرے لئے اپنے اُوپر فضل دیتے ہیں۔ اور جس شخص نے مجھے اپنے نفس پر فضیلت دی تو وہ مجھ سے بہتر ہے اور بعض صوفیہ نے اُسے نظم کیا ہے

تذلل لمن ان تذلت له یوی ذلک للفضل لا للبلدہ
وجانب صداقہ من لم یزل علی الاصدقاء یری الفضل له

ترجمہ :

خوار ہو اُس کے لئے جو خاک پا تو اسکا ہو اسکو سمجھے فضل کے باعث نہ عقل کے ساتھ
اور اگلا من جھک کر اُس سے ہو جو دائما دُوتوں پر اپنا دیکھے فضل بے عقلی کے ساتھ

باب پچینواں

صحبت اور اخوت کے آداب کے بیان میں ہے

حضرت ابوحنیفہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آداب فقر کے صحبت میں کیا ہیں؟ تو کہا مشائخ کو حرمت اور عزت کا حفظ اور بھائیوں کے ساتھ حسن معاشرت اور چھوٹوں کو نصیحت کرنا اور اُن لوگوں کی صحبت کا ترک کرنا جو اُن کے طبقہ میں نہیں ہیں اور ایثار اور خرچ کو لازم اپنے اوپر کرنا اور ذخیرہ جمع کرنے سے کنارہ کشی اور دین و دُنیا کے کام میں مدد دینی اور اُن کے ادب سے بھائیوں کی العرش سے اجان ہونا اور جس میں نصیحت واجب ہو اُس میں نصیحت کا کرنا اور اپنے یاد کی عیب پوشی اور اُس عیب کی اُسے اطلاع دینی جو اُس میں جانتا ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم اُس شخص پر کرے جس نے مجھے میرے عیب پر رہبری کی۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں نیکی اور مصلحت کلی ایک شخص کے لئے اس شخص پر کرے جس نے مجھے میرے عیب پر رہبری کی اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اُس میں نیکی اور مصلحت کلی ایک شخص کے لئے اُس شخص سے ہے جو اُس کو متنبہ اُس کے عیبوں پر کرتا ہے۔

معلوم ہو جو موجب قطع ہو تو آیا اُس سے بغض کرے یا نہیں؟ اس میں قول مختلف ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اُس حالت سے جس پر وہ تھا بدل گیا تو اُس سے بغض کرے جیسے کہ اُس سے محبت کی تھی اور دوسرے کا قول ہے کہ بھائی سے صحبت کے بعد بغض نہ کرے مگر اُس کے عمل سے بغض رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ پس اگر تیری نافرمانی کریں تو کہدے کہ میں اس عمل سے بری ہوں جو تم کرتے ہو اور یہ نہیں کہا کہ میں تم سے بری ہوں۔

اور منقول ہے کہ ایک جوان ہمیشہ ابی دُرْدَاء کی مجلس میں آیا کرتا اور ابو ذرؓ اُس کو اوروں پر ممتا نہ دکھتا تھا۔ پھر وہ جوان ایک گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو گیا اور ابو ذرؓ تک وہ بات پہنچی۔ سو اُس سے کہا گیا کاش تو اس سے بعد رکھتا اور اس سے بھر رکھتا کہا سبحان اللہ یا کسی چیز کے سبب جو اُس سے ہو جائے ترک نہیں کیا جاتا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ صداقت ایک لمحہ یعنی قرابت ہے جیسے نسب کی قرابت ہوتی ہے اور ایک بار ایک حکیم سے سوال کیا گیا کہ تیرے نزدیک محبوب تر تیرا بھائی ہے یا تیرا دوست ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کو محبوب اُس وقت رکھتا ہوں جبکہ وہ میرا دوست ہو اور خلاف مفارقت ظاہری اور باطنی میں ہے ولیکن ملازمت باطنی جبکہ ظاہری مفارقت ہو تو وہ مختلف اشخاص کے اختلاف سے ہوتی ہے اور اس میں قول بالاطلاق نہیں کیا جاتا بغیر اس کے کہ اس میں تفصیل ہو اس واسطے کہ آدمیوں سے بغض وہ شخص رکھتا ہے جس کا تغیر اللہ سے پھر جاتا ہے اور سابقہ کی بُرائی کا حکم ظاہر ہوتا ہے تو اُس کا بغض واجب ہے اور اس میں موافقت حق کی ہے اور آدمیوں میں بغض ایسا ہے کہ اُس کا تغیر اور بدل جانا ایک لغزش سے ہے جو پیدا ہو گئی اور ایک کاہلی ہے جو آن پڑی جس کے عود اور رجوع کی امید ہے تو سزاوار نہیں ہے کہ اُس سے بغض ہو مگر اُس کے کام کا حالت حاضرہ میں بغض رکھے اور دوستی کی آنکھ سے دیکھے ایسی حالت سے کہ وہ منتظر رہے کہ اُسے کشادگی نصیب ہو۔ اور صلح کی جگہ

نہیں قدرت رکھتا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ تیرے صدق نے مجھے تعجب میں ڈالا۔

آدمؑ ابراہیمؑ ابن ادہمؑ باغوں کی حفاظت کیا کرتا اور کھیت کاٹا کرتا اور اپنے یاروں پر خرچ کرتا۔ اور اہل سلف کے اخلاق سے تھا کہ جو کوئی اپنے بھائی کے مال سے کسی چیز کی احتیاج رکھتا تو بغیر مشورہ اُس کو استعمال میں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وامرہم شورىٰ بینہم** یعنی مشاع و مشترک ہے کہ وہ سب اس میں برابر ہیں اور اُن کے ادب سے ہے کہ جب اُن کو کوئی بارگراں معلوم ہو تو وہ اپنے نفوس کو متہم اور قصور وار ٹھہراتے تھے اور اُس کی دوا کرنے میں اپنے باطن سے سبب پیدا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ اس قسم کی بات پر دل کا لپٹ جانا یا ر کے لئے ایک غیر خلیل کا رہنے۔

حضرت ابو بکر کنانی نے کہا کہ میرے ساتھ ایک شخص ہوا اور میرے دل پر وہ گراں تھا سو میں نے اُسے ایک چیز اس نیت سے دی کہ اُس کا ثقل میرے قلب سے دور ہو اور دور نہ ہوا۔ پھر میں نے اُس سے ایک دن خلوت کی اور اُس سے کہا کہ تو اپنا پاؤں میرے رُخسارے پر رکھ اُس نے انکار کیا تو میں نے اُس سے کہا کہ اس سے چارہ نہیں ہے تو اُس نے یہ کام کیا۔ اس وقت وہ بات میرے باطن سے جاتی رہی جو اپنے باطن میں پاتا تھا۔

رتقی نے کہا کہ شام سے میں نے جواز کا ارادہ کیا تاکہ اس حکایت کو کنانی سے دریافت کروں اور اُن کے ادب سے ہے کہ جس کے فضل کو جانتے ہوں اُس کو مقدم کریں اور مجلس میں اُس کے لئے وسعت دیں اور جگہ اُس کو دیں۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھوٹے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس میں ایک گروہ اہل بدر کا آیا اور کوئی جگہ انہوں نے نہ پائی جہاں وہ بیٹھیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو اٹھایا جو اہل بدر سے نہ تھے۔ پھر اُن کی حجج بدری بیٹھے تو یہ امر اُن کو بُرا معلوم ہوا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **واذا قیل انشروا فانشروا (الایہ)** یعنی جب کہا جائے کہ اٹھو تو اٹھ کھڑے ہو تم۔

کسی مرد نے میری مجلس تک بغیر کسی حاجت کے جو اُس کو ہوا مدد و رفت نہیں کی کہ میں نے دُنیا میں اُس کی مکافات جان لی۔

اور حضرت سعید بن العاص الجلیسی کہا کرتے کہ تین باتیں میرے ذمہ واجب ہیں۔ جب کوئی میرے پاس آوے تو اُس کو مر جا کہتا ہوں اور جب وہ بات کرے تو میں اُس کی طرف مُنہ کر لیتا ہوں۔ اور جب وہ بیٹھے تو اُس کے لئے وسعت جگہ میں دیتا ہوں اور غلوں محبت اللہ تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ اُس محبت میں شاید کوئی فائدہ دُنیا کا نرمی اور احسان سے نہ ہو اس واسطے کہ جو محبت معلول اور کسی سبب سے ہوتی ہے تو وہ سبب کے زوال سے زائل ہو جاتی ہے اور جو شخص اُس کی دوستی میں سدا اور وہ کسی علت کی نہ ہو تو وہ دوام غلت کے ساتھ مستحکم ہوتی ہے اور حسب فی اللہ کی شرط سے یہ ہے کہ بھائی پر خرچ کر ڈالے اس قدر جو دین و دُنیا سے اُس کے مقدور میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

تخبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا و لو يثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة -

یعنی محبت رکھتے ہیں اُس سے جو وطن چھڑا دے اُن کے پاس اور نہیں پائے اپنے دل میں غرض اُس چیز سے جو اُن کو ملا اور اول رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگر چہ ہو اپنے اوپر بھوک ۔“

پس قول اللہ تعالیٰ کا کہ لا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا یعنی وہ حسد نہیں کرتے اپنے بھائیوں سے اُن کے مال پر اور یہ دو وصف ساتھ اُن دونوں کے صفائی محبت کی کامل کہ دیتے ہیں ایک یہ ہے کہ حسد کا دور ہونا کسی شے پر جو امر دین و دُنیا سے ہو اور دوسرا مقدور بھر خرچ کر ڈالنا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ جناب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المرء على دين خليله یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے اور تیرے لئے بھلائی صحبت میں اُس شخص کی نہیں ہے جو تیرے واسطے مثل اُس کے نہیں دیکھتا

اس واسطے کہ تو اقل ہمارا یا رہو ہے۔ اس پر اُس نے کہا کہ میرے دل سے جدائی کی نیت جاتی رہی اور اُن کے ادب سے چھوٹوں پر مہربانی ہے۔

نقل ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کھیت کاٹنے کا کام کرتے تھے اور یادوں کو کھلایا کرتے اور وہ سب رات کو آپ کے پاس جمع ہوا کرتے اور وہ سب روزہ دار ہوتے اور ایسا اوقات ایسا ہوتا کہ بعضے روز کام میں بیٹھ جاتا تو ایک رات یادوں نے کہا اُو ہم افطاری کھالیں اُس کی افطاری رکھ چھوڑیں تاکہ بعد ازیں وہ جلد آجایا کرے۔ پھر اُن لوگوں نے روزہ کھولا اور کھانا کھایا اور سب سو رہے۔ پھر ابراہیم پلٹ کر آیا اور اُن کو سونایا پایا تو کہا غریب مسکین ہیں شاید اُن کے لئے کھانا کچھ نہ تھا۔ پھر تھوڑا اُٹا انہوں نے گوندھا اور اُسے پکایا۔ تب وہ لوگ جاگے اور وہ اُس وقت آگ بھونک رہا تھا اس حالت سے کہ ڈاڈھی اُس کی مٹی پر رکھی ہوئی تھی سو اُن لوگوں نے اُس سے کہا اُس کی بابت جو حال تھا تو ابراہیمؒ نے کہا کہ میں نے کہا شاید تمہیں افطاری کا کھانا نہیں ملا تو تم سو رہے اُس پر سب نے کہا دیکھو ہم نے کس طرح اُس کے ساتھ معاملہ کیا اور وہ ہم سے کیسا معاملہ کرتا ہے۔

اُدراُن کے ادب سے ہے کہ پکارنے کے وقت یہ نہ کہیں کہ کہاں تک اور کس واسطے اور کس سبب سے۔ بعضے علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی اپنے یار سے کہے کہ ہمارے ساتھ چلو اور وہ کہے کہاں تک تو اُس کے ساتھ مت جاؤ۔ اور ایک دوسرے علم نے کہا کہ جس نے بھائی سے کہا اپنے مال سے تو مجھے دے اور اُس نے کہا کہ کس قدر تو چاہتا ہے تو وہ حق برادری پر نہیں کھڑا ہوا اور ایک شاعر نے خوب کہا ہے

وایسلون اخا ہم حین یندیہم للنائیات علی ما قال یرھانا

ترجمہ فی الشعر:

مانگتے ہرگز نہیں برہان اسکے قول پر جبکہ کوئی اُنکا بھائی پہنچے اُن سے

اور اُن کا ادب ہے کہ بھائیوں کے لئے تکلیف نہیں کرتے۔

روایت ہے کہ جب ابو حنیفہ عراق میں آئے اور جنید نے اُن کے لئے طرح طرح

حضرت جعفر بن یزقان نے کہا کہ مجھ سے میمون بن مہران نے کہا کہ جو میں
مکروہ جانتا ہوں وہ مجھ سے میرے مُنہ پر کہو اس واسطے کہ آدمی اپنے بھائی کو
نصیحت نہیں کرتا یہاں تک کہ اُس سے مُنہ در مُنہ وہ بات کہ جس کو وہ مکروہ جانتا
ہے اس واسطے کہ مرد صادق اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو اُس سے سچ کہے
اور جھوٹا آدمی ناح کو دوست نہیں رکھتا ہے اور نصیحت وہ ہے جو کہ پوشیدگی
میں ہو۔ اور آداب صوفیہ سے یہ ہے کہ بھائیوں کی خدمت میں کھڑا ہو اور جو
ذیت اُن سے پہنچے اُس کو سہے کہ اُس سے فقیر کا جوہر نکلتا اور ظاہر ہوتا ہے۔
روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ پرنا لہ جو حضرت
عباس بن عبدالمطلب کے گھر میں اُس راتہ کی طرف تھا جو صفا اور مروہ کے درمیان
ہے تو عباس رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا اٹھا ڈالالا تو نے جس کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دکھا تھا تو کہا کہ اب اُس کو اسی جگہ تیرے
ہاتھ کے سوا دو سہرا نہ رکھے گا اور تیرے لئے سیرھی عمر کے کاندھے کے سوا
نہ ہوگی۔ پھر اُس کو اپنے کاندھے پر کھڑا کیا اور اُس نے اُسے اُس کی جگہ پر رکھ دیا
اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے نفس کے لئے کوئی ملک نہیں سمجھتے
تھے کہ جس کے ساتھ اُن کو خصوصیت ہو۔

حضرت ابراہیم بن شیبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ ہی
نہیں رہے جو یہ بات کہے کہ میری جوتی۔ اور احمد بن قلانسی نے بیان کیا کہ میں
ایک دن بصرہ میں فقرہ کی ایک قوم کے پاس پہنچا تو انہوں نے میرا اکرام کیا اور
میرے تعظیم کی۔ سو میں نے ایک روز اُن میں سے کسی کو کہا کہ میرا پا جا مہ کہاں ہے
اور اُن کی آنکھوں سے میں گر گیا۔

اور حضرت ابراہیم بن ادعمم کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص اُس کی صحبت
میں آتا تو وہ تین چیزوں کی شرط کہہ دیتے یہ کہ خدمت اور اخان اُس کے لئے ہو۔
اور یہ کہ تصرف اُس کا اُن تمام چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر مفتوح کرے اُس
کے تصرف کی مثال ہو۔ سو ایک شخص نے اُس کے یادوں سے کہا میں اس پر

اظہار اس کا کیا کہ میں ہوئی میں مبتلا ہو گیا۔ سو اگر تو چاہے کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ عقدِ محبت نہ باندھے تو پورا کر۔ اُس نے جواب دیا کہ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ تیری خطا کے سبب برادری کی گانٹھ کو کھول دوں اور اپنے اللہ کے درمیان عہد و پیمانہ کر لیا کہ وہ نہ کھائے اور نہ پیے یہاں تک کہ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس کی ہوئی سے بری اور تندرست کر دے اور چالیس دن کچھ نہ کھایا۔ جب کبھی اُس کو اُس کی ہوئی سے سوال کرتا تو وہ کہتا کہ نہیں ذرا مل ہوئے۔ ایک چلہ کے بعد اُس نے اُسے خبر دی کہ وہ ہوئی دور ہو گئی۔ پھر اُس نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔

اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ وہ اپنے یار کو مدارات کی طرف حاجت مند نہیں کرتے اور وہ عذر خواہی کے ملتی کرتے ہیں اور نہ یار کے لئے تکلیف کرتے ہیں جو اُس پر دشوار ہو بلکہ وہ یار کے لئے اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ یار کی مراد کو اپنی مراد پر اختیار کرتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ سب دوستوں سے بدتر وہ ہے جو تجھے مدارات کا حاجت مند کرے یا عذر خواہی کا تجھے ملتی کرے یا اُس کے لئے تو تکلف کرے۔

حضرت جعفر صادق کا قول ہے کہ میرے اوپر زیادہ بھاری بھاری بھائیوں میں سے وہ ہے جو میرے لئے تکلف کرے اور اُن سے میں تحفظ اور بچاؤ کرتا ہوں اور ان میں سب سے ہلکا میرے قلب پر وہ ہے کہ میں اُس کے ساتھ ایسا ہوں جیسا کہ اکیلا رہتا ہوں۔ پس آدابِ صحبت اور حقوقِ اخوت بہت کچھ ہیں اور اس میں جو حکایات ہیں اُن کا نقل کرنا طول ہے۔

اور ہنز آئینہ شیخ ابوطالب کی علیہ الرحمہ کی کتاب میں اس بارے میں بہت کچھ حکایتیں دیکھی ہیں کہ بے شک اُس نے اپنی کتاب میں ہر ایک بات اس میں سے ایسی لکھی ہے جو عمدہ ہے اور سب کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کے لئے یہ بات سزاوار ہے کہ وہ اپنے مولا کا ہو رہے اور جو چاہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے واسطے چاہے نہ اپنے نفس کے لئے چاہے اور جب کسی شخص کا سامنے ہو تو

اور حکایت ہے کہ علی بن بندار صوفی ابی عبداللہ بن حلیف کے پاس زیارت کے لئے آیا سو وہ دونوں چلے۔ پھر اُس سے عبداللہ نے کہا کہ اُگے بڑھتے تو کہا کس عُذر سے؟ کہا اس وجہ سے کہ تم جنیدؒ سے ملے ہو اور میں نہیں ملا۔ اور اُن کے ادب سے ترک صحبت اُس شخص کا ہے جس کے ارادے میں کوئی شے دُنیا کی فضولیات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاعرض عن ذکرنا و لمدیرنا لِحیوة الدنیا۔ یعنی پس اے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص سے مُنہ پھیر لے جس نے ہمارے ذکر سے مُنہ پھیر لیا اور نہیں ارادہ کیا مگر زندگی دُنیا کا۔ اور اُن کے ادب سے ہے بھائیوں کا انصاف دینا اور انصاف کے مطالبہ کا چھوڑ دینا۔ حضرت ابو عثمانؒ حبری کا قول ہے کہ حق صحبت یہ ہے کہ اپنے مال سے تو اپنے بھائی کو صاحبِ وسعت و مقدور کر اور اُس کے مال میں طمع نہ کر اور اُس کا انصاف اپنے نفس سے کر اور اُن سے انصاف مت طلب کر اور اُس کا پیرو ہو اور اُس کی طمع نہ کہہ کہ وہ میرا پیرو ہو اور جو تجھے اُس سے پہنچے اُسے بہت کچھ جان اور جو تجھ سے اُس کو پہنچے اُس کو تھوڑا سمجھ۔ اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ صحبت میں نرمی جانب کی ہو اور نفس کا ظہور صولت کے ساتھ ترک کرے۔ ابو علیؒ رود باری نے کہا ہے کہ صولت اور حملہ اُس شخص پر جو تجھ سے اونچا ہے شوخی اور بے حیائی ہے اور اپنے برابر والے پر بے ادبی ہے اور اپنے سے نیچے پر عجز ہے۔ اور اُن کے ادب سے یہ ہے کہ اُن کے کلام میں ایسا نہ کہے کہ اگر ایسا ہو تو ایسا نہ ہو گا اور کاش کہ ایسا ہوتا اور قریب ہے کہ ایسا ہو اس واسطے کہ اگر فقرا لوگ ان تقدیرات کو اُس پر عیب و اعتراض خیال کرتے ہیں اور اُن کے ادب سے صحبت میں مفارقت سے پرہیز اور ملازمت پر حرص کرتا ہے۔

ذکر ہے کہ ایک شخص ایک شخص کا یاد ہوا پھر جدائی کا ارادہ کیا اور اپنے پیار سے اذن چاہا اُس نے جواب دیا کہ اس شرط سے کہ تُو یا کسی کا نہ ہو الا جبکہ وہ ہم سے زیادہ ہو اور اگر کوئی ہم سے زیادہ نہ ہو تو اُس کا یاد بھی مت ہو۔

اُس کی ماں کے پیٹ میں نطفہ چالیس دن جمع کرتی ہے پھر اسی طرح علقہ پھر اسی طرح وہ مغز ہو تا ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ اُس کی طرف چار کلمہ کے ساتھ بھیجتا ہے تب اُس کا عمل اور اجل اور رزق اور شقی یا سعید لکھا جاتا ہے اُس کے بعد اُس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

اور ہر آئینہ ایک شخص دوزخیوں کے عمل کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان تفاوت نہیں رہتا الا بقدر ایک گز کے، پھر اُس پر کتاب یعنی نوشتہ تقدیر سبقت کرتی ہے تو وہ اہل بہشت کے عمل کرنے لگتا ہے اور بہشت میں داخل ہوتا ہے اور ایک شخص اہل جنت کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور بہشت کے درمیان تفاوت نہیں رہتا الا بقدر ایک گز کے پھر اُس پر کتاب یعنی نوشتہ تقدیر سبقت کرتا ہے اور وہ دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرارِ مکین۔ یعنی ہم نے پیدا کیا آدمیوں کو سنی ہوئی یعنی بجنی مٹی سے پھر رکھا ہوا کو ایک جیسے ٹھہراؤ میں یعنی مضبوط جگہ میں واسطے ٹھہرنے اُس کے اُس میں یہاں تک کہ وہ اپنی حد پایاں کو پہنچ جائے۔ بعد ازاں اُس کے تعلیقات اور اُلٹ پلٹ کا ذکر کر دیا۔ فرمایا: ثم انشاناہ خلقا آخر۔ یعنی پھر بنایا ہم نے اُس کو پیدائش دوسری۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ انشا یعنی بنانا روح کا اس میں پھونکنا ہے۔

اور تو جان لے کہ روح میں کلام کرنا سخت اور مشکل طلب ہے اور اُس سے چُپ رہنا اہل عقل کی راہ ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے شانِ روح کو بہت بڑا بنایا ہے اور خلق پر قلتِ علم کا فرمان لکھ دیا جیسے کہ فرمایا: وما اوتیتہم من العلم الا قلیلا۔ یعنی اور نہیں دیئے گئے ہو تم علم سے مگر حقوڑا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خبر بنی آدم کے اکرام سے دی ہے اور فرمایا ولقد کرمانا بنی آدم۔ یعنی البتہ ہم نے بزرگ کیا اولاد آدم کو۔ اور روایت ہے کہ ہر آئینہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم اور اُس کی

کا تکلف کھانے کی چیزوں میں کیا تو اُس کو ابوحنیفہ نے بُرا جانا اور کہا میرے لوگ یار
مغشوں کے مثل بنائے گئے کہ اُن کے لئے رنگا رنگ مرتب اور پیش کئے جاتے ہیں۔
اور ہمارے نزدیک فتوت ترک تکلف ہے اور ماہضہ کا پیش کرنا ہے اس واسطے
کہ تکلف سے اکثر اوقات مہمان کی جدائی اختیار کی جاتی ہے اور ترک تکلف میں
مہمان کا رہنا اور جانا برابر ہے اور اُن کا ادب صحبت میں مدارات اور ترک نفاق
اور کذب کا ہے۔ اور مدارات مشتبہ بہ ملامت و نفاق ہے اور دونوں میں فرق یہ
ہے کہ مدارات وہ چیز ہے کہ جس سے تو اپنے بھائی کی صلاح چاہے اس امید سے
کہ اُس کی بہتری ہو اور تو اُسے برداشت کرے اُس کی جو تجھے مکر وہ معلوم ہو اور
ملاہنت وہ جس سے تیرا ارادہ کسی شے کا ہوسنی سے ہو خواہ کسی مردے کے لینے
کے لئے ہو یا کسی جاہ کے قائم کرنے کے لئے ہو۔

اور اُن کے ادب سے صحبت میں رعایت اعتدال کی قبض اور بسط کے درمیان
ہے۔ شافعی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ آپ نے کہا انقباض لوگوں سے اُن کی
عداوت کو حاصل کرتی ہے اور اُن کے ساتھ انبساط کرنا بدہم نشینوں کو کھینچتی ہے
تو مقبض اور منبسط کے بین بین رہو۔ اور اُن کے ادب سے بھائیوں کا ستر
عورت کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے یادوں سے کہ تم کیا کرتے ہو جب
تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہو یا پاؤ کہ اُس کا کپڑا ہوانے کھول دیا ہو اُن لوگوں نے
جواب دیا کہ ہم اُسے چھپاتے اور ڈھک دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ تم اس کا کشف
عورت کرتے ہو اُن لوگوں نے کہا سبحان اللہ یہ کون کرتا ہے فرمایا ایک تم میں سے
ایک کلمہ اپنے بھائی کے حق میں سنتا ہے پھر اُس پر بڑھا دیتا ہے اور اُسے بڑھا
دیتا ہے اور اسے بڑھا کر اُس کو شائع اور مشہور کرتا ہے اور اُن کے ادب سے
ہے بھائی کے لئے غائبانہ آمرزش کا طلب کرنا اور اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے
ساتھ جدو جہد کرنا تاکہ مکروہات اُن سے دور ہوں۔

حکایت سے ہے کہ دو بھائی سے ایک ہوسنی میں مبتلا ہوا سو اپنے بھائی پر

کے معرف ہوتے ہوئے اپنی حد پر کھڑے ہو رہے تو یہ بات اُس کے لئے بہتر اور اولیٰ ہوئی۔
 رہے قول اُن لوگوں کے جو شراہ کے ساتھ معتصم نہیں تو کلام مجید اُن کے ذکر سے خالی
 اور منزہ ہے اس واسطے کہ وہ ایسے اقوال ہیں جن کو عقول نے ظاہر کیا کہ وہ سیدھی راہ
 سے جھٹک گئے ہیں اور فساد پر مخلوق ہیں اور اُن کو راہ پانے کا نور متابعت انبیاء
 کی برکت سے نہیں پہنچا۔ سو وہ ایسے ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کانت اعینہم
 فی عطاء عن ذکری وکانوا لیستطیعون سمعاً و قالوا قلوبنا فی اکتہ مصائد عننا الیہ
 وفی اذا نانا وقرہ من بیننا و بیننا حجاباً۔ یعنی تمہیں اُنکھیں اُن کی پردہ میں میرے
 ذکر سے اور وہ سُنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور کہا انہوں نے کہ دل ہمارے غلاف
 ہیں اُس چیز سے کہ تم ہمیں اُس کی طرف بلا تے ہو اور کانوں میں ہمارے بوجھ ہے
 اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے

پھر ہر گاہ انبیاء سے محبوب رہے تو نہیں سُنا اور جب نہیں سُنا تو سیدھی
 راہ نہ پائی تو پھر جہالتوں پر وہ مہر ہوئے اور عقول کے ساتھ مراد سے محبوب اور محروم
 رہے۔ اور عقل ایک حجت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اُس سے کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت
 دیتا ہے اور کسی دوسری قوم کو اُس سے گمراہ کر دیتا ہے تو ہم اُن کے اقوال روح
 کی بابت نقل نہیں کرتے اور نہ وہ اختلاف اُن کا جو اُن لوگوں نے اس میں کیا ہے
 ہاں جن لوگوں نے کہ شریعت سے استناد اور اعتصام کیا ہے اور روح کے
 بابت کلام کیا تو ایک گروہ اُن میں سے وہ ہے جنہوں نے استدلال اور بحث سے
 کیا اور ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے ذوق اور وجد سے کیا ہے نہ کہ استعمالِ فکر سے
 حتیٰ کہ اس میں مشائخِ صوفیہ نے بھی کلام کیا ہے اور اس سے خاموشی اولیٰ ہے۔
 اور ادبِ نبی علیہ السلام کے ساتھ موڈب ہونا ہے۔

اور حضرت جنیدؒ نے کہا ہے کہ روح ایک شے ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے
 اپنے علم سے برگزیدہ اور برافخیا کیا ہے اور تعبیر اس سے جائز نہیں ہے جو موجود
 سے زیادہ ہو کہ یہ صمدِ صمدین کے اقوال و افعال کا پتہ محل بناتے ہیں اور وہ ہے
 کہ اس میں کلام اُن کا بمنزلہ تاویل کے کلام اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور اُن آیات

اُس کی صحبت اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور اُس کی صحبت اللہ تعالیٰ کے لئے اختیار کرے تو ہر ایک چیز میں اُس کے لئے کوشش کرے کہ عند اللہ اُس کا قرب زیادہ ہو اور جو شخص حقوق اللہ تعالیٰ پر قائم ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو علم معرفت نفس۔ اُس کے عیوب کا روزی فرمائے گا اور اس کو محاسن اخلاق اور محاسن آداب بتلائے گا اور اس کی توفیق دے گا کہ ادائے حقوق بصیرت کے ساتھ کرے اُس میں کُل اُس کو فقیہ پائے کہ اُس سے کوئی چھوٹ نہ جائے جس جس کی طرف اُس کو حاجت ہو خواہ اُن میں جو حقوق حق کی طرف رجوع کرے خواہ اُن میں جو حقوق خلق کی طرف عائد ہوں۔ سو جتنی تفصیریں ہیں وہ خبث نفس اور اُس کے عدم تزکیہ اور بقا صفات نفس سے پائی جاتی ہیں۔

پس اگر نفس تیرے ساتھ رہا تو وہ کبھی افراط اور کبھی تقریب سے ظلم کرے گا اور واجب سے تجاوز کر جائے گا اُن باتوں میں جو حق اور خلق کی طرف رجوع کرتی ہیں اور حکایات اور نصائح اور آداب اور اُن کا سننا زیادہ تاثیر نفس میں نہیں کرتا اور وہ ایک کٹوئیں کے مثال ہو جائے گا جس میں اوپر سے پانی الٹا جائے اور اُس میں نہ ٹھہرے اور نہ اُس سے انتفاع حاصل ہو اور جب تو زہد دنیا اول تقویٰ کو پکڑے تو اُس میں سے آب حیات اوپر کو اٹھے گا اور فقیہ و عالم ہو جائے گا اور حقوق کو ادا کرے گا اور واجب آداب پر قائم ہوگا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو پاک اور بلند ہے۔

باب چہینواں

معرفت نفس اور اُس سے جو مکاشفات صوفیہ

ہوتے ہیں اُن کے بیان میں ہے

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق اور صدوق تھے کہ ہر آئینہ تم میں سے ایک کی پیدائش

سوال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا سو ایک قوم نے کہ وہ جبریلؑ ہے۔ اور حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور اُس کے ہر ایک منہ میں ستر ہزار زبان ہیں اور اُس کی ہر ایک زبان میں ستر ہزار لغت ہیں کہ ان سب لغات سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور ہر ایک تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو روز قیامت تک فرشتوں کے ساتھ اُڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رُوح ایک پیدائش ہے اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے کہ اُن کی صورتیں اولادِ آدمؑ کی صورت پر ہیں اور آسمان سے کوئی فرشتہ نہیں اترتا مگر یہ کہ اُس کے ساتھ ایک رُوح ہوتی ہے۔ اور ابو صالح کا قول ہے کہ رُوح انسان کی صورت کے مانند ہے اور انسان نہیں ہے۔ اور مجاہد نے کہا کہ رُوح بنی آدمؑ کی صورت پر ہیں اُن کے ہاتھ اور پاؤں ہیں اور سر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور وہ ملائک نہیں ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؓ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے سوا کوئی پیدائش رُوح سے بزرگ تر نہیں پیدا کی اور اگر وہ رُوح چاہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو ایک لقمہ میں بچل جائے تو وہ ایسا کر جائے گی اُس کی پیدائش کی صورت ملائکہ کی صورت پر ہے اور اُس کے منہ کی صورت آدمیوں کی صورت پر ہے کہ قیامت کے دن عرش کے داہنی طرف کھڑی ہوگی اور اُس کے ساتھ ملائک ایک صف میں ہوں گے اور وہ ان میں سے ہوگی جو اہل توحید کے لئے شفاعت کریں گے اور اگر اُس کے اور فرشتوں کے درمیان نور کا پردہ نہ ہوتا تو اہل آسمان اُس کے نور سے جل جاتے سو یہ اقوال نہیں ہیں مگر نقلاً اور سماعاً کہ ان کہنے والوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پہنچے ہیں اور جبکہ رُوح جس کا سوال کیا گیا تھا اس منقول سے ہو تو وہ اس رُوح کے سوا ہے جو بدن میں ہے اور اس اعتبار سے گفتگو اس رُوح میں جا رہی ہوگی اور اس میں کلام ممنوع نہیں ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ رُوح ایک لطیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف

اولاد کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا اے پروردگار تو نے اُن کو پیدا کیا جو کھا نہیں گے اور پئیں گے اور نکاح کریں گے تو اُن کے لئے دُنیا کر اور ہمارے لئے آخرت۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں نہیں کروں گا اس شخص کی اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اُس شخص کی مانند کہ جس کو میں نے کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا سو باوجود اس کبرامت اور اس برگزیدگی کے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو فرشتوں پر دی۔ جب روح سے خبر دی تو علم کے تھوڑے ہونے سے خبر دی اور فرمایا: **وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اللَّهُ** یعنی تجھ سے حال روح کا لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم نہیں دیتے گئے علم سے مگر قلیل۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ یہود نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں خبر دے کہ رُوح کیا چیز ہے اور روح کیونکر عذاب دی جائے گی جو بدن کے اندر ہے اور اُس کے سوا نہیں کہ روح امر الہی سے اور حال یہ تھا کہ اس کے حق میں آپؐ کی طرف کچھ حکم نازل نہیں ہوا۔ سو آپؐ نے اُن کو جواب نہیں دیا۔ پھر جبرئیلؑ آپؐ کے پاس یہ آیت لائے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الہی اور اس کی وحی سے روح اور اس کی ماہیت کے بتلانے سے خاموش رہے اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معدنِ علم اور چشمہٴ حکمت تھے تو کیونکر غیر کی غرض اُس میں چلے اور کس طرح اُس کی طرف اشارت کرے۔ ناچار جبکہ نفوسِ انسانیہ نے جو فضول کی طرف جھانکنے والے اور محقول کی طرف شائق اور اپنی وضع سے اُن تمام چیزوں کی طرف متحرک ہیں جس میں سکون کا اُس کو حکم دیا گیا اور اپنی حرص سے ہر ایک تحقیق اور نمائش کی طرف بڑھنے چڑھنے والے ہیں تقاضا کیا اور فکر کے سبزہٴ ناز چراگاہ میں نظر کی عنان چھوڑ دی اور معرفتِ ماہیتِ رُوح کے گہرے پانی میں گھس گئی تو وہ آوارہٴ تیر و دشت ہو گئی اور اُن کی رائیں اور خیالات اس میں انواع و اقسام کی ہو گئیں اور کوئی اختلافِ اربابِ نقل و عقل کا کسی چیز میں ایسا نہیں پایا گیا جیسا کہ اُن کو اختلافِ رُوح کی ماہیت میں ہے۔ اور جو نفوس اپنے معجز

یہاں تک کہ وہ اپنے بدن میں پھیری جائیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس وقت ارواح پر دستوں میں سے کوئی میت وارد ہو تو وہ ملاقات کرتے ہیں اور باہم بات چیت اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اُن کے ساتھ تعینات کئے ہیں کہ اُن پر اعمال زندہ لوگوں کے عرض کرتے ہیں یہاں تک مردوں پر وہ چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں جس کے ساتھ زندہ لوگوں کو دنیا میں گناہوں کے سبب عذاب کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مدد کرنے کو معذرت کریں گے اس واسطے کہ کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبوب تر عذر اس کے سامنے ہو۔

اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ دو شنبہ اور پنجشنبہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور انبیاء اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے روز تو وہ اُن کے حسنات سے خوش ہوتے ہیں اور اُن کے چہرہ میں سپیدی اور روشنی بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اذیت نہ دو اور دوسری حدیث میں ہے تمہارے اعمال تمہارے کنبہ والوں اور اقارب کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جو مر گئے ہیں۔ پھر اگر وہ عمل حسنہ ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اس کے سوا اور کچھ ہو تو کہتے ہیں الٰہی امت اُن کو موت دے جب تک کہ تو اُن کو ہدایت کرے جیسے کہ تُو نے ہم کو ہدایت کی ہے اور یہ اخبار اور آثار اس بات پر دال ہیں کہ ارواح اعیان ہیں جس بد میں اور وہ معافی اور اعراض نہیں ہیں۔

واسطیؒ سے سوال کیا لوگوں نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے تمام خلق میں حلیم تر تھے؟ کہا اس واسطے کہ آپؐ کی روح اول پیدا کی گئی اور پھر اُس کے لئے تمکین و استقرار کی صحبت اور سعیت واقع ہوئی کہ تم نہیں دیکھتے کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ میں نبی تھا اور اس وقت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی نہ روح تھی اور نہ بدن تھا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ روح نورِ عزت سے پیدا کی گئی ہے اور ابلیس آتش

منزلہ کے موافق کہ اُس کی تفسیر حرام اور تاویل اُس کی جائز ہے اس واسطے کہ تفسیر میں قول کی وسعت نہیں ہے مگر اس طرح کہ منقول ہو اور ہی تاویل سو اُس کی طرف عقول نے ہاتھ بڑھا کر کالوں میں ڈالے ہیں اور وہ بیلن اُن باتوں کا ہے جن کا احتمال معنی آیت غیر قطعی رکھتی ہے اور جب حال ایسا ہے تو اس میں قول کے لئے ایک وجہ اور محمل ہے۔

اور عبد اللہ بنا حی نے کہا ہے کہ روح ایک جسم ہے جو لطیف تر اس سے اور بزرگتر اس سے ہے اور موجود سے زیادہ کے ساتھ اس سے تعبیر نہیں ہوتی اور وہ اگرچہ عبادت اور تعبیر سے ممنوع ہے حکم اس پر کیا ہے کہ وہ جسم ہے تو گویا اُس سے تعبیر اُس نے کیا۔

آورا بن عطاء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے الروح کو جسم سے پہلے پیدا کیا ہے اس قول الہی کے مطابق ولقد خلقنا کما یعنی اور ہر ائینہ پیدا کیا ہم نے تم کو یعنی الروح کو ثم تصور نا کہ یعنی پھر تم کو صورت دی یعنی اجساد۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ روح لطیف قائم کثیف میں ہے جیسے بھر کہ وہ لطیف قائم کثیف میں ہے اور اس قول میں بحث ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ روح ایک عبادت ہے اور قائم اشیاء کے ساتھ وہی حق ہے اور اس میں بھی بحث ہے مگر یہ کہ احوال کے معنی پر محمول ہو۔ اس واسطے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جلانا صفت جلانے والے کی ہے۔ جیسے پیدا کرنا پیدا کرنے والے کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قیل الروح من امر دبی یعنی کہو روح میرے رب کا امر ہے اور امر اُس کا کلام اُس کا ہے اور کلام اُس کا مخلوق نہیں ہے یعنی زندہ اُس کے قول سے زندہ ہو گیا کہ زندہ ہو اور اس معنی سے روح معنی جسم میں نہیں ہوتی ہے۔

پس بعض قول وہ ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قائل اس کا قدم روح کا اعتقاد رکھتا ہے اور بعض قول ایسے جو اس کی دلیل ہیں کہ وہ حدوث روح کا معتقد ہے بعد اُس کے لوگوں نے اس روح میں اختلاف کیا ہے جس کا

ہیں اُن میں سے بعضوں کا قول ہے کہ دُوح بدن سے جدا ہو کر جسم لطیف میں جاتی ہے اور اُن میں بعضوں نے کہا کہ جب وہ بدن سے مفارقت کرتی ہے تو اس کے ساتھ قوت و ہمیہ قوت نطفیہ کے توسط سے حلول کرتی ہے تو اُس وقت وہ معانی اور محسوسات کے دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ مفارقت کے وقت بدن کی ہئیت سے اُس کا تجر و غیر ممکن ہے اور وہ موت کے وقت سے واقف ہے اور موت کے بعد نفس اُس کا خالی قبر میں مدفون ہے اور جن چیزوں کا حیات میں اُس کو اعتقاد تھا اُن کو تصور کرتی ہے اور قبر میں اُن کا ثواب اور عقاب معلوم ہوتا ہے۔

اور بعض علمائے نے کہا ہے کہ سب مقولات میں سے اسلم اور محفوظ یہ ہے کہ کہا جائے کہ روح ایک شے مخلوق ہے کہ عادت الہی اُس پر جاری ہے کہ وہ بدن کو زندہ رکھتی ہے جب تک کہ اُس سے متصل ہے اور وہ بدن سے اٹرف ہے۔ بدن کی مفارقت سے موت کا ذائقہ پاتی ہے جس طرح کہ بدن اس کی مفارقت سے موت کا مزہ پاتا ہے اور حال یہ ہے کہ کیفیت اور ماہیت میں عقل ایسی ہی اندھی اور چوندھیائی ہو جاتی ہے جیسے کہ نظر آفتاب کی شعاع میں خیرہ ہو جاتی ہے اور جبکہ متکلمین نے دیکھا کہ اُن سے کہا جاتا ہے کہ موجودات کا اس میں انحصار ہے یعنی قدیم اور ہم و جوہر اور عرض پھر روح ان میں سے کیا ہے تو ایک گروہ نے اختیار کیا کہ وہ عرض ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ وہ جسم لطیف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک گروہ کا مختار یہ ہے کہ وہ قدیم ہے اس واسطے کہ وہ امر ہے اور امر کلام ہے اور کلام قدیم ہے۔

پس اس باب میں جس کی یہ سبیل ہے کہنے سے خاموشی کیا ہے اچھی بات ہے۔ اور شیخ ابوطالب مکی کا قول جو ان کی کتاب میں ہے اس بات پر ڈال ہے کہ وہ شیخ اس کی طرف مائل ہے کہ ادواح اعیان جسد میں ہیں اور اسی طرح نفوس کا حال ہے۔

اس طرح کہ شیخ بیان کرتا ہے کہ دُوح خیر کی حرکت کرتی ہے اور اس کی

سرایت اماکن مودعہ کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس کی تعبیر نہیں کی جاتی کہ وہ موجود دوسرے کے ایجاد سے ہے اور بعض علماء کا قول ہے کہ رُوح کُن سے نہیں نکلی ہے اس واسطے کہ اگر وہ کُن سے نکلتی تو اُس کی مذلت ہوتی تو سوال کیا گیا کہ پھر کُن سے نکلی ہے؟ اس کا جواب دیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے جمال اور جلال کے درمیان ملاحظہ اشارہ کے ساتھ نکلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کے ساتھ اُس کو خاص کیا اور اپنے کلام سے اُس کو حیات دی پس وہ مذلت کُن سے آزاد اور پاک ہے۔

حضرت ابو سعید خرازی سے لوگوں نے سوال کیا کہ آیا رُوح مخلوق ہے کہا ہاں اور اگر یہ نہ ہوتا تو ربوبیت کا اقرار نہ کرتی جیسے کہ اُس نے کہا بلی اور یہ رُوح وہ ہے جس کے ساتھ بدن قائم ہے اور اسی کے سبب سے وہ اسم حیات کا مستحق ہوا اور رُوح کے ساتھ عقل ثابت ہوئی اور رُوح سے محبت قائم ہوئی اور رُوح نہ ہوتی تو عقل معطل ہوتی کہ اس پر نہ حجت ہوتی اور نہ اس کے لئے حجت ہوتی۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جو ہر مخلوق ہے اور مگر وہ سب مخلوقات سے لطیف تر اور سب جو اہر سے انور اور صافی تر ہے اور اُس کے ساتھ غائب چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور اسی کے باعث اہل حقائق کو کشف ہوتا ہے اور جب رُوح مراعات سیر سے محجوب ہوتی ہے تو جو ارجح بے ادبی کرتے ہیں اور اسی واسطے رُوح تجلی اور استنار اور قابض اور نازع کے درمیان میں ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ دُنیا اور آخرت ادواح کے نزدیک برابر ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ ادواح کے بہت اقسام ہیں۔ ایک وہ ادواح ہیں کہ برزخ میں گشت اور جولان کرتے ہیں اور وہ دنیا اور ملائکہ کے احوال کو دیکھتے ہیں اور جن باتوں کا آسمان میں احوال آدمیوں سے ذکر ہوتا ہے اُس کو سنتے ہیں اور ایک وہ ادواح ہیں جو بہشت تک اُڑتی ہیں اور جہاں تک وہ چاہیں جس قدر کہ ایام حیات میں اُن کے چلنے پھرنے کی تعداد ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ نے سلمان سے روایت کی ہے کہ کہا مومنین کے ارواح زمین کے برزخ میں آسمان اور زمین کے درمیان جہاں چاہیں وہاں جاتے ہیں

دونوں میں عشق اور محبت ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ آدم اور حوا میں ہو گیا تھا اور ان دونوں میں ہر ایک کا یہ حال ہو گیا کہ اپنے ساتھی کی مفارقت سے مرنے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وجعل منھا زوجا لیسکن الیہما یعنی بنائی اُس سے زوجہ اُس کی تاکہ وہ طرف اُس کے آرام پاوے۔ سو آدم نے حوا سے سکون اور آرام پایا اور روح انسانی علوی نے روح حیوانی سے سکون حاصل کیا اور اُس کو نفس بنا دیا اور روح نے جو نفس کے ساتھ سکون کیا تو قلب پیدا ہو گیا اور اس قلب سے مراد وہ لطیف ہے جس کا محل پارہ گوشت ہے اور یہ پارہ گوشت عالم خلق سے ہے اور یہ لطیف عالم امر سے ہے اور قلب کا روح اور نفس سے عالم امر میں پیدا ہونا ایسا ہے کہ اولاد کا آدم و حوا سے عالم خلق میں پیدا ہونا اور اگر مساکنہ اور یودو باش ان دونوں زوج میں نہ ہوتی جن میں سے ایک نفس ہے تو قلب کی پیدائش نہ ہوتی سو قلوب میں سے ایک قلب باپ کی طرف جو روح علوی ہے تانک جھانک کرنے والا اور شدت سے اُس کی طرف مائل ہے اور پھر وہ قلب متوید ہے جس کا ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے کہ اس کو حذیفہؓ نے روایت کیا فرمایا کہ قلوب صنعت میں چار ہیں۔ ایک قلب وہ ہے کہ مثل زمین کے پاک ہو جس میں کوئی نبات اور سبزہ نہ ہو بجز اس کے کہ اس میں ایک چراغ روشن ہے تو یہ قلب مومن کا ہے اور ایک قلب سیاہ اُلٹا ہے اور یہ قلب کافر کا ہے اور ایک قلب لپٹا ہوا اپنے غلاف میں ہے سو یہ قلب منافق کا ہے اور ایک قلب مصفح اور پھلپودار ہے جس میں ایمان اور نفاق ہو۔

پس ایمان کی مثل اُس میں مثل ساگ کے ہے جس میں پاک پانی جمع ہو اور مثل نفاق کی اُس میں مثل گھاؤ کی ہے جس میں ریم اور زرداب جمع ہو سو جو مادہ ان دونوں میں سے غالب اس پر ہو اسی کے ساتھ حکم اُس پر کیا جائے گا اور قلب معکون اپنی ماں کی طرف جو نفس امارہ سے جھکتا ہے اور قلوب میں سے ایک قلب ہے جو اُس کی طرف میل کرنے میں متردد ہے اور میل قلب کے موافق اُس کا حکم سعادت اور شقاوت سے ہوتا ہے اور عقل روح علوی کا جوہر اور اُس کی زبان ہے۔

عزت سے اور اسی واسطے اُس نے کہا تھا کہ تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُس نے یہ نہ جانا کہ نور بہتر آگ سے ہے۔

پھر بعضوں نے علماء سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو روح کے ساتھ مقرون کیا سو وہ اپنی لطافت کے سبب علم کے ساتھ نمو پاتی ہے جیسے کہ غذا کے ساتھ بدن نمو پاتا اور بڑھتا ہے اور یہ علم الہی میں ہے اس واسطے کہ خلق کا علم قلیل ہے کہ اس کو نہیں پہنچتا اور متکلمین اسلام کے نزدیک مذہبِ مختار یہ ہے کہ انسانیت اور حیوانیت دونوں عرض ہیں جو انسان میں پیدا ہوئے ہیں اور اُن دونوں کو موت معدوم کر دیتی ہے اور روح بعینہ حیات ہے کہ بدن اُس کے وجود سے زندہ ہوا اور قیامت میں اُن کے دوبارہ جسم میں آنے سے زندہ ہو گا۔

اور بعضے متکلمین اسلام اس طرف گئے ہیں کہ وہ جسم لطیف ہیں کہ اجسامِ کثیفہ کے ساتھ باہم ایسے گھل گئے ہیں جیسے پانی سبز شاخ میں گھل مل جاتا ہے اور یہ مذہبِ مختار ابوالمعالی جوینی کا ہے اور بہت سے ان میں سے اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ وہ عرض ہے الا ان کوان اخبار نے اس طرف سے پھیر دیا جو دلالت اس پر کرتے ہیں کہ وہ جسم ہے اس وجہ سے کہ اُس کے حق میں چڑھتے اور اترنے اور برزخ میں چلنے پھرنے سے وارد ہوا ہے۔

پس اس طرح وصف اُس کا کیا گیا کہ وہ دلیل اُس کے جسم ہونے کی ہیں اس واسطے کہ عرض او صاف کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا کیونکہ وصف ایک معنی ہے اور معنی قائم معنی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

اور بعضے علماء نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ عرض ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اُن سے پوچھا کہ روحمیں کہاں جاتی ہیں جبکہ بدن سے علیحدہ ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ چراغ کی روشنی کہاں جاتی ہے جبکہ تیل ہو چکنا ہے۔ پھر اس سے سوال کیا گیا کہ جسم کہاں چلے جاتے ہیں جبکہ وہ پرانے ہو جاتے ہیں۔ کہا اُن کا گوشت کہاں جاتا ہے جبکہ وہ بیمار پڑتا ہے۔ اور جو لوگ علوم مردودہ مذمومہ کے ساتھ متہم اور اسلام سے منسوب

سے زمین کی طرف رجوع کرتا ہے اس واسطے کہ وہ روح حیوانی مجنس سے پیدا ہو جائے اور طبائع یعنی ارکان عالم سفلی کی طرف اُس کے میلان کی نسبت اور استناد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلَوْ شِئْنَا لَوْفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ اخْتَلَفَ الْاَرْضَ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ۔** یعنی اور اگر ہم چاہتے تو ہم اُس کو اٹھالیتے ساتھ اُس کے لیکن وہ طرف زمین کے ٹھہرا اور اپنی خواہش کی تابعداری کی۔ پھر جس وقت کہ نفس زمین کی طرف ٹھہر گیا جو مادہ ہے تو اس کی طرف قلب معکوس ایسا منجذب ہو جیسا کہ لڑکا جو بہت مائل والدہ کج و ناقص کی طرف ہو جو والد کامل مستقیم کی طرف نہ جھکے اور روح بیٹے کی طرف جو قلب ہے منجذب ہوتی ہے اُس خلقی سیرت کے سبب جو والد کو اپنے بیٹے کی طرف انجذاب ہوتا ہے۔ پھر اُس وہ تخلف اس حقیقت قیام بحق ہونے سے کرتا ہے اور دونوں انجذاب میں حکم سعادت اور شقاوت کا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تقدیر اللہ تعالیٰ عزیزِ علیم کی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں وارد ہوا ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ موضع عقل تجھ سے کہاں ہے کہا قلب اس واسطے کہ وہ قالب رُوح ہے اور رُوح قالب حیات ہے۔ اور ابو سعید قرشی کا قول ہے کہ رُوح دو رُوحیں ہیں رُوح حیات اور رُوح نجات۔ تو جب وہ دونوں جمع ہو جائیں تو جسم عقل ہوتا ہے اور رُوح نجات وہ ہے کہ جب وہ جسم سے نکل جائے تو زندہ مُردہ ہوتا جاتا ہے اور رُوح حیات وہ ہے جس سے مجاری انفاس اور قوت اکل و ثرب وغیر ہما ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ رُوح ایک نسیم طیب ہے کہ اُس سے حیات ہے اور نفس گرم ہوا ہے کہ اُس سے حرکات مذموم اور شہوات ہوتے ہیں اور محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ فلاں گرم سر ہے اور جس فضل کو ہم نے بیان کیا ہے اس میں ماہیت نفس سے آگاہی ہوتی ہے اور اشارۃً مشائخ ماہیت نفس میں اُن چیزوں کی طرف جو اُس کے آثار سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی افعالِ قبیمہ اور اخلاقِ مذمومہ اور وہ ایسے ہیں جن کا علاج اُن کے ازالہ اور تبدیل کا حسن

حرکت سے قلب میں ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس کو فرشتہ دیکھتا ہے تو وہ خیر کا اس وقت الہام کرتا ہے اور شر کے واسطے حرکت کرتی ہے اور اسکی حرکت سے قلب میں ایک تاریکی ظاہر ہوتی ہے تو اُس کی تاریکی کو شیطان دیکھتا ہے اور اس وقت وہ اغوار اور بہرکلی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں میں نے مشائخ کے اقوال کو پایا وہ اشارہ رُوح کی طرف کرتے ہیں۔ میں اُس بات کو بیان اس باب میں کرتا ہوں اس بنا پر جو میں نے تاویل سے ذکر کی ہے نہ یہ کہ میں اس کو قطعی حکم کرتا ہوں اس واسطے کہ اس مسئلے میں مجھے سکوت اور امساک کی طرف میلان ہے۔ تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ رُوح انسانی علوی آسمانی عالم امر سے ہے اور رُوح حیوانی کہ بشری ہے عالم خلق سے ہے اور رُوح حیوانی بشری رُوح علوی کی محل اور مورد ہے اور رُوح حیوانی جسمانی لطیف ہے جو قوت حس و حرکت کے حامل ہے اور قلب سے اُٹھتی ہے اور یہاں قلب سے مراد وہ پادہ گوشت ہے جس کی شکل مشہور اور بدن کے بائیں طرف دکھا ہوا ہے اور وہ پھڑکنے والی رگوں سے سوراخوں میں پھیلتی ہے اور یہ رُوح سب حیوانات کو حاصل ہے اور اُسی سے حواس کی قوتیں اُبلتی اور بہتی ہیں اور یہ وہ ہے کہ قوام اُس کا غالباً سنت الہی کی اجراء سے غذا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں علم طب کے ساتھ اعتدال مزاج اخلاط سے تصرف کیا جاتا ہے اور رُوح انسانی علوی جو اس رُوح پر وارد ہوتی ہے تو یہ رُوح رُوح حیوانی کے ہم جنس اور رُوح حیوانات سے جدا ہو گئی اور ایک صفت دوسری اس میں پیدا ہو گئی کہ وہ نفس محل نطق و الہام کی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ونفس وما سواها فالنفس ما فوجوسها وتقواها۔ یعنی قسم نفس کی اور جس نے اُس کو برابر کیا پھر اُس کو الہام کیا بدکاری اُس کی کا اور پرہیزگاری اُس کی کا۔

پس اُس کا تسویہ اس طرح کیا کہ اس پر رُوح انسانی کو وارد کیا اور ازواج حیوانات کی جنس سے اُس کو علیحدہ کر دیا۔ پس رُوح علوی کہ نفس اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیدا ہوا اور نفس جو کہ رُوح حیوانی آدمی کی ہے اس کا پیدا ہونا رُوح سے عالم امر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ عالم خلق میں حوا کا آدم سے پیدا ہونا اور اُن

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضعف کا وصف آدمی میں تراب یعنی خاک سے ہے اور نخل کا وصف اس میں طیش یعنی گل سے ہے اور شہوت کا وصف اُس میں حماء مسنون یعنی مٹری ہوتی چکنی مٹی سے ہے اور جبل کا وصف اُس میں صلصال یعنی کھنکھناتی مٹی سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ قول الہی جو کالغفار ہے سو یہ وصف اُس میں کچھ شیطنت سے ہے اس واسطے کہ آگ فخار یعنی سفال میں ہوتی ہے سو اس سے مکر اور حیلہ اور حسد ہے۔

پس جس شخص نے نفس کے اصول اور اُس کی شرطیں جان لیں تو وہ سمجھ گیا کہ اُس کو ان چیزوں پر کوئی قدرت نہیں ہے مگر وہ مدد اُس کے بتانے والے اور پیدا کرنے والے سے طلب کرنے سے بعد انسانیت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ مگر بعد ازاں کہ حیوانیت جو اُس میں ہے اُس کے داعیوں اور خواہشوں کا علاج علم اور عدل سے کرے اور وہ رعایت دونوں طرف افراط اور تفریط کی ہے۔ اس کے بعد انسانیت اور معنی انسانیت اُس کی اُس کے ساتھ قوی ہوتے ہیں اور صفت شیطنت کہ جو اُس میں ہیں اور اخلاق مذمومہ کو ادراک کرے اور کمال انسانیت کو جانے اور علم و عدل اُس کے متقاضی ہوں کہ اپنے نفس کے لئے اس پر راضی نہ ہو ازاں بعد اُس کو وہ اخلاق منکشف ہوتے ہیں جن کے ساتھ تنازع و بوبیت کا کبر و غرور اور خود بینی اور عجب وغیرہ سے کرتا ہے اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ بندگی خالص اس میں ہے کہ بوبیت کی منازعت کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں نفس کا ذکر تین اوصاف سے کیا ہے۔ طمانینت کے ساتھ فرمایا: یا اتیھا النفس المطمئنة اور اُس کا لوازم نام لکھا فرمایا: ولا اقسد بالنفس اللوامہ اور امارہ سے موسوم کیا۔ فرمایا: ان النفس لامارۃ بالسوء اور حالانکہ وہ ایک ہی نفس ہے اور اُس کے صفات متغائر اور جدا جدا ہیں۔ پھر جس وقت کہ قلب سکینہ یعنی آرام اور آہستگی سے مملو ہوا تو نفس کو خلعت طمانینت اور دیا گیا اس واسطے کہ سکینہ میں مزید ایمان ہے اور اس میں قلب کی ترقی مقام روح تک ہے اس وجہ سے کہ حظ یقین اس

اور وہ روح علوی پر راہنما ہے اور اُس کی تدبیر قلب مؤید اور نفسِ مذکی مطلقہ کے لئے مثل اُس تدبیر کے ہے جو باپ کے نیک اولاد کے لئے اور شوہرِ ذویبہ صالحہ کے لئے کرتا ہے اور اُس کی تدبیر قلب و اژدہ اور نفسِ آمادہ کے لئے مثل اُس تدبیر کے ہے جو باپ اولادِ سرکش کے لئے اور شوہرِ بُری ذویبہ کے لئے کرتا ہے۔ پس قلب ایک وجہ سے انکار کرتا ہے اور اُس سے مُنہ پھیرتا ہے اور دوسری وجہ سے اُن دونوں کی تدبیر کی طرف منجذب اور کشیدہ ہوتا ہے اس واسطے کہ ان دونوں سے کوئی چارہ اُس کو نہیں ہے۔

اور قولِ قائلین کا اور اُن کا اختلاف محلِ عقل کا دماغ ہے اور بعض کے نزدیک محلِ اُس کا قلب ہے۔ یہ کلام اُن کا ہے جو اُس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں اور اُن کا اختلاف اس باب میں اس سبب سے ہے کہ ایک طرح پر استقرارِ عقل نہیں ہے۔ کبھی وہ منجذب نیکی کی طرف اور کبھی سرکشی کی طرف ہے اور قلب اور دماغ کے لئے نسبت نیک اور سرکش کی طرف ہے۔ پھر جس وقت تدبیر سرکش میں دیکھی گئی تو کہہ دیا کہ مسکن اُس کا دماغ ہے اور جب تدبیر نیک میں دیکھی گئی تو کہہ دیا کہ مسکن اُس کا قلب ہے اور روحِ علوی اس قصد اور کوشش میں لہتی ہے کہ اپنے مولا کی طرف آدڑ و مندی اور مہربانی اور اکوان سے ایک ہو کر ترقی کرے اور اکوان اور موجودات میں قلب بھی ہے اور نفس بھی ہے۔

پس جبکہ روح ترقی کرتی ہے تو قلب اُس کی طرف آدڑ و مندی کرتا، اُس قسم کی جو ایک پسر نیک مہربان کو اپنے باپ کی طرف ہوتی ہے اور نفسِ مشتاق قلب کا جو اُس کا بیٹا ہے اس طرح ہوتا ہے جیسے کہ والدہ اپنے بیٹے کے مشتاق ہوتی ہے اور جبکہ نفسِ مشتاق ہوتا ہے تو وہ زمین سے اُٹھتا ہوتا، اور اُس کی رگیں عالمِ سفلی میں کوند نے والی ایک سو اور انگ ہو جاتی ہیں اور اُس کی ہوا کا بسناط لپیٹا جاتا ہے اور مادہ اُس کا قطع ہوتا ہے اور رنجبت دُنیا سے جاتی رہتی ہے اور دھوکے کی جگہ سے دُور ہو جاتا ہے اور عالمِ جاودانی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی نفس جو کہ والدہ ہے اپنی وضعِ جلی

طرف جھانکتا تاکتا ہوا اپنی جگہ اور قرار گاہ سے اکٹھا اور ایک وصف ناند اپنے وصف پر حاصل کیا اور اس وصف کے پانے والوں پر قلب کے لئے ایک طرہ اور ہوا۔ اس واسطے کہ اُس کو قلب سے صافی تر دیکھا اور اُس کا نام سر رکھا اور ہر گاہ قلب کے لئے ایک وصف بالا تر اُس کے وصف پر حاصل ہوا اس سبب سے کہ رُوح کی طرف اُس کی نگاہ لگی ہوتی ہے تو رُوح نے ایک وصف ناند اپنے عروج میں حاصل کیا اور اُس کے پانے والوں کی رُوح پر ایک طرہ ادا ہوا تو اُس کا نام سر رکھا اور جس کو قوم نے یہ گمان کیا کہ لطیف تر رُوح سے ہے وہ رُوح ہے ایک ایسے وصف کے ساتھ متصف ہے جو خاص تر اُس سے ہے جو انہوں نے مقرر و معہود کی ہے اور جس چیز کو سقبل الروح کے ساتھ موسوم کیا وہ قلب ہے کہ وصف غیر معہود کے ساتھ موصوف ہو گیا اور ایسی ایسی ترقی میں رُوح اور قلب کے نفس کو ترقی محل قلب تک ہوتی ہے اور اپنے وصف کی کینچلی ڈال دیتا ہے پھر وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے کہ پیشتر سے زیادہ مرادات قلب چاہتا ہے۔ اس واسطے کہ قلب ایسا ہو گیا کہ مادہ اُس چیز کا کہتا ہے جس کو اُس کا مولا ارادہ کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ حول اور قوت اور ارادہ اور اختیار سے بے زار ہو گیا اور اس وقت خالص عبودیت کا مزہ چکھے گا اس واسطے کہ وہ اپنی ارادت اور اختیارات سے آزاد ہو گیا۔

اور عقل زبان رُوح کی اور ترجمان بھیرت کی ہے اور بصیرت رُوح کے لئے قلب کے مثال اور عقل زبان کے موافق ہے۔

اور ہر اُمینہ حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا اول سب چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں عقل ہے۔ پھر اُسے کہا کہ اگے آتو وہ اگے آئی۔ پھر اُسے فرمایا کہ اُلٹی پھر جا تو وہ اُلٹی پھر گئی۔ بعد ازاں فرمایا اُسے کہ بیٹھ جا وہ بیٹھ گئی۔ ازاں بعد اُسے کہا کہ بول تو وہ بول اُلٹی۔ بعد ازاں فرمایا کہ چپ ہو تو وہ چپ ہو گئی۔ اس پر فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال اور عظمت اور کبریا اور سلطان و جبروت کی قسم ہے کہ

ریاضت سے کیا جاتا ہے اور افعالِ رُوی زائل اور اخلاقِ رُوی مبدل ہو جاتے ہیں۔ حضرت سعید ابن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی یہ آیت پڑھتے: **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا** تو آپ ٹھہرتے اور کہتے: **اللَّهُمَّ اَنْتَ نَفْسِي تَقَوَّهَا اَنْتَ وَاَيْتَهَا وَمَوْلَاهَا وَزَكَّاهَا اَنْتَ خَيْرٌ مِنْ زَكَّاهَا**۔ یعنی اے بارخدا دے میرے نفس کو اُس کا تقوے لے کہ تو اس کا ولی ہے اور مولا اُس کا اور اُس کو پاک کر کہ تو بہتر ہے اُس سے کہ جو اُس کو پاک کرے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نفسِ لطیف ہے جو قالب میں رکھا گیا ہے اسی سے اخلاق اور صفاتِ مذمومہ ہیں جیسا کہ روح ایک لطیف ہے جو قلب میں رکھا گیا ہے اس سے اخلاق اور صفاتِ محمودہ ہیں جس طرح کہ آنکھ دیکھنے کی جگہ اور کان سُننے کی جگہ اور ناک سُونگھنے کی جگہ اور مُنہ چکھنے کی جگہ ہے۔ اسی طرح نفسِ اوصافِ مذمومہ کی جگہ اور روحِ اوصافِ محمودہ کی جگہ ہے۔ اور نفس کے تمام اخلاق اور صفاتِ دو اصل سے ہیں ایک طیش اور دوئم شر اور طیش یعنی سبکداری اُس کی اس کے جہل سے ہے اور شر اُس کا اُس کے حرص سے اور نفس کی تشبیہ طیش میں ایک گول گُره کے ساتھ دی گئی ہے جو ایک مکانِ صاف ہوا ہو کہ اپنی جبلت اور وضع کے سبب ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور نفس اپنے حرص میں پروانہ سے تشبیہ دیا گیا ہے جو اپنے تیئیں چراغ کی روشنی پر ڈالتا ہے اور تھوڑی روشنی پر قناعت نہیں کرتا ہے بغیر اس کے کہ روشنی کے جُرم پر جس میں اُس کی موت ہے ٹوٹ کر گر پڑے سو طیش سے جلدی اور کم صبری موجود ہوتی ہے اور صبر جو ہر عقل ہے اور طیش صفتِ نفس کی ہے اور اُس کے ہونے اور راحت کے اوپر غالب نہیں آتا مگر صبر اس واسطے کہ عقل ہونے کی بیخ گئی کرتی ہے اور شرہ سے طمع اور حرص ظاہر ہوتی ہے اور یہ دونوں وہ صفت ہیں جو آدمی میں ظاہر ہوئیں جبکہ اُس نے خلود میں طمع کی اور درخت کے کھانے پر حرص کی اور صفاتِ نفس کے لئے اصول اُس کی پیدائش کے اصل سے صحیح اس واسطے کہ وہ مٹی سے مخلوق ہے اور اُس کے لئے اُس کے موافق وصف ہے۔

کی جو دنیا کے تمام رنگ کے درمیان ہو۔

اور لوگوں نے عقل کی ماہیت میں اختلاف کیا ہے اور اُس میں کلام پڑھتا ہے اور ہم اقوال کا نقل کرنا نہیں اختیار کرتے اور نہ یہ ہماری غرض ہے سو قوم نے کہا ہے کہ عقل علوم سے ہے اس واسطے کہ تمام علوم سے جو خالی ہو عقل کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا اور عقل تمام علوم سے نہیں ہے اس واسطے کہ بڑے علوم سے جو خالی ہو وہ عقل سے موصوف ہوتا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ علوم نظریے سے نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ابتدائے نظر کی شرط سے کمال عقل مقدم ہے تو وہ اس وقت علوم ضروری بدیہی سے ہوا اور نہ وہ تمام ضروری ہے اس واسطے کہ مختل الحواس عاقل ہے اور حالانکہ علوم ضروریہ کے بعض مدارک اُس میں نہیں ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل اقسام علوم سے نہیں ہے اس واسطے کہ اگر اُن میں سے ہوتی تو یہ حکم واجب ہوتا کہ جو شخص کہ ذکر استحالہ اور جوازہ سے غافل ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں عاقل کو کہ اکثر اوقات غافل ہوتا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ یہ عقل ایک صفت ہے جس کے ساتھ دریافت علوم کے لئے مہیا ہوتا ہے۔

اور حراث بن اسد محاسبی سے جو ایک شیخ اجل ہے منقول ہے کہ عقل مرشد اور طبیعت ہے جس سے دریافت علوم کے لئے آدمی مہیا ہوتا ہے اور اس بناء پر وہ بات ثابت ہوتی ہے جس کو اول ذکر عقل میں ذکر کیا ہے کہ وہ زبان روح ہے اس واسطے کہ روح امر اللہ ہے اور وہ متحمل اُس امانت کی ہے جس کے اٹھانے سے آسمانوں اور زمینوں نے انکار کیا ہے اور اُسی سے نور عقل اُبلتا اور بہتا ہے اور نور عقل میں علوم مشکل اور متصور ہوتے ہیں۔

پس عقل علوم کے لئے بمنزلہ لوح مکتوب کے ہے اور وہ اپنی صفت سے کبھی منکوس اور سرنگوں ہے کہ نفس کی طرف جھانکتی ہے اور کبھی راست قائم ہے سو جو شخص کہ اُس میں عقل اُلٹی سرنگوں نفس کی طرف جھانکتی ہے اور کبھی راست پر لگندہ کر دیتی ہے اور حسن اعتدال اس کے سبب معدوم کرتا ہے اور راہ راست نہیں پاتا اور جو شخص جس میں عقل قائم اور مستقیم ہوئی تو عقل تائید اس بصیرت سے

کو عطا کیا گیا اور جب قلب محل روح کی طرف متوجہ ہوا تو نفس محل قلب کی طرف متوجہ ہوا اور اُس میں اس کی طمانینت ہے اور جب وہ اپنی جبلی قرار گاہ اور اپنی طبعی خواہشوں سے اٹھ کر مقرر طمانینت کو دیکھتا ہوا چلا تو لوامہ ہے اس واسطے کہ وہ اپنے نفس پر ملامت کے ساتھ رجوع ہوا کیونکہ طمانینت کے محل کا اُس معائنہ اور اُس کا علم ہو گیا اور نیز اپنی کشش کو دیکھا اور جانا اپنے اس محل کی طرف جس میں وہ امارہ بالسوء یعنی بُرائی کا حکم دینے والا تھا اور جب وہ اپنے محل پر ٹھہرا تو نورِ علم و معرفت اُس کو نہیں ڈھکتا تو پھر اپنی حکمت سے بدی کا فرمان وہ ہوتا ہے -

پس نفس اور روح کا باہم مقابلہ ہوتا ہے سو کبھی قلب کی مالک و داعی روح ہوتی ہے اور کبھی مقتضیات نفس اس کے قابض ہو جاتے ہیں اور لطیفہ سر کا سو اُس کی طرف قوم صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اور قوم کے کلام میں دیکھا ہے کہ بعض نے اُن میں سے سر کو قلب کے بعد اور رُوح کے قبل لکھا ہے اور بعض نے اُس کو رُوح کے بعد اور اس سے اعلیٰ اور اللطف گردانا ہے اور وہ اُس کے قائل کئے ہوئے ہیں کہ سر محل مشاہدہ ہے اور رُوح محل محبت ہے اور قلب محل معرفت ہے اور سر جس کی طرف قوم نے اشارہ کیا کلام اللہ میں اُس کا ذکر نہیں ہے۔ اور کلام اللہ میں جس کا ذکر ہے وہ روح ہے اور نفس اور انواع اُس کے صفات کے ہیں اور قواعد ہے اور عقل ہے اور ہم نے کہیں کلام اللہ تعالیٰ میں ذکر سر کا اُس معنی کے ساتھ نہیں پایا جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جو قول اُس میں اُس کے اندر ہم نے اختلاف دیکھا اور ایک قوم نے جس کا اشارہ کیا ہے کہ سر کم درجہ روح سے ہے اور ایک قوم نے کہ وہ روح سے لطیف تر ہے سو ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ وہ چیز جس کا نام سر رکھا کوئی شے مستقل بنفسہ نہیں ہے جس کا وجود اور ذات روح اور نفس کی مثال ہو اور اسی قدر ہے کہ جب نفس صافی اور پاک ہو تو رُوح ظلمتِ نفس کی قید سے آزاد ہو گئی اور مقاماتِ قرب کی طرف اُس نے عروج شروع کیا اور اُس وقت قلب رُوح کی

روح کو ہے قدرتِ الہی اور اُس کی آیات سے بمنزلہ قلب کے ہے اور اُس کی عقل کی استقامت تائید بصیرت کے ساتھ ہے۔

پس بصیرت اُس علوم کی محیط ہے جن کو عقل بالا استیعاب حاصل کرتی ہے اور اُن علوم کے جن کے استیعاب سے عقل کا ٹپکہ تنگ ہے اس واسطے کہ بصیرت استمداد اُن کلمات اللہ سے کرتی ہے کہ اُن کے تمام ہونے سے پہلے دریا کے دریا تمام ہو جاتے ہیں۔ اور عقل ترجمانِ دل ہے کہ بصیرت کا ایک حصہ اُس کی طرف پہنچاتی ہے جس طرح کہ قلب بعض چیزیں اپنے میں کی زبان تک پہنچاتا ہے اور اُن میں سے بعضی چیزیں زبان کے سوا کو اپنے واسطے اختیار اور پسند کر لیتا ہے اور اسی بات کے سبب جو شخص کہ صرف عقل پر ٹھہرا اور جم گیا بغیر اس کے کہ نورِ شرع سے اُس نے روشنی حاصل کی ہو تو علوم کا ثنات ملک سے بہرہ مند ہوا اور ملک ظاہر کا ثنات ہے اور جس کسی نے نورِ شرع سے اپنی عقل کو روشن کیا تو وہ بصیرت سے موید ہوا اور ملکوت پر مطلع ہوا اور ملکوت باطن کا ثنات ہے جس کے مکاشفہ سے اباب بھارت و عقول مختص ہیں نہ وہ لوگ جو بصیرت بغیر محض عقول پر جمے ہوئے ہیں۔

اور ہر آئینہ بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل دو ہیں ایک عقل ہدایت کی کہ قلب میں اُس کا مسکن ہے اور یہ اہل ایمان صاحب یقین کے حصہ میں ہے اور سینہ میں دل کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اُس کا مقامِ عمل ہے اور دوسری عقل کا دماغ میں مسکن ہے اور اُس کا مقامِ عمل سینہ میں دل کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں ہے تو پہلی عقل سے امرِ آخرت کی تدبیر کرتا ہے اور دوسری عقل سے امرِ دنیا کی تدبیر کرتا ہے اور جس کو ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ عقل واحد ہے جب وہ بصیرتوں سے تائید یافتہ ہوتی ہے تو دونوں امر کی تدبیر کرتی ہے اور جب وہ تنہا ہوتی ایک امر کی تدبیر کرتی ہے اور وہ واضح تر اور روشن تر ہے۔ اور ہم نے شروع باب میں اُس کی تدبیر سے جو نفس مطمئنہ اور امارہ کے لٹے ہے وہ بات ذکر کر دی ہے جس کے باعث انسان اس امر سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ وہ عقل واحد ہے کبھی بصیرت کے ساتھ موید ہے اور کبھی اپنے وصف کے ساتھ متفرد ہے اور اللہ تعالیٰ صواب کا ملہم ہے۔

میں نے کوئی علق نہیں پیدا کی جو تجھ سے زیادہ مجھے محبوب ہو اور نہ تجھ سے بڑھ کر کوئی میرے نزدیک مکرم ہے تجھ سے ہی میں پہچانا جاؤں گا اور تیرے ساتھ میں حمد کیا جاؤں گا اور تیرے ساتھ اطاعت کیا جاؤں گا اور تیرے ساتھ لوں گا اور تیرے ساتھ عطا کروں گا اور تجھ ہی پر عتاب اور تیرے لئے ثواب اور تیرے ہی اوپر عذاب کروں گا۔ اور میں نے کسی چیز کے ساتھ جو صبر سے افضل ہوا اکرام تیرا نہیں کیا۔

اور حضرت نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کسی ایک شخص کا سلام تم کو خوش نہ کرے یہاں تک کہ تم جانو اس چیز کو کہ جس نے اُس کی عقل کو گریہ بند کیا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے کہا کیا آدمی اپنے اعمال کی جزا نہ پائیں گے تو فرمایا اے عائشہؓ نہیں عمل طاقتِ الہی میں مگر وہ شخص کہ ہر آئینہ وہ صاحب عقل ہو۔

پس اپنی عقول کے موافق آدمی عمل کرتے ہیں اور اپنے اعمال کے مقدار پر اُن کو جزا ملتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص مسجد کو جاتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے اور اس کی نماز مجھ کے برے کے برابر نہیں ہوتی ایک شخص بیدار رہتا ہے اور اس کی نگہ بگڑ رہتی ہے جبکہ وہ غلاموں میں سے ہو گا تو بچا کہ عطا کیونکر دونوں میں احسن ہو؟ فرمایا کہ پادسا تر محادم الہی سے اور حریص تر اسبابِ خیر پر دونوں میں ہو اور اگر چہ عمل اور نوافل میں کمتر ہو۔

اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو اپنے بندوں میں تقسیم جدا جدا کیا اس واسطے کہ دو آدمی کے عمل اور نیکی و روزہ و نماز برابر ہوتے ہیں مگر وہ دونوں عقل میں متفاوت ہیں جس قدر ایک ذرہ کو اُحد کے مقابل ہو۔

اور حضرت وہیب بن منبہ سے روایت ہے کہ کہا میں ستر کتاب میں پاتا ہوں کہ تمام جس قدر کہ سب آدمیوں کو شروع دنیا سے اخیر تک عقل دی گئی ہے وہ مقابل عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی ہے جیسی صورت ایک ذرہ برنگیہ

اور یہ حال اُس بندہ کا ہے جس کا قلب مستقیم ہو گیا ہے اور قلب کی استقامت نفس کی طمانینت کے سبب ہے اور نفس کی طمانینت میں شیطان کی یاس ہے اس واسطے کہ نفس جب کبھی جنبش کرتا ہے تو قلب کی صفائی میں کدورت آجاتی ہے اور جب قلب مکدر ہو تو شیطان کو طمع ہوئی اور اُس سے قریب ہو گیا اس واسطے کہ قلب کی صفائی مذکرہ اور رعایت سے محصور ہے اور ذکر کے لئے ایک ٹور ہے کہ اُس سے شیطان پرہیز ایسا ہی کرتا ہے کہ جیسے ہم میں سے کوئی دوزخ سے بچتا ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر آئینہ شیطان بنی آدم کے قلب پر سینہ رکھے ہوئے ہے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو وہ مُنہ پھیر لیتا ہے اور پیچھے کو ہٹتا ہے اور جس وقت وہ غافل ہوتا ہے اُس کے قلب کو لقمہ بنا لیتا ہے۔ پھر اُس سے باتیں کرتا اور آرزو مند بناتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ یعنی جو کوئی خداوندِ رحمن سے مُنہ پھیرے تو ہم اُس پر شیطان مقرر کریں اور وہ واسطے اُس کے ہمنشین ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ۔ یعنی تحقیق وہ لوگ کہ ڈرتے ہیں جس وقت اُن کو چھوے پھیری والا شیطان سے تو وہ ذکر کرتے ہیں۔ پس اچانک وہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔ تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ خالص ذکر کا وجود ہے اور اسی سے ذکر کا دروازہ کھلتا ہے اور ہمیشہ بندہ پرہیز کرتا ہے تاکہ مکروہات سے اعضا اور جوارح بچے رہیں۔ بعد ازاں فضول اور غیر مقصود باتوں سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اس کے اقوال اور افعال ضرور تا ہوں گے۔ ازاں بعد اُس کا تقویٰ باطن کی طرف منتقل ہوتا ہے اور باطن پاک ہو جاتا ہے اور مکروہات سے نگاہ رکھتا ہے۔ بعد ازاں فضولیات سے حتیٰ کہ حدیثِ نفس سے مضمون رہتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے گناہوں میں سب سے بدتر حدیثِ نفس ہے اور حدیثِ نفس کی سماعت کو گناہ سمجھا جاتا ہے اور اُس سے پرہیز کرتا ہے اور جب ذکر سے یہ اتقا ہو گا تو قلب اُس وقت روشن اس طرح ہو گا کہ آسمان

کرتی ہے جو روح کے لئے مثل قلب کے ہے اور مکون آفریدگار کی طرف سیدھا راستہ پاتا ہے۔ بعد ازاں خالق سے مخلوق کو پہچانتا ہے اس کیفیت سے کہ اقسام معرفت کو مکون اور کون سے پورا کرتا ہے تو یہ عقل عقل ہدایت سے پھر جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اقبال کسی ایک امر میں چاہا اسی طرح اُس کو راہنما ہوئی کہ اقبال اُس کے سامنے کرے اور جس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے مکر وہ کیا تو اُس سے پیٹھ پھیرنے پر راہنما ہوئی۔ پھر وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی چاہی ہوئی باتوں کا اتباع کرے گا اور اُس کے غضب کی باتوں سے پرہیز کرے گا اور جب تک عقل مستقیم ہوگی اور بصیرت کے ساتھ تائید کرے گی راہنمائی اُس کی رشد اور سیدھی راہ پر ہوگی اور گمراہی سے اُس کو باز رکھے گی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے کہ اُس سے اپنے ذہن کے امر کو دیکھتا ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے کہ اُس سے اپنے امر آخرت کو دیکھتا ہے۔ اور مذکور ہے کہ عقل اول نور روح سے ہے اور عقل ثانی نور ہدایت سے سو عقل اول تمام اولاد آدم میں موجود ہے اور عقل ثانی موصدین میں موجود ہے اور مشرکین سے مفقود ہے۔

اور کہتے ہیں کہ عقل کو عقل اس واسطے کہتے ہیں کہ جہل ظلمت اور تاریکی ہے سو جب نور اس ظلمت میں اُس کی بینائی پر غالب ہو گا ظلمت جاتی رہے گی پھر وہ دیکھے گا اور جہل کے لئے اشکل ہو جائے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عقل ایمان جو ہے اُس کا مسکن قلب میں ہے اور محل اُس کے عمل کا سینہ میں دل کے دونوں آنکھ کے بیچ میں ہے اور ہم نے جس کو ذکر کیا ہے کہ عقل زبان روح ہے اور وہ عقل واحد ہے دو قسم کی نہیں ہے لیکن جبکہ وہ قائم اور سیدھی ہو تو بصیرت کے ساتھ تائید پاتی ہے اور معتدل ہو جاتی ہے اور اشیاء کو اُن کے مواضع پر رکھتی ہے اور یہ عقل وہی عقل ہے جو نور شرع سے روشنی لینے والی ہے اس واسطے کہ شرع حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وارد ہوئی ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ آپ کی روح کو حضرت الوہیت سے قرب ہے اور مکاشفہ اُس کی بصیرت کا جو

شُبہ کے وقت ٹھہرے اور شُبہ کے وقت ادب سے یہ ہے کہ خاطر کو محرک نفس اور آفرید گار اور یاری اور پیدا کرنے والے کے ساتھ اُتارے اور فقر و فاقہ کا اظہار اُس کے سامنے اور جبل کا اعتراف اور معرفت اور معونت کی طلب اُس سے کرے اس واسطے کہ جب وہ اس ادب کو کام میں لانے لگا تو اُس کی فریاد سنی جائے گی اور اُس کی مدد کی جائے گی۔ اور اُس پر یہ بات کھل جائے گی کہ آیا یہ خطرہ طلب حفظ نفس کے لئے ہے یا طلب حق کے لئے۔ پھر اگر حق کے لئے ہو تو اُس کو رواں کرے اور جو حفظ کے لئے ہو تو اُس کو دُور کرے اور یہ توقف اُس وقت ہے کہ اس کو ظاہر علم سے نہ کھلے اس واسطے کہ باطن علم کی احتیاج اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ ظاہر علم میں دلیل ہاتھ نہ آوے۔ اذناں بعد بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اُس کی صحبت میں وسعت اُس کے سوا نہیں ہوتی مگر یہ کہ حق پر بجز حفظ کے ٹھہرے اور جو خاطر حفظ کا امضا اور اجرا کرے تو یہ اُس کے حال کا گناہ ہے اور اس سے استغفار کرنا ہے جس طرح کہ گناہوں سے وہ مغفرت چاہتا ہے۔ اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو حفظ اٹھانے میں داخل ہوتے ہیں اور اُس کے خطرہ کو جاری اس سبب سے کرتے ہیں کہ بجانب اللہ تعالیٰ اُن کو مزید علم ہوتا ہے اور وہ علم وسعت ایسے بندہ کے لئے حاصل ہوتا ہے جس کو وسعت میں اذن ہوتا ہے اور اذن کا علم ہے سو وہ خطرہ حفظ کو امضا کرتا ہے اور شخص مراد اُس کے ساتھ بننا اپنے امر کے جس کے ساتھ اُس کو بخوبی کرتا ہے اور اُس کے لائق وہ ہے جو عالم اُس کی زیادتی اور نقصان کا عالم اپنے حال کا اور علم حال اور علم قیام کا پکا مضبوط ہو کہ اُس کے حال پر دوسرے کو قیاس نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس میں کوئی تعلیق سے داخل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ ایک امر خاص ہے۔

اور جب اُس بندہ کی یہ شان ہو کہ خطرات نفسانی کی تمیز اس مقام میں کرے جہاں نوازل شیطانی سے آزاد ہو تو خواطر حق اور خواطر ملکی اس کے پاس کثرت سے ہوتے ہیں اور چار خواطر اُس کے حق میں تین ہو جاتے ہیں اور خطرہ شیطانی ساقط ہو جاتا ہے مگر شاذ و نادر اس واسطے کہ نفس سے اُس کا مکان تنگ

خطروں کی شناخت اور ان کی تفصیل اور تمیز میں ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم میں کچھ شیطان کا اور کسی قدر فرشتہ کا حصہ ہے شیطان کا حصہ یہ ہے کہ وہ شکر کا وعدہ کرتا ہے اور حق کو ٹھٹکاتا ہے اور فرشتہ کا یہ حصہ ہے کہ وہ خیر کا وعدہ اور حق کی تصدیق کرتا ہے۔ جو جس شخص نے اُس کو پایا تو اُس کو جاننا چاہئے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر اُس کو شکر الہی ادا کرنا چاہئے اور جس نے دوسرے حصہ کو پایا تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگے۔ اذال بعد آپ نے یہ آیت پڑھی :- الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء۔ یعنی شیطان تم سے فقر اور محتاجی کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو بُرے کاموں کے لئے حکم کرتا ہے اور ان دونوں حصوں کی شناخت اور تمیز خواطر کی طرف وہی شخص جھانک تاک رکھتا ہے جو طالب مرید ہو اُس کی طرف ایسا آندہ مند ہوتا ہے جیسا کہ پیاسا پانی کی طرف گردن اُونچی کر کے دیکھتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کی لڑائی اور خطرہ اور فلاح اور صلاح و فساد سے واقف ہے اور یہ شخص ایک ایسا بندہ ہوتا ہے کہ صفائی یقین اور عطیہ اہل یقین کی بہرہ مندی سے مقصود و مراد ہے اور زیادہ اس کا نظارہ مقربین کے لئے ہے۔ اور جن لوگوں نے مقربین کی راہ چلنی شروع کی ہے اور جو کہ ابراہیم کی راہ چلنے لگے ہیں کبھی کبھی اس کی طرف کسی قدر دیکھتے ہیں اس واسطے کہ تشوق اور آنکھ اٹھا اٹھا کر اُس کی طرف دیکھنا اسی قدر ہوتا ہے جس قدر ہمت اور طلب اور ارادہ اور حفظ منجانب اللہ کریم ہوتا ہے اور جو کوئی عام مومنین اور مسلمین کے مقام پر ہو اور وہ شناخت یقین کی نہیں جھانکتا اور نہ وہ خطرات کی تمیز کا اہتمام کرتا ہے۔ اور خواطر سے بچنے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قاصد بندہ کی طرف ہیں جیسے کہ بعض مومنین نے کہا ہے کہ میرے واسطے ایک قلب ہے اگر میں اُس کی نافرمانی کروں

درج میں ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں تو حدیث نفس سے نہیں ڈرتے ہیں سو جس طرح سے کہ نبوت القائے شیطان سے محفوظ ہے اسی طرح مکالمہ اور محدثہ کا محصل القائے نفس اور اُس کے فتنہ سے محفوظ اور حق و سیکینہ کے ساتھ قرین ہے اس واسطے کہ سیکینہ متکلم اور محدث کا اُس کے نفس کے ساتھ حجاب ہے۔

اور شیخ ابو محمد بن عبد اللہ بصری سے بصرہ کے مقام میں میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خاطر چار ہیں ایک خاطر من النفس اور ایک خاطر من الحق اور ایک خاطر من الشیطان اور ایک خاطر من الملک۔ سو جو کہ خاطر من النفس ہے وہ زمین یعنی تحت قلوب سے محسوس ہوتی ہے اور جو من الحق ہے وہ فوق قلب سے ہے اور جو خاطر من الملک ہے تو وہ قلب کے دست راست سے ہے اور جو کہ من الشیطان ہے وہ قلب کے دست چپ سے ہے اور جو بات اُس نے بیان کی ہے اُس بندہ کے لئے صحیح ہے جس نے اپنے نفس کو تقویٰ اور زہد سے گلا دیا ہے اور وجود اُس کا صافی اور ظاہر و باطن اُس کا مستقیم ہو تو اُس کا دل ایک جلا دیے آئینہ کے مثال ہے کہ اُس کے کسی طرف سے شیطان نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اُسے دیکھ لیتا ہے اور جبکہ قلب سیاہ ہو گیا اور زنگ اُس پر چڑھ گیا تو وہ شیطان کو نہیں دیکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان اُس کے قلب میں گڑتا ہے پھر اگر اس کو کھینچ لے اور توبہ و استغفار کرے تو اُس کا دل صاف اور صقیل ہو جائے اور اگر کھیر گناہ کرے تو اس میں زیادتی ہوتی کہ اُس کے دل پر وہ نقطہ سیاہ کھیر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **کلہ بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔**

یعنی یوں نہیں بلکہ جڑ گیا اُن کے دلوں پر اس چیز سے کہ وہ تھے کماتے۔ بعض عارفین سے میں نے سنا ہے کہ وہ ایک بار بات کہتا تھا جو اُسے کشف ہوئی تھی اور کہا کہ جو حدیث انسان کے باطن میں ہے اور جو خیال کہ اُس میں عارض ہو اور دل اور صفائی ذکر میں مقام کرے وہ دل سے ہے نہ

کے بیچ میں ستارے چمکتے ہیں اور قلب ایک آسمان محفوظ ہو جائے گا جو ذکر کے ستاروں سے مزین ہو گا اور جب ایسا ہو گا تو شیطان کو دُوری ہوگی اور ایسے بندہ کے حق میں خواہر شیطان اور اُس کے نوازل اور واردات کمتر ہوں گے اور خطراتِ نفسانی اُس کے لئے البتہ رہیں گے اور اُسے احتیاج اُس کی ہوگی کہ اُن سے پرہیز اور اُن کو علم سے تمیز کرے اس واسطے کہ بعضے اُن میں سے خواہر ہیں جن کا اجر نقصان نہیں پہنچاتا جیسے کہ نفس کے تقاضے اپنی حاجات کے لئے ہوتے ہیں اور اس کی حاجتیں حقوق اور حظوظ کے اندر تقسیم ہوتی ہیں اور اس وقت تمیز متعین ہوتی ہے اور نفس پر اہتمام مطالباتِ حظوظ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ایمان والو! اگر آؤے تمہارے پاس فاسق خبر لے کر تو تم تحقیق کرو یعنی ثابت نہ ہو۔ اور اس آیت کے نزول کا سبب ولید بن عقبہ ہے جبکہ اُس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے پاس بھیجا تھا سو اُن پر جھوٹ بہتان لگایا اور اُن کو کفر و عصیان سے منسوب کیا یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بُرائی کا ارادہ کر لیا۔ ازاں بعد خالد کو اُن کے پاس بھیجا تو اُس نے مغرب اور عشاء کی اذان سنی اور وہ باتیں دیکھیں جو ولید بن عقبہ کے جھوٹ طوفان پر دلالت کرتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پس ظاہر آیت اور سبب اُس کے نزول کا ظاہر ہے اور یہ ماجرا منجانب اللہ اُس کے بندوں کو تنبیہ کا باعث ہو گیا کہ ثابت و قرار امور پر کریں۔

اس آیت میں سہل نے کہا ہے کہ فاسق کے معنی بڑا جھوٹا اور جھوٹ نفس کی صفت ہے اس واسطے کہ بہت چیزیں یاد سے لگھتا اور آداستہ کرتا ہے جو اپنے حقائق پر نہیں ہوتیں سو اُن کے مخطوط ہونے اور اُن کے القا کے وقت ثبات و استقرار متعین ہو جاتا ہے۔ سو بندہ خطرہ نفس کو ایک خبر گردان لیتا ہے جو موجب ثبات و استقرار کے ہوتے ہیں اور طبیعت اُس کو لغزش میں نہیں ڈالتی اور نہ ہوی اُس میں غفلت کرتی ہے۔ اور ہر آئینہ بعضے علماء سے صوفیاء نے کہا ہے کہ ادنیٰ ادب یہ ہے کہ جہل کے وقت کو متوقف ہو۔ اور آخر ادب یہ ہے کہ

اور بعضے خواطر کا ظاہر ہونا اور بعضے کا نہ ظاہر ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان چاروں اسباب سے بعضے موجود ہوتے ہیں اور بعضے نہیں ہوتے اور تمیز خواطر میں جو زیادہ تر راست اور درست ہو اُس کی معرفت مشکل سے حاصل ہوتی ہے اور اُس کا میسر آنا نزدیک نہیں ہے الا بعد اُس کے کہ زہد و تقویٰ میں درجہ غایت کو پہنچا ہو۔

اور مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کا لقمہ حرام کا ہو وہ الہام اور وسوسہ میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور ابوعلی دقاق کا قول ہے کہ جن کی قوت معلوم و معین ہو وہ الہام اور وسوسہ میں فرق نہیں کر سکتا۔ اور یہ قول علی ان طلاق صحیح نہیں ہے مگر ایک قید کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ بعض معلوم سے وہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایک بندہ کے لئے مقسوم کیا کہ اذن سے اُس کے محل کر لینے میں سبقت کر تا ہے اور اُس کو کھاتا پیتا ہے اور ایسا رزق معلوم تمیز خواطر کا حجاب نہیں ہوتا اور اسی کے حق میں کہا جاتا ہے جو رزق معلوم میں اس کے اختیار و ایثار سے در آتا ہے اس واسطے کہ اپنے اختیار کے موضع سے محتجب ہوتا ہے اور جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اُس کے ادا وہ سے علیحدہ شخص علیحدہ ہے اس واسطے کہ معلوم اُس کا حجاب نہیں ہوتا اور ہوا جس نفسانی اور وسوسہ شیطانی کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ نفس خواہش اور الحاج کرتا ہے اور وہ برابر رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مراد کو پہنچ جائے اور شیطان جب ایک گناہ کی طرف بلاتا ہے اور اُس کی اجابت نہ ہوتی تو وہ دوسرا وسوسہ دیتا ہے اس واسطے اُس کی غرض کسی تخصیص میں نہیں ہے بلکہ اُس کی مراد فقط اغوا ہے خواہ کسی طرح ممکن ہو اور مشائخ نے دو خاطر میں کلام کیا ہے جبکہ وہ دونوں من الحق ہوں کہ اُن دونوں میں سے کس کا اتباع کیا جائے۔

حضرت جنید کا قول ہے کہ خاطر اول کا اس واسطے کہ جب وہ باقی رہا تو اول خاطر تامل کی طرف راجع ہو گا اور یہ شرط علم ہے۔
 اقرابن عطا کا قول ہے کہ دوسرا خاطر زیادہ قوی ہے اس واسطے کہ وہ قوت میں اول سے زیادہ ہے۔

اور ابو عبد اللہ بن خفیف نے کہا ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ وہ

ہے اس واسطے کہ اتساعِ نفس کے طریق سے شیطان داخل ہوتا ہے اور نفس کا اتساع اس سبب سے ہوتا ہے کہ ہموئی کا اتباع کرے اور زمین میں رہے اور جس نے حق اور حظ میں تمیز کرنے کے لئے نفس پر تنگ و رزی کی تو نفس اُس کا تنگ ہو گا اور شیطان کا محل ساقط اور دُور ہو جائے گا مگر شاذا اور نادراس واسطے کہ آزمائش اُس کے اوپر داخل ہوتی ہے اس کے بعد جو لوگ کہ مرادیں اور مقامِ مقررین کے متعلقین ہیں ان میں سے بعضے وہ ہیں کہ جب اُن کا قلب آسمانِ مزین بزریتِ انجمِ خالک ہو گیا تو اُس کا قلب آسمانی ہو جاتا ہے کہ اپنے باطن اور معنی حقیقت کے ساتھ ترقی اور عروج طبقاتِ آسمانی میں کرتا چلا جاتا ہے اور جس قدر قلب ترقی کرے نفس مطمئنہ زاد و نازل ہو اور اُس کے خطرات دُور ہوں حتیٰ کہ اپنے عروجِ باطن سے آسمانوں سے تجاوز کر جاتا ہے۔

جس طرح کہ یہ مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ظاہر اور قالبِ حاصل تھا اور جبکہ عروجِ کمال کو پہنچا تو اُس سے خطراتِ نفس منقطع ہو جاتے ہیں اُس واسطے کہ وہ انوارِ قرب میں مستور ہوتا ہے اور نفس اس سے دُور ہو جاتا ہے اور اس وقت خواطرِ حق بھی اُس سے منقطع ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ خاطرِ رسول ہیں اور رسالتِ دور کے لئے ہوتی ہے اور یہ قریب ہے اور جس حالت کا ہم نے وصف کیا ہے خود بخود ہی تنزل کرتی جاتی ہے اور دوام اُس کو نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے ہبوط اور تنزل میں مطالباتِ نفس اور اُس کے درجوں تک پلٹ جاتا ہے اور پھر خواطرِ حق اور خواطرِ ملکی اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ اس واسطے ہے کہ خواطرِ وجود کو چاہتے ہیں اور جو حالت کہ اُس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ اور حال ہے اور اُس میں کوئی خاطر نہیں ہے اور خاطرِ حق مکانِ قرب کی وجہ سے دُور ہو گئی اور خاطرِ نفس اس واسطے دُور ہو گئی کہ نفس خود دُور ہو گیا اور خاطرِ اُس سے بچھڑ جاتی ہے جیسے کہ جبرئیل شبِ معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ گئے۔ چنانچہ کہا کہ اگر میں اُنکلی بھر نزدیک ہو تو میں جل جاؤں۔ محمد بن علی ترمذی نے کہا ہے کہ محدث اور متکلم دونوں جبکہ اپنے اپنے

موافق رہتا ہے۔ ازاں بعد کبھی کبھی تمیز خواطر میں وہ شخص جو کم علم ہو غلطی کرتا ہے اور اُس کا مواخذہ اُس پر نہیں ہوتا جب تک کہ شرح سے اُس پر مطالبہ نہ ہو اور کبھی اُس کے ساتھ یعنی غلطی کرنے والے سے مسامحت اور درگزر نہیں کی جاتی اس وجہ سے کہ اُن پر خفاٹے باریک کا تمیز میں کشف ہوا اور باوجود علم کے اُن لوگوں نے پھر استعجال اور قلتِ تہمت کی۔

اور بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ حقہ ملک اور حقہ شیطان نفس اور روح کی حرکت سے پائے گئے ہیں اور ہر ائینہ جب نفس جنبش کرتا ہے تو اُس کے جوہر سے ایک ظلمت گر پڑتی ہے جو قلب میں بڑے ارادہ کا نقطہ اور نشان پیدا کرتا ہے سو شیطان قلب کو دیکھتا ہے اور اغوار و وسوسہ سے اقبال کرتا ہے اور مذکور ہے کہ نفس کی حرکت یا تو ہوئی ہوتی ہے اور وہ حفظ نفس دنیاوی ہے یا ائینہ یعنی اُز و مراد ہے اور وہ جہل غریزی اور جبلی ہے یا حرکت اور سکون کا دعویٰ اور وہ آفتِ عقل اور محنتِ قلب ہے اور یہ تین وارد نہیں ہوتے مگر تین سے یعنی جہل سے یا غفلت سے یا طلبِ فضول سے یہ ان تینوں میں سے وہ چیز نہیں ہے جس کی نفی واجب ہے جو خلاف امر یا مطابق نہی کے ہو اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے۔ کہ نفی اُس کی فضیلت ہے جبکہ وہ مباحات کے ساتھ وارد ہوا اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ جب روح حرکت کرتی ہے تو اُس کے جوہر سے ایک نورِ ساحل گرتا ہے جس سے ایک ہمتِ عالیہ قلب میں ظاہر ہوتی ہے جو تین معانی سے ایک وہ ہوتی ہے جس سے ایک ہمتِ عالیہ قلب میں ظاہر ہوتی ہے ایک فضل جس کے طرف مدعو ہو یا مباح جس کی طرف اُس کی اصلاح راجع ہو۔ اور یہ کلام اس پر ڈال ہے کہ روح اور نفس کی دو حرکتیں موجب دونوں لمہ اور نازل کے ہیں۔

اور میرے نزدیک اُنہندہ خدائے تعالیٰ دانا تر ہے کہ دونوں نوازل روح و نفس کی حرکت پر مقدم ہیں سو روح کی حرکت لمہ ملک سے ہے اور ہمتِ عالیہ حرکتِ روح سے اور یہ حرکت جو روح کی ہے وہ لمہ ملک کی حرکت سے ہے اور نفس کی حرکت لمہ شیطان سے اور نفس کی حرکت سے ہمیشہ ذی سے اور وہ لمحہ

نفس سے اور یہ خلاف اُس کے ہے جو کہ مقرر ہو چکی ہے سو میں نے اُس کا سوال اُس سے کیا۔ پس اُس نے بیان کیا کہ قلب اور نفس کے درمیان قریب کی نرم باتیں ہیں اور بات چیت اور تالف و تودد ہے اور جب کبھی نفس کسی چیز میں اپنے ہوئی کے سبب قول و فعل سے کہتا ہے تو قلب پر اُس کا اثر اس سے پڑتا ہے اور وہ مکدر ہوتا ہے اور جبکہ بندہ مطالبات نفس کے مواقع سے پلٹتا ہے اور عود کرتا ہے اور اللہ کے واسطے اپنے ذکر اور عمل مناجات و عمدت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قلب نفس سے عتاب اور خطاب کے ساتھ پیش آتا ہے اور نفس سے کچھ کچھ اُس کے فعل اور قول کا تذکرہ کرتا ہے جیسے کہ نفس پر کوئی ملامت کرے اور اُس پر عتاب اُس سے کرے سو ہر گاہ کہ خاطر اول فعل اور اُس کا آغاز ہے تو اس کی معرفت بندہ کا ضروری کام ہے اس واسطے کہ افعال جتنے ہیں سب خواطر سے پیدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ علم معروض اُس کی طلب ہے اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طلب کہنا علم کا فرض سب مسلمانوں پر ہے وہ علم خواطر ہے کہا سبب اس کا یہ ہے کہ وہ اول فعل ہے اور اُس کے فساد سے فسادِ فعل ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ یہ قول توجہ کے قابل نہیں ہے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے اور سب مسلمان ایسے صاحبِ طبیعت اور معرفت نہیں ہیں کہ علم کے سبب خواطر کو پہچانیں مگر طالب جانتا ہے کہ خواطر تخم کے مثال ہیں سو اُن میں سے بعض وہ ہیں جو تخمِ سعادت ہیں اور بعض وہ ہیں جو شقاوت کے تخم ہیں۔

اور خواطر کی اشتباہ کا سبب چار چیزوں میں سے ایک ہو گا کہ اُس کا پانچواں نہیں ہے یا تو ضعفِ یقین ہے یا علم کی قلت نفس کے صفات اور اخلاق کی معرفت میں ہے یا کہ ہونے کی متابعت تقویٰ کے قواعد نورانی سے ہے یا کہ دنیا کی محبت اُس کے جاہ و ملل کی اور رفعت و منزلت کی خواہش خلق اللہ کے نزدیک ہے سو جو کوئی ان چار چیزوں سے بچا رہے تو وہ فرشتہ اور شیطان کے نواز لہ اور لغزش میں تمیز کرے گا اور جو اُن میں مبتلا ہو گیا نہ اُس کو جانے گا اور نہ اُس کو طلب کریگا۔

ہوتے ہیں اور قرب کے ساتھ متحقق ہوا تو فنا کے ساتھ متحقق ہوگا اور تب خواطر ربانیہ کے ساتھ قیام و ثبوت اُس کو ہوگا جیسا کہ پہلے ہم نے اُس کے موضع قرب کے لئے بیان کیا ہے سو خواطر حق کی اصل لہ ملک ہے اور لہ شیطان جب نفس کو حرکت دیتا ہے تو اپنے مرکز کی طرف سرشت اور طبع سے میل کرتا ہے اور اس سے اس حرکت کے سبب ایسے خواطر ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی سرشت اور طبیعت اور ہوا کے لئے مناسب اور موافق ہوں تو خواطر نفس نتیجہ لہ شیطان ہے۔ پس ان کی اصل دولہ ہیں اور دوسرے دولہ اُس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور خواطر یقین اور عمل اُن دونوں میں مندرج ہیں۔ واللہ اعلم ۛ

باب اٹھاونواں

حال اور مقام اور اُن دونوں کے فرق کے بیان میں ہے

حال اور مقام کے اندر اشتباہ کثرت سے ہیں اور مشائخ کے اشارات اس میں مختلف ہیں اور اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ فی نفسہا اُن دونوں میں بہت تشابہ اور تداخل ہے۔ سو ایک شے بعضوں کی رائے میں حال ہے اور دوسرے کے نزدیک وہ مقام ہے اور دونوں روایت صحیح ہیں۔ اس واسطے کہ ایک کا تداخل دوسرے میں موجود ہے اور ضرور ہے کہ ایک ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا جائے جس سے دونوں میں فرق ہو جائے علاوہ اُس کے کہ لفظ اور تعبیر اُن کے فرق کو بتلاتا ہے۔ سو حال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس کو تحول اور گردش ہے اور مقام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ثابت اور مستقر ہے۔ اور کبھی ایک شے بعینہ حال ہوتی ہے اور پھر وہی مقام ہو جاتی ہے جیسے کہ بندہ مکے باطن سے داعیہ محاسبہ پیدا ہوا۔ پھر وہ داعیہ غلبہ صفات نفس سے زائل ہو جاتا ہے اور پھر وہ عود کرتا اور پھر وہ زائل ہو جاتا ہے اور اس طرح بار بار محاسبہ

دونوں خاطر من الحق ہیں۔ پس اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔
 صوفیہ نے کہا ہے کہ وارداتِ خواطر سے عام تر ہے اس واسطے کہ خواطر مختص
 ایک قسم کے خطاب یا مطالبہ سے ہیں اور وارداتِ کبھی خواطر ہوتے ہیں اور کبھی واردِ مذہب
 اور واردِ حزن اور واردِ قبض اور واردِ بسط ہوتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ
 خاطر حق کا اقبال نورِ توحید سے کیا جاتا ہے اور خاطر ملک کا نورِ معرفت سے اور
 نورِ ایمان سے نفس باز رکھا جائے اور نورِ اسلام سے اور دشمن یعنی ابلیس کی خاطر
 رد کی جاتی ہے اور جو شخص حقائقِ زہد کے ادراک سے قاصر رہے اور خواطر کی تمیز
 کرنے کی طرف تاک لگائے تو پہلے خاطر کا وزنِ شمرع کی ترازو میں کرے۔ سو جو چیز
 اس میں سے نقل یا فرض ہو اس کا امضا اور اجراء کرے اور جو اُس میں سے
 حرام یا مکروہ ہو اُس کی نفی کرے۔ پھر اگر دو خاطر نظرِ علم میں برابر پلے کے ہوں تو
 جو اُن میں سے مخالفت ہوئی نفس کے قریب تر ہو اُس کا نفاذ کرے اس واسطے
 کہ نفس کی ہوئی اُن دونوں میں سے ایک میں بھی کبھی مغنی ہوتی ہے اور غالب شان
 نفس سے کجروی اور ادنیٰ کی طرف میلان ہوتا ہے اور کبھی خاطر نشاطِ نفس سے
 نازل ہوتی ہے اور بندہ کا یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ جنبتِ دل سے ہے اور کبھی
 تلب سے نفس کے ساتھ سکون کرنے سے نفاق پیدا ہوتا ہے کہ بعضے ان میں سے
 کہتے ہیں بیس برس کا عرصہ ہوا کہ ایک ساعت میرا قلبِ نفس کے ساتھ سکون پذیر
 نہیں ہوا سو نفس کے ساتھ سکونِ قلب سے ایسے خواطر ظاہر ہوتے ہیں جو مشتبہ بخواطر
 حق ضعیف العلم پر ہوتے ہیں اسی واسطے نفاقِ قلب کو اور اُن خواطر کو جو اُس سے
 پیدا ہوتے ہیں نہیں پاتے اور نہیں جانتے ہیں الا وہی علماء جو اسخ فی العلم ہیں اور
 اکثر جو وقتیں کہ اہل دل پر اور اُن لوگوں پر جو یقین اور بیداری اور حال سے بہرہ مند
 ہیں نازل ہوتی ہیں اس قبیل سے ہیں۔

اور سبب اس کا یہ ہے کہ اُن کو نفس اور قلب کا علم کم ہے اور ہوئی کا ایک
 حصہ ان میں باقی ہے اور بندہ کو سزاوار ہے کہ اس بات کو قطعی جانے کہ جب تک تعریف
 اُس پر ہوئی کا باقی ہے اگرچہ وہ باریک اور للیل ہو پھر بھی بقیہ اشتباہِ خواطر کا اُس کے

ایک باطن ہے اور اُس میں سمع اور بصر ہے اور وہ قلب کا قلب اور سویدا ہے اور دوسرا جو ظاہر قلب ہے اور اُس میں عقل ہے اور عقل کی مثل قلب میں جیسے آنکھ میں نظر ہو اور وہ ایک موضع خاص اُس کی صیقل ہے جس طرح کی صیقل کہ آنکھ کی سیاہی میں ہوتی ہے اور اُسی میں سے شعاعیں نکلتی ہیں جو مریات کو گمیر لیتی ہیں۔ سو اسی طرح عقل کی نظر سے علوم کی شعاعیں نکلتی ہیں جو معلومات کو محیط ہوتی ہیں اور یہ حالت جو پردہ ہائے قلب کو بچھا ڈالتی ہے اور اُس کے سویدا تک پہنچتی ہے اور وہ حق الیقین ہے تمام عطیات سے انور اور کل احوال سے گراں بہار اور اشرف ہے اور اُس حال کی نسبت مشاہدہ سے ایسی ہے جیسے کچی اینٹ کی نسبت خاک سے ہے اس واسطے کہ وہ پہلے خاک ہوتی ہے بعد اُس کے گُل اور مٹی بعد ازاں کچی اینٹ، بعد ازاں کچی اینٹ۔

پس مشاہدہ ہی اول اور اصل ہے کہ اُس سے فنا ہوتی ہے بعد ازاں بقا جیسے کچی اینٹ، بعد ازاں یہ حالت اور وہ سب فروع سے آخر ہے اور ہر گاہ یہ حالت سب احوال کی اصل تھی اور وہ اشرف احوال ہے اور وہ محض مواہب ہے جس کا اکتساب اور استحصال نہیں ہوتا تو جس قدر مواہب بندہ کے نوازل سے ہیں وہ احوال سے موموم ہوتے اس واسطے کہ وہ بندہ کے مقدور کسب سے باہر ہیں تو اس قول کا اطلاق ہوا اور مشائخ کی زبانوں پر متداول ہوا کہ مقامات مکاسب ہیں اور احوال مواہب ہیں اور جس ترتیب پر کہ ہم نے اُس پر دفع کیا سب مواہب ہیں اس واسطے کہ مکاسب مواہب سے ڈھکے ہوئے ہیں تو احوال مواہب ہیں اور مقامات رستے مواہب کے ہیں مگر کسب مقامات میں ظاہر ہوا اور مواہب مبطن اور مخفی ہو گئے اور احوال میں کسب چھپ گیا اور مواہب ظاہر ہو گئے تو احوال مواہب سماوی علویہ ہیں اور مقامات اُن کے رستے ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ مجھ سے آسمانوں کے رستے پوچھے اس واسطے کہ اُن کا شناسا زمین کے رستوں سے ہوں اشارہ مقامات اور احوال کی طرف ہے۔

پس آسمانوں کے رستے تو یہ ہیں اور زہد وغیرہ جو مقامات ہیں اس

شیطان کی شامت سے ہے توجیب دو لمحہ وارد ہوتے ہیں تو دو حرکت ظاہر ہوتی ہیں اور اُس سے سمر عطا اور ابتلا کا بخشنہ کَریم اور آزما بندہ حکیم سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں لمحہ متدارک علی سبیل البدل ہوتے ہیں اور اُن میں سے ایک کا اثر دوسرے سے مٹ جاتا ہے اور جو شخص کہ بیدار صاحب فطانت ہے اُس پر باب انس فی ذاتہ اُن اُتار کے وجود کے دیکھنے سے مفتوح ہوتا ہے اور ہمیشہ اپنے حال کا تلاشی اور دونوں لمحوں کا ناظر رہتا ہے۔

اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ پانچواں خاطر بھی ہے اور وہ خاطر عقل ہے جو چاروں خواطر کے درمیان متوسط ہے اور نفس اور دشمن یعنی شیطان کے درمیان رہتی ہے تاکہ تمیز موجود رہے اور بندہ پر حجت کا اثبات ہوتا ہے کہ بندہ وجود عقل کے ساتھ کسی شے میں داخل ہو اس واسطے کہ اگر عقل جاتی رہے تو عقاب اور عتاب ساقط ہو جائے اور وہ کبھی ملک اور روح کے ساتھ بھی ہوتی ہے تاکہ فعل آزادانہ واقع اور ثواب کا مستوجب ہو۔

اور چھٹی خاطر بھی مذکور ہے اور وہ خاطر یقین ہے اور وہ روح ایمان اور مزید علم ہے اور بعید نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ چھٹی خاطر جو خاطر یقین ہے اُس کا حامل اسی کی طرف راجع ہے جو خاطر حق سے وارد ہوتی ہے اور خاطر اصل کی اصل کبھی خاطر ملک سے ہوتی ہے اور کبھی خاطر نفس سے اور عقل سے کوئی خاطر مستقل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ عقل جیسا کہ ہم نے ذکر کیا مرثت ہے جس کے ساتھ ادراک علوم کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ کبھی دواعی نفس اور کبھی دواعی ملک اور کبھی دواعی روح اور کبھی دواعی شیطان کی طرف کھینچنے کو آمادہ ہوتا ہے سو اس بنا پر خاطر میں چار سے زیادہ نہیں ہوتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لمحہ کے سوا نہیں ذکر کیا اور یہ دو لمحہ ہی اصل ہیں اور دوسرے دو خاطر اُن پر مقرر ہوتی ہیں اس واسطے کہ لمحہ ملک جب اُدوح کو حرکت دیتا ہے اور روح ہمت صالحہ سے جنبش میں آتی ہے تو وہ اپنے اہتراز سے کہ ہمت صالحہ کے ساتھ ہوتا ہے خطا پر قرب کے نزدیک ہوتی ہے اور اُس وقت خواطر من الحق اُس پر وارد

اولیٰ یہ ہے کہ آئینہ خدا نے تعالیٰ دانا تر ہے کہ ایک شخص کو اپنے مقام میں ایک حال عطا کیا جائے اُس کے مقام اعلیٰ سے جس پر عنقریب ہے کہ وہ ترقی کرنے کا تو اُس حال کے وجہاً سے اپنے اُس مقام کے امر کو مستقیم کرتا ہے جس میں وہ ہے اور اس میں حق اسی طرح تعریف کرتا ہے اور کوئی چیز بندہ کی طرف نہیں بڑھانی جاتی کہ وہ ترقی کرتا ہے یا نہیں ترقی کرتا ہے۔ اس واسطے کہ بندہ احوال کے ساتھ مقامات پر ترقی کرتا ہے اور احوال میں مواہب ہیں جو ترقی اُن مقامات پر کرتے ہیں جن میں کسب مُنہ سے ملا ہوا ہے اور بندہ پر نہیں ظاہر ہوتا کوئی حال اس مقام سے جو اعلیٰ اس مقام سے ہو جس میں یہ ہے مگر یہ ہر آئینہ اُس کی ترقی اُس کی طرف نزدیک ہو جاتی ہے۔

پس ہمیشہ بندہ مقامات پر ترقی زائد احوال سے کرتا ہے سو اس بنیاد پر جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تداخل مقامات اور احوال کا توبہ تک واضح ہوتا ہے اور کوئی فضیلت نہیں معلوم ہوتی مگر یہ کہ اُس میں ایک حال اور ایک مقام ہے اور نہد میں حال ہے اور ایک مقام ہے اور توکل میں ایک حال ہے اور ایک مقام ہے اور رضا میں ایک حال ہے اور ایک مقام ہے۔

ابو عثمان خیرؓ کا قول ہے کہ چالیس برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی حال میں نہیں قائم کیا کہ اُس سے مجھے کراہت ہوئی ہو اس میں اشارہ رضا کی طرف کیا ہے اور اس سے حال روشن ہو جاتا ہے پھر مقام ہو جاتا ہے اور محبت میں حال ہے اور مقام ہے اور ہمیشہ بندہ حال توبہ کی راہ پانے سے رجوع کرتا ہے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور حال توبہ کا راہ پانا اول انزجا اور آندہ ہونے سے ہے۔ یعنی صوفیہ کا قول ہے کہ زجر ایک جوش دل میں ہے جس کو ساکن نہیں کرتا الا انتباہ جو غفلت سے ہو اور اس کو بیداری کی طرف پھیرتا ہے اور جب وہ جاگتا ہے صواب کو خطا سے دیکھتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ زجر ایک روشنی قلب میں ہے جس سے وہ اپنے قصد کی خطا کو دیکھتا ہے اور مقدمہ توبہ میں زجر تین وجہ سے ہے۔ ایک زجر

شیطان کی شامت سے ہے توجیب دو لمحہ وارد ہوتے ہیں تو دو حرکت ظاہر ہوتی ہیں اور اُس سے سر عطا اور ابتلا کا بخشنہ کیم اور آزمائندہ حکیم سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں لمحہ متدارک علی سبیل البدل ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک کا اثر دوسرے سے مٹ جاتا ہے اور جو شخص کہ بیدار صاحب فطانت ہے اُس پر باب انس فی ذاتہ اُن آثار کے وجود کے دیکھنے سے مفتوح ہوتا ہے اور ہمیشہ اپنے حال کا تلاشی اور دونوں لمحوں کا ناظر رہتا ہے۔

اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ پانچواں خاطر بھی ہے اور وہ خاطر عقل ہے جو چاروں خواطر کے درمیان متوسط ہے اور نفس اور دشمن یعنی شیطان کے درمیان رہتی ہے تاکہ تمیز موجود رہے اور بندہ پر حجت کا اثبات ہوتا ہے کہ بندہ وجود عقل کے ساتھ کسی شے میں داخل ہو اس واسطے کہ اگر عقل جاتی رہے تو عقاب اور عتاب ساقط ہو جائے اور وہ کبھی ملک اور روح کے ساتھ بھی ہوتی ہے تاکہ فعل آزادانہ واقع اور ثواب کا مستوجب ہو۔

اور چھٹی خاطر بھی مذکور ہے اور وہ خاطر یقین ہے اور وہ روح ایمان اور مزید علم ہے اور بعید نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ چھٹی خاطر جو خاطر یقین ہے اُس کا حامل اسی کی طرف راجع ہے جو خاطر حق سے وارد ہوتی ہے اور خاطر اصل کی اصل کبھی خاطر ملک سے ہوتی ہے اور کبھی خاطر نفس سے اور عقل سے کوئی خاطر مستقل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ عقل جیسا کہ ہم نے ذکر کیا سرشت ہے جس کے ساتھ ادراک علوم کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ کبھی دواعی نفس اور کبھی دواعی ملک اور کبھی دواعی روح اور کبھی دواعی شیطان کی طرف کھینچنے کو آمادہ ہوتا ہے سو اس بنا پر خاطر میں چار سے زیادہ نہیں ہوتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لمحہ کے سوا نہیں ذکر کیا اور یہ دو لمحہ ہی اصل ہیں اور دوسرے دو خاطر ان پر مقرر ہوئی ہیں اس واسطے کہ لمحہ ملک جب روح کو حرکت دیتا ہے اور روح ہمت صالحہ سے جنبش میں آتی ہے تو وہ اپنے اہتزاز سے کہ ہمت صالحہ کے ساتھ ہوتا ہے خطا پر قریب کے نزدیک ہوتی ہے اور اُس وقت خواطر من الحق اُس پر وارد

سے پاک ہے تو حالِ رضا سخت تر ہے اور مقامِ رضا قوی تر ممکن ہے اور مقامات کے لئے ضرور ہے کہ احوالِ زائد ہوں۔ پس کوئی مقام نہیں ہے الا بعد سابقہ حال کے اور نہ مقامات کے لئے تفرق اور یکسانگی بدون سابقہ احوال کے ہے۔

اور رہے احوالِ سوان کا یہ حال ہے کہ بعضے اُن میں سے وہ ہیں وہ مقام ہو جاتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں جو مقام نہیں ہوتے اور سر اس میں یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ کسب مقام میں ظاہر ہے اور موہبت اُس میں پوشیدہ اور حال میں موہبت ظاہر اور کسب باطن ہے۔ اور ہر گاہ کہ احوال میں موہبت غالب ہے تو وہ مفید نہیں اور احوال اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ اُس کے لئے انتہا نہیں ہے اور احوال سینہ کا لطف یہ ہے کہ وہ مقام ہو جائے اور مقدورات حق غیر متناہی اور اس کے مواہب غیر متناہی ہیں اور اسی واسطے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر میں روحانیت عیسیٰ اور مکالمہ موسیٰ اور خلعت ابراہیم علیہم السلام عطا کیا جاتا تو میں اس کے سوا اور کچھ مانگتا اس واسطے کہ عطیاتِ الہی بے شمار ہیں اور یہ انبیاء کے احوال ہیں اور اولیاء کو عطا نہیں ہوتے مگر یہ ایک اشارہ کنے والے کی طرف سے ہمیشہ کی تاک جھانک اور طلب گاری اور عدم قناعت کی طرف ہے اُس مرتبہ کے ساتھ جس میں وہ حق تعالیٰ کے امر سے ہے اس واسطے کہ سرور پیغمبران صلوات اللہ علیہ وسلم نے بے قناعتی پر آگاہ کر دیا اور طلب اور خواہش نزول برکت مزید کا دروازہ اپنے اس قول سے کھڑکھڑایا ہے جس کسی دن کہ میں اُس میں ترقی علم نہ کروں تو میرے لئے اُس دن کی صبح میں برکت نہیں دی گئی اور اب اس دُعا میں:

صلی اللہ علیہ وسلم -

اللھم ما قصر عنہ رأی وضعف فیہ عملی ولم تبلغہ منیبتی

وامنیبتی من خیر وعدتہ احداً من عبادک او خیر انت معطیہ

احداً من خلقک نانا ارغب الیک واسالك ایاہ -

تو جان لینا چاہیے کہ مواہب بے شمار ہیں اور احوال مواہب ہیں اور وہ ملے ہوئے اُن کلماتِ الہی سے ہیں جو سمندر کو اپنے تمام ہونے سے پہلے تمام کر دے

کا حال بندہ کے لئے متعاہد حال کا ہوتا ہے۔ پھر صفات نفس کے ظہور سے وہ حال بدل جاتا ہے یہاں تک کہ خدائے کریم کی مدد اُس کا تدارک کرتی ہے اور حال محاسبہ غالب آتا ہے اور نفس مقہور ہو جاتا ہے اور محاسبہ اُس کا انضباط اور تملک کر لیتا ہے۔ پھر محاسبہ اُس بندے کا وطن اور مستقر اور مقام ہوتا ہے اور وہ مقام محاسبہ میں رہتا ہے بعد اُس کے کہ اُس کا حال محاسبہ تھا۔

بعد ازاں حال مراقبہ اُس پر نازل ہوتا ہے۔ سو جو شخص کہ محاسبہ اُس کا مقام ہو تو مراقبہ اُس کے لئے حال ہوتا ہے۔ بعد ازاں مراقبہ کا حال بدلتا رہتا ہے اس سبب سے کہ بندہ کے باطن میں سہوا اور غفلت نوبت نوبت آتے ہیں حتیٰ کہ سہوا اور غفلت کا ہلکا بادل پر آگندہ اور دور ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کا تدارک مددگاری سے فرمائے تب مراقبہ مقام ہو جاتا ہے بعد ازاں کہ وہ حال تھا اور محاسبہ کے مقام میں قرار نہیں پکڑتا مگر اُس وقت کہ حال مراقبہ کا نازل نہ ہو اور نہ وہ مراقبہ کے مقام میں قرار لیتا ہے الا جبکہ حال مشاہدہ نازل ہو۔ سو جبکہ بندہ حال مشاہدہ کے نزول سے مشرف بعطا ہوتا ہے تو مراقبہ اُس کا قرار حاصل کرتا ہے اور اُس کا مقام ہو جاتا ہے اور نازل مشاہدہ سے بھی حال ہوتا ہے جو استتار سے بدلتا ہے اور تجلی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہ مقام ہو جاتا ہے اور آفتاب اس کا استتار کے گہرے سے چھوٹ جاتا ہے۔ پھر مشاہدہ کے مقام میں بہت کچھ احوال اور زیادات و ترقیات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال تک ہوتے ہیں کہ اُس سے اعلیٰ درجہ کا ہے جیسے کہ فنا کے ساتھ متحقق ہونا اور بقاء کی طرف پہنچنا اور عین الیقین سے حق الیقین کو ترقی کرنا اور حق الیقین ایک نازل ہے جو قلب کے پردوں کو پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ مشاہدہ کی فرع اعلیٰ درجہ کی ہے۔

اور ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللھم انی اسالک ایمانا یا شرقلبی۔ اے بارخدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمان کا کردل میرے میں عمل کرے۔

حضرت سہل بن عبداللہؓ نے کہا ہے کہ قلب میں دو جوف ہیں۔ ان میں سے

توبہ اصل کل مقام کی اور قوام ہر مقام اور گنجی ہر حال کی ہے اور وہ اول سب مقامات سے ہے اور وہ زمین کی مثال دیوار کے لئے ہے سو جس کے پاس زمین نہیں ہے تو اُس کے پاس دیوار نہیں ہے اور جس کے پاس توبہ نہیں ہے اُس کو نہ کوئی سال ہے اور نہ کوئی مقام ہے اور میں نے بقدر اپنے علم اور مقدار وسعت اور جہاد کے تمام مقامات اور احوال اور اُن کے ثمرات کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تین چیزیں ان کو جامع ہیں بعد ازاں کہ ایمان اور اُس کے عقود و شروط کی صحت ہو سو وہ ایمان سمیت چارہ ہیں۔ پھر اُن کو ولادت معنوی حقیقی کے افادہ میں اُن چارہ طبائع کے مطابق پایا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت جاری کے ساتھ ولادت طبعی کے لئے مفید بنایا اور جو کوئی ان چاروں کے حقائق سے متحقق ہوگا وہ آسمانوں کی ملکوت میں داخل ہو اور مکاشفہ قدر اور آیات کا اُسے حاصل ہو اور اُس کو ایک ذوق اور فہم کلماتِ الہی کا ہوگا جو نازل ہوئے ہیں اور تمام احوال اور مقامات سے بہرہ ور ہوگا۔ سو وہ سب تمام و کمال انہیں چاروں سے ظاہر اور انہی سے موجود و موکد ہوئے ہیں۔

سو ایمان کے بعد اُن تینوں میں سے ایک توبہ نصوح ہے اور دوم زہد دنیا اور سوم مقام عبودیت کی تحقیق، دوام عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے ظاہر میں اور باطن میں اُن اعمال سے جو دلی اور جسمانی ہوں بدوں اس کے کہ کسی طرح کا فتور اور قصور ہو بعد اس کے ان چاروں کی تکمیل کے لئے استعانت دوسری چارہ چیزوں سے کی جائے۔ جن سے اُن کی تمامی اور قوام ہے اور وہ یہ ہیں :-

قلّت کلام اور قلّت طعام اور قلّت مقام اور لوگوں سے علیحدہ رہنا۔ اور علمائے زاہد اور مشائخ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان چاروں سے مقامات مستقر اور احوال مستقیم ہوتے ہیں اور انہی کے ذریعہ سے بتائید الہی اور اُس کے حسن توفیق سے ابدال ہو گئے۔ اور بیان واضح کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ تمام مقامات انہی کی صحت کے

واسطے کہ جو شخص ان رستوں کا ساکب ہے اُس کا دل آسمانی ہو جاتا ہے اور وہ رستے آسمانوں اور برکات کے نمود گاہ ہیں اور اُن احوال کے ساتھ وہی متحقق ہوتا ہے جس کا قلب آسمانی ہو۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ حال ذکر خفی ہے اور یہ اشارہ اسی کی طرف ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور عراق میں مشائخ سے میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں حال وہ چیز ہے جو من اللہ ہے تو جو چیزیں کہ اکتساب اور اعمال کی راہ سے ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بندہ کی طرف سے ہے۔ پس جبکہ مریدوں کو مواہب اور مواہب سے کوئی شے ظاہر ہوتی تو کہنے لگے کہ یہ من اللہ ہے اور اس کا حال نام رکھا یہ اشارہ اُن کی طرف سے ہے کہ حال مواہب اور عطیہ ہے اور بعض مشائخ خراسان نے کہا ہے کہ احوال مواہب اعمال ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ احوال بخیلوں کے مثال ہیں پھر اگر ٹھہرا اور باقی رہا تو حدیث نفس ہے اور یہ قریب استقامت علی الاطلاق نہیں ہے۔ ہاں بعض احوال میں یہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ راہ پاتے ہیں بعد ازاں نفس اُن کو اچک لے جاتا ہے۔ لیکن علی الاطلاق سو ایسا نہیں ہے اور احوال نفس سے امتزاج اور اختلاط نہیں کہتے جس تیل پانی سے نہیں ملتا۔

اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ احوال نہیں ہوتے الا اُس وقت کہ دائم اور قائم رہیں اور اگر دائم و قائم نہ رہیں تو وہ لویح اور طوالج اور بواد رہیں اور یہ سب مقدمات احوال ہیں احوال نہیں ہیں۔ اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا بندہ کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی ایک مقام کی طرف انتقال کرے غیر اپنے مقام کے جس میں وہ ہے قبل اس کے کہ اپنے مقام کے حکم کو مستحکم کرے بعضوں نے کہا کہ یہ منزاوا نہیں ہے کہ قبل اس کے کہ وہ اپنے مقام کے حکم کو مستحکم کرے انتقال اس مقام سے کرے جس میں وہ ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مقام جس میں وہ ہے کامل نہیں ہوتا الا بعد اُس کے کہ وہ اس مقام پر ترقی کرے جو اس سے بالاتر ہے سو وہ اپنے مقام عالی سے ادنیٰ مقام کی طرف نظر کرتا ہے۔ پھر اپنے مقام کے اثر کو مستحکم کرتا ہے اور

لازم کرتی ہے۔ پھر وہ طلب کرتا ہے اور جبکہ اُس نے طلب کی جانا جاتا ہے کہ غیر سبیلِ حق پر ہے پھر وہ حق کو طلب کرتا ہے اور در توبہ کی جانب پھرتا ہے۔ بعد ازاں اُس کے انتباہ سے حالِ بیداری عطا ہوتا ہے۔

فائز کا قول ہے کہ سب احوالِ ادنیٰ اور اکمل میں بیداری اور اعتبار ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیداریِ حفظِ طریق کے بعد مشاہدہ سبیلِ نجات کے ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا جب بیداری پوری اور صحیح ہو گئی تو بیدار آدمی طریقِ توبہ کی ابتداء میں ہوگا۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ بیداری مولیٰ کی طرف سے ڈرنے والوں کے قلوب کے لئے ایک قصد ہے جو اُن کو توبہ کی طلب پر راہ دکھلاتا ہے۔ پھر جبکہ اُس کی بیداری کامل ہوتی تو اُس کے ذریعہ سے وہ مقامِ توبہ کو پہنچتا ہے۔ سو یہ تین احوال ہیں کہ مقدم توبہ ہیں۔ بعد ازاں توبہ اپنی استقامت میں محاسبہ کی محتاج ہے اور توبہ مستقیم بغیر محاسبہ کے نہیں ہوتی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے نفوس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اُن کا وزن کرو قبل اس کے کہ تم وزن کئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑے جائزہ کے لئے آراستہ ہو جس دن کہ تم عرض کئے جاؤ گے کوئی پوشیدہ بات تم سے چھپی نہ رہے گی۔ پس محاسبہِ حفظِ انفاس اور ضبطِ حواس اور رعایتِ اوقات اور ایثارِ مہمت کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور

بندہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رات دن میں پانچ نمازیں اپنی رحمت سے واجب کی ہیں اس وجہ سے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندہ کو جانتا ہے اور بندہ پر غفلت غالب ہے تاکہ ہوئی اُس کو اپنا غلام نہ بنائے اور دنیا اس کو پردہ اپنا نہ کرے۔

پس پانچوں وقت کی نماز ایک نہ بخیر ہے کہ نفوس کو حقِ عبودیت کے ادا کے لئے مقاماتِ عبودیت کی طرف کھینچتی ہے اور بندہ حسن محاسبہ سے نگہداشت اپنے نفس کی ایک نماز سے دوسری نماز تک کرتا ہے اور شیطان کے راستوں کو

طریق العلم سے ہے اور ایک زجر طریق عقل سے ہے اور ایک زجر طریق ایمان سے ہے۔ اور تائب پر حال زجر نازل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے کہ اُس کو توبہ کی طرف کھینچتا ہے اور ہمیشہ بندہ میں ہوائے نفس کا ظہور ہوتا ہے کہ اُس کو حال توبہ و زجر کے آثار مٹاتے ہیں تا آنکہ وہ حال مستقر اور مقام ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح زہد میں کہ بندہ ہمیشہ نازل حال کے ساتھ زہد کرتا ہے یہاں تک کہ لذت ترک اشتغال دنیا اس کو دکھلاتا ہے اور اُس کے دُنیا کی طرف متوجہ ہونے کو قبیح کرتا ہے۔ بعد ازاں اُس کے حال کا اثر حرص و شرہ نفس کی دلالت سے جو دُنیا کی طرف ہے اور دُنیا کے موجودہ اشیاء کے دیکھنے سے محو کر دیتا ہے تا آنکہ خدائے کریم کی امداد اُس کا تدارک کرے تب وہ زہد کرتا ہے اور زہد اُس کا مستقر ہو جاتا ہے اور زہد اس کا مقام ہو اور حال توکل کا نازلہ ہمیشہ اُس کے دل کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے حتیٰ کہ وہ متوکل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہی حال رضا کا ہے یہاں تک کہ رضا پر بندہ مطمئن اور یہ اس کا مقام ہو جاتا ہے۔

اور یہاں ایک لطیفہ ہے وہ یہ کہ مقام رضا تو توکل ثابت ہوتا اور حکم اس کے بقا رکا کیا جاتا ہے حالانکہ داعیہ طبع موجود ہے اور حال رضا کی بقا رکا حکم داعیہ طبع کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے اور یہ مثل ایک کراہت کی ہے جس کو طبیعت کے حکم سے راضی پاتا ہے مگر علم اُس کا رضا کے مقام میں حکم طبیعت کو چھپا لیتا ہے اور طبیعت کا حکم کا ظہور کراہت کے وجود میں جو علم کے ساتھ پوشیدہ ہے اُس کو رضا کے مقام سے خارج نہیں کرتا لیکن حال رضا کم کرتا ہے اس واسطے کہ حال جب مجرد موہبت ہو گیا تو داعیہ طبع کو اُس نے جلا دیا۔ سو کہا جاتا ہے کہ وہ کیونکر رضا میں صاحب مقام ہوگا اور اس میں صاحب حال نہیں ہے۔ اور حال مقدمہ مقام کا ہے اور مقام ثابت اور قائم تر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب مقام کسب بندہ سے آلودہ ہو گیا تو وجود طبع کا اس میں احتمال ہے اور ہر گاہ حال موہبت من اللہ ہے تو وہ طبیعت کی آمیزش

دو فضل پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے نفس پر مراقبہ کو لازم پکڑے اور علم تیرے ظاہر پر قائم ہو۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مراقبہ، مراعات اور نگہداشت سر کی ملاحظہ حق کے لئے ہر ایک نظر اور لفظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اقمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت۔ یعنی کیا اچھا وہ شخص کہ جو قائم ہے اور نفس کے ساتھ اُس چیز کے کہ اُس نے کمایا اور یہی علم قیام ہے اور اسی سے علم حال اور معرفت زیادت و نقصان پورا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ معیار اپنے حال کی جانے جو اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور یہ سب کچھ صحت توبہ کے ملازم ہے اور صحت توبہ اُن کی ملازم ہے اس واسطے کہ خواطر عزائم اور تصدوں کے مقدمات ہیں اور عزائم اعمال کے مقدمات ہیں۔ اس واسطے کہ خواطر تہوت اور تحقق ارادہ قلب ہے اور قلب اعضا کا حاکم ہے اور اعضا و جنبش نہیں کرتے مگر اس وقت کہ قلب ارادہ کے ساتھ جنبش کرے اور مراقبہ سے خاطر رذی کے مادے منقطع ہوتے ہیں تو مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوگئی۔ اس واسطے کہ جس نے خواطر کو روکا تو وہ اعضاء و جوارح کے مایحتاج کو کافی ہے اس واسطے کہ مراقبہ کے مکروہات کے ارادہ کی لگیں قلب سے جڑ سمیت اُکھڑ جاتی ہیں اور محاسبہ سے تدارک اُس کا ہوتا ہے جو مراقبہ سے اُچٹ کر گرتا ہے۔

ابو عثمان سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا جو چیزیں انسان کو اس طریق میں لازم ہیں اُن میں افضل محاسبہ ہے اور مراقبہ اور عمل کی سیاست علم سے ہے اور ہر گاہ توبہ صحیح ہوئی تو انابت یعنی رجوع الی اللہ صحیح ہوگی۔

ابراہیم بن ادھم نے کہا ہے کہ جب بندہ اپنی توبہ میں سچا ہوتا ہے تو وہ ملیب ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ انابت دوسرا درجہ ہے توبہ کا۔

اور ابو سعید قرشی نے کہا ہے کہ ملیب وہ شخص ہے کہ جو بازگشت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف ہر ایک شے سے ہو کہ اُس کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انابت رجوع اور بازگشت اُس سے اُسی کی طرف

اور ریگ بیابان کے اعداد اُس کے اعداد سے پہلے تمام ہوں اور اللہ تعالیٰ
نعمت دینے والا اور عطا کرنے والا ہے۔

باب اُسٹھواں

مقامات کی طرف بطور اختصار و ایجاز

کے اشارات میں ہے

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہانی علیہ السلام کے پاس ایک
شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ میں ایک شخص دراز لسان ہوں اور اکثر اپنے اہل خانہ پر
زبان درازی کرتا ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو استغفار
سے کہاں ہے اس واسطے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن ایک رات میں سو بار استغفار
کرتا ہوں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں روایت ہے
کہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار اور اُس کی طرف توبہ ہر روز شروع کرتا ہوں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ میرے قلب پر بادل چھا جاتا ہے سو میں اللہ تعالیٰ سے دن
بھر نہیں استغفار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وتوبوا الى الله جميعا ايها المومنون لعلكم تفلحون -

”یعنی رجوع کرو تم طرف اللہ تعالیٰ کے سب اے مومنو شاید کہ تم فائدہ کو پہنچو۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الله يحب التوابين یعنی البتہ اللہ تعالیٰ
توبہ کرنے والوں کو دوست لکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

يا ايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحا -

”یعنی اے ایمان والو توبہ کرو تم طرف اللہ تعالیٰ کے توبہ خالص۔“

اخفاۓ مصائب اور درد و ترک شکوہ کے ہو اور صبر اخفاۓ فقر پر اور صبر اخفاۓ عطا و کمالات اور مشاہدہ قدر اور آیات پر ہے اور وجوہ صبر فرضاً اور فضلاً بہت ہیں اور خلق اللہ سے بہت لوگ ایسے ہیں جو ان اقسام کے صبر کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور صبر علی اللہ سے صحت مراقبہ اور نگہداشت اور نفسی خواطر کے لزوم کے ساتھ تنگ آتے ہیں تو اب حقیقت صبر کی توبہ میں ایسی ہی موجود ہے جیسے توبہ میں مراقبہ حاصل ہے اور صبر اہل یقین کے بزرگ ترین مقامات سے ہے اور حقیقت توبہ میں داخل ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ کون شے افضل صبر سے ہے اور آئینہ اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کچھ اور پر تو لے جبکہ فرمایا ہے اور کسی شے کا ذکر اس عدد کے ساتھ نہیں کیا اور صحت توبہ حاوی مقام صبر کو ساتھ اُس کے شرف کے ہے اور صبر میں سے ایک صبر نعمت پر ہے اور وہ یہ ہے کہ نعمت کو معصیت الہی میں صرف نہ کرے اور یہ بھی صحت توبہ میں داخل ہے۔

اور سہل بن عبد اللہ کہا کرتے کہ صبر عافیت صبر علی البلاء سے سخت تر ہے اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ ہم سختی اور گزند میں آزمائے گئے تو ہم نے صبر کیا اور ہم نفع کے ساتھ امتحان کئے گئے تو ہم نے صبر نہ کیا اور صبر کے اندر نگہداشت لاسٹ رائے کی ہے جو رضا و غضب میں ہو اور صبر لوگوں کی تعریف سے اور صبر گنہامی پر اور تواضع اور مذلت زدہ میں داخل ہیں اگرچہ توبہ میں داخل نہ ہوں۔ اور صبر کی حقیقت نفس کی طمانینت سے ظاہر ہوتی ہے اور طمانینت اُس کی اُس کے تزکیہ سے ہے اور تزکیہ اُس کا توبہ سے ہے۔

سو جب نفس توبہ نصوح سے پاک ہو تو اُس کی طبعی بد خوئی زائل ہو گئی اور بے صبری اور انکار و سرکشی کی طلب نفس کی بد خوئی سے ہے اور توبہ نصوح نفس کو ملائم کرتی ہے اور اُس کو تعنت اور کج خلقی سے نرمی کی طرف نکال لاتی ہے اس واسطے کہ محاسبہ اور مراقبہ سے نفس صفائی پاتا ہے اور اُس کی آتش جو متابعت نفس سے بھڑکتی ہے بجھ جاتی ہے اور نفس اپنی طمانینت کے

اندرج مندرج ہیں اور جو ان سے کامیاب ہو وہ سب مقامات میں کامیاب ہوئے ان میں سے اول بعد ایمان کے توبہ ہے اور وہ اپنی صحت کی ابتدا میں احوال کی محتاج ہے اور جب وہ صحیح ہو گئی تو مقامات اور احوال پر مشتمل ہوگی اور اُس کے آغاز میں وجدان زاجر کا ہونا ضرور ہے اور وجدان زاجر کا ایک حال ہے اس واسطے کہ وہ ایک بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بنا پر کہ یہ بات ثابت ہے کہ احوال مواہب اور عطیات ہیں اور حال زاجر توبہ کی کنجی اور اس کا مبداء ہے۔ ایک شخص نے بشرحانی سے کہا کیا ہے کہ میں تجھے اندر و گنہیں دیکھتا ہوں۔ کہا سبب یہ ہے کہ میں گمراہ مطلوب ہوں اور جو یہ ظاہر ہوتا کہ مقصد کی طرف راستہ کہاں ہے تو میں طلب کرتا۔ مگر غفلت کی غنودگی نے اُن لیا اور مجھے اُس سے رہائی نہیں مگر یہ کہ میں زاجر کیا جاؤں اور مجھے بزاجر کا اثر پڑے۔

اور صحتی نے کہا میں نے ایک اعرابی کو بصرہ میں دیکھا کہ وہ آنکھوں کی بیماری کا شاک تھا اور پانی اُس میں سے بہتا تھا سو میں نے اُس سے کہا کیوں اپنی آنکھیں نہیں پونچھتا تو کہا اس واسطے کہ طیب نے مجھے زاجر کیا ہے اور خیر اُس شخص میں نہیں ہے جو منزجر نہ ہو۔ پس باطن میں زاجر حال ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور تائب کو اُس کی موجودگی سے چارہ نہیں ہے۔ پھر انزجار کے بعد بندہ انتباہ کا حال پاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جس نے حوادث کے مطالعہ کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تو وہ آگاہ ہوا۔

ابو یزید علامہ نے کہا ہے کہ علامت انتباہ کی پانچ ہیں جب وہ اپنے نفس کو یاد کرے تو محتاجی اور درویشی کرے اور جب وہ اپنے گناہوں کو یاد کرے تو استغفار کرے اور جب دنیا یاد آوے تو عبرت حاصل کرے اور جب آخرت کو یاد کرے تو خوش ہو اور جب مولیٰ یاد آوے تو افتخار کرے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ انتباہ اور بیداری دلالت ہائے خیر کا آغاز ہے جبکہ بندہ اپنے خواب غفلت سے چونکے تو یہ چوکا ہٹ اُس کو بیداری تک پہنچاتا ہے اور وہ سدا بہا تو اُس کو بیدار کرے اور طلب سیدھے طریق پر

نہیں ہوتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے عطا کیا جس کی اُمید اُس نے کی اور اُس کو پناہ دی اُن چیزوں سے کہ جن سے وہ ڈرتا ہے۔ اور اس قول اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں آیا ہے :- ولا تلقوا بائدیکم الی التھلکة کہ وہ بندہ ہے جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر لے بعد ازاں کہے کہ میں ہلاک ہو گیا کوئی عمل مجھے فائدہ نہیں کرتا۔ پس تائب نے خوف کیا پھر توبہ کی اور مغفرت اور بخشش کی رجاء اور امید کی اور تائب، تائب نہیں ہوتا مگر اُس وقت کہ وہ ڈرتا اور اُمید کرتا ہو اس کے بعد تائب نے جبکہ اعضاء و جوارح سے مکروہات سے روکا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے طاعتِ الہی پر مدد مانگی تو حقیقت میں اُس نے نعمتِ الہی کا شکر ادا کیا۔ اس واسطے کہ ہر ایک عضو اعضاء سے ایک نعمت ہے اور شکر اُس کا معصیت سے اُس کا روکنا اور طاعت میں اُس کا استعمال کرنا ہے اور نعمت کا شکر گزار کون ہے جو تائب مستقیم سے بڑھ کر ہو سو جبکہ مقام توبہ میں یہ سب مقامات جمع ہو گئے تو مقام توبہ میں حال زجر اور حال انتباہ اور حال تیقظ اور مخالفت نفس اور تقویٰ اور مجاہدہ اور عیوب افعال کی دید و انابت و صبر و رضا و محاسبہ و مراقبہ اور رعایت و شکر و خوف و رجاء سب فراہم آ گئے اور جب کہ توبہ نصوح صحیح ہو گئی اور نفس پاکیزہ ہو گیا تو آئینہ دل روشن ہوا اور دُنیا کی بُرائی اس میں ظاہر ہو گئی تو زہد حاصل ہو گا اور زہد میں توکل متحقق ہو گا۔ اس واسطے کہ موجود میں بے رغبتی اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ اُسے اعتماد اشیائے موعودہ پر ہو اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے ساتھ قرار پائے اور یہ عین توکل ہے اور جس قدر کہ بندہ میں بقیہ کل مقامات کا تحقق بعد توبہ رہ گیا تو دُنیا کے زہد سے اسکا تدارک ہو جاتا ہے اور وہ چار چیزوں میں کی تیسری چیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے روایت ہے کہا آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے سو زیارت شروع فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ سو دیکھا اُسے کہ گھر میں ایک پردہ لٹکایا تھا اور کنگن ہاتھوں میں تھے جب آپ نے یہ دیکھا تو اُلٹے پھرائے اور گھر کے اندر نہ گئے۔ پھر آپ بیٹھے اور زمین کریدنے لگے

حسن محاسبہ اور رعایت سے بند کرتا ہے اور نماز میں کبھی داخل نہ ہو مگر جبکہ حسن توبہ اور استغفار کے ساتھ دل سے گہرہ کو نہ کھولے اس واسطے کہ ہر ایک کلمہ اور ہر ایک حرکت جو خلاف شرع ہو ایک نکتہ سیاہی کا قلب میں پیدا کرتا ہے اور اُس پر ایک گہرہ لگتی ہے اور متلاشی محاسب باطن کو نماز کے لئے آمادہ ضبط اعضا و جوارح سے لکھتا ہے اور مقام محاسبہ کی تحقیق کرتا ہے سو اُس وقت اُس کی نماز میں نور ہوگا جو اُس کے وقت کے اجزاء پر دوسری نماز تک چمکتا رہے گا۔ پھر ہمیشہ اُس کی نماز خوب روشن اُس کے وقت کے نور سے رہتی ہے اور اُس کا وقت منور معمور اس کی نماز کے نور سے رہتا ہے اور ایک محاسبہ کرنے والا نمازوں کو ایک کاغذ میں لکھا کرتا اور ہر ایک دو وقتہ نماز کے درمیان سفید جگہ چھوڑ دیتا اور جب کبھی کوئی خطا کلمہ وغیب کی دوسرے امر سے سرزد ہوتی تو ایک خط کھینچ دیا کرتا اور جب کبھی کوئی کلام یا حرکت بے معنی کا ارتکاب کرتا تو اُس میں ایک نقطہ سفید جگہ میں لگا دیتا تاکہ اپنے گناہ اور اپنے حرکات لایعنی سے عبرت حاصل کرے اور اُس محاسبہ کے ذریعہ سے گزر گاہ شیطان اور راستے نفس امارہ کے بوجہ مقام صدق جو اُسے حسن اعتقاد میں اور بباعث حرص کے جو اسے مقام عباد کی تحقیق پر تھے تنگ کرتا تھا اور یہ مقام محاسبہ اور نگہداشت کہے کہ ضرورت صحت توبہ سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ جس شخص کی نگہداشت اچھی ہوئی اُس کی ولایت ہمیشہ کو رہی۔

اور واسطیؒ سے پوچھا کہ اعمال سے کون سا عمل افضل ہے کہا ملو اور محاسبہ کی نگہداشت ظاہر میں اور مراقبہ کی باطن میں ہے اور ایک دوسرے سے کمال کو پہنچتا ہے اور ان دونوں سے توبہ مستقیم ہوتی ہے اور مراقبہ اور نگہداشت دو حال شریف ہیں اور وہ دونوں مقام شریف ہو جاتے ہیں کہ وہ صحیح مقام توبہ کی صحت سے ہوتے ہیں اور توبہ مستقیم کامل اُن کے ذریعہ سے ہو جاتی ہے پس محاسبہ اور مراقبہ اور رعایت مقام توبہ کی ضرورت سے ہے۔

حسن فارسیؒ نے کہا کہ میں نے جبریرؓ کو سنا ہے کہ کہتا تھا کہ ہمارا یہ امر

ان دونوں مقامات کو ثابت اور متحقق کیا تو اُس نے تمام مقامات کو پورا حاصل کیا اور اُن میں شکر اور اُن کے ساتھ متحقق ہوا اور توبہ کے مراقبہ کے ساتھ ترتیب اور ایک کا دوسرے کے ساتھ ارتباط یہ ہے کہ بندہ توبہ کرے پھر توبہ میں مستقیم ہو جائے یہاں تک کہ اُس کے ذمہ بائیں طرف کافرشتہ کچھ نہ لکھے بعد ازاں جب کہ معصیت سے جوارج کو پاک کر چکے تو اُس سے ترقی اس پر کرے کہ جوارج کو بائیں بائیں سے پاک کرے اور اُس وقت نہ کوئی کلمہ فضول کہے اور نہ کوئی کلام فضول کرے ازاں بعد رعایت اور محاسبہ کے لئے ظاہر سے باطن کی طرف جائے اور مراقبہ باطن پر غالب آوے اور وہ یہ ہے کہ اپنے باطن سے گناہ کے خطرے اُس کے بعد خطرات فضول کے دور کرنے کا علم قیام توبہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے پھر جب کہ رعایت خطرات پر متکرم ہوا تو امکان و جوارج کی مخالفت سے محفوظ رہا اور توبہ اس کی مستقیم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے فاستقم كما امرت - یعنی تو مستقیم ہو جیسا کہ تو حکم کیا گیا ہے اور جس نے ساتھ تیرے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو توبہ میں استقامت کا حکم دیا اُن کے لئے اور اُن کے پیروں اور اُن کی امت کے لئے حکم دیا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ مرید، مرید نہیں ہوتا تا آنکہ بائیں طرف کافرشتہ بیس سال اُس کے ذمہ کوئی چیز نہ لکھے اور اُس سے وجود صحت لازم نہیں آتا مگر سچا توبہ کرنے والا شاذ و نادر جب کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اُس کے باطن سے گناہ کا نشان تھوڑی دیر میں مٹ جاتا ہے اس واسطے کہ اُس پر ندامت اُن کے باطن میں موجود ہے اور ندامت توبہ ہے تو بائیں طرف کافرشتہ کوئی چیز اُس کے ذمہ نہیں لکھتا اور جبکہ توبہ نصوح کی اور پھر دنیا کی طرف اُس نے بے رغبتی کی یہاں تک کہ صبح کو رات کے لئے کچھ اہتمام نہیں کرتا اور نہ رات کے وقت صبح کی فکر کرتا ہے اور نہ اُس کی رات کے لئے کچھ ذخیرہ جمع کرے اور نہ کسی مادہ کا تعلق اُسے دوسرے دن کے لئے ہے تو ہر آئینہ اُس نے

ہے نہ کسی دوسری شے سے جو اُس کے غیر ہے۔ پس جس شخص نے اُس کے غیر سے اُس کی طرف رجوع کی تو اُس نے انابت کے طریق سے ایک طرف کو تباہ اور ضائع کیا اور فی الحقیقت نسیب وہ شخص ہے جس کا مرجع اُس کے سوا نہ ہو۔

پس اُس کی طرف اُس کی رجوع سے پھر تباہی بعد ازاں اُس کی رجوع کی رجوع سے کہ تباہی سوا ایک پیکر باقی رہ جاتا ہے جس کا کوئی وصف اللہ تعالیٰ کے سامنے قائم نہیں عین جمع میں مستغرق ہے اور نفس کی مخالفت اور عیوب افعال کی دید اور مجاہدہ یہ سب رعایت اور مراقبہ کی تحقیق سے متحقق ہوتے ہیں۔

ابو سلیمان نے کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کوئی نہیں اچھا جانا کہ اُس سے اُمیدِ ثواب رکھوں۔

ابو عبد اللہ سخری نے کہا جس نے کوئی چیز اپنے احوال سے حالِ ادرات میں اچھی جانی اُس پر ادرات اُس کی فاسد اور تباہ ہو گئی مگر یہ کہ وہ رجوع اُس کی ابتدا کی طرف کرے اور اپنے نفس کو دوبارہ ریاضت اور مجاہدہ میں ڈالے اور جس شخص نے اپنے نفس کو اُن باتوں میں جو اُس کے نفع اور نقصان کی ہوں میزانِ صدق میں نہیں تو لا تو وہ مردوں کے درجہ کو نہیں پہنچا اور افعال کے عیوب کو دیکھنا صحیح انابت کی ضرورت سے ہے اُس حال میں کہ وہ مقامِ توبہ کی تحقیق میں ہے اور توبہ کی استقامت بغیر صدقِ مجاہدہ کے نہیں اور نہ مجاہدہ میں بندہ صادق ہے مگر جب اُس کو صبر حاصل ہو۔

اور فضالہ ابن عبید نے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے مجاہدہ وہ ہے جس نے جہاد اپنے نفس پر کیا اور یہ نہیں پورا ہوتا مگر صبر سے اور افضل سب صبروں میں صبر علی اللہ ہے کہ ہمت اور ارادہ کو اس پر دو کے اور دل سے اُس کے لئے صدقِ مراقبہ کرے اور خطرات کے مادوں کو بیخ و بن سے اکھڑ ڈالے اور صبر منقسم فرض اور فضل میں ہے۔

سو فرض مثل اس کے کہ صبر ادا سے مفترضات پر اور صبر محرمات سے ہو اور جو صبر کہ فضل ہے انہاں جملہ صبر علی الفقر ہے اور صبر جو وقتِ صدمہ دل اور

اختیار کو چھوڑ دے جبکہ بندہ توبہ اور زہد اور دوام عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغرق ہو تو اُس کا وقت موجود وقت آئندہ سے مستغنیہ کر دیتا ہے اور وہ اُس مقام کو پہنچتا ہے جس میں تدبیر اور اختیار کا ترک ہے۔ بعد ازاں اس درجہ کو پہنچتا ہے کہ وہ اختیار کا مالک ہو اور اختیار اُس کا اختیار اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے کہ ہوشی اُس کی زائل ہو گئی اور مادہ جہل اُس کے باطن سے دور اور علم اُس کو بوفور ہو گیا۔ یحییٰ بن معاذ رازی نے کہا ہے جب تک کہ بندہ تعریف اور عرفان میں متکلف ہوتا ہے اُسے کہا جاتا ہے کہ با اختیار نہ ہو یہاں تک کہ وہ عارف ہو جائے اور جب اُسے معرفت کا حصول ہوا اور وہ خود عارف ہو گیا تو اُسے کہا جاتا ہے کہ چاہے تو صاحب اختیار ہو اور چاہے بے اختیار ہو اس واسطے کہ تو اگر صاحب اختیار ہو گا تو ہمارے اختیار سے مختار ہو گا اور جو ترک اختیار کیا تو ہمارے اختیار سے تو نے ترک اختیار کیا۔

پس درحقیقت تو اختیار اور ترک اختیار میں ہمارے ساتھ ہے اور بندہ اس مقام عالی اور اس نادر الوجود حال کے ساتھ جو غایت اور نہایت ہے اور وہ یہ ہے کہ ترک تدبیر اور اختیار سے نکل جانے کے بعد مالک اختیار ہو جائے متحقق نہیں ہوتا مگر اُس حالت میں کہ ان چاروں کو جن کا ہم نے بیان کیا ہے خوب مضبوط اور مستحکم نہ کر لے اس واسطے کہ ترک تدبیر فنا ہے اور تدبیر اختیار کا مالک ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندہ کے لئے ہے اور اس کو اختیار کی طرف پھیرنا تصرف بالحق ہے۔ اور وہی مقام بقا ہے اور وہ نکل آنا اس وجود سے ہے جو بندہ کے ساتھ تھا اور اُس وجود کی طرف چلے آنا جو حق کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ وہ بندہ ہے جس میں ایک ذرہ بھی کج روی سے باقی نہ رہا اور عبودیت میں اُس کا ظاہر اور باطن مستقیم ہو گیا اور علم و عمل نے اس کے ظاہر اور باطن کو آباد کر دیا اور بارگاہِ قرب الہی میں اللہ عزوجل کے سامنے بالذات متوطن ہو گیا اور حالت اُس کی یہ کہ عجز و افتقار میں پنچہ مارے ہوئے ہے اور اس قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متحقق ہے: (وَنُكَلِّئُ

ساتھ محلِ رضا اور مقامِ رضا کو پہنچتا ہے اور قضا و قدر کے مقامِ جریان میں تسلی اور اطمینان پاتا ہے۔

ابو عبد اللہ نباحی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بہت ہیں جو صبر کرنے سے شرماتے ہیں اور مقدراتِ الہی کے مواقع کو چھپ لے لیتے ہیں۔
اور عمر بن عبد العزیز کا کہنا کرتے کہ صبح مجھے ہونی اور مجھے کوئی خوشی بجز مواقعِ قضا کے نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ابن عباسؓ سے جبکہ اُسے وصیت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے یقین کے ساتھ رضا میں عمل کر پھر اگر یہ نہ ہو تو صبر میں بڑی خیریت اور بھلائی ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بہترین بخشش جو آدمی کو عطا کی گئی وہ رضا مندی اُس پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کی قسمت میں لکھا ہے سو فضیلتِ رضا میں اِخبار اور اُتار اور حکایات اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آتے اور رضا تو بہ خالص کا ثمرہ ہے اور کوئی بندہ رضا سے نہیں پھرتا الا جو کہ تو بہ نصوح سے پھر جائے تو اب تو بہ نصوح میں حال صبر اور مقامِ صبر اور حالِ رضا و مقامِ رضا سب جمع ہیں اور خوف و رجا دو مقامِ مقاماتِ اہل یقین سے شریف ہیں اور وہ دونوں تو بہ نصوح کی پشت میں ہیں اس واسطے کہ اُس کے خوف نے تو بہ پر اُسے برا لگینختہ کیا ہے اور اگر اُس کا خوف نہ ہوتا تو وہ تو بہ نہ کرتا اور اگر اس کی رجا نہ ہوتی تو وہ خوف نہ کرتا۔ پس رجا اور خوف قلبِ مؤمن میں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور تا سب مستقیم کے لئے خوف و رجا تو بہ میں معتدل ہو جاتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس آئے اور وہ حالتِ نزع میں تھا آپ نے فرمایا تو اپنے تئیں کیسا پاتا ہے؟ کہا کہ میں اپنے تئیں پاتا ہوں کہ اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اس موقع پر کسی بندہ کے قلب میں یہ دونوں خوف و رجا جمع

ع وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب

ترجمہ:- ہستی تیری گناہ ہے ایسا کہ اُس کے ساتھ ہوتا نہیں قیاس کسی بے گناہ کا

حضرت ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی غفلت سے اور انبیاء کی توبہ اُس سے ہے کہ وہ اپنے تئیں اوروں کے مراتب پر پہنچنے کے عجز سے جس کو وہ پہنچتے ہیں۔

ابو محمد سہلؒ سے سوال کیا گیا کہ ایسے شخص کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں جس نے ایک چیز سے توبہ کی اور اُس کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں وہ شے اس کے دل میں مخطوط ہوئی کہ وہ اُس کو دیکھتا ہے یا اُس کو سُنتا ہے اور حلاوت اُس کی پاتا ہے۔ فرمایا کہ حلاوت طبیعت بشری ہے اور طبیعت سے چارہ نہیں ہے اور اُس کے لئے کوئی حیلہ اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اپنے قلب کو اپنے مالک کی طرف گلہ کے ساتھ دفع کرے اور اُس کو اپنے قلب کے ساتھ انکار کرے اور اپنے نفس پر انکار لازم کرے اور اس سے علیحدہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ اُس کو بھلا دے دوسری چیز اُس کے ذکر اور طاعت کے سوا جو ہے کہا اور اگر ایک لمحہ انکار سے غافل ہو تو مجھے ڈر ہے کہ وہ محفوظ نہ رہے اور حلاوت کا عمل اُس کے قلب میں ہو لیکن حلاوت پانے پر وہ قلب پر انکار لازم کرے اور عملین ہو تو اُس شخص کو ضرور نہ پہنچائے گا۔

اور یہ جو سہلؒ نے کہا ہر ایک طالب صادق کے لئے جو اپنی توبہ کی صحت چاہتا ہے کافی اور وافی ہے اور جو عارف کہ قوی حال ہے وہ اپنے باطن سے حلاوت کے دُور کرنے پُر تمکن ہے اور یہ اُس پر آسان ہے اور اُس کی سہولت کے اسباب عارف کے لئے انواع و اقسام کے ہیں اور حال یہ ہے کہ جس کے قلب میں خاص اللہ تعالیٰ کی محبت کی حلاوت بید گشتی جو صفائی مشاہدہ اور یقینِ خالص سے ہے تو پھر کون سی حلاوت ہے جو اُس کے قلب میں باقی رہے گی اور ہوئی کا مزہ اسی پر ہے کہ جب الہی کا مزہ نہیں ہے اور توبہ کی بابت سوال ہوا تو کہا

اور فرماتے تھے مجھے دُنیا سے کیا کام ہے مجھے دُنیا سے کیا کام ہے؟ سو فاطمہؓ نے دیکھا کہ آپؐ اُٹھے پردہ کے سلب واپس چلے گئے تب وہ پردہ اور کنگن لے کر بلالؓ کے ہاتھوں بھیجا اور اُس سے کہا لے جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپؐ سے عرض کر کہ میں نے اُسے صدقہ کیا اور جہاں آپؐ چاہیں وہاں رکھیں۔ سو بلالؓ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کی کہ فاطمہؓ نے کہا ہے میں نے اُسے صدقہ کیا جہاں آپؐ چاہیں اُسے رکھیں اس پر حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپی و امی قد فعلت باپی و امی قد فعلت اذہب قبعہ۔ یعنی مجھے ماں باپ کی قسم ہے کہ بے شک اُس نے خیرات کی ہے جا اور اُسے بیچ ڈال۔

اور بعضوں نے کہا ہے اس آیت کی تفسیر میں اِنَا جَعَلْنَا مَا عَلٰی الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ یعنی البتہ ہم نے کیا جو کچھ اوپر زمین کے ہے اور وہ زمین کے واسطے زینت ہے البتہ ہم اُن کو آزماتے ہیں کہ کون اُن میں کا اچھے عمل کا ہے مراد اس سے دنیا میں نہد یعنی بے رغبتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ نہد کیا چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تو پرواہ اس کی نہ کرے کہ دُنیا کو جس نے کھایا وہ مومن تھا یا کافر تھا۔ اور حضرت شبلیؒ سے نہد کا سوال کیا تو کہا افسوس پریشہ کی کیا مقدار ہے جس میں کوئی نہد کرے۔

اور ابو بکر واسطیؓ نے کہا کب تک گھوڑے کے چھوڑنے کے ساتھ تو حملہ کرے گا اور کب تک روگردانی کا ارادہ اُن چیزوں سے کرے گا جن کا وزن اللہ تعالیٰ کے نزدیک پریشہ کے برابر نہیں ہے۔ پس جب کہ بندہ کا نہد صحیح ہو تو کل بھی اُس کا صحیح ہو گا اس واسطے کہ اُس کے صدق توکل نے اُسے قادر کر دیا ہے اُس پر کہ موجود انشیا میں وہ رغبت کم کرے۔ پس جو شخص کہ توبہ میں مستقیم ہوا اور دُنیا میں اُس نے بے رغبتی کی اولہ

شبلہ سے سوال ہوا کہ ورع کیا ہے؟ تو کہا کہ ورع یہ ہے کہ تو اس سے پرہیز کرے کہ تیرا دل ایک لمحہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف متفرق اور مجدا ہو۔
ابو سلیمان دارانی نے کہا ہے کہ ورع اول ذہد ہے جیسا کہ قناعت ایک ہرا رضا کا ہے۔

آور یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ ورع یہ ہے کہ بلا تاویل علم کی حد پر متوقف اور ٹھٹکا ہوا ہے۔

خواص سے پوچھا ورع کیا ہے؟ کہا یہ ہے کہ بندہ کچھ نہ کہے بغیر حق کے، خواہ راضی ہو یا غصہ میں ہو اور اس کا اہتمام اس کے ساتھ ہو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ابن الجلاکتے تھے کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو تیس برس کے میں رہا اور زمزم کے پانی سے نہیں پیا مگر وہی پانی جسے اپنے ڈول رستی سے بھر اور نہ اُس کھانے سے کھایا جو مصر سے لایا گیا اور خواص کا قول ہے کہ ورع خوف کی دلیل ہے اور خوف معرفت کی دلیل ہے اور معرفت دلیل قربت ہے۔

قول اُن کا زہد میں

حضرت جنیدؒ نے کہا زہد یہ ہے کہ ہاتھ املاک سے اور دل تلاش سے خالی ہو۔
آور شبلہؒ سے زہد کا سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے؟ کہا زہد حقیقت میں کوئی شے نہیں ہے۔ اس واسطے کہ یا تو زہد اُس چیز میں کرے گا جو اُس کے پاس نہیں ہے سو یہ زہد خود نہیں ہے یا اُس میں زہد کرے جو اُس کے پاس ہے سو وہ کس طرح اس میں زہد کرے حالانکہ وہ شے اُس کے ساتھ ہے اور اُس کے پاس ہے۔ پس زہد نہیں ہے مگر منع نفس اور بذل و مواسات کہ اُن اقسام کی طرف اشارہ کرتا ہے جن پر اِقلام نے سبقت کی ہے اور یہ قول اگر جاری ہوتا تو اجتہاد و کسب کے قاعدہ کو ڈھا دیتا ہے۔ لیکن اس سے مقصود شبلہؒ کا یہ ہے کہ زہد کا استحقاق اُن لوگوں کی آنکھوں میں کرے جو زہد کو بڑی معتد بہ چیز جانتے ہیں تاکہ اُس پر مغرور اور مفتون نہ ہو جائیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اس زہد اور فقر کا اجتماع کر دیا اور زہد فقر سے افضل ہے اور وہ فقر سے زیادہ اور بیش ہے اس واسطے کہ فقیر مجبوراً کوئی شے نہیں لکھتا اور زہد مختارانہ ناک ہر شے کا ہے اور زہد اُس کا توکل کو اُس کے ثابت کرتا ہے اور توکل اُس کا اُس کی رضا ثابت کرتا ہے اور رضا اُس کے صبر کو اور صبر اُس کا حبس نفس اور صدق مجاہدہ کو ثابت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جس نفس اُس کے خوف کو اور خوف اُس کا اس کی رجاء کو متحقق کرتا ہے اور زہد تو یہ سے کل مقامات جمع ہو جاتے ہیں اور جبکہ زہد و توبہ ایمان کی صحت اور اُس کے عقود و شروط کے ساتھ یکجا ہوتی تو یہ تینوں حاجت مند چوتھی چیز کے ہوں گے جس کے ساتھ ان سب کی تکمیل ہے اور وہ دوام عمل ہے اس واسطے کہ احوال عالیہ سے بعض ان تین سے منکشف ہوتے ہیں اور بعض احوال کا میسر آنا چوتھی کے وجود پر جو دوام عمل ہے منحصر ہے اور بہت سے زہد جو زہد کے ساتھ متحقق اور توبہ میں مستقیم ہیں اکثر احوال عالیہ سے بھٹک گئے ہیں اس سبب سے کہ وہ اس چوتھی سے بھٹک گئے۔ اور دُنیا میں زہد سے کوئی مقصود اس کے سوا نہیں ہے کہ نہایت فراغ حاصل ہو جس سے مدد دوام علی اللہ کی طلب کی جاتی ہے اور عمل اللہ یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ ذکر کرے یا تلاوت کرے یا نماز یا مراقبہ کرتا رہے کہ اس سے کوئی شے بجز واجب شرعی علیحدہ نہ کرے یا کوئی ضرورت ایسی ہو طبعی جس سے چارہ نہیں۔ پھر جبکہ عمل قلبی پر استیلا پاوے اس شغل کے ساتھ کہ اُس کی طرف حکم شرعی پہنچا دیا ہے تو باطن اُس کا عمل سے پر لگندہ نہ ہوگا۔ پھر جبکہ زہد و تقویٰ کے ساتھ متمسک دوام عمل سے ہوگا تو ہر اُئینہ فضل اور وہ چیز جو عبودیت میں مقرون بعید کرے مکمل ہو گئی۔

ابوبکر و راق نے کہا ہے کہ جو شخص عبودیت کے سانچے سے نکل جائے اُس کے ساتھ معاملہ کیا جائے جو غلام گریزے پاسے کیا جاتا ہے۔ اور سہل بن عبد اللہ تستری سے سوال کیا گیا کہ وہ کونسی منزلت ہے کہ بندہ اُس کے ساتھ قیام کرے تو عبودیت کے مقام میں کھڑا ہو۔ کہا جبکہ تدبیر اور

شے نہیں ہے اور لاشے میں نہ ہر ایک غفلت ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جب صوفیہ نے دُنیا کی حقارت دیکھی تو نہ ہر دُنیا کے اندر نہ ہر ان لوگوں نے کیا اس واسطے کہ اُن کے نزدیک دُنیا ایک ذلیل چیز ہے۔ اور میرے نزدیک دُنیا میں نہ ہر اُس کے سوا اور چیز ہے اور وہ نہ ہر در نہ ہر اس کے سوا نہیں ہے کہ آدمی اختیار سے نہ ہر میں نکل جاوے اس واسطے کہ نہ ہر نے نہ ہر کو اختیار کیا اور اُس کا ارادہ کیا اور اُس کا منسوب کہ مستند اُن کے علم کی طرف ہے اور علم اُس کا قاصر ہے۔

پس جبکہ وہ بزرگ ارادت کے مقام میں قائم ہوا اور اپنے اختیار سے نکل آیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو مکاشفہ اپنی مراد کا عطا فرماتا ہے پھر وہ دُنیا کو مراد حق کے ترک کر دیتا ہے نہ اپنے نفس کی مراد سے سو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کا نہ ہر ہو گا یا وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اُس سے یہ ہے کہ کسی شے کے ساتھ دُنیا سے متلبس اور آلودہ ہو جو جس شے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ در آئے اُس سے نہ ہر اُس کا شکست نہیں ہوتا سو اُس کا دخول کسی چیز میں دُنیا سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے حکم سے نہ ہر در نہ ہر ہے اور زاہد جو ہے اس کے نزدیک وجود و عدم دُنیا برابر ہے۔ اگر ترک اُسے کیا تو اُس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترک کیا اور جو اُسے اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختیار کیا اور وہ نہ ہر در نہ ہر ہے۔ اور ہم نے بعض عارفوں کو دیکھا ایسے شخص کو جو اس مقام میں قائم ہیں اور نہ ہر میں اس مقام سے بلند ایک اور مقام ہے اور وہ ایسے شخص کے لئے ہے کہ حق تعالیٰ اختیار اُس کا اُسے واپس دیتا ہے اس وجہ سے کہ مقام بقا میں علم اُس کا وسیع ہے اور نفس میں اُس کے طہارت ہے سو وہ نہ ہر ثالث کرتا ہے اور کونیا کو چھوڑتا ہے۔ بعد ازاں کہ دُنیا کی خوبی اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور عاودہ محبوب اس پر ہوتا ہے اور اس مقام میں دُنیا کا ترک اُس کے اختیار سے ہے اور اختیار اُس کا اختیار حق سے ہے پھر ہر آئینہ وہ کبھی ایک وقت ترک اختیار کرتا ہے اس نظر سے کہ انبیاء اور صالحین کی تقلید اور پیروی کرے اور اُس کی یہ

الى نفسى طرفة عين فاحلك ولا الى احد من خلقك فاضيع اكلا فى كلاءة
الوليد ولا تحل عنى - يعنى مت سونپ تو مجھے طرف نفس میرے کے ایک پلک
مارنے تک تو میں ہلاک ہو جاؤں اور نہ طرف کسی کے خلق اپنی سے۔ پس میں صنائع
ہوں نگاہ رکھ مجھے جس طرح بچے کو نگاہ رکھتے ہیں اور مجھے اکیلا مت چھوڑ۔

ساٹھواں باب

اشارات مشائخ کے بیان میں جو ترتیب وار

مقامات میں ہے حضرات صوفیہ کا قول توبہ میں

ردیم نے کہا ہے کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ توبہ سے توبہ کرے۔ بعضوں نے کہا،
کہ معنی اس کے قول رابعہ ہے: استغفر الله العظيم من قلة صدق في
قولی استغفر الله - یعنی میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ بزرگ سے کمی صدق
اپنے سے قول اپنے میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے۔

حسن معاذلیؒ سے سوال توبہ سے کیا گیا تو کہا کہ تم مجھ سے سوال توبہ انابت
کی بابت کرتے ہو یا توبہ استجابیت سے؟ اس پر سائل نے کہا کہ توبہ انابت کیا
چیز ہے؟ تو کہا یہ ہے کہ اللہ و عزوجل سے ٹوڑے اس وجہ سے کہ تیرے
اوپر اس کو بہت بڑی قدرت ہے۔ کہا پھر توبہ استجابیت کیا ہے؟ کہا وہ ہے
کہ تو اللہ تعالیٰ سے شرمائے اس وجہ سے کہ اُس کو تجھ سے قرب ہے اور یہ
توبہ استجابیت جس کا ذکر اُس نے کیا جبکہ بندہ اُس کے ساتھ متحقق ہو تو وہ بسا اوقات
اپنی نماز میں ہر ایک خطوہ سے جو اللہ تعالیٰ کے سوا نازل ہوتا ہے اس سے
توبہ اور استغفار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے اور یہ توبہ استجابیت اہل قرب
کے باطنوں کے لئے لازم ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے :-

سے ایک کو دوسرے کے بغیر استقلال نہیں ہے اور اُن دونوں کا مصدر شریعت عقلی ہے اور وہ دونوں باہم قریب ہمدگر ہیں کہ دونوں کا مصدر متحد ہے اور صبر کے ساتھ نفس سے مشقت لیتا ہے اور علم سے روح کو ترقتی ہوتی ہے اور وہ دونوں برزخ اور فارق روح اور نفس کے درمیان ہیں تاکہ ہر واحد اُن میں سے اپنی اپنی قراہ گاہ میں قراہ پاوے اور اُس میں عدل صریح اور اعتدال صحیح ہے اور ایک دوسرے کے علیحدہ ہونے یعنی علم اور صبر سے میل اور جہول ایک کا دوسرے پر یعنی روح اور نفس کا ہے اور اس کا بیان دقیق اور باریک ہے اور شرف صبر کے اندر قول اللہ تعالیٰ کا تجھے کافی ہے انما الصابرون اجرهم بغير حساب۔ یعنی البتہ اللہ تعالیٰ دے گا صبر کرنے والوں کو اجر اُن کا بغیر حساب کہ جو حساب میں نہ آسکے ہر ایک مزدور کی مزدوری حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کا اجر بغیر حساب کے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو فرمایا ہے :-

دا صبر وما صبرك الا بالله۔ یعنی اور صبر کر اور نہیں ہے صبر تیرا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ صبر کو اپنے نفس کے ساتھ منسوب کیا اس واسطے کہ منزلت اُس کی شریف ہے اور نعمت کی تکمیل اُس کے ساتھ ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص شبلیؒ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور کہا وہ کون سا صبر ہے جو صابریں پر سخت تر ہے۔ آپ نے کہا صبر فی اللہ اُس نے کہا کہ نہیں کہا صبر اللہ تو کہا نہیں پھر آپ نے کہا کہ صبر مع اللہ اُس نے کہا کہ نہیں تو شبلی غصے ہوا اور کہا تعجب ہے وہ کون شے ہے اُس شخص نے کہا کہ صبر عن اللہ ہے۔

لاوی کہتا ہے کہ شبلیؒ نے ایک چیخ مادی اور قریب تھا کہ روح اُس کی تلف ہو جاتی۔ اور میرے نزدیک صبر عن اللہ کے معنی میں وجہ ہے اور اُس کے لئے کہ وہ صابریں پر سخت تر صبر سے ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صبر عن اللہ خاص الخصال مقامات مشاہدہ میں ہوتا ہے کہ وہاں بندہ اپنے مولیٰ سے بوجہ حیا اور جلالت کے بازگشت کرتا ہے اور اُس کی بصیرت خجالت اور گزادش میں بند اور پوشیدہ ہو

کہ توبہ بازگشت ہر ایک شے سے ہے جس کو علم نے بُرا کہا اُس شے کی طرف جس کی علم نے تعریف کی اور یہ ایک وصف ہے جو ظاہر اور باطن کو شامل ہے اُس شخص کے لئے جو علم صریح سے کشف دیا گیا اس واسطے کہ علم کے ساتھ جہل کو بقاء نہیں جس طرح کہ آفتاب نکلنے پر رات کو بقاء نہیں ہے اور یہ تعریف جمیع اقسام توبہ کو وصف خاص و عام کے ساتھ حاوی ہے اور یہ علم ظاہر و باطن کا ہے اس واسطے کہ ظاہر اور باطن توبہ کے اوصاف خاص و عام سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے۔

اور ابوالحسن نورینیؒ نے کہا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ ہر ایک شے ما سوی اللہ سے توبہ اور بازگشت کرے۔

قول ان کا ورع میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل تمہارے دین کی ورع اور پرہیزگاری ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہر پر وضو کیا اور جبکہ آپ وضو سے فارغ ہوئے تو بقیہ پانی نہر میں ڈال دیا اور فرمایا اللہ عزوجل یہ اُس قوم کو پہنچائے جو اُن کو نفع دے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے تقوے اُختیار کیا اور ورع و پرہیزگی ترازو میں وزن کیا اُس کے سزاوار نہیں ہے کہ صاحب دنیا کے لئے مذلت اُٹھائے۔

حضرت معروف کرمیؒ نے کہا ہے کہ تو اپنی زبان کو مدح سے محفوظ رکھ جس طرح کہ مذمت سے بچائے رکھتا ہے۔

حرف بن اسد محاسبی سے منقول ہے کہ ہر آئینہ اُس کے درمیان کی انگلی کے کنارہ پر ایک رگ تھی کہ جب وہ ایسے کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہو تو یہ رگ اس کی پھٹ کر تھی۔

سو اُس نے بیان اور کلام اُس میں کرنا شروع کیا کہ اس اثنا میں ایک بچھو اُس کے پاؤں پر چلا اور اپنا ڈنک اُس کے مارتا تھا تو اُس سے کہا گیا کہ اُسے کس واسطے نہیں دُور کرتا؟ کہا میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ایک حال میں کلام کروں اور پھر اس کے تحلف کروں جو کچھ کہ رہا ہوں۔

فرعانی سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا میں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا اکرام ایمان سے اور ایمان کا اکرام عقل سے اور عقل کا اکرام صبر سے کیا ہے پس ایمان زینت مومن کی ہے اور عقل زینت ایمان کی اور صبر زینت عقل کی ہے اور ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ابیات پڑھیں۔

صبرت علی بعض الاذی خوف کله
ودفعت عن نفسي لنفسي فحزت
وجرعتها الملمکہ حتی تدربت
ولولہ اجر عنہما اذا لا شمازت
الارب ذل ساق للنفس عزة
ویارب نفس بالتذلل عذت
ساصبر وجمدی ان فی الصبر عزة
ترجمہ از مترجم فارسی سے

ز سے صبری کہ ہر بعضی ز خوف کل من کم
قدح کم زنج بود آنرا بخورم تا بیاراند
بے عزت زنا کس کان بیاروش خوارے
کشم کہ دست خود جز آنکہ او بر خود مرخواند
شکیبائی نم من زانکہ اندر صبر عزدانم

زرنجی کان نفس خود ز خود پیوستہ میرانم
خز واپس اگر او ز خوردن دور می شام
بے خواری زنا اہلان کز ان عزت ہمیدانم
شود خشک ہماں ستم آں کہ آں بہت شیطانم
زانکہ کسا کلا ز دنیا شدم چہ در یابم

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا کی ازاں بعد اُس سے سلب کی اور معاوضہ اُس نعمت کا جو سلب کر لی صبر دیا مگر یہ کہ جو چیز عومن میں دی بہتر اُس سے ہے کہ جو چیز سلب کر لی اور سمنوں کی ابیات پڑھیں۔

نظم سے

کہ جب تم ایک شخص کو دیکھو جس کو دُنیا میں نہد اور گویائی عطا فرمائی ہے تو اس سے قربت کرو اس واسطے کہ وہ حکمت کو پہنچا ہے اور حقیقت میں نہادوں کو اللہ تعالیٰ نے قسطنطینوں میں علامہ فرمایا ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے : وقال الذین اوتوا العلم ویکلمکم ثواب اللہ خیر۔ یعنی اور کہا علم والوں نے افسوس ہے تم پر کہ ثواب اللہ تعالیٰ کا بہتر ہے۔ اس میں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ نہاد ہیں۔

اور سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ عقل کے لئے ہزار اسم ہیں اور ہر ایک اسم کے لئے اُس میں سے ہزار اسم ہیں اور ہر ایک اسم کا اُس میں سے اول ترک دُنیا ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر میں ہے : وجعلنا ہم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا۔ یعنی اور گردانا ہم نے اُن کو امام ہدایت کرتے ہیں ساتھ حکم ہمارے کے جب انہوں نے صبر کیا کہا ہے کہ دُنیا سے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ علماء پیغمبروں کے امانت دار ہیں جبکہ وہ دُنیا میں در نہ آئیں۔ پھر اگر دُنیا میں داخل ہوئے تو اُن سے اپنے دین پر حذر کرو۔ اور حدیث میں ہے کہ ہمیشہ لا الہ الا اللہ بندوں سے خشم الہی کو دور کرتا ہے جب تک کہ وہ پرواہ اُس چیز کی نہیں کرتے جو دُنیا سے اُن کو نقصان ہو ہے اور جس وقت وہ ایسا کریں اور لا الہ الا اللہ کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹے ہو اُس کے ساتھ تم سچے نہیں ہو۔

اور سہل نے کہا ہے کہ اعمال حسنہ کل نہاد کے پلہ اور موازین ہیں اور زہد کا ثواب اُن کے لئے فضلات میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص نہاد دُنیا کے اسم سے موسوم ہوا تو وہ ہر آئینہ ہزار اسم محمود سے موسوم ہوا اور جو لقب دُنیا کے نام سے موسوم ہوا تو ہزار اسم مذموم سے موسوم ہوا۔

آدربہرٹی نے کہا ہے کہ نہد حفظ نفسانی کا ترک دنیا و مافیہا سب چیزوں سے ہے اور اس میں سب شامل ہیں جو حفظ مالی اور جاہی ہیں اور جب منزلت جو لوگوں کے نزدیک ہے اور تعریف اور ثنا کا چاہتا بھی اس میں داخل ہے اور شبلی سے پوچھا کہ نہد کیا ہے؟ کہا کہ نہد غفلت ہے۔ اس واسطے کہ دُنیا کوئی

کہ وہ میرے کفن میں باندھ دیا جائے کہ اُسے میں اللہ تعالیٰ کو اُلٹا پھیر دوں۔
ابراہیمؑ خواص نے کہا کہ فقر شرف کی روایت ہے اور رسولین کا لباس اور صالحین کی
چادر ہے۔ اقدسہل بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ فقیر صادق کون ہے؟ تو کہا کہ نہ وہ ہوال
کرے اور نہ رد کرے اور نہ روکے۔

اقر ابوعلیٰ رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ سے نزاق نے پوچھا
اور کہا اے ابا علیٰ فقیر نے کس واسطے حاجت کے وقت بلغہ اور کفاف کو ترک کر دیا
کہا میں نے یہ جواب دیا کہ اس واسطے کہ یہ لوگ بخشنے والے کے ساتھ بخششوں سے
مستغنی ہیں کہا ہاں مگر میرے دل میں اور بات آئی ہے۔ میں نے کہا اُس سے
لاؤ مجھے اس سے فائدہ پہنچا جو تیری سمجھ میں آئی ہے کہا اس واسطے کہ وہ ایک ایسی
قوم ہے کہ موجودگی اُن کو نافع نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اُن کا فاقہ ہے اور فاقہ
ان کو مضر نہیں ہے جبکہ اللہ اُن کا موجود ہے۔

اقر بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ فقر حاجت کا ٹھہرنا اور حاجت کا مٹانا ماموی
اللہ سے ہے اور مسوچی نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے کہ نعمتیں اُس کو غنی نہ کر دیں اور
نعمتیں اُس کو محتاج نہ کریں۔

اقر یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے کہ فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مستغنی نہ ہو مگر
اللہ کے ساتھ اور اس کا نشان یہ ہے کہ اسباب کل معدوم ہوں۔

اقر ابو بکر طوسی نے کہا ہے کہ ایک مدت میں اس پر جملہ ہا کہ سوال اس
معنی کا ہو جس کو ہمارے اصحاب نے اس فقر کے واسطے سب اشیاء پر اختیار کیا
ہے تو کسی نے مجھے ایسا جواب نہ دیا کہ جو مجھے قانع کر دے یہاں تک کہ نصیر بن حمادی
سے میں نے سوال کیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ یہ اس واسطے ہے کہ وہ پہلی منزل
منانہل توحید سے ہے سو میں نے اُس پر قناعت کی۔

اور ابن الجبلہ سے فقر کی بابت سوال کیا گیا تو خاموش رہا یہاں تک کہ اُس
نے نماز پڑھی اور مہر واپس آیا۔ بعد ازاں کہا کہ میں خاموش نہیں ہوا مگر ایک ذرہم کے
سبب جو میرے پاس تھا سو میں گیا اور اُسے میں نے خرچ کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ

رائے ہوتی ہے کہ اختیار دنیا مقام نہدور زہد میں نرمی اور مواسات ہے جو اُس کے مبذول حال اس واسطے ہوتی ہے کہ وہ ضعف کے موقع پر اقویا کے قدم سے جو انبیاء اور صدیقین ہیں اور وہ ترک مواسات و افق حق سے حق کے ساتھ واسطے حق کے کرتا ہے اور کبھی اُس کو اپنے اختیار سے شامل اور متناول ہو جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ نفس کے ساتھ ملائمت ایک تدبیر سچی سے کمرے جس میں علم صریح اُس کی سیاست کرے۔ اور یہ مقام تصرف کا اُن قوی عارفوں کے لئے ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیسرا نہد کیا ہے جیسا کہ دوسرا نہد اللہ کے ساتھ کیا جیسا کہ اول انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہد کیا۔

قول اُن کا صبر میں

سہل نے کہا ہے کہ صبر انتظار کشود منجانب اللہ ہے اور وہ اعلیٰ اور افضل خدمت ہے اور بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ صبر کے یہ معنی ہیں کہ صبر میں تو صبر کرے یعنی کشود میں اُس میں مطالعہ اور انتظار تو نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-
والمصابین فی البساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ہم العتقون۔ یعنی اور صبر کرنے والے خوف اور نقصان میں اور وقت لڑائی کے یہ وہ لوگ ہیں کہ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اور بعض نے کہتے ہیں کہ ہر ایک شے کا ایک جوہر ہے اور انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر ہے اور صبر نفس کی گوشمالی ہے اور گوشمال سے وہ ملائم ہوتا ہے اور صبر صابر کے اندر بجائے انفاس کے جاری ہے۔ اس واسطے کہ وہ صبر کا محتاج ہے ہر ایک چیز سے جو ممنوع اور مکروہ ہو اور مذموم ظاہر میں ہو یا باطن میں ہو اور علم نہ ہنمائی کرتا ہے اور صبر بقبول پیش آتا ہے اور علم کی دلالت بلا قبول صبر قائمہ نہیں دیتی اور جس شخص نے محافظ ظاہر اور باطن میں علم ہو تو یہ درجہ کمال کو نہیں پہنچتا مگر اُس وقت کہ صبر اس کا قرار گاہ اور مسکن ہو۔ اور علم اور صبر دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں جیسے رُوح اور بدن کہ اس میں

تُو نے یہ جان لیا تو میرا شکر تُو نے کیا اور شکر کے معنی نعمت میں کشف اور اظہار ہے اور محاورہ میں کہا جاتا ہے شکر و کشر جبکہ دانتوں کو کھولا اور اُسے ظاہر کیا۔ پس نعمتوں کا پھیلانا اور اُس کا ذکر کرنا اور زبان سے اُن کا گننا شکر ہے اور شکر کا باطن یہ ہے کہ تُو نعمتوں سے طاعت پر مدد طلب کرے اور مصیبت پر اُس سے استعانت نہ کرے تو یہ شکر نعمت ہے اور میں نے اپنے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ بعض صوفیہ کے یہ ابیات پڑھتے تھے ۷

اولیتنے نحما ابوح و نشکرها و کفیتنے کل الامور باسرها
فلا بشکرتک ما حیت و ان امت فلتشکرتک اعظی فی قبرها

ترجمہ ۷
عطا کیں نعمتیں تُو نے میں کرتا شکر ہوں اس کا اور اُس پر کام جتنے ہیں مرے تُو اُس کو ہے کرتا
میں زندہ جب تک ہوں شکر کرتا ہوں جو جاؤں تو میری ہڈیاں مرقد میں شکر نہ کریں تیرا
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے بہشت میں قیامت کے
روز وہ بلائے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حمد و صفت رنج اور راحت میں کرتے ہیں
اور یہ بھی فرمایا ہے جو بلا میں پھنسا اور اُس نے صبر کیا اور جو نعمتیں دیا گیا اور شکر کیا
اور مظلوم ہوا اور نجشا اور معاف کیا اور ظلم کیا تو مغفرت مانگی تو لوگوں نے سوال
کیا کہ آخر اُس کا انجام کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اُن لوگوں کو امن و امان ملے گا اور
وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت جنیدؒ نے کہا کہ شکر کا فرض یہ ہے کہ اُس کا اقرار نعمتوں کے ساتھ
دل اور زبان سے کرے۔ اور حدیث میں بہترین ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اَفْضَلُ دُعَا
الْحَمْدُ لِلَّهِ ہے۔ اور بعضوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے واسبغ علیکم
نعمۃ ظاہرۃ و باطنۃ کہا۔ ظاہر کی نعمتیں، عافیتیں اور دو تمتدی ہے اور باطنی
استحانات اور مفلسی ہے کہ یہ اخروی نعمتیں ہیں اس واسطے کہ اُس سے جزا تک کا
مستوجب ہو جاتا ہے اور حقیقت شکر یہ ہے کہ جو اُس کے لئے مقدر کیا گیا اُس
کو نعمت تصور کرے بجز اس کے کہ دین میں اُس کے مضر ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ

جاتی ہے اور فروتنی و ذاری و خفا کے بیان میں غائب ہو جاتی ہے اس واسطے کہ تجلی کا امر عظیم اُسے محسوس و مدرک ہوتا ہے اور یہ سخت ترین صبر ہے اس واسطے کہ وہ اس حال کا دوام و استمرار حق جلال کے ادا کرنے کے لئے چاہتا اور دوست رکھتا ہے اور روح اس امر کو دوست رکھتی ہے کہ اپنی بصیرت کو نور جمال کی روشنی و لمعان سے سرگین کرے اور جس طرح کہ نفس عموم حال صبر کے لئے نزاع کرتا ہے تو روح اس صبر میں نزاع کرتی ہے اس لئے صبر عن اللہ تعالیٰ سخت تر ہو گیا۔

اور ابوالحسن بن سالم نے کہا ہے کہ صاحب صبر تین ہیں، ہمت صبر اور صابر اور صبار، سو متصبر وہ ہے جس نے فی اللہ صبر کیا اور ایک بار صبر کرتا ہے اور ایک بار ناشیکبائی کرتا ہے اور صابر وہ ہے جو فی اللہ اور اللہ صبر کرے اور ناشیکبائی نہ کرے مگر اُس سے توقع شکوہ کی اس سے ہوتی ہے اور کبھی ناشیکبائی ممکن ہے اور صبار وہ ہے جو فی اللہ اور اللہ صبر کرے اور وہ یہ ہے کہ اگر تمام بلایات اُس پر ڈالی جائیں تو ناشیکبائی نہ کرے اور وجود و حقیقت کی جہت سے متغیر نہ ہو اور نہ رسم اور خلقت کی جہت سے متغیر ہو اور اُس میں اشارہ اُس کا ظہور حکم علم کا اُس میں ہے باوجودیکہ صفت علم کا بھی ظہور ہے اور شبلی علیہ الرحمۃ ان دو بیٹوں کے ساتھ مثل کہتا تھا ہے

ان صوت المحب من الله الشوق و خوف الفراق یورث ضراء

صابر الصبر فاستغاث به الصبر فصاح المحب للصبر صبرا

ترجمہ ہے

آواز دوست ہر چیزِ زہیم فراق بود یا اشتیاق میدہد از آن زمان چو نمود

صبر کے کہ می بگردد زہیم ز صبر خواست نعرہ کہ زد بصبر دلش سوخت، بچو نمود

جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صبر کا حکم دیا اور بڑا جہد اُس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کیا اس واسطے کہ اُس کا صبر باللہ گردانا صبر بنفسہ اور فرمایا وما صبرك الا بالله یعنی اور نہیں ہے صبر تیرا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور سری سے پوچھا گیا کہ صبر کیا ہے؟

جو سب مومنین کے لئے جُدا اور متفرق کی ہیں اور وہ ہدیٰ و رحمت و علم و رضوان ہے۔
 سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- ہدی ورحمة للذین ہم لربہم یرہبون۔
 یعنی ہدایت اور رحمت واسطے اُن لوگوں کے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور
 فرمایا اَلْمَا یَحْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی البتہ اللہ تعالیٰ سے بندوں اُس کے
 میں عالم ڈرتے ہیں اور فرمایا : رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ حَشَى رَبَّہٗ
 یعنی راضی ہے اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے یہ اُن کے لئے ہے
 جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے :-

حضرت سہلؓ کا مقولہ ہے کہ ایمان کا کمال علم سے ہے اور علم کا کمال خوف سے
 ہے اور یہ بھی کہا کہ علم نے ایمان حاصل کیا اور خوف نے معرفت حاصل کی۔
 اور ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ محبت کا سہہ محبت نہیں پیتا مگر بعد ازاں کہ خوف اُس کے
 دل کو پخت و پز کر دے۔

اور فضول ابن عیاض نے کہا ہے جب تجھ سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتو
 خاموش ہو اس لئے کہ تو اگر کہے کہ نہیں تو گفرتو نے کیا اور جو کہا کہ ہاں تو جھوٹ بولا کہ
 تیرا دل اُس شخص کا سا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

قول اُن کا رجا میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے
 کہ دوزخ سے اُن لوگوں کو نکالو جن کے دلوں میں میں جہنم دانی کے برابر بھی ایمان
 ہو۔ بعد ازاں فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں اُس شخص کو
 جو مجھ پر ایک گھڑی رات یا دن میں ایمان لایا ہو ایسا نہ کروں گا جو بالکل میرے
 اوپر ایمان نہیں لایا۔

اور روایت ہے کہ ایک اعرابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
 اور کہا حساب خلاق کا مالک و مختار کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
 کہا وہ بلاتہ آپ نے کہا ہاں تو اعرابی مسکرایا پس جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

زمانا اذا اجرے عزالیہ احتسا
ذجرعتها من بحر صبری اکوسا
وقلت لنفسي الصبر اواهلكي اسا
لساحت ولعترتك لها الكف لسا

بخرعت من حالیه نعمے والبواسا
فكمر غمزة قد جبر عتني كوسها
تدرعت صبری والتحققت صروقه
خطوباً لو ان الشمد اضمن خطبها
ترجمہ از مترجم فارسی سے

اذا روزگار ناخوش کا سبب کہ دہد
چوں از بجا صبر دما دم ہی رسد
راضی شدی بصبر و با مرگ اے حمد
ابن دست بیج جلتے نشاید چناں شود

کاسی کہ اندو حال بخوردم ز نیک و بد
دلہا کنڈ سیاہ و منمے خورم ازاں
شد پیر ہن ز صبر و محبت شدہ لحاف
آسیب ہائے دہر بجوہ ادرسد ازاں

قول ان کا فقر میں

ابن الجلا رحمة اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فقر یہ ہے کہ تیرے واسطے کچھ نہ ہو پھر
بجسکہ تیرے واسطے کچھ ہو تو تیرے واسطے نہ ہو یہاں تک کہ تو دوسرے کو دیدے۔
اور کنانی نے کہا ہے کہ جب اقتقار اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہوا تو غنا باللہ بھی
صحیح ہوا اس واسطے کہ یہ دونوں حال ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔
اور نوری نے کہا ہے فقر ار کی صنعت یہ ہے کہ عدم کے وقت سکون ہو اور
وجود کے وقت بدل و ایثار ہو اور دوسرے نے کہا ہے کہ اضطراب موجود کے وقت
ہو۔ اور دراج نے کہا ہے کہ میں نے اپنے استاد کی تھیلی ٹٹولی کہ ٹرمرہ دانی چاہتا تھا
اور اس میں ایک چاندی کا ٹکڑا پایا میں جبران ہوا جب وہ آیا تو میں نے اُس سے کہا
کہ میں نے آپ کی تھیلی میں یہ چاندی کا ٹکڑا پایا ہے۔

داوی کہتا ہے کہ میری رائے ہوئی کہ اُسے واپس کر دوں۔ بعد ازاں اُس
نے کہا کہ اُسے لے اور کوئی چیز خرید لے۔ پھر میں نے کہا کہ تجھے اپنے معبود کی قسم
ہے کہ بتلا اس چاندی کے ٹکڑے کا معاملہ کیا ہے تو اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
دُنیا سے اس کے سوا چاندی سونا کچھ نہیں دیا تو میں نے چاہا کہ میں وصیت کر جاؤں

بہ توکل کفایت کا اور اللہ تعالیٰ توکل کو مقرون بایمان فرماتا ہے اور کہا اور اللہ
پر توکل کرو اگر تم ایمان والے ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ ایمان والے توکل
کریں اور اپنے نبی علیہ السلام کو فرمایا اور توکل زندہ پر کہ جو نہیں مرتا اور ذوالنون نے
کہا کہ توکل نام ہے ترک تدبیر نفس کا اور حول و قوت سے علیحدہ ہونا۔

آد ابوبکر رفاق نے کہا توکل عیش کا لٹوٹا دینا ہے ایک دن تک اور صبح کے
ارادہ کا ڈور کرنا ہے۔ اور ابوبکر واسطی کا قول ہے اصل توکل فاقہ اور تہی دستی کا
شوق ہے اور توکل سے اپنی آمانی و آمال میں علیحدہ نہ ہو اور اپنے دل میں ساتھ
اپنے توکل کی طرف عمر بھر میں ایک لحظہ نہ التفات کرے۔

اور بعض صوفیہ نے کہا جس نے ارادہ کیا اس کا کہ وہ حق توکل کے ساتھ اٹھے
تو چاہیے کہ اپنے نفس کے لئے ایک قبر کھودے جس میں اُس کو دفن کرے اور دُنیا
اور اہل دُنیا سب کو بھول جائے اس واسطے کہ حقیقت توکل وہ ہے کہ کوئی خلق سے
اُس کے کمال پر قائم نہیں ہوتا۔ اور سہل نے کہا ہے کہ اول مقامات توکل یہ ہے
کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رہے جیسے میت غسل کے سامنے کہ اُس کو اللہ ہے
جیسا کہ وہ چاہتا ہے اور اس میں کوئی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔

اور حمدون قصائد نے کہا ہے کہ توکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعظام
کرے اور سہل نے بھی کہا ہے کہ علم سب ایک باب تعبد کا ہے اور تعبد سب ایک
باب ورع ہے اور ورع سب ایک باب بندہ کا ہے اور بندہ سب ایک باب توکل
سے ہے۔ اور کہا تقویٰ اور یقین ایک ترازو کے دو پلوں کے مثال ہیں اور توکل
اُس ترازو کی زبان ہے کہ اُسی سے زیادتی اور نقصان پہچانے جاتے ہیں اور
میرے دل میں یہ آتا ہے کہ توکل بقدر اس کے ہے کہ اُسے علم و کمال ہو۔ سو جو
شخص معرفت میں کامل تر ہو اُسی قدر وہ توکل میں قائم و اتم ہو گا۔

اور جو شخص کہ اُس کا توکل کامل ہو وہ رویت و کبیل میں رویت توکل سے
غائب اور غافل ہو جائے گا بغیر ازاں قوت معرفت کو مفید یہ امر ہے کہ علم کا صرف
براہر حصہ بانٹ میں ہو اور سب حصص عدل و وزن کی رُو سے مقسوم لہم کے مقابلے

سے شرمایا کہ فقر میں کلام کروں اور حالانکہ میرے پاس یہ موجود ہے پھر بیٹھا اور کلام کیا۔ ابو بکر ابن طاہر نے کہا کہ حکم فقیر سے یہ ہے کہ اُسے کوئی رغبت نہ ہو۔ پھر اگر ہو اور کوئی چارہ نہیں ہے تو اُس کی رغبت اُس کی کفایت سے متجاوز نہ ہو۔

فادس نے کہا کہ میں نے ایک فقیر سے ایک بار کہا جبکہ میں نے اُس پر نشان بھوک اور تکلیف کا دیکھا کہ کس واسطے تو سوال نہیں کرتا کہ لوگ تجھے کھانا کھلائیں، تو کہا مجھے خوف ہے کہ اُن سے سوال کروں اور مجھے نہ دیں تو اُن کو فلاح نہ ہوگی اور بعض صوفیہ کی یہ آیات پڑھیں۔

قالوا عدا العید ما ذانت لا بسہ
فقر و صبرھا ثوبان تحتہما
احرے السلابین ان تلقی الجیب بہ
اللہرلی ماتم ان رغبت یا امی

ترجمہ

کہا کل عید کا دن ہے تیری پوشاک کیا ہوگی
وہ دو جاتے ہیں فقر اور صبر کے اور انکے نیچے ہے
لباس عمدہ ہے محبوب و صلت تجھے ہووے
زمانہ مجھ کو ماتم ہے اگر تو مجھ سے غائب ہو

کہا میں نے کہ وہ خلعت جو اپنے بندہ کو بھیجا
دل ایسا ہے جو اپنے رب کو دیکھے عید اور جمعہ
بروز وصل وہ جامہ ہو جو خلعت تجھے بخشا
مجھے عید اُس گھڑی جسم سنا تجھ سے تجھے دیکھا

قول اُن کا شکر میں

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ منعم کے دیکھنے کے سبب نعمت سے غائب ہو اور یحییٰ بن معاذ لاندی نے کہا کہ تو شکر نہیں ہے جب تک کہ تو شکر کرے اور انتہائے شکر تیرے اور یہ اس واسطے کہ ایک شکر ایک نعمت من جانب اللہ ہے کہ اُس پر شکر واجب ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں وارد ہے کہ الہی میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں اور مجھے تیرے شکر کی طاقت نہیں ہے مگر ایک دویری نعمت کے ساتھ جو تیری نعمتوں سے ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی بھیجی کہ جب

حاصل ہو جائے پس مژدہ اُن کو ہو اور نیک بازگشت ہو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کا مژدہ اسی شخص نے چکھا جو اللہ تعالیٰ سے راضی رہ جان کر ہوا۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر اُلیئہ اللہ تعالیٰ نے راحت اور خوشی کو اپنی حکمت سے رضا اور یقین میں اور رنج و غم کو شکر اور غصہ میں گردانا ہے۔ اور جنیدؒ نے کہا کہ رضا صحت اس علم کی ہے جو قلب تک واصل ہے اور جب قلب نے تحقیقت علم سے مباشرت کی تو اُس کو رضا تک پہنچا دیا اور رضا و محبت خوف ورجا کے مثال نہیں ہیں اس واسطے کہ وہ دونوں حال ہیں جو بندہ سے دُنیا اور آخرت میں بھی نہیں چھوڑتے کیونکہ وہ جنت میں رضا اور محبت سے مستغنی نہیں۔

اور ابن عطاءؒ نے کہا ہے کہ رضا بندہ کے قلب کا سکون اللہ تعالیٰ کے اختیارِ قدیم سے ہے اس واسطے کہ اُس نے افضل بات اُس کے لئے پسند کی تو چاہیے کہ اُس سے راضی ہو اور معنی رضا ترک قسم ہے۔ اور ابو ترابؓ نے کہا ہے وہ شخص جو جس کے دل میں کچھ بھی دُنیا کی قدر ہے رضائے الہی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اور سرریؒ نے کہا اخلاقِ مقررین پانچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اُس چیز میں جس کو نفس دوست رکھے اور مکروہ جانے اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہو اُس دوست داری کے ساتھ جو اُس کے جانب سے ہو اور اللہ تعالیٰ سے شرم اور اُس سے مانوس ہونا اور ماسوی اللہ سے توحش اور دُور ہونا۔

اور فضیلؒ نے کہا راضی اپنی منزلت سے کسی چیز کی تمنا اور اذو نہیں کرتا۔ اور ابن شمعونؒ نے کہا ہے کہ رضا حق کے ساتھ ہے اور رضا حق کے لئے ہے اور رضا حق سے ہے سو رضا حق کے ساتھ اُس کی تدبیر اور اختیار سے ہے اور رضا حق کی اُس کی تقسیم و عطا کے دُور سے ہے اور رضا حق کے لئے اُس کی خدائی اور پروردگاری سے ہے۔

ابوسعیدؒ سے سوال کیا گیا کہ آیا جانتے ہیں یہ بات کہ بندہ راضی خوشگین ہو کہا کہ ہاں جانتے ہیں کہ بندہ راضی اپنے رب سے ہو اور خوشگین اپنے نفس پر اور ہر ایک

بندہ کے لئے نہیں مقدّم کرتا مگر یہ کہ وہ ایک نعمت اُس کے حق میں ہوتی ہے یا وہ عاجلہ ہے جس کو جانا اور سمجھنا ہے یا کہ آجلہ ہے اُن چیزوں کی وجہ سے جو اُس کے لئے کمروہات سے مقدّم ہوتیں سو وہ یا ایک درجہ اُس کے لئے ہوگا یا پاک کرنا یا گناہ ہونے کا کفارہ ہوگا اور جبکہ یہ معلوم ہوا کہ اُس کا مالک اُس کے لئے زیادہ تر نصیحت کرنے والا اور اُس کی مصلحتوں کا جاننے والا نہ زیادہ تر اس کے نفس سے ہے اور جو اُس کی طرف سے ہے نعمتیں ہیں تو ہر آیت سنہ اُس نے شکر ادا کیا۔

قول اُن کا خوف میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی حکمت خوفِ الہی ہے اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام نفس کی عیادت بیمار سمجھ کر کرتے تھے حالانکہ مرض اُس کو کوئی نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس سے شرم و حیا تھی۔

ابو عمرو الدمشقی نے کہا ہے کہ خائف وہ شخص ہے جو اپنے نفس سے خائف تر شیطان سے ہو۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ خائف وہ نہیں جو روئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ مگر خائف وہ ہے جو اُن چیزوں سے ڈرے کہ اُن کے سبب عذاب اُس پر ہوگا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ خائف وہ ہے جو غیر اللہ سے ڈرے یعنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے نفس کیلئے خوف نہ کہے اسکے مواخوف کی کوئی وجہ نہیں کہ اسکی بزدلی اور لالچ ہے اور اپنے نفس کے لئے خوف محبت کا ہے اور سہل نے کہا ہے کہ خوف نہ ہے اور رجاء مادہ ہے یعنی اُن سے حقائق ایمان پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ۔ یعنی اور ہر آئینہ وصیت کی ہم نے اہل کتاب کو تم سے پہلے اور خاص تم کو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت قطب قرآن کی ہے اس واسطے کہ ہر ایک کا مدار اُسی پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خائفین کے لئے وہ سب چیزیں جمع کر دی ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: افعن شرح اللہ صدرہ للاسلام فهو علی نور من ربہ
یعنی بھلا وہ شخص کہ کھولا اللہ تعالیٰ نے سینہ اس کا واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور
کے رب اپنے سے ہے۔

پھر جبکہ باطن میں نور ممکن اور جانے گرفتہ ہو گیا تو سینہ کشادہ ہوا اور چشم دل
کی کھل گئی اور حسن تدبیر سے اللہ تعالیٰ کو معائنہ کیا تو خشم اور تنگدلی کو دور کرتا ہے
اس واسطے کہ سینہ کی کشادگی حلاوت دوستی کو متضمن ہے اور فعل محبوب محبت صادق
کے نزدیک موقع رضا پر ہے کیونکہ محبت کی رائے ہے کہ فعل محبوب کا مراد اور اختیار اس
کا ہے سو وہ اختیار محبوب کی رویت کی لذت میں اپنے نفس کے اختیار سے فانی ہو
جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: ع

ہر اک فعل محبوب محبوب ہے

اکسٹھواں باب

احوال اور شرح احوال کے بیان میں ہے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔
فرمایا تین چیزیں ہیں جس میں وہ چیزیں ہوئیں تو اُس نے ایمان کی حلاوت پائی۔
ایک وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کو محبوب تر اُن کے
ماسوی سے ہو اور دوسرا وہ شخص جس نے ایک بندہ کو دوست رکھا اور یہ دوستداری
نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ اور تیسرا وہ شخص جو مکروہ اس بات کو جانے کہ
کن کی طرف عود کرے۔ بعد ازاں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے خلاص اُس سے کر دیا جیسے
کہ وہ مکروہ اس بات کو جانے ہے کہ وہ آتش دوزخ میں ڈالا جائے۔

عرباض بن ساریج سے روایت ہے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ دُعا مانگا کرتے :-

اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی وسمعی ولبصری واهلی ومالی

کہا اے اعرابی کس سلب سے تو ہنسا تو اُس نے کہا کہ ہر آئینہ کریم شخص نے جب قدرت پائی تو معاف کر دیا اور جب اُس نے حساب کیا تو مسامت اور درگزر کی۔ اور شاہِ کرمانی نے کہا ہے علامتِ رجاء کی حسن طاعت ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ رجاء دیدجلال بخشیم جمال ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربِ دل لطفِ رب سے ہے۔

ابوعلی دودباری نے کہا کہ خوف اور رجاء ایک پرندہ کے دو بازوؤں کی مثال ہیں جب یہ دونوں بازو درست اور ٹھیک ہوں تو پرندہ درست اور مستوی ہوتا ہے اور اپنی پرواز میں پورا ہوتا ہے۔

ابو عبد اللہ حنیف نے کہا ہے کہ رجاء راحتِ قلوب اس لئے ہے کہ کرم متوقع کو دیکھے۔ مطرَق نے کہا کہ اگر مومن کا خوف اور رجاء وزن کیا جائے تو وہ دونوں برابر اور مستدل ہوں گے اور خوف و رجاء ایمان کے دو بازوؤں کی مثال ہیں اور کوئی خائف نہیں مگر وہ ضرور امیدوار ہے اور کوئی امیدوار نہیں الا یہ کہ وہ خائف ہوگا کہ موجبِ خوفِ ایمان ہے اور ایمان سے رجاء ہے اور موجبِ رجاءِ ایمان ہے اور ایمان سے خوف ہے۔ اور اسی واسطے لقمان سے روایت ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے سے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر ایسا ڈرنا کہ اُس میں ایمن کسی کمر سے نہ ہو اور اُس خوف سے رجاء کہ پھر کس طرح اُس کی طاقت مجھے ہو حالانکہ میرے لئے ایک قلب ہے کیا تجھے نہیں معلوم ہوا کہ مومن کے دو قلب ہوتے ہیں ایک سے ڈرتا اور دوسرے سے امید کرتا ہے اور یہ اس واسطے کہ وہ دونوں حکمِ ایمان سے ہیں۔

قول اُن کا توکل میں

سہری نے کہا کہ توکل حول اور قوت سے باہر آتا ہے اور حنیف نے کہا کہ توکل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو جیسا کہ تو نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ تیرے واسطے ہو گا جیسا کہ وہ ہمیشہ تھا۔

اور سہل کا مقولہ ہے کہ کل مقامات کے لئے رو اور پشت ہنہ بجز توکل کے کہ وہ روے بے پشت ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ توکل عنایات کا ارادہ کرنے

اور بسا اوقات حب معدن علم سے اور نعمت سے ہوتی ہے اور اس محبت کا مخرج صفات سے ہے اور مشائخ کی ایک جماعت نے حب کو مقامات میں بیان کیا ہے تو نظر اس حب عام کی طرف ہوگی جس میں بندہ کے کسب کو دخل ہے اور حب خاص وہ حب ذات مطالعہ روح سے ہے اور یہ وہ حب ہے جس میں سکرات ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک احسان اپنے بندہ کے لئے ہے اور اللہ کریم کا کریم اُس کو برگزیدہ کرتا ہے اور یہ حب احوال سے ہے اس واسطے کہ وہ محض موہبت ہے جس میں کسب کو دخل نہیں ہے اور وہ قول نبی علیہ السلام سے سمجھی گئی ہے کہ فرمایا محبوب تر مجھے ٹھنڈے پانی سے ہے کیونکہ وہ ایک کلام ہے و جبران روح سے جو حب ذات سے لذت پاتی ہے اور یہ حب روح ہے اور جو حب کہ مطالعہ صفات سے ظاہر ہوتی ہے اور ایمان کا مطالعہ سے نکلتی ہے قالب اس روح کی ہے اور ہر گاہ اُن کی یہ محبت صحیح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی خبر اپنے قول سے دی اذ لہ علیٰ المؤمنین یعنی وہ لوگ مؤمنوں کے واسطے عاجز ہیں۔ اس واسطے کہ محب اپنے اور اپنے محبوب کے محبوب کے واسطے عاجزی کرتا ہے اور یہ پڑھتا ہے ۵

لعین تقدس الف و تنقے و یکرم الف للحبیب المکرم

ترجمہ :-

خدا ایک کے ہوں ہزار اور بچائیں ہزار ایک پیارے کے خاطر مکرم اور یہی حب خالص اصل احوال سینہ اور اُس کی موجب ہے اور وہ احوال کے درمیان ایسی ہے کہ توبہ مقامات میں ہے سو جس کی توبہ صحیح کامل ہوئی وہ تمام مقامات کے ساتھ زہد و رضا و توکل سے مستحق ہو اجن کا بیان ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور جو شخص کہ اس کی یہ محبت صحیح ہوئی وہ تمام احوال فنا اور بقا اور محمود و محو و غیر ذلک کے ساتھ مستحق ہوا اور توبہ اس حب کے لئے بدن کے مثال ہے اس واسطے کہ وہ اس حب عام پر مشتمل ہے جو اس حب کے لئے بدن کے مانند ہے اور جس نے محبوبوں کی راہ لی اور وہ طریق محبت سے طریق خاص ہے اس کا تکملہ اس میں ہو جاتا ہے اور اس کے لئے حب خاص کی راحت حب عام کے قالب کے ساتھ ایک جا جمع ہو جاتی ہیں

میں مقرر ہوئے ہیں اس واسطے کہ نظری غیر اللہ اس سبب سے ہے کہ اُس کے نفس میں جہل ہے اور جب کبھی کوئی خیر معلوم کرے تو توکل میں اُس کے شکست لائے۔ اُس کو چشمہٴ نفس سے سمجھتا ہے تو توکل کا نقصان نفس کے ظہور سے ظاہر ہوتا ہے اور کمال اُس کا نفس کی غیبت سے ثابت ہوتا ہے اور اقویا کے لئے کچھ شمار اور آمادگی توکل کی تصحیح میں نہیں ہے ہاں اُس کا یہ شغل ہے۔ مواد قلب کی تقویت نفس کو غائب کرتے ہیں۔ پھر جبکہ نفس غائب ہو گیا مادہٴ جہل بھی منقطع ہو گیا۔ پس توکل صحیح ہوا اور بندہ اُس کی طرف نظر نہیں ڈالتا اور جب کبھی نفس سے یقین متحرک ہوا تو اُن کے ضمیر پر اس قول الہی کا اسرار ان اللہ یعلم ما یعدون من دونہ من شئی یعنی اللہ جانتا ہے اُس چیز کو کہ سوا اُس کے وہ پکارتے ہیں دوسری چیز کو وارد ہوتا ہے۔ پس وجود حق اعیان و اکوان پر غلبہ کرتا ہے اور کون و خلق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا استقلال فی نفسہ کے دیکھتا ہے اور اُس وقت توکل اضطراری ہو جاتا ہے اور اسباب و وسائل کے ہونے سے ایسے متوکل کے توکل میں کوئی جرح قدر نہیں ہوتی جیسے کہ اُن لوگوں کے توکل میں جو ضعیف فی المتوکل ہیں اس واسطے کہ وہ اسباب کو مردہ جانتا ہے جن کی زندگی بجز توکل کے نہیں ہے اور یہ توکل خاص اہل معرفت کا ہے۔

قول اُن کا رضا میں

جناب حضرتؒ نے کہا کہ رضا سکون قلب حکم کے جریان کے نیچے ہے۔ اور حضرت ذوالنونؒ نے کہا کہ رضا سرور دل برورد قننا ہے۔ اور سفیانؒ نے رابعہ کے سامنے کہا اللهم ارض عنا۔ یعنی بار خدایا تو ہم سے راضی ہو تو رابعہؒ نے کہا کیا تو شرماتا نہیں اس بات سے کہ رضا اور خوشنودی اُس کی تو چاہتا ہے جس سے تو راضی خوشنود نہیں ہے۔ سو بعض حاضر باشوں نے اُن سے سوال کیا کہ بندہ کب راضی اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے تو جواب دیا کہ جب اس کی خوشی مصیبت میں ایسی ہو کہ نعمت میں اُس کو خوشی ہوتی ہے۔ اور سہلؒ نے کہا ہے کہ جب رضا رضوان سے مل جائے تو طمانینت

کہے گا اور حالیکہ دیدار وکیل اُس کی چشمِ دل میں کھپا ہوا ہے اور رضا اُس میں عروقِ منازعت کو کیا سکون دے گی۔ حالانکہ منازعت اُس کی طرف سے ہو جس کی کلیت مسلم نہیں۔ روڈ باری نے کہا ہے کہ جب تک تو اپنی کلیت سے خارج نہ ہوگا محبت کی حد میں داخل نہ ہوگا۔

اور ابو یزید نے کہا ہے کہ جس شخص کو اُس کی محبت نے قتل کیا ہو تو اُس کا خون بہا یہ ہے کہ وہ اُس کو دیکھ لے اور جس شخص کو اُس کے حبیب نے قتل کیا ہو تو اُس کا خون بہا یہ ہے کہ اُس کو اپنا ندیم بنائے اُس کی خبر مجھے دی۔

ابو ذر بن خلف نے ابی عبدالرحمن سے اُس نے کہا کہ میں نے احمد بن علی بن جعفر سے سنا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے حسین بن علویہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ابو یزید نے اس کو کہا ہے تو اب اطوار مقامات میں اُلٹنا پلٹنا عام محبتوں کے لئے ہے اور بساطِ اطوار کا طے کرنا خاص محبتوں کے لئے ہے اور وہ محبوب ہیں جن کے ارادوں اور ہمتوں سے مقامات بچھڑ گئے ہیں اور اکثر مقامات طبقاتِ آسمانی کے مدارج پر ہوتے ہیں اور وہ موطن اُس کسی کے ہیں جو اپنے بقایا کے دامنوں میں الجھ کر گرتے ہیں۔

ابراہیم خواص سے بعض بزرگوں نے کہا کہ تعوف نے آپ کو کہاں تک پہنچا دیا ہے تو کہا توکل تک۔ پھر کہا تو اپنے باطن کی آبادی میں سعی کرتا ہے تجھے فنا توکل میں معائنہ وکیل سے کہا ہے۔ سونفس جب اپنی صفت کے ساتھ جنبش کرتا ہے کہ دائرہ زہد سے باہر بچا نہ جاوے تو زاہد اُسے دائرہ کی طرف اپنے زہد سے پھیر لاتا ہے اور متوکل جبکہ اُس کا نفس جنبش کرے وہ اپنے توکل سے پھیر لاتا ہے اور صاحبِ رضا اپنی رضا کے ذریعہ سے اس کو پھیرتا ہے اور نفس سے یہ حرکات بسبب بقایا کے وجودیہ ہیں جو سیاستِ علمی کی محتاج ہیں اور اس میں دور سے ہولنے قرب کا لینا ہے اور وہ حق عبودیت کا علم کے اندازہ سے ادا کرنا اور اُس کے موافق اجتہاد اور کسب کرنا ہے اور جس نے طریقِ خاص کو اختیار کیا بقایا سے رہائی پانے کا طریق انوارِ فضلِ حق میں چھپنے کے ساتھ پہچان لیا اور جس نے نورِ قرب کے حلے اُس سیمِ رحمت کے ساتھ ذریعہ تن کے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور

قاطع پر جو اُس کو اللہ تعالیٰ سے قطع کرے۔

اور حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا کہ اباذر کتنا ہے کہ فقر مجھے زیادہ محبوب غنا سے اور بیماری محبوب تر صحت سے ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اباذر پر رحم کرے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جس نے توکل اللہ کے حسن اختیار پر کیا جو اُس کے لئے ہے تو وہ تمنا دوسری حالت کی نہیں کرتا ہے بجز اُس حالت کے جو اُس کے لئے اللہ نے اختیار کی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی رضا کے بساط پر بیٹھا تو ہمیشہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی امر مکروہ نہ پہنچے گا اور جو کوئی سوال کے فرش پر بیٹھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی حال میں راضی نہ ہوا۔ اور یحییٰ کا یہ مقولہ ہے کل امر ان دو قاعدوں کلیہ کی طرف راجع ہوتے ہیں ایک فعل اُس کی طرف سے تیرے ساتھ ہے اور ایک فعل تیری طرف سے اُس کے لئے ہے تو چاہیے کہ راضی اُس کام میں ہو جو اُس نے کیا اور خالص اس عمل میں جو تو کرے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ راضی وہ ہے جو کہ دنیا کی فوت شدہ چیزوں پر نادم نہ ہو اور نہ اُس کا افسوس کرے۔

اور یحییٰ بن معاذ سے سوال کیا گیا کہ بندہ رضا کے مقام تک کب پہنچتا ہے؟ کہا جبکہ اُس نے اپنے نفس کو چار اصول پر اُن چیزوں میں قائم کر لیا ہو جن میں اس کی معاملت کی جائے۔ وہ کہے کہ اگر تو عطا کرے تو میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اگر تو روکے تو راضی ہوں اور اگر تو مجھے چھوڑ دے میں تیری بندگی کروں اور جو تو مجھے بلائے تو میں اس کی اجابت کروں۔

اور جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جنید کے سامنے لاجول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا تو جنید نے کہا یہ تیری تنگی سینہ سے ہے۔ شبلی نے کہا کہ آپ نے صحیح کہا۔ کہا تنگی سینہ رضا بالقصا کے ترک سے ہے اور اسی واسطے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا تا کہ اُسے اصل رضا پر آگاہی ہو اور یہ اس واسطے کہ رضا قلب کے انشراح اور کشادگی سے حاصل ہوتی ہے اور قلب کا انشراح نور یقین سے ہوتا ہے۔

رابطہ یہ ایہات پڑھا کرتی تھیں سے

تعصه الا له وانت تظلم حبه

لو كان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن يحب مطيع

ترجمہ :-

معصیت اللہ کی اور تو اُس کے حب کا دم بھر

گر محبت ہوتی سچی تیری اُس کو ماننا

اور ہر گاہ محبت احوال کے لئے توبہ کے مثال مقامات کے لئے ہے پس جو حال کا

دعویٰ کرے اُس کی محبت معتبر ہے اور جو دعویٰ محبت کا کرے اُس کی توبہ معتبر ہے

اس واسطے کہ توبہ روح حب کی قالب ہے اور یہ روح جو ہے اُس کا قیام اُس قالب کے

ساتھ ہے اور احوال اعراض ہیں جس کا قوام جوہر روح سے ہے اور سنون نے کہا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے دوست لے گئے شرف دُنیا اور آخرت کو، اس واسطے کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المرء مع من احب یعنی آدمی اُس شے کے ساتھ ہے

جس کو وہ چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

اور ابو یعقوب سوتسی نے کہا ہے کہ محبت صحیح نہیں ہے تا آنکہ تو دید محبت سے

دید محبت کو فنا لے علم محبت سے نکلے اس طرح کہ اُس کا محبوب غائب ہو اور یہ شخص

محبت کے ساتھ ہو سو جب کہ محب اس نسبت کی طرف خارج ہو تو وہ محب بغیر محبت

ہو۔ حضرت جنیدؒ سے سوال ہوا کہ محبت کیا ہے؟ فرمایا صفات محبوب کا بدل کے طور

پر صفات محب میں آجاتا۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اس بنیاد پر ہے قول اللہ تعالیٰ کے فاذا احببتہ

كنت له سمعا وبصرًا۔ یعنی جس وقت میں اُسے محبوب رکھتا ہوں تو میں اس

کا سمع بن جاتا ہوں اور اُس کی بصر بن جاتا ہوں اور یہ اس واسطے ہے کہ ہر آئینہ

حب محبت صافی اور کامل ہو گئی تو وہ ہمیشہ اپنے وصف کو اپنے محبوب کی طرف

مذب کرتی ہے اور جب وہ اپنی فایت جہد کو پہنچ گئی تو وہ توقف کرتی ہے اور رابطہ

بیتدار و مؤکد ہو جاتا ہے اور وصف محبت کا کمال محب سے ازالہ موانع کر دیتا

ومن العاء لبارد - یعنی بار خدایا تو کر محبت اپنی دوست زیادہ طرف میرے لیے
 نفس اور میرے کان اور میری آنکھوں اور میرے اہل اور میرے مال سے اور پانی
 ٹھنڈے سے۔ پس گویا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حب خالص کی طلب کی اور
 جب خالص یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تکلیف میں دوست رکھے اور یہ اس لئے کہ بندہ
 کبھی ایک حال میں قائم شروط حال کے ساتھ بحکم علم ہوتا ہے اور مرثت اُس کو متقاضی
 ضد علم کے ساتھ ہے۔ مثلاً وہ لامنی ہوا اور مرثت اس کو مکروہ جانے اور علم کے ساتھ
 نظر انتہا کی جانب ہونہ مرثت کے ساتھ نظرنا فرمانی کی طرف ہو۔

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو حکم ایمان سے دوست رکھتا ہے اور نبی
 اور بیٹی کو حکم طبیعت سے دوست رکھتا ہے اور محبت کے لئے وجوہ ہیں اور انسان میں
 محبت کے اسباب انواع اقسام کے ہیں سو ان میں سے ایک محبت روح کی ہے اور
 محبت قلب کی اور محبت نفس کی اور محبت عقل کی ہے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم جس میں اہل اور مال اور ماہ بارو کا ذکر ہے اُس کے معنی محبت الہی سے اور
 محبتوں کی بیخ کنی عروق کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو اور اللہ تعالیٰ کو
 اپنے دل اور روح اور کلیت سے دوست رکھے یہاں تک کہ حُب الہی طبیعت میں بھی
 اغلب ہو اور مرثت میں محبوب تر آب مرو سے ہو اور یہ حُب صفائی خواص کے لئے
 ہوتی ہے جس کے سبب اور جس کے نور سے طبیعت اور مرثت کی آگ پوشیدہ ہو
 جاتی ہے اور یہ جب ذات مشاہدہ سے ہوتی ہے جو روح کی عزت اور مقامات
 سے کی طرف ہوتی ہے۔

واسطی رحمة اللہ علیہ نے کہا ہے اس آیت میں یجبہم و یجہونہ کہا ہے
 جیسے وہ بذاتہ اُن کو دوست رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ ذات کو اس کی دوست رکھتے
 ہیں سو ہائے ضمیر راجع ذات کی طرف ہے نہ کہ تعوت اور صفات کی جانب ہے اور
 بعضوں نے کہا ہے کہ محب کی شرط یہ ہے کہ اُسے محبت کے سکرات لاحق ہیں۔ پس
 اگر ایسا نہ ہو تو اُس کی محبت اُس میں حقیقتاً نہیں ہے۔ سو اب محبت دو قسم کی ٹھہری
 ایک محبت عام اور ایک محبت خاص، تو محبت عام کی تفسیر امثال امر سے ہوئی ہے

ٹھیک اور صحیح ہو گئی تو اس پر احوال اور توابع اس کے مترتب ہوں گے۔
حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ محبت کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ایک شراب ہے جس میں
سوزش ہے اگر حواس میں ٹھہر گئی اور نفوس قرار پکڑ گئے تو اس کو نیت اور لاشے کر دیتی ہے۔
اور بعضوں نے کہا ہے کہ محبت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ ظاہر اس کا
رفنائے محبوب کی پیروی ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ سب چیزوں کا محبوب کا دلدادہ
ہو اور اس میں کسی چیز کا بقیہ غیر محبوب یا نفس سے نہ رہے۔

بعض احوال سیدنہ سے محبت میں شوق ہے

اور کوئی محب نہیں جو ہمیشہ مشتاق نہ ہو۔ اس واسطے کہ امر حق کی نہایت نہیں
ہے۔ سو کوئی حال نہیں ہے جس کو محب پہنچا مگر یہ کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے ماوراء اور
حال زیادہ اوقتی و اتم ہے۔

حزنی کحسک لا لذا امد ینہی الیہ ولا لذا امد

ترجمہ :-

حزن میرا حزن تیرا دونوں ہیں اک رنگ کے انتہا اسکی نہیں تو تو انتہا اسکی نہیں
بعد ازاں یہ شوق جو اسے پیدا ہوا اس کا حاصل کیا ہوا نہیں ہے اور اس کے
سوا نہیں ہو کہ وہ ایک عطیہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجنون کو مخصوص کیا
ہے۔ احمد ابن ابی الجواری نے بیان کیا کہ میں ابی سلیمان درانی کے پاس گیا اور اسے
میں نے دیکھا کہ وہ رورہا ہے۔ میں نے کہا کیوں تو روتا ہے اللہ تیرے اوپر رحم
کرے۔ تو کہا واہ اے احمد جب یہ رات اندھیرا چھاتی ہے تو اہل محبت کے قدم
بچھ جاتے ہیں اور ان کے اشک رخساروں پر ڈھلکتے ہیں اور خدائے جلیل
جل جلالہ ان کے نزدیک ہوتا ہے یہ کہتا ہوا کہ مجھے اپنی آنکھوں کی قسم ہے کہ جس نے
میری باتوں سے لذت پائی اور میری مناجات سے راحت حاصل کی اور میں ان سے
خلوتوں میں واقع ہوں ان کے نالہ و زاری سنتا ہوں اور ان کی گریہ کو دیکھتا ہوں۔
اے جبرائیل ان لوگوں میں منادی کر دے یہ کیا رونا ہے جو میں تمہارے اندر دیکھتا

جس پر توبہ نصوح کی مشمل ہے اور اُس وقت اطوار مقامات میں قلب اور گردش نہیں کرتا اس واسطے کہ اطوار مقامات میں بدلتے رہنا اور اُن میں سے ایک حالت سے دوسری حالت میں ترقی کرنا طریقہ مجہین کا ہے اور جس نے طریق مجاہدہ اس آیت سے احتیاد کیا والذین جاہدوا فینا لنھدینھم سبنا یعنی اور جن لوگوں نے کوشش کی ہمارے راستہ میں البتہ ہم اُن کو اپنا راستہ دکھائیں گے اور اس قول اللہ تعالیٰ سے دیھدی الیہ من ینیب - یعنی اور ہدایت کرتا ہے طرف اُس کے جو رجوع ہوگا تو اُس نے ثابت کر دیا ہے کہ انا بت اور بازگشت کا کسب حق محب میں ہدایت کا سبب ہے اور محبوب کے حال میں صراحت اجتناب اور برگزیدگی کی فرمائی جو کسب کا معلوم نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ یجتبی الیہ من یشاء یعنی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے طرف اپنے جس کو چاہتا ہے۔

سو جس نے محبوبین کے راستہ کو قبول کیا اطوار مقامات کے بساط کو طے کیا اور اُس میں صفائی اور خلوص اطوار مقامات کے اپنے پورے وصف کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں اور مقامات اس کو نہ مقید کرتے ہیں نہ محبوبوں کرتے ہیں اور وہ اُن کو مقید اور محبوبوں کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اُن سے ترقی کرتا ہے اور اُن کی صفائی اور خلوص کو باہر نکال لیتا ہے اس واسطے کہ جب حُب خالص کے انوار اُس پر چکینے لگے صفات و نعوت نفس کے ملبوسات کو اتار ڈالا اور مقامات جتنے ہیں سب نعوت اور صفات نفسانیہ کے صاف کرنے والے ہیں۔

پس زہد اُس کی صفائی و رغبت سے کرتا ہے اور توکل اُس کی صفائی کم اعتمادی سے کرتا ہے جو نفس کے جبل سے پیدا ہوتی ہے اور رضا اُس کی صفائی دگ منازعت کے بھڑکنے سے کرتی ہے اور یہ منازعت اس واسطے ہے کہ نفس میں جمود اور افسردگی باقی رہے جب تک کہ محبت خاص کے آفتاب اُس پر چمکیں ظلمت اور افسردگی کی باقی رہے۔ پس جس کو حُب خالص کے ساتھ تحقق ہوا اُس کا نفس ملائم اور نرم ہو جاتا ہے اور اُس کی افسردگی جاتی رہتی ہے۔ سو کیا زہد اُس سے رغبت کو ادا کرے گا در حالیکہ رغبت حُب نے اُس کی رغبت کو جلادیا اور توکل اُس سے کیا صفائی

کی امید وہ دنیا میں رکھتے ہیں اُس شوق کے علاوہ ہے جس کے ساتھ وہ مرنے کے بعد توقع رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اہل مودت کو مکاشفہ اُن عظیبات کا کردیتا ہے جن کو وہ علم سے پاتے ہیں اور اُن کو جب ذوق سے طلب کرتے ہیں تو اُسی طرح ان کا شوق ہوتا ہے کہ علم ذوق ہو جائے اور مقام شوق کی ضرورت سے نہیں ہے کہ موت کی تاخیر سمجھتے ہیں اور اکثر صحیح لوگ مجہین سے لذت حیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔ قل ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین۔ یعنی کہ اے رسول کہ میری نماز اور میرے مناسک اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پروردگار عالمین ہے۔

سو جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اُسے حق تعالیٰ لذت مناجات اور صحبت کی بخشا ہے۔ پس اُس کی اُنکھ نور سے سیر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں دنیاوی عظیبات سے وہ کشف کر دیتا ہے جو مقام شوق میں متحقق ہوتے ہیں اُس شوق کے علاوہ جو بعد الموت ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات صوفیہ نے مقام شوق کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شوق تو غائب کے لئے ہوتا ہے اور جلیب جلیب سے کب غائب ہوتا ہے تاکہ وہ مشتاق ہو اور اسی واسطے انطاکی سے سوال کیا گیا کہ شوق کیا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ مشتاق غائب ہی کے لئے ہوتا ہے اور میں غائب اُس سے نہیں ہوں جب سے میں نے اُسے پایا ہے۔ اور شوق کا انکار علی الاطلاق سو میں اس کی وجہ نہیں دیکھتا اس واسطے کہ عظیبات اور بخشائش الہی کے مراتب جو نشانات قرب سے ہیں جس وقت غیر متناہی ہوں تو کیونکر محب سے شوق کا انکار ہو سکتا ہے اس واسطے کہ جو مرتبہ اُس نے قرب کا پایا اُس کی نسبت غیر غائب اور غیر مشتاق ہے مگر وہ مشتاق اُن مراتب کا ہے جن کو نشانات قرب سے نہیں پاتا تو کیونکر شوق کا حال ممنوع ہو اور حقیقت حال ایسی ہے۔

اور دوسری وجہ یہ کہ انسان کے لئے ایسے امور سے چارہ نہیں ہے جن

گردش اور تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اس کو نہ کوئی طلب خمدار اور کج کرتی ہے اور نہ کوئی اُسے وحشت میں ڈالتی ہے۔

پس زہد اور توکل و رضا اُس میں موجود ہے اور وہ ان میں نہیں ہے اسی معنی کے اعتبار سے کہ خواہ وہ کسی طرح متقلب ہو وہ زاہد ہے اگر پیرا غب ہو اس واسطے کہ وہ حق کے ساتھ ہے نہ اپنے نفس کے ساتھ اور اگر التفات اس کا اسباب کی طرف دیکھا جائے وہ متوکل ہے اور اگر اُس سے کراہت پائی جاوے تو وہ راضی ہے۔ اس واسطے کہ کراہت اُس کی اُس کے نفس کے لئے ہے اور نفس اُس کا حق کے لئے ہے اور حق کے ساتھ اُس کی کراہت ہے اُس کا نفس اُس کو اٹا پھیر دیا گیا کہ وداعی اور صفات نفس کے ساتھ اور پاک اور نغشیدہ فرستادہ لطف اس کے ساتھ کیا ہو اور درد اُس کا اس کی عین دوا اور امراض و علل اُس کے عین شفا ہو گئے اور طلب الہی اُس کے لئے قائم مقام ہر طالب کے زہد و توکل و رضا سے ہوتی یا ہو گیا مطلوب من اللہ اُس کا بجا تے ہر مطلوب کے جو زہد ہے اور توکل اور رضا ہے۔ رابع نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کا محب اور دوست ہے اس کی گریہ و زاری نہیں ٹھہرتی تا آنکہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ سکون نہ پاوے۔

اور ابو عبد اللہ قرشی نے کہا ہے کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کو سب کچھ اپنا بخشے اور تجھ سے تیرے واسطے کوئی شے باقی نہ رہے۔

اور ابو الحسن وراق نے کہا ہے سرور اللہ کے ساتھ شدت محبت کے سبب سے اُس کے لئے ہے اور محبت دل میں آگ ہے جو ہر ناپاک شے کو جلا دیتی ہے۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا مجنون کا صبر زاہدوں کے صبر سے سخت تر ہے۔ بڑے اچھے کی بات ہے کہ انسان اپنے حبیب سے کیونکر صبر کرے اور بعضوں نے کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا بدوں اس کے کہ وہ محرمت اور نہیات سے پرہیز کرنے اور بچے تو وہ بڑا جھوٹا ہے اور جس نے بہشت کی محبت کا دعویٰ کیا بدوں اس کے کہ اپنے ملک کو خرچ نہ کر ڈالا ہو تو بڑا جھوٹا ہے اور جس نے حُب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بلا حب فقرا کیا ہو وہ بڑا جھوٹا ہے اور

نے دیا کہ باوجود ہیبت کے شہمت کا اٹھنا اور ڈوہ ہونا ہے۔
 اور ذوالنونؒ سے پوچھا کہ اُنس کیا ہے تو کہا وہ محب کا انبساط اور کھل
 کھیلنا محبوب کے ساتھ ہے۔ بعضوں نے کہا اُس کے معنی قول حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا
 ہے ارنی کیف تختی الموقی۔ یعنی دکھا مجھے کس طرح تو مُردے کو زندہ کرتا ہے اور
 قول موسیٰ ارنی انظر ایك یعنی دکھا مجھے اپنے تئیں کہ تیری طرف دیکھوں اور روم کے
 ادبیات پڑھے سے

شغلت قلبی بما لیدیک فلا نینفک طول الحیلۃ عن فکر
 آنستنی منک بالوداد فقد اوحشتنی من جمیع ذالبشر
 ذکرک لی موتس یعارضنی یوعدنی عنک منک بالنظر
 وحثیما کنت یامدے همھے فانن منی بموضع النظر

ترجمہ از مترجم فارسی سے

دل مرا مشغول کر دی بدلتجہ ای دوست تو داری داوہر گزگر دوزاں بکرت خودز ہشیاری
 انیس خود مرا کر دی زراہ دوستی وانگہ ربائی از ہمہ عالم زہی را ہی بدشواری
 شدہ موتس مرا ذکر ت ہمہ عرصہ دہد از من کند وعدہ بہ پیروزی بتواز تو دہد یاری
 منزہ از مکانی تو تو لیکن چوں ہمی بینم بجائے دیدہ از من تو باشی در نکو کاری

اور روایت ہے کہ مطرف بن سنجر کو عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ منز اور ہے تیرا
 اُنس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور انقطاع تیرا اُس کے ساتھ ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ
 کے بہت بندے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس حاصل کیا ہے اور اپنی
 تنہائی اور عزلت میں بہت زیادہ مانوس لوگوں سے تھے جن کو کثرت میں اُن کے
 ساتھ اُنس تھا اور اُن چیزوں سے بہت متوحش تھے جن سے اور لوگ بہت مانوس
 ہیں اور ان باتوں سے نہایت درجہ وہ مانوس تھے جن سے اور لوگ متوحش تھے۔

واسطے نے کہا محل انس کو نہیں پہنچتا وہ شخص جو تمام موجودات سے متوحش نہ
 ہو گیا ہو۔ اور ابوالمحسین وراق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس نہیں ہوتا
 الا جبکہ اُس کے ساتھ تعظیم ہو اس واسطے کہ ہر ایک جس کے ساتھ مانوس ہوگا

ہے اور صفاتِ محبوب و صفِ محبت کے کمال سے اُن عرائق کو جو صدقِ حب میں خارج ہیں محبِ مخلص پر مہربانی اور اُس کے قاصر رہنے پر نظرِ شفقت بعد ازاں کہ اُس کی سعی انتہا کی پہنچ گئی کر کے کھینچ لیتی ہیں۔ پس محبتِ محبوب سے کسبِ صفات کے فائدے لے کر پلٹتا ہے اور اسوقت یہ کہتا ہے ۔

میں محبوب ہوں اور محبوب میں دو روح اک بدن میں ہم اترے یہاں
وہ دیکھے مجھے تو میں دیکھوں اُسے جو میں اُس کو دیکھوں تو وہ مجھ کو وہاں

اور یہ ترجمہ نے بیان کیا حقیقت ہے قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلقوا باخلاق اللہ۔ اس واسطے کہ وہ اپنی نزاہتِ نفس اور کمالِ تزکیہ سے محبت کے لئے قابل اور مستعد ہوتا ہے۔ اور محبت ایک عطیہ ہے جو تزکیہ کے ساتھ معلل نہیں ہے مگر سنتِ الہی اُس پر جاری ہے کہ وہ اپنے احباب کے نفوس کو اپنی حسنِ توفیق اور تائید سے پاک اور صاف کرتی رہے اور جب نفس کو نزاہت اور طہارتِ بخشی گئی بعد ازاں روح اُس کی نئے جاذبہ محبت کے ساتھ کھینچتا ہے تو اُس کو صفات و اخلاق کے خلعتوں سے مخلع اور محلی کیا جاتا ہے اور یہ اس کے نزدیک ایک مرتبہ وصول میں ہوتا ہے۔ سو کبھی اُس کے باطن سے شوق اُن اشیاء کی طرف اٹھتا ہے جو اُس کے علاوہ ہیں اس واسطے کہ عطا یا ئے الہی غیر متناہی ہیں اور کبھی اُنہیں عطیات سے پہلے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ وصول اُس کا ایسا ہوتا ہے جو اُس کے آتشِ شوق کو ساکن کر دیتا ہے اور اسی شوق کا باعث ہے کہ صفاتِ ذہبی محققہ محب کے نزدیک رتبہ وصول پر استقرار پاتے ہیں۔ اور اگر شوق باعث نہ ہوتا اُسے قدموں واپس آتا اور نفس کے صفاتِ ظاہر ہوتے جو کہ انسان اور اُس کے قلب کے درمیان حائل ہیں اور جس نے کہ وصول سے ان چیزوں کے سوا گمان کیا جو ہم نے بیان کیں یا اس قدر کے علاوہ اُس کے خیال میں آیا تو وہ مذہبِ نصاریٰ کا لاہوت و ناسوت میں معترض ہے۔

اور مشائخ کے اشاراتِ استغراق اور فنا میں سب کے سب مقامِ محبت کی تحقیق کی طرف راجع ہیں جو نورِ یقین کی استیلا اور خلاصہ ذکرِ قلب اور تحقیقِ حق یقین بزوالِ کجی بقایا اور لوٹ و جودی اتقائے صفاتِ نفس سے ہیں اور جب محبت

اور فراہمی خواہشوں کی اُس میں مقدر اُن کے لئے تھی تو اُس کے بندگانِ حام اُن پر حمد کرتے اگر اُن کے قلوب سے تمام ہوم دُور ہوتے اور اُس کے معنی میں یہ ابیات پڑھتے ۷

كانت يقلبي اهواء مفرقة فاستجعت اذنانك النفس اهلئ
سناں بچسدا من كنت احده فصرت مولى الورى من صرؤئ
تذكت الناس دينا هم وديتهم شغلا يذكرك يا ديني ودينائ

ترجمہ فارسی ۷

ایں دل دیوانہ را بودہ است ہواى بیشمار
پس شدہ است حال مرا آنکس کز دردم حسد
دین و دنیا را برائے مردماں بگذاشتم
اور کبھی اُنس سے ہوتا ہے اُنس طاعتِ اللہ اور اُس کے ذکر اور اس کے
کلام کی تلاوت اور تمام ابواب جو قربات کے ہیں اور اُس قدر اُنس ایک نعمت
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر یہ وہ حال اُنس نہیں ہے جو محبوبوں کے لئے ہوتا ہے
اور اُنس ایک حال شریف ہے جو بصدق دید صفائی اور طہارت باطن سے اور کمال
تقویٰ و قطع اسباب و علائق اور سلب خطرات اور ہوا جس سے ہوتا ہے اور اس کی
حقیقت میرے نزدیک وجود کی صفائی اور زلفت اور سیاہی عظمت کی بھاری روشنی
سے ہے اور روح کا پھیلنا فتوح کے میدانوں میں ہے اور اس کے لئے بنفسہ استقلال
ہے جو قلب پر مشتمل ہے۔

پس اُنس دل کو استقلال کے ساتھ ہیبت سے جمع کرتا ہے اور ہیبت میں
روح کا جمع ہونا اور بیٹھ جانا محل نفس میں ہے اور یہ جس کا ہم نے بیان اور وصف
کیا اُنس ذات سے ہے اور ہیبت ذات لقا کے مقام پر اُس وقت ہوتی ہے کہ گزرگاہ
قنا سے عبور کر جائے اور وہ دونوں اُنس اور ہیبت کے سوا ہیں جو وجود فنا سے
جاتے رہتے ہیں اس واسطے کہ ہیبت اور اُنس جو قبل از فنا ہیں وہ صفات جلال و
جمال کے مطالعہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ مقام تلوین کا ہے اور جو ہم نے ذکر کیا

ہوں۔ آیا کسی مخبر نے تمہیں خبر دی کہ ایک محبوب اپنے دوستوں کو آگ میں جلا دے گا کیونکہ مجھے جہلا معلوم ہو کہ میں ایسی قوم کو عذاب میں ڈالوں گا کہ رات ان پر سیاہی چھائے تو وہ میری خوشامد بہت کرتے ہیں۔ سو میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ جب وہ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو ان کے لئے روشنی اپنی صورت سے کر دوں گا۔ اور ان کے لئے اپنا بارخِ قدس مباح کر دوں گا۔

اور یہ ایک قوم کا حال مجہین سے ہے جو شوق کے مقام میں پڑا ڈالے ہوئے ہیں اور شوقِ محبت سے ہے جیسے کہ زہرِ توبہ سے ہے جب توبہ نے قرار پکڑا تو زہر کا ظہور ہوا اور جب محبت قائم ہوئی تو شوق پیدا ہوا۔

حضرت واسطیؒ نے اس قولِ الہی میں لکھا ہے *وَعَجَلتَ اِلَيْکَ رَبِّ لِمَتَرْضَى الْعِینِ* اور میں جلدی آیا تیری طرف اے رب کہ تو راضی ہو۔ کہا اپنے شوق اور پیچھے آنیوالوں کے استحقاق سے کہا وہ لوگ میرے پیچھے ہیں اُس کے شوق سے ہے جو اللہ تعالیٰ سے بات چیت کرتے ہیں اور توریت کی لوحوں کو پھینک دیا اس وجہ سے کہ جو وقت اُس کا تھا وہ ہو چکا تھا۔

اور ابو عثمانؒ نے کہا ہے کہ شوقِ ثمرہ محبت کا ہے سو جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ مشتاق اُس کی لقا کا ہوتا ہے اور اُسی کا یہ بیان قولِ اللہ تعالیٰ میں ہے *فَاِنْ اَجَلَ اللّٰهُ لَدَتِ مَشْتَا قُوْنَ* کے تقرب کے لئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ ہر آئینہ تمہارا شوق میری طرف غالب ہے اور میں نے تمہاری ملاقات کے لئے ایک مدتِ خاص مقرر کی ہے اور عنقریب تمہارا وصول اُس کے لئے ہو گا جس کے مشتاق تم ہو۔

ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ شوقِ درجات میں سب سے اعلیٰ اور مقامات میں سب سے بالا ہے اور جب لسان اُس کو پہنچتا ہے تو موت کو تاغیر میں شمار کرتا ہے اس واسطے کہ اُسے شوق اپنے رب کا ہے اور اُمید اُس کی ہے کہ اُسے دیکھے اور ملاقات کرے۔

اور میرے عندیہ میں یہ ہے کہ شوق جو مجھوں میں اُن مراتب کا ہے جس

اس طرح کہ حکم نفس محل احتیاج کو پھر آیا اور ہمیشہ قرب کا حصہ نصیب روح کو اس سبب سے بڑھاتا ہے کہ رسم عبودیت نفس کی طرف سے قائم ہوتی ہے۔

اور حضرت جنیدؒ نے کہا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قلوب نزدیک اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ بندوں کے قلوب کو اپنے سے قریب دیکھتا ہے۔ پس دیکھو کس قدر قریب تیرے قلب سے ہوتا ہے۔ اور ابو یعقوب موسیٰؒ نے کہا ہے کہ جب تک بندہ قرب کے ساتھ ہوگا۔ وہ قریب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ قرب کے دیکھنے سے غائب ہو جائے جبکہ وہ دید قرب سے قرب کے سبب جاتا رہے تو یہ قریب ہے اور ایک نے صوفیہ میں سے یہ ابیات کہے ہیں :-

قد تحققتک فی السر فناجاک لسانی
فاجتمعنا لسمان وافترقنا لسمان
ان یکن غیبک التعلیم عن لحظ عیانی
فلقد صیرک الوجہ من الاضاء دانی

ترجمہ :-

من ترا در سر خود کردم درست انگہ زبان
گر پریشان گاہ جمع و بہر دورا معنی ست بس
با تو ہم را ز آمدہ است زان شدم را در دل نشان
گر جلال و عظمت پوشیدہ دارد از عیان
و جہ گردانند ترا بر من ز درگ جاہم قریب
زان تفرق زین فراہم این معانی را بدان
حضرت ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی زیادہ قربت میں نہیں
بڑھا مگر یہ کہ ہیبت اُس کی زیادہ ہوئی۔ اور سہلؒ نے کہا کہ مقاماتِ قرب سے
ادنیٰ مقام جیسا ہے۔

اور نصیر آبادیؒ نے کہا ہے کہ اتباع سنت سے تو معرفت کو پہنچے گا اور ادائے
فرائض سے تو قرب حاصل کرے گا اور نوافل کے روزمرہ سے محبت کو۔ اور بعض
احوال سے جیسا ہے اور جیسا وصف عام پر ہے اور وصف خاص پر اس میں سے
وصف عام ہو وہ یہ ہے کہ جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حکم
دیا ہے استحيوا من اللہ حق الحياء۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے شرم و جو حق شرم کرنے
کا ہے۔ حاضرین نے کہا ہم شرماتے ہیں یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا یہ نہیں ہے مگر
جو شخص اللہ تعالیٰ سے حیا کرے تو چاہیے کہ سر کو نگاہ رکھے اور جو کچھ فراموش کرے اور

کو حکمِ حال اُس کی بشریت اور طبیعت اور اُس کے قائم نہ رہنے کی جگہ اُس حد علم پر جس کو مقتضی حکمِ حال ہو پھیر لائے اور اُن امور کی موجودگی آتشِ شوق کو مشتعل کرتی ہے اور ہم شوق سے مقصود نہیں رکھتے۔ مگر ایک مطالبہ جو باطن سے ادنیٰ اور اعلیٰ کی جانب نشاناتِ قرب سے اُٹھتا ہے اور یہ مطالبہ اور یہ مانگ سب محبوں میں ہے۔ پس اب شوقِ موجود ہے اُس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور ہر اُمت نے ایک قوم نے کہا ہے کہ شوقِ مشاہدہ اور ملاقات کا سخت تر شوق بعد اور مفارقت سے ہے توجہ لائی کی حالت میں مشتاق ملاقات ہو گا اور ملاقات اور مشاہدہ کی حالت میں وہ مشتاق فضل اور احسانات کا محبوب سے ہو گا اور یہی میری رائے اور یہی میرا مختار ہے۔ اور فارس نے کہا ہے کہ مشتاقوں کے دل نور اللہ سے منور ہیں پھر جبکہ وہ دلِ اشتیاق کے سبب حرکت میں آتے ہیں تو وہ نورِ مشرق اور مغرب کے سطحِ درمیانی کو روشن کر دیتا ہے تب اللہ تعالیٰ اُن کو فرشتوں پر ظاہر اور پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ لوگ ہیں جو میری طرف اُن کو اشتیاق رہتا ہے۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ ہر اُمت نے مجھے اُن کا شوق ہے۔

اور ابو یزید نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو اپنی رویت سے محبوب کرے تو وہ جنت سے استغاثہ ایسا ہی کریں گے جس طرح اہلِ دوزخ دوزخ سے کریں گے۔ ابنِ عطار سے پوچھا کہ شوق کیا ہے؟ کہا شوق جگر کا جلانا اور دلوں کا شعلہ زن کرنا اور قرب کے بعد کلیجوں کا کاٹنا ہے۔

بعض حضرات صوفیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا شوقِ اعلیٰ اور بالاتر ہے یا کہ محبت؟ جواب دیا کہ محبت اس واسطے کہ شوق اُس سے پیدا ہوا ہے اور کوئی محبتِ شوق نہیں الا وہی جس پر محبت نے غلبہ کیا ہو۔ پس محبت اصل ہے اور شوق فرع ہے۔ اور نصیر آبادی نے کہا ہے تمام خلق کے لئے مقامِ شوق کا ہے نہ مقامِ اشتیاق کا اور جو کوئی اشتیاق کے حال میں داخل ہوا تو وہ اس میں حیران رہا حتیٰ کہ اُس کا نہ کوئی نشان دیکھ پڑتا ہے اور نہ قرار پایا جاتا ہے اور اسی سے انس ہے۔ اور حضرت جنیدؒ سے سوال ہوا تھا کہ انس کیا چیز ہے؟ اس کا جواب آپ

اور حیا جاتی رہی تو اُس میں خیر نہیں۔

اور ابو سلیمانؑ کا قول ہے کہ بندوں نے چار درجوں پر عمل کیا ہے خوف پر اور رجا پر اور تعظیم پر اور حیا پر اور درجہ میں شریف تر سب سے وہ ہے جس نے حیا پر عمل کیا اس بنا پر کہ اُس کو یقین ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ کے ہر حال میں اُس کو دیکھتا ہے۔ شرمائے ہوئے زیادہ اُس سے گنہگار لوگ اپنے گناہوں سے شرماتے ہوں اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ شرمانے والوں کے دلوں پر غالب ہمیشہ اجلال اور تعظیم غالب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف دیکھتا ہے۔

اور بعض احوال سے اتصال ہے

تورنی نے کہا کہ اتصال مکاشفات قلوب اور مشاہدات اسرار ہے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اتصال وصول سمر مقام ذہول تک ہے۔ اور بعضوں نے کہا اتصال یہ ہے کہ بندہ کو بجز خالق اُس کے کوئی حاضر نہ ہو اور اُس کے سر کو صانع کے سوا دوسری خاطر متصل نہ ہو۔

اور رسولؐ بن عبد اللہ نے کہا کہ بلا کے سبب حرکت دی گئی سو وہ متحرک ہوئی اور اگر سکون کیا تو وہ متصل ہو گئی۔ اور یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے کہا عمل کرنے والے چار ہیں تائب، زائد، مشتاق، واصل۔ پس تائب اپنی توبہ سے محبوب ہے اور زہد اپنے زہد سے اور مشتاق اپنے حال سے محبوب ہے اور جو واصل ہے اُس کو حق سے کوئی حاجب نہیں ہے۔

اور ابو سعید قرشیؓ نے کہا ہے واصل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ملے پھر سے قطع کا ہمیشہ خوف نہیں اور مفصل وہ ہے جو اپنی جہد سے متصل ہو اور جب کبھی پست جہد میں ہوا منقطع ہو گیا اور یہ جس کا ذکر کیا حال دید اور مراد کا ہے اس واسطے کہ ایک اُن دونوں میں سے کشفوں سے ہدایت کیا گیا اور دوسرا اجتہاد کی طرف پھیرا گیا۔ اور ابو یزیدؒ نے فرمایا ہے کہ واصلین تین قسم کے ہیں قصد اُن کا اللہ ہو اور شعل اُن کا فی اللہ ہو اور رجبوع اُن کی الی اللہ ہو۔ اور سیارمیؒ کا قول ہے کہ

اُس کی تعظیم تیرے قلب سے ساقط ہو جائے گی مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تعظیم اس واسطے کہ تو اس سے اُس زیادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ تجھے زیادہ ہیبت اور تعظیم ہوگی۔
لَا بَعْدَ لَہٗ اِلَّا ہٗ اَوَّلَہٗ اَبَدًا

وَلَقَدْ جَعَلْنَاكَ فِي الْفَوَادِ مَحْدَثًا
وَالْحَبِيبِ جِئْنَا مِنْ اِرَادِ جَلُوسِي
فَالجِئْنَا مِنْ اِلَى الْجَلِيسِ مَوَالِسِ
وَجَلِيبِ قَلْبِي فِي الْفَوَادِ اَنْيَسِي
ترجمہ از مترجم فارسی :-

سخن گویندہ اندر دل ہمیشہ من تراد ارم
واہل مجلس خود را ہیں نفسی یہ پیش ارم
الیف جسم من باشد کہ ویرا ہم نشیں گرد
ولیکن دوست دل خود را نہیں جان پذیر ارم
اور مالک بن دینار نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی بات
چیت سے مانوس نہیں ہوا تو اس کا علم تھوڑا اور قلب اُس کا اندھا ہے اور عمر اپنی
صانع کی۔ بعض صوفیہ سے پوچھا گیا کہ گھر میں تیرے پاس کون ہے کہا اللہ تعالیٰ
میرے پاس ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو اور متوحش نہیں ہوا۔ اور خراذ
نے کہا ہے کہ اُس یہ ہے کہ ارواح اپنے محبوب کے ساتھ قرب کے مجالس
میں گفتگو کریں۔

اور بعض عارفوں نے مہبان و اصل کی صفت اس طرح کی ہے کہا کہ محبت
اُن کے لئے ہر لحظہ دوام اتصال کے ساتھ تازہ ہو گئی ہے اور اُن کو حقائق سکون
سے جو اُس کے ساتھ ہے اپنی پناہ میں لے لیا یہاں تک کہ اُن کے دل نالاں ہو
گئے اور اُن کی روحیں شوق کے مارے اُڑو مند ہو گئیں اور یہ محبت اور شوق اُن
کا ایک اشارہ حق سے اُن کی طرف حقیقت توحید سے تھا کہ وہ وجود باللہ ہے۔
سو وجود باللہ کے سبب اُن کی سب اُڑو میں جاتی رہیں اور امیدیں اُن کی سب
منقطع ہو گئیں اُن نعمتوں کے سبب جو اُس کی طرف سے اُن کے لئے ظاہر ہوئیں۔
اور اگر حق تعالیٰ تمام انبیاء کو حکم دیتا کہ اُن کے لئے سوال کریں تو وہ بعض چیزیں
اُن میں سے نہ مانگتے جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحدانیت قدیم اور دوام اذلیہ
اور علم سابقہ میں آمادہ اور مہیا کی ہیں اور اُس کی معرفت اور ان کی فراغ ہمت

چھوٹی عمر میں قطع ہوں۔

اور ان احوال سے قبض اور بسط ہیں

اور وہ دونوں احوال شریف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یقبض
دی بسط اور ان دونوں احوال میں مشائخ نے کلام کیا ہے اور اشارات کے ساتھ
بتلایا ہے جو علامات قبض و بسط کے ہیں اور ان کی تحقیقتوں سے میں کشف نہیں پاتا۔
اس واسطے کہ انہوں نے اشارہ پر اکتفا کی ہے اور اشارہ اہل کو قانع کرتا ہے۔
اور میں چاہتا ہوں کہ ان میں پورا کلام کروں شاید کہ طالب اُس کی طرف شائق
ہو اور تفصیل قول کی اس میں چاہتا ہو اور اللہ بہتر دانا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ قبض اور بسط کے لئے ایک موسم خاص اور وقت لازمی ہے
کہ نہ اُس کے پہلے وہ ہوتے ہیں اور نہ اُس کے بعد ہوتے ہیں اور ان دونوں کا وقت
اور موسم محبت خاص کے اوائل حال میں ہوتا ہے اور نہ اُس کی نہایت میں اور نہ حال
محبت خاص سے پہلے ہوتا ہے۔ سو جو کوئی محبت عام میں کے مقام میں ہو جو حکم ایمان
ثابت ہے اُس کے لئے قبض ہے نہ بسط صرف خوف اور رجا ہوتا ہے اور کبھی حال
قبض اور حال بسط کے مشابہ پاتا ہے اور اُس کو قبض اور بسط خیال کرتا ہے۔
حالانکہ یہ وہ نہیں ہے اور یہ اُس کے سوا نہیں کہ وہ ایک وہم و رنج ہے جو اُس
کو عارض ہو جاتا ہے۔ سو اُس کو قبض تصور کرتا ہے اور ایک جنبش نفسانی اور
نشاط طبعی ہے جس کو وہ بسط گمان کرتا ہے اور ہم و نشاط دونوں محل نفس سے
صادر ہوتے ہیں اور اُس کے جوہر سے اس واسطے کہ صفات نفس کے باقی ہیں اور
جب تک صفت اماریہ کی جو اُس میں ہے نفس میں باقی ہے اس سے ہتر ازا اور
نشاط پیدا ہوتا ہے اور ہم سوزش انس نفس کی اور نشاط ایک بلندی موج نفس
کی ہے جبکہ دریا نے طبیعت متلاطم ہو اور جبکہ محبت عام کے حال سے محبت
خاص کے اوائل کو ترقی کرے تو وہ صاحب حال اور صاحب قلب اور صاحب
نفس لوامہ ہو جائے گا اور اُس وقت نوبت نوبت اُس میں قبض و بسط آئیگا۔

ہے کہ بعد فناء کے ہے وہ مقام تکلیف اور بقا میں مطالعہ ذات سے ہے اور اُس سے نفس مطمئنہ کا حضور اور ہیبت اُس کا شروع ہے اور حضور و شروع دونوں قریب ہیں۔ ایک فرق لطیف کے ساتھ جو پایمانے روح مد رک ہوتا ہے دونوں جدا جدا ہوتے ہیں۔ اور بعض احوال سے قرب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا ہے واسجد واقترب یعنی اور تو سجدہ کر اور تو نزدیک ہو اور تحقیق حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ قریب بندہ اپنے رب سے سجدہ میں ہوتا ہے اس واسطے کہ سجدہ کرنے والا جبکہ اُسے سجدہ کا مزہ چکھایا جائے قربت حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سجدہ کرتا ہے اور اپنے سجدہ سے بساط کون و مکان کو طے اور نور دیدہ کرتا ہے خواہ وہ پیدا ہو گیا ہو یا آئندہ پیدا ہووے اور روائے عظمت کے کنارے پر سجدہ کرتا ہے اور وہ قریب ہوتا ہے۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ ہر آئینہ میں حضوری پاتا ہوں سو میں کہتا ہوں یا اللہ خواہ یا رب پھر اُسے میں اپنے اوپر گراں تر پہاڑوں سے پاتا ہوں سوال کیا گیا کہ یہ کس سبب سے؟ جواب دیا کہ سبب یہ ہے کہ ندا اور پکار پردہ کے پیچھے سے ہوتی ہے اور آیاتم نے کسی ہمنشین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہمنشین کو پکارے اور یہ بجز اشارات اور ملاحظات اور مرغوشی اور ملاطفت کے نہیں اور یہ مرتبہ جس کا قائل نے وصف کیا ہے مقام عزیز ہے جس میں قرب متحقق ہے مگر یہ کہ وہ مشعر محویت اور مشیر سکر ہے جو اُس شخص کے لئے ہوتا ہے جس کا نفس غائب اُس کی روح کے نور میں ہو جاتا ہے اس واسطے کہ سکر اُس کا غالب اور محویت اس کی قوی ہے۔ پھر جبکہ ہوش میں آیا تو روح نفس سے اور نفس روح سے خلاص پاتا ہے اور بندہ سے ہر ایک اپنے محل و مقام کی طرف عود کرتا ہے۔

پھر نفس مطمئنہ کی زبان سے جو اپنے مقام حاجت اور محل عبودیت کی طرف راجع ہے یا اللہ و یا رب کہتا ہے اور روح اپنے فتوح و کشود اور کمال حال کے ساتھ اقوال سے مستقل ہوتی ہے اور یہ کامل اور قریب تر اول سے ہے اس واسطے کہ حق قرب اُس نے استقلال روح بالفتوح سے ادا کیا اور رسم عبودیت کو قائم کیا۔

سے اور کبھی عصیان سے نفس جاری نہ ہو تو صاحب قلب کو قبض نہ ہو اور ہمیشہ روح اور اُس اس کو حاصل رہے اور اعتدال جو قبض کا سدباب کرتا ہے اس قول النبی سے اخذ کیا گیا ہے: کلیدہ تا سوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم یعنی تاکہ نا اُمید نہ ہو تم اُوپر اُس چیز کے کہ جو ہاتھ نہ آئے اور تاکہ خوش نہ ہو تم ساتھ اُس چیز کے کہ تم کو اُس نے دی۔ سو دارد فرح کا جب تک کہ روح اور قلب پر موقوف ہے۔ وہ کثافت اور تیرگی نہیں قبول کرتا اور نہ صاحب فرح قبض کا مستوجب ہے علی الخصوص جبکہ فرح میں لطافت اُس وارد سے آجائے جو ابوار اور ہیبت الی اللہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ کو ملجا و ماوا کرنے کی التجانہ کی تو نفس تاک لگاتا ہے اور اپنا حصہ فرح سے پاتا ہے اور وہ فرح اُس چیز کے باعث ہے جس سے ممانعت اور ہی آئی ہے تو بعض اوقات قبض اُس کے سبب ہوتا ہے اور یہ گناہ لطیف ہے جو موجب قبض ہے اور نفس میں اُس کے حرکات اور صفات سے بہت کو دیکھنا دہیں جو باعث قبض ہیں۔

اذا بعد خوف ورجا کو نہ صاحب قبض و بسط اور صاحب اُس و ہیبت نیست و نابود کرتا ہے اس واسطے کہ وہ دونوں ضرورت ایمان سے ہیں اس لئے وہ معدوم نہیں ہوتے اور قبض و بسط صاحب ایمان کے سامنے معدوم ہو جاتے ہیں اس سبب سے کہ خطر قلب سے ناقص ہے اور صاحب فنا و بقا اور قرب کے سامنے معدوم اس واسطے ہوتے ہیں کہ وہ قلب سے خلاص ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باطن پر قبض اور بسط وارد ہوتا ہے اور سبب اس کا معلوم نہیں ہوتا اور قبض و بسط کا سبب مخفی نہیں رہتا۔ مگر ایسے شخص پر جو کم بہرہ اُس علم سے ہو کہ علم حال اور علم مقام سے محکم ہو اور جس نے علم حال و مقام کو مضبوط و مستحکم کر لیا ہے اُس پر قبض و بسط کا سبب پوشیدہ نہیں۔

اور بسا اوقات قبض و بسط کا سبب اُس پر مشتبہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ ہم قبض سے اور نشاط بسط سے مشتبہ ہو اور اُس کا علم مخصوص اسی کے لئے ہے جس کا قلب مستقیم ہو اور جس نے قبض و بسط کو معدوم کر دیا اور اُس سے آگے ترقی کر گیا

شکم کو نگاہ رکھے۔ اور جو کچھ جمع کرے اور موت اور بوسیدگی کو یاد کرے اور آخرت کا ارادہ کرے تو دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ سو جس کسی نے یہ عمل کیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی جو اُس کا حق ہے اور یہ حیا مقامات میں سے ہے اور حیا نے خاص احوال سے ہے اور یہ وہ ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہا میں اندھیرے گھر میں غسل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حیا کے سبب لپٹا جاتا ہوں۔

ابوالعباس مودب نے کہا کہ مجھ سے سرئی نے کہا کہ میں جو تجھ سے کہتا ہوں اُسے یاد رکھ کہ حیا اور اُنس قلب کے اُس پاس گھومتے ہیں۔ سو اگر اُس میں زہد اور ورع دیکھتے ہیں تو اترتے ہیں نہیں تو چل دیتے ہیں اور حیا رُوح کا سر مچھکانا ہے بزرگی جلال کی بزرگداشت کے لئے اور اُنس رُوح کا لذت حاصل کرنا کمال جمال کے ساتھ ہے۔ پھر جب وہ دونوں جمع ہو گئے تو وہ ملتا ملتا آرزو ہے اور انتہا کی عطا ہے اور شیخ الاسلام نے یہ شعر پڑھے

اشتاہه فاذا بدی اطرت من اجلاله لاخفة بل هیبة وصیانة لجمالہ
الموت فی اذبارہ والعیش فی اقباله واصدعنه اذا بادا روم طیف خیالہ

ترجمہ

مشتاق میں تھا وہ کھلا عظمت سے اُس کا سر مچھکا
ڈر کچھ نہ تھا ہیبت مگر اور حفظ میں اُس کا جمال
جانے میں اُس کے موت ہے آنے میں اُس کے زندگی
مُنہ پھیر لوں جب وہ کھلے اور تب کروں اُس کا خیال

بعض حکماء نے کہا ہے کہ جس نے حیا میں کلام کیا اور اللہ تعالیٰ سے وہ حیا نہیں کرتا اُن باتوں میں جن کے اندر گفتگو کرتا ہے تو وہ مستدرج ہے اور قریب قریب عذاب کے ہے۔ اور ذوالنون نے کہا ہے کہ حیا قلب میں ہیبت کا وجود ہونا ہے اُس شے کی عظمت کے ساتھ جو پہلے تیری طرف سے میرے پروردگار کی طرف سبقت کر گئی ہے۔

اور ابن عطاء نے کہا ہے علم اکبر ہیبت اور حیا ہے سو جب اُس سے ہیبت

نے جواب دیا کہ ہم اُس مکان میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے ۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ فنا اشیاء سے غائب ہوتا ہے جیسے کہ فنا موسیٰ کی تھی، جبکہ اُس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ اور خراز نے کہا ہے کہ فنا حق کے ساتھ معدوم اور متلاشی ہونا ہے اور بقا حضور مع الحق ہے ۔

اور حضرت جنیدؒ نے کہا ہے کہ فنا عاجز ہونا کل کا تیرے اوصاف سے اور سب کا اشتغال تجھ سے بالکل ہے اور ابراہیم ابن شیبان نے کہا ہے کہ علم فنا اور بقا اخلاص و حرانیت اور صحت عبودیت پر دور اور گردش کہنا ہے اور جو چیز اس کے سوا ہے وہ مغالطوں اور الحاد کے قبیل سے ہے ۔

اور خراز سے پوچھا گیا کہ فانی کی علامت کیا ہے؟ جواب دیا کہ جو فنا کا دعویٰ کرے۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کا حظ سبجز اللہ تعالیٰ کے دنیا اور آخرت سے جاتا رہے۔ اور ابو سعید خراز نے کہا ہے کہ اہل فنا جو ہیں ان کی صحت فنا میں یہ ہے کہ علم بقاء اُن کے ساتھ ہو اور اہل بقا کی پہچان صحت کی یہ ہے کہ علم فنا ان کے ساتھ ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ مشائخ کے اقوال فنا اور بقا میں بہت ہیں جو اُن میں سے بعض اشارات فنا و مخالفات اور بقائے موافقات کے جانب ہیں۔ اور یہ وہ ہے کہ جس کو توبہ نصوح مقتضی ہے اور وہ ثابت و وصف توبہ کے ساتھ ہے اور اُن میں سے بعضے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رغبت اور حرص اور اہل ذائل ہو اور یہ وہ ہے جس کو زہد مقتضی ہے اور اُن میں سے اشارہ اس طرف کرتے ہیں کہ اوصاف مذمومہ فانی ہو جائیں اور اوصاف محمودہ باقی رہیں اور یہ وہ ہے جس کو تزکیہ نفس مقتضی ہے ۔

اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ وہ فنا کے مطلق کی حقیقت کی طرف اشارہ ہیں اور پھر جس قدر اشارات ہیں اُن میں سے ہر ایک میں معنی فنا من وجہ لئے گئے ہیں۔ فنا کے مطلق وہ ہے کہ جو امر حق سبحانہ و تعالیٰ سے بندہ پرستولی ہو جائے سو حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہونا بندہ کے ہونے پر غالب آجائے اور وہ فنا ظاہر اور فنا باطن پر منقسم ہے اور ان جملہ فنا سے ظاہر یہ ہے

وصول مقام جلیل ہے اور یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک بندہ کو دوست لکھا کہ اپنے ساتھ وصل کرے تو اس پر راہ مختصر کر دی اور بعید اُس کے قریب ہو گیا۔ اور حنیف کا قول ہے کہ واصل وہ واصل اپنے رب کے پاس ہے۔

اور دریم نے کہا اہل وصول کو اللہ تعالیٰ نے قلوب اُن کے ملا دیئے۔ سو محفوظ القویٰ اور ممنوع خلق سے ہمیشہ ہیں۔ اور ذوالنون نے کہا کوئی نہیں پلٹا جو کوئی پلٹا مگر طریق سے اور کوئی اُس کو نہیں پہنچا کہ اُس سے رجوع ہوا ہو۔

اور جاننا چاہیئے کہ اتصال اور موصلت کی طرف مشائخ نے اشارہ کیا ہے اور جو کوئی یقین صافی کو ذوق اور وجد کے طریق سے پہنچا تو وہ وصول کے ایک مرتبہ میں ہے۔ پھر اُن میں بھی تفاوت کرتے ہیں۔ سو اُن میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کو بطریق افعال پاتا ہے اور وہ مرتبہ تجلی میں ہے تو اُس کا اور غیر کا فعل فانی ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اُس حالت میں تدبیر اور اختیار

سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ ایک مرتبہ وصول میں ہے اور بعض اُن میں سے وہ ہیں جو مقام ہیبت اور اُنس میں توقف کرتے ہیں۔ اُن باتوں کے سبب کہ جس کے ساتھ کشف قلب اُن کا ہوتا ہے۔ یعنی جلال اور جمال سے اور یہ ترقی بطریق صفات ہے اور وہ ایک مرتبہ وصول میں ہے اور اُن میں سے بعض وہ ہیں جو مقام فنا کو ترقی کرتے ہیں۔ اس حالت سے کہ انوار یقین و مشاہدہ اُس کے باطن کو مشتمل

ہیں اور وہ اپنے وجود میں اُس کے شہود میں غائب ہے۔ اور یہ ایک قسم کی تجلی ذات ہے اُن لوگوں کے لئے جو خاص مقربین سے ہیں اور یہ مقام ایک مرتبہ وصول میں ہے اور اس کے اوپر حق الیقین ہے اور دنیا میں اُس سے خواص کے لئے ایک چشم زدن ہے اور وہ نور مشاہدہ کا سرمایہ کلیہ بندہ میں ہے یہاں تک کہ اُس سے راجع قلب اور نفس حتیٰ کہ قالب اس کو بہرون ہوتا ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ وصول کا ہے

اور جب کہ حقائق مستحق ہوں تو بندہ اُن احوال شریفہ کے ساتھ جانتا ہے کہ وہ پہلی منزل میں دُور پڑا ہوا ہے۔ پھر وصول کہاں افسوس کہ طریق وصول کی منزلیں عمر آخرت ابدی میں کسب قطع نہیں ہو سکیں، پھر کس طرح دنیا کی چھوٹی

اور جو قول اور فعل سے اُس پر جاری ہو اُس سے وہ غائب نہیں ہوتا۔
 اور اقسام فنا سے یہ ہے کہ ہر ایک قول اور فعل میں مرجع اُس کا اللہ تعالیٰ
 کی طرف ہو اور حکم کا منتظر اپنے کلیات امور میں ہوتا ہے تاکہ وہ سب اشیا میں باللہ
 ہونہ بنفسہم سوا اختیار کا ترک کرنے والا فعل حق کا منتظر فانی ہے اور حکم حق کا صاحب
 انتظار اپنے کلیات امور میں راجع الی اللہ اپنے باطن سے محرمات میں فانی ہے اور
 جو شخص کہ اُس کے اختیار کا مالک اُس کو اللہ تعالیٰ نے کیا ہو اور اُس کو تصرف
 میں آزاد اور مطلق کر دیا ہو اختیار کر لے جس طرح چاہے اور ارادہ کر لے نہ وہ
 منتظر فعل کا ہو اور نہ وہ منتظر اذن حکم کا ہو وہ باقی ہے اور باقی اُس مقام میں
 ہے کہ نہ حق حاجب اُس کا خلق سے ہے اور نہ خلق اُسے حاجب حق سے ہے اور
 فانی حق کے ساتھ محبوب خلق سے ہے اور فنا نے ظاہر ارباب قلوب اور احوال
 کے لئے ہے اور فنا نے باطن اُس کے لئے ہے جو احوال کی قید اور بٹری سے
 رہا اور باللہ ہو گیا نہ بالا حوال اور قلب سے خارج ہو گیا اور وہ اپنے مقلب
 کے ساتھ ہو گیا نہ یہ کہ اپنے قلب کے ساتھ ہوا۔

باسمہٴ ہواں باب

ان کلمات کی شرح میں ہے جو اصطلاح صوفیہ سے بعض احوال کے مشیر ہیں

حضرت جابرؓ سے حضرت نبی علیہ السلام سے روایت کی فرمایا کہ معاون تقویٰ
 سے علم کا تجھے حال کرنا ہے۔ یہاں تک کہ جو جان لے علم اُن چیزوں کا جن کو تو
 نہیں جانتا اور جو جان چکا ہے اُس میں نقص قلت زیادت کی ہے۔ اور یہی بات
 ہے کہ آدمی نامعلوم چیزوں کے جاننے میں زہد اور کم رغبتی یہ کہتا ہے کہ جو علم حاصل
 کیا اُس سے انتفاع کم حاصل کرتا ہے۔

ہر آئینہ مشافح صوفیہ نے بنیاد تقویٰ کو مضبوط اور مستحکم کیا اور علم کو اللہ تعالیٰ

اس واسطے کہ وہ رتبہ ایمان سے رتبہ ایقان و حال محبت، خاص کو ترقی کر گیا۔ سو کبھی حق اُس کو قبض کرتا ہے اور کبھی بسط کرتا ہے۔

واسطی نے کہا ہے کہ وہ قبض کرنا اُس چیز سے تجھے ہے جو تیرے واسطے ہے اور بسط تجھے اُس چیز میں دیتا ہے جو اُس کے لئے ہے اور نوری نے کہا قبض تجھ کو میرے ساتھ کرتا ہے اور بسط تیرا اپنے واسطے کرتا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ وجود قبض صفت نفس کے ظہور اور غلبہ سے ہے اور ظہور بسط ظہور صفت اور غلبہ قلب سے ہے اور نفس جب تک لو امر ہے تب تک وہ کبھی مغلوب ہے اور کبھی غالب ہے اور قبض و بسط اُس کے اعتبار سے اُس سے ہوتا ہے اور صاحب قلب حجاب نورانی کے نیچے ہے اس واسطے کہ قلب اُس کا موجود ہے جس طرح صاحب نفس حجاب ظلمانی کے نیچے اپنے نفس کے وجود ہے۔ پھر جبکہ وہ قلب سے ترقی کرے اور اُس کے حجاب سے نکلے تو اُس کو حال نہ مقید کرتا ہے اور نہ اُس میں تصرف کرتا ہے۔ سو اب وہ قبض و بسط کے تصرف سے باہر ہو جاتا ہے سو نہ قبض میں ہوتا ہے اور نہ بسط میں جب تک کہ وہ وجود نورانی سے کہ وہ قلب ہے آزاد اور قریب کے ساتھ متحقق بلا حجاب نفس و قلب ہے۔ پھر جبکہ فنا و بقاء سے وجود کی طرف پلٹے تو وہ وجود نورانی کی طرف جو قلب ہے پلٹے گا سو اُس وقت قبض و بسط بھی عود کرے گا اور جب تک فنا اور بقاء کے ساتھ رہا ہو تو نہ قبض ہے اور نہ بسط۔ فارسی نے کہا اول قبض و بسط ہے بعد اس کے نہ قبض ہے اور نہ بسط ہے۔ اس واسطے کہ قبض و بسط وجود میں واقع ہوتا ہے مگر فنا اور بقاء کے ساتھ سو نہیں ہے پھر قبض کبھی عقوبت افراد بسط کے لئے ہوتا ہے اور نہ اس واسطے کہ وارد منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتا ہے تو قلب راحت اور فرحت اور بشارت سے مملو ہو جاتا ہے۔ سو اس حالت میں نفس استراق سمع کرتا یعنی چوری سے کان لگا کر سنتا ہے اور اپنا حصہ لیتا ہے اور جب وارد غیبی کا اثر نفس کو پہنچتا ہے تو وہ بالطبع طغیان اور بسط میں افراط کرتا ہے یہاں تک کہ بسط نشاط کے ہم شکل ہو جاتا ہے اور اگر نفس کی تادیب اور تعدیل کی جائے اور کبھی طغیان

اور کوئی مطلع نہیں ہوا۔

اور ابو سعید خدریؓ کا قول ہے کہ عارفین باللہ کے لئے بہت خزانے ہیں جن میں امانت بہت علوم غریبہ اور اخبار عجیبہ رکھے ہیں کہ ان میں لسان ابدیت سے تکلم کرتے ہیں اور اُسے بعبادت ازلیت خیر دیتے ہیں اور وہ علم مجہول سے ہے۔ سو اُس کا یہ قول کہ بزبان ابدیہ اور عبارت ازلیہ اشارہ اُس کی طرف ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نطق اور کلام کرتے ہیں اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمایا ہے نبی نطق اور وہ علم لدنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی نسبت نخصر کے حق میں فرمایا ہے :

آتیناہ رحمة من عندنا وعلماہ من لدنا علما۔ یعنی ہم نے اُس کو اپنے پاس رحمت دی اور ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔
 سو بعض اُن میں سے جن کو اُن کی زبانوں نے کلمات سے مستعمل کیا تاکہ ایک دوسرے کو سمجھادیں اور اُن کی طرف سے ایک اشارہ اُن احوال کی طرف ہے جن کو وہ پاتے ہیں اور ایسے معاملات دلی میں جن کو وہ جانتے ہیں ان کا قول ہے جمع و تفرقہ۔ بعضوں کا قول ہے کہ جمع اور تفرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔
 شہد اللہ انہ لا الہ الا هو۔ سو یہ جمع ہے بعد از ان تفریق کی اور فرمایا :
 والصدیكة واولوا العلم اور قول اللہ تعالیٰ کا آمنا باللہ جمع ہے اور یہ تفریق اپنے اس قول سے وما انزل الینا اور جمع اصل ہے اور تفرقہ فرع ہے۔
 پس جتنے جمع بلا تفرقہ ہیں وہ زندقہ اور الحاد ہیں اور جن قدر تفرقہ بلا جمع ہیں وہ تعطیل ہیں۔

اور جنیدؒ نے کہا ہے کہ قریب بالوجد جمع ہے اور غیبت اُس کی بشریت میں تفرقہ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جمع اُن کی معرفت میں اور فرق اُس کا احوال میں ہے اور جمع وہ اتصال ہے کہ صاحب جمع اُس کو نہیں مشاہدہ کرتا مگر حق پھر جبکہ اُس کے غیر کو دکھایا تو جمع نہیں اور تفرقہ شہود اُس کا جسے مبانیہ سے چاہا اور عبارات صوفیہ اُس میں بہت ہیں اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات نے جمع

نو اُس کا نفس مطمئنہ ہے کہ اُس کے جوہر سے وہ آگ نہیں نکلتی جو موجب قبض ہے اور نہ اُس کا دریا نے طبیعتِ باد ہوئی سے متلاطم ہوتا ہے تا آنکہ بسط اُس سے ظاہر ہو اور بسا اوقات ایسے شخص کے لئے قبض و بسط فی نفسہ ہوتا ہے نہ من نفسہ سو اُس کا نفس مطمئنہ قلب کی طبیعت رکھتا ہے سو قبض و بسط اُس کے نفس مطمئنہ میں جاری رہتا ہے اور حالاً نہ اُس کے قلب کو نہ قبض ہے اور نہ بسط ہے اس واسطے کہ قلب کا حال یہ ہے کہ نورِ روح کی شعاعوں سے متحصن ہے اور قرار کی آرام گاہیں قرار گرفتہ ہے سو اُس کو قبض ہے نہ بسط ہے۔

اور بعض احوال سے فنا اور بقا ہے

ہر اثنینہ علمائے صوفیہ نے کہا ہے کہ فنا یہ ہے کہ اُس سے مخلوق فنا ہو جائیں پس کسی چیز میں اُس کو حوظ نہ ہو بلکہ تمام اشیا سے وہ فنا ہو جاتا ہے اس چیز کے شغل کے سبب جس میں وہ فنا ہو گیا ہے۔

اور عامر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ میں نہیں پرواہ کرتا ہوں عورت کو میں نے دیکھا یا کہ دیوار کو دیکھا اور اُس چیز میں محفوظ ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور تمام مخالفتوں سے دُرخ پھیرے ہوئے ہے اور بقا اُس کے پیچھے پیچھے ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اُس شے سے فنا ہو جائے جو اُس کے واسطے ہے اور اُس شے کے لئے باقی رہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ باقی یہ ہے کہ کُل اشیا اُس کے لئے شے واحد ہو جائیں سو اُس کے تمام حرکات موافقتِ حق کے اندر بغیر مخالفت اُس کے ہوں اور وہ مخالفت سے فانی اور موافقت سے باقی ہو۔

اور میرے نزدیک یہ جس کا ذکر اس قائل نے کیا ہے وہ تو یہ نصوص کی صحت کا مقام ہے اور فنا و بقا سے کسی بات میں نہیں ہے اور اشارہ بقا سے وہ ہے جو عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اُس کو کسی شخص نے طواف کی حالت میں سلام کیا اور اس نے جواب سلام نہ دیا تو بعض اصحاب سے اُس کی شکایت کی تو آپ

دیکھنا تفرقہ ہے اور صفات کا دیکھنا جمع ہے اور ذات کا جمع الجمع ہے۔

بعض صوفیہ سے لوگوں نے حال موسیٰ علیہ السلام کا پوچھا جبکہ وقت کلام تھا تو کہا موسیٰ ہوسنی سے فنا ہو گیا۔ سو موسیٰ کو موسیٰ سے کچھ خبر نہ تھی۔ پھر کلام اور کلام کرنے والا اور کلام جس سے کیا وہ تھا اور کیونکر موسیٰ کو طاقت اس کی تھی کہ بارہ خطاب کو اٹھاتا اور جواب دیتا اگر وہ اُس کی نہ سماعت کرتا اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک قوت بخشی تھی اُس قوت سے اُس نے سنا اور جو یہ قوت نہ ہوتی تو سماجت پر قادر نہ ہوتا اور قائل نے مثال دے کر یہ ابیات پڑھے

ویدالہ من بعد ما اندمل العوی
برق تعلق موہنا لمعانہ
یبدا وکجا شیتہ الرداء دونہ
صعب الذرے متمتع ارکانہ
قید الینظر کیف لاخ فلہ یطق
نظر الیہ و ددہ اشجانہ
فالنار ما اشتملت علیہ ضلوعہ
والماء ما سمحت بہ اجفانہ
ترجمہ از مترجم فارسی

برست بیشک اُن نہ کہ اُن ماہ روی بود
از چشم روئے خود بن اُن مہ چناں نمود
یا گوشہ رداست کہ اُن دلرباے من
زاں دست بر بلند شواخ، ہی نہ بود
پیداشده است تا من ناظر شوم برو
لیک اُن وہاں عشق شدہ است درینا خورد
و جب آنکہ ہر دو پہلو بروے شود ہم
آب آنکہ نوک مژگان دہم بریں حدود

اور بعض اُن کا قول تجلی اور استتار

جناب جنید نے کہا کہ وہ تادیب اور تہذیب اور تذویب ہے سو تادیب موقع استتار کا ہے اور وہ عوام کے لئے ہے اور تہذیب خواص کے لئے ہے اور وہ تجلی ہے اور مدحیت یعنی گدازہ اولیاء کے لئے ہے اور جو مشاہدہ ہے اور استتار اور تجلی میں حاصل اشارات کا صفات نفس کے ظہور کی طرف راجع ہے اور اسی میں سے استتار ہے اور وہ صفات نفس کی غیبت کی طرف اشارہ کمال قوت صفات

کہ حق سبحانہ و تعالیٰ التجلی بطریق افعال کرے اور بندہ سے اُس کے اختیار و ارادہ کو سلب کر لے اور اُس وقت اپنے نفس نہ آپ سے غیر کے لئے کوئی فعل نہ دیکھے مگر حق کے ساتھ۔ پھر اُس کو معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کے موافق پکڑے۔ حتیٰ کہ میں نے سنا ہے کہ بعض وہ لوگ جو اس مقام میں فنا سے قائم ہیں، بہت روز اس طرح گزارتے تھے کہ وہ نہ کھانا کھاتے تھے اور نہ پانی پیتے تھے یہاں تک کہ اُس کے لئے فعل حق اس میں تہارہ جاتے اور اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو پہنچاتا ہے جو اُس کو کھلانے اور پلانے میں طرح چاہے اور پسند کرے۔ اور یہ مجھے اپنی جان کی قسم فنا ہے اس واسطے کہ وہ اپنے نفس سے فنا ہو چکا ہے اور غیر سے بھی کہ اُس کی نظر اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف ہے اس وجہ سے کہ غیر اللہ کا فعل فانی ہے۔

اور فنا نے باطن یہ ہے کہ کبھی مکاشفہ صفات کا اور کبھی مشاہدہ آثارِ عظمتِ ذات کا ہو سو اُس کے باطن پر امر حق مستولی ہو جاتے یہاں تک کہ اُس کے لئے کوئی خطرہ نفسانی اور وسوسہ شیطانی باقی نہ رہے اور فنا کی ضرورت سے نہیں ہے کہ اُس کا احساس جاتا رہے اور کبھی بعض اشخاص کے لئے غیبت احساس کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے اور یہ ضرورت فنا سے علی الاطلاق نہیں ہے۔

اور میں نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ بصری سے سوال کیا اور کہا اُس سے آیا بقلے خیالاتِ سر میں اور وجود و سواس کا شرکِ خمی سے ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بات تھی کہ یہ شرکِ خمی سے ہے سو اُس نے کہا یہ مقام فنا میں ہوتا ہے اور اُس نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ شرکِ خمی سے ہے یا نہیں؟ یہ ایک حکایتِ مسلم بن یسار کی بیان کی کہ وہ نماز میں تھے اور اُس وقت جامع مسجد کا ایک ستون گر پڑا اور اُس کے شدتِ صدمہ سے اہل بازار گھبرائے اور مسجد میں داخل ہوئے تو آپ کو نماز کے اندر دیکھا اور ستون اور اُس کے گر جانے سے اُس کو جس نہیں ہوئی سو یہ استغراق اور فنا نے باطن ہے۔ بعد ازاں اُس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شاید وہ فنا کے ساتھ مستحق ہو جاتا ہے اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ روح اور قلباً

اور بعضے اُن میں سے وجد اور تواجد اور وجود ہے

سو وجد وہ ہے جو باطن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہو کہ اُسے کسب کرنے خوشی سے یا دلچسپی سے اور اُس کو متغیر صورت میں کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف تک لگاتا ہے اور وہ ایک فرحت ہے کہ اُس سے مغلوب بصفات نفس خود پاتا ہے اور اُس سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے۔ اور تواجد وجد کا ذکر اور فکر کے ساتھ کشش کرتا ہے۔ اور وجود وجد کے سوراخ کا وسیع ہونا اس سبب سے ہے کہ وجد ان کی قضا میں نکل جاتا ہے تو وجد وجدان کے ساتھ نہیں ہے اور عیان کے ساتھ خبر نہیں ہے تو وجد عرضیہ ذوال کے ساتھ ہے اور وجود ثابت مثل ثبوت جمال ہے اور البتہ کہا گیا ہے

قد کان یطرب من وجدی فاقفدنی

عن رویۃ الوجد من فی الوجد موجود

والوجد یطرب من فی الوجد راہتہ

ترجمہ از مترجم فارسی سے

خوشا حالی کہ در وجد است لیکن دزد موجود

دہر وجد طرب اورا کہ ویرا روح در وجد است

فاما در حضور حق شود آں وجد زو مفقود

اور بعضے شرح اُن کلمات سے غلبہ ہے

غلبہ وجد متلاحق ہے پس وجد بجلی کی مثال ظاہر ہوتا ہے اور غلبہ مثل اُس کے ہے کہ تجلی متواتر لاحق ہو اور تواثر اُس کا تمیز نہ ہو سکے۔ سو وجد جلد منقطع ہو جاتا ہے اور غلبہ امر اہل کے لئے حصن حصین ہو کر باقی رہتا ہے۔

اور بعضے اُن میں سے مُسامرہ ہے

اور وہ ادواح کا فرد ہے جبکہ وہ سرگوشی چھپ کر کرتی ہے اور مرالسر میں اُس کی نرم نرم باتیں ہیں اپنے لطیف ادراک سے جو قلب کے لئے ہے اس

کے لئے سیکھا اور اپنے تقویٰ کے موقع کے لئے عمل اُن چیزوں پر کیا جن کو انہوں نے علم جانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں اُن کو تعلیم کیں غرائب علوم اور اشاراتِ دقیق سے جو وہ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے غرائب علوم اور عجائب اسرار استنباط کئے اور اُن کے قدم کو علم میں راسخ کر دیا۔

ابوسعید خدریؓ نے کہا ہے کہ کلام اللہ کا اول فہم یہ ہے کہ اُس کلام پاک پر عمل کرے۔ اس واسطے کہ علم اور فہم اور استنباط اُس میں ہے اور آغاز فہم کا یہ ہے کہ کان اُس پر رکھے اور اس کے اس قول پاک بلند کو مشاہدہ کرے۔

ان فی ذلک لذکرى لمن کان له قلب او السمع وهو شهید۔
یعنی البتہ اس مقدمہ میں نصیحت ہے واسطے اُس شخص کے کہ دل رکھے یا کان رکھے متوجہ ہو کر۔“

اور ابوبکر واسطیؓ نے کہا ہے کہ علمائے راسخ علم میں وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح کے ساتھ غیب الغیب اور سر السریں ثابت قدم اور استوار ہو گئے ہیں۔ پھر اُن کو واقف کر دیا اُن علوم سے جن سے اُنہیں واقف کر دیا اور اُن سے ارادہ اُن مقتضائے آیات کا کیا جو اُن کے غیر سے نہیں کیا اور وہ لوگ دریائے علم میں فہم کے ساتھ گھس گئے تاکہ ترقی حاصل کریں۔ اُس وقت فہم سے اُنہیں وہ ذخیرے خزان کے جو ہر ایک حرف اور آیت کی تہ میں تھے اور عجائب نص مشکوف ہوئے۔ تب انہوں نے در و جواہر نکالے اور حکمت کے ساتھ انہوں نے کلام کیا اور البتہ حدیث میں وارد ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت ابی ہریرہؓ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ بعضے ایسے علم ہیں جیسے رکون کہ اس کو کوئی سجز علماء باللہ کے نہیں جانتا۔ پھر جبکہ اُس کے ساتھ کلام کیا تو اُس کا انکار نہیں کرتا مگر وہ شخص جو مغرور باللہ ہے۔

قرشیؓ سے سموع ہے کہ وہ کہتا تھا کہ وہ علم اسرار اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء اور سموات کبریٰ کو عنایت فرمائی ہے ان بدوں اس کے کہ وہ کسی سے سنیں اور یا کسی سے پڑھیں اور یہ اُن اسرار میں سے ہیں کہ سجز چند خواص کے

ہے جو بطریق کشف اور نوال کے ہو اور حق الیقین وہ ہے کہ ناظم وصال کے درود سے منفصل آب و گل کی لوٹ سے بالتحقیق ہو گیا۔ فائز کا قول ہے کہ علم الیقین وہ ہے جس میں اضطراب نہ ہو اور عین الیقین وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس راہ کو امانت رکھا ہو اور علم جب صفت یقین سے علیحدہ ہوا تو وہ علم بلاشبہ ہوگا اور جب اُس کے ساتھ یقین منضم ہو گیا تو وہ علم بلاشبہ ہے اور حق الیقین حقیقت اس شے کی ہے جس کا اشارہ علم یقین اور عین الیقین نے کیا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے کہا حق الیقین وہ ہے کہ بندہ اُس کے ساتھ متحقق ہو اور وہ یہ ہے کہ مشاہدہ غیوب ایسے ہی کرے کہ مرئیات کا مشاہدہ مشاہدہ عیان سے کرتا ہے اور غیب پر حکم کرتا ہے اور اُسے سچی خبر دیتا ہے جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے خبر دی جبکہ جواب اُس نے دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا کہ تو نے اپنے عیال کے لئے کیا باقی رکھا؟ تو کہا اللہ کو اور اُس کے رسول کو۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ علم الیقین حال تفرقہ ہے اور عین الیقین حال جمع اور حق الیقین جمع الجمع بزبان توحید ہے۔ اور بعضوں کا مقولہ ہے کہ یقین کے لئے اتم ہے اور اتم ہے اور علم ہے اور عین ہے اور حق ہے سوا اسم اور رسم عوام کے لئے ہے اور علم الیقین اولیاء کے لئے ہے اور عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کے لئے اور حقیقت حق الیقین کے ساتھ مختص ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور بعض اُن اشارات سے وقت ہے

اور وقت سے مراد وہ چیز ہے جو بندہ پر غالب ہو اور اغلب اُس میں کا جو بندہ پر ہو وقت ہے اس واسطے کہ وہ تلوار کی مثال ہے کہ وہ دواں اُس کے حکم سے ہوتا ہے اور قطع کرتا ہے اور کبھی وقت سے مراد وہ چیز ہے جو بندہ پر ہجوم لاتی ہے اور اُس کے سر پر ناگاہ آتی ہے اُس کے کسب سے نہیں ہوتی اور اُس میں تصرف کرتی ہے سو وہ اپنے حکم کے ساتھ ہوتی ہے۔ محاورہ میں ہے کہ فلان

کے ساتھ اشارہ تجرید توحید کی طرف کیا ہے اور تفرقہ کے ساتھ اشارہ اکتساب کی طرف کیا ہے۔ بنا برآں کوئی جمع نہیں مگر تفرقہ کے ساتھ اور کہتے ہیں نلال عین جمع میں ہے کہ اُس سے عنوان اُس کا کہتے ہیں کہ استیلا مراقبہ حق کا اُس کے باطن پر ہے۔ پھر جبکہ اُس نے اپنے اعمال سے کسی چیز کی طرف رجوع کی تو تفرقہ کی طرف رجوع کی۔ پس جمع کی صحت تفرقہ کے ساتھ ہے اور تفرقہ کی صحت جمع کے ساتھ ہے سو یہ جو ہے اُس کا حاصل اُس کی طرف رجوع ہے کہ جمع علم باللہ سے اور تفرقہ علم بامر اللہ سے ہے اور ان دونوں سے چارہ نہیں ہے۔

مزین نے کہا ہے کہ جمع عین فنا باللہ ہے اور تفرقہ عبودیت ہے کہ اُس کا بعض متصل بعض ہے اور ہر آئینہ قوم نے غلطی کی اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ عین جمع میں ہیں اور صرف توحید کی طرف اشارہ کیا اور اکتساب کو معطل کر دیا اور وہ لوگ زندیق ہو گئے اور جمع حکم روح ہے اور تفرقہ حکم قالب ہے اور جب تک کہ یہ ترکیب باقی ہے تو جمع اور تفرقہ سے گزیر نہیں ہے اور واسطی نے کہا ہے کہ جب تو اپنے نفس کی طرف نظر کرے تفرقہ میں ٹوٹ گیا اور جب اپنے رب کی طرف دیکھے جمع میں ٹوٹے اور جب تو اپنے غیر سے قائم ہے تو فانی ہے بلا جمع اور بلا نفرت کے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ جمع اُن کی بنا ہے اور تفرقہ اُس کا فی صفات ہے اور کبھی وہ جمع اور تفرقہ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جب اُس نے اپنے نفس کے لئے کسب ثابت کیا اور اپنے اعمال کی طرف نظر کی تو وہ تفرقہ میں ہے اور جب کہ اشیاء کو حق کے ساتھ ثابت کیا تو جمع میں ہے اور تمامی اشارات اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ کون تفرقہ ڈالتا ہے اور کون جمع کرتا ہے سو جس نے کون کو یکتا کر لیا تو اُس نے جمع کی اور جس نے کون کی طرف نظر کی تو وہ تفرقہ میں پڑا تو تفرقہ عبودیت ہے اور جمع توحید ہے۔ پھر جبکہ اپنی طاعت کو ثابت کسب کیا تو صاحب تفرقہ ہو گیا اور جو اثبات اُس کا باللہ کیا تو ثابت جمع ہوا اور جب فنا کے ساتھ متحقق ہوا تو وہ جمع الجمع ہے اور ممکن ہے یہ کہا جائے کہ افعال کا

اور بعض انہیں سے طوارق اور بوادی اور مادہ

اور مواقع اور قادح اور طوالع اور لوا مع اور لوا مح ہے

اور یہ تمام الفاظ قریب المعنی ہیں اور ممکن ہے کہ اُس میں قول شرح اور بسط سے کیا جائے اور اُس کا حامل معنی واحد کی طرف راجع ہو اور عبارت میں کثیر ہو۔ سو اُس میں کچھ فائدہ نہ ہوا اور مراد یہ ہے کہ یہ سب اشیاء مبادی الحال اور اُس کے مقدمات ہیں اور جب حال صحیح ہوا تو وہ سب اسماء اور اُن کے معانی کا استیعاب کرے گا۔

اور اُن میں سے تلوین اور تکوین ہے

سو تلوین اہل قلوب کے لئے ہے اس واسطے کہ وہ پردہ ہائے قلوب کے نیچے ہیں اور قلوب کے لئے صفات کی طرف رسیدگی ہے اور صفات کے لئے تعدد و تقدیر تعدد اپنے درجات کے لئے تو دریافت ہوا کہ ارباب قلوب کے لئے تقدیر تعدد صفات کے تلوینات ہیں اور قلوب اور ارباب قلوب کے لئے تجاوز عالم صفات سے نہیں ہے بلکہ ارباب تمکین سو وہ احوال کے لئے زہدانوں سے باہر نکل گئے اور پردہ ہائے قلوب کو چاک کر دیا اور اُن کی رُوحوں نے نور ذات کے سطوح سے مباشرت کی تو تلوین اس وجہ سے اُٹھ گئی کہ ذات میں تغیر نہیں ہے کیونکہ ذات اُس کے حلول حوادث اور تغیرات سے بزرگ و برتر ہے۔

پس ہر گاہ موطن قرب کی طرف تجلی ذات کے نشانات سے گئی تو اُن سے تلوین مرتفع ہو گیا اور اس وقت تکوین اُن کے نفوس میں ہے اس واسطے کہ وہ نفوس محل قلوب میں اُن کی طہارت اور قدس کے موضع کے سبب ہیں اور تلوین جو نفوس میں واقع ہوتی ہے تو اُس کا صاحب تلوین حال تمکین سے خارج نہیں ہوتا اس واسطے کہ تلوین کا نفس میں جاری رہنا اس واسطے ہے کہ رسم

تعلب کے ساتھ ہے اور اسی میں سے تجلی ہے۔ چھرتجلی کبھی بطریق افعال ہوتی ہے اور کبھی بطریق صفات اور کبھی بطریق ذات ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے رحمت کے سبب موضع استنار کا خواص اور غیر خواص پر باقی رکھا ہے۔

پس خواص کے لئے تو اس وجہ سے کہ وہ لوگ اُس کے ساتھ مصالح نفوس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور غیر خواص کے لئے اس وجہ سے کہ اگر وہ موضع استنار نہ ہوتے تو اُن سے اور لوگ انتفاع حاصل نہ کرتے اس واسطے کہ اُن کو جمع الجمع میں استغراق اور اُن کا بے ذرا لٹو واحد قہار کے لئے ہوتا ہے۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ تجلی حق کی علامت امر الہ کے لئے یہ ہے کہ شہود اس طرح نہ ہو کہ اس پر تعبیر تسلط ہو اور اُس پر فہم حاوی ہو جائے سو جس نے تعبیر کیا یا کہ فہم کیا تو وہ صاحب استدلال ہے نہ کہ ناظر اجلال۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ تجلی پر وہاں بشریت کا اٹھنا ہے نہ یہ کہ ذات حق عزوجل کے ساتھ متلون ہو اور استناد یہ ہے کہ بشریت تیرے اور شہود غیب کے درمیان حائل ہو۔

اور بعضے ان میں سے تجرید اور تفرید ہے

ایک اشارہ اُن میں سے تجرید اور تفرید میں ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اغراض سے مجرد اور خالی ہو جائے ان باتوں میں جن کو وہ کہتا ہے نہیں کرتا اُس کو جسے وہ کہتا ہے کہ دنیا و آخرت کے اغراض پر اُس کی نظر ہو بلکہ جو کچھ اُسے حق عظمت سے مکشوف ہو اس کو بروی عبودیت اور انقیاد کے اپنی کوشش کے موافق ادا کرتا ہے اور تفرید یہ ہے کہ اپنے نفس کو اُن کاموں کے اندر نہ دیکھے جو وہ کرتا ہے بلکہ وہ احسان الہی اپنے اوپر دیکھتا ہے۔

نہیں تجرید یا غیاد کی نفی سے ہے اور تجرید اپنے نفس کی نفی سے اور استغراق نفس سے جو نعمت الہی کے اندر ہو مرتبہ ہوتا ہے اور کسب سے غیبت ہوتی ہے۔

ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت
 ہجرتہ الی دنیا ینکحہا والی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما
 ہاجر الیہ - یعنی البتہ عمل ساتھ نیتوں کے ہیں اور البتہ واسطے ہر آدمی کے
 وہ ہے کہ جو نیت کرے۔ پس جو شخص کہ ہجرت اُس کی طرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے
 رسول کے ہووے۔ پس ہجرت اُس کی طرف اللہ اور اُس کے رسول کے ہے اور جو
 کوئی کہ ہجرت اُس کی طرف دنیا کے ہے اس کو پہنچ رہے گا یا طرف عورت کے کہ اُس
 سے نکاح کرے۔ پس ہجرت اُس کی طرف اُس چیز کے ہے کہ جس کی طرف اُس
 نے ہجرت کی۔“

نیت اول عمل ہے اور اُسی کے موافق عمل ہوتا ہے اور مرید کے لئے سب سے
 زیادہ ضرر ابتداء امر میں طریق قوم کے اندر یہ ہے کہ وہ طریق صوفیہ میں داخل
 ہو اور اُن کے لباس سے محلی ہو اور اُن کے ہی گروہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نشست
 کرے اس واسطے کہ دخول اُس کا اُن کے طریق میں ہجرت اُس کے حال اور وقت
 کی ہے اور البتہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مہاجر وہ ہے جس نے ہجرت اُس چیز
 سے کی جس سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو باز رکھا۔ اور ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
 ومن ینخرج من بیتہ مہاجر الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت
 فقد وقع اجرہ علی اللہ - یعنی اور جو شخص نکلتا ہے اپنے گھر سے طرف اللہ تعالیٰ
 اور اُس کے رسول کے ہجرت کرتا ہوا پھر پالیوے موت اُس کو، تو البتہ ثواب
 اُس کا اوپر اللہ تعالیٰ کے واقع ہے۔

پس مرید کو سزاوار ہے کہ وہ طریق قوم کے طرف اللہ تعالیٰ کے واسطے نکلے
 اس واسطے کہ اگر وہ درجہ نہایت قوم تک پہنچ گیا تو قوم میں شامل اور لاحق ہو گیا
 اور اگر اس کو موت آپہنچی قبل اس کے کہ نہایت قوم کو پہنچے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ
 پر ہے اور جس شخص کی ابتدا مستحکم ہوگی تو اُس کی نہایت بھی اتم و اکمل ہوگی۔
 حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اکثر عواتق اور حوائل
 اور موانع فساد ابتداء سے ہوتے ہیں۔ پس مرید اس طریق کے سلوک کے

وجہ سے کہ رُوح اُس کے ساتھ متفرد ہے۔ سو رُوح اُس سے بغیر قلب کے لذت یاب ہوتی ہے۔

اور بعضے اُن اشارات سے سُکر اور صحو ہے

سُکر سلطان حال کا استیلا ہے اور صحو تریب افعال اور تہذیب اقوال کی طرف رجوع کرنا ہے۔ محمد بن حنیف کا قول ہے کہ سُکر جو ش قلب کا ہے جبکہ ذکر محبوب کے معارضات ہوں۔ اور واسطی نے کہا ہے کہ وجد کے مقامات چار ہیں۔ ذہولی پھر حرب پھر سُکر پھر صحو، جیسے کسی ایک شخص نے دریا کو سُنا پھر اُس کے قریب ہوا پھر اُس کے اندر گھسا پھر اُس کو لہروں نے اپنے اندر لے لیا سو بنا بر اُس کے جس شخص پر کہ سرایت حال کا اثر باقی ہے تو اُس پر اثر سُکر کا ہے اور جو شخص کہ اُس کی ہر ایک شے اپنی قراد گاہ پر آگئی تو وہ صامی ہے۔ پس سُکر اہل قلوب کے لئے ہے اور صحو اُن کے لئے جن کو غیب کے حقائق مکشوف ہوتے ہیں۔

اور بعضے اُن میں سے محو اور اثبات ہے

محو اوصاف نفوس کے دور ہونے سے ہے اور اثبات اُس چیز کے باعث ہے کہ اُن پر آثارِ حب سے پیالہ دور میں لائے جاتے ہیں۔ یا کہ محورِ سوم اعمال کا محو منسی ہونا اُس نظرِ فنا سے ہے جو اپنے نفس اور افعالِ نفس پر ہے۔ اور اثبات اعمال کا ثابت کرنا اُس شے کے ساتھ ہے کہ حق نے اُس کے لئے وجود سے پیدا کیا تو وہ بالحق ہے نہ بنفسہ اور حق اُس کو ثابت از سر نو کر دیتا ہے۔ بعد ازاں کہ اُس کو اوصاف اُس کے سے محو کر دیا اور مٹا دیا ہے۔ ابن عطاء نے کہا ہے کہ اُن کے اوصاف مٹا ہے اور ان کے اسرار ثابت کرتا ہے۔

اور بعضے اُن میں سے علم یقین اور عین یقین اور حق یقین ہے

سو علم یقین وہ ہے جو نظر اور استدلال کے طریق سے ہو اور عین یقین وہ

کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آدمی اُس کے نزدیک مثل اباہیعی بکری کی میگنی کے ہو جائیں۔ پھر وہ اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور وہ اُس کو کمترین کمترین دیکھے۔ یہ اشارہ خلق سے قطع نظر کی طرف اور اُن سے خارج ہونے کی طرف ہے اور یہ کہ اُن کی عادتوں کا مفید ہونا ترک کرے۔

احمد بن حنظلہ کا مقولہ ہے کہ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہر ایک حال میں رہے تو چاہئے کہ صدق کو لازم پکڑے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ صادقین کے ساتھ ہے اور حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ صدق نکوئی کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ضرور ہے مرید کے لئے کہ وہ مال اور جاہ سے باہر ہو اور خلق سے خارج اس طرح کہ کون سے قطع نظر کرے یہاں تک کہ اُس کی بنیاد مضبوط ہو جائے پھر وہ ہوئی کی ہادیکیوں سے واقف ہوگا اور نفس کے شہوات سے جو مخفی ہیں اور سب سے نافع تر مرید کے لئے معرفت نفس ہے اور وہ شخص واجب حق معرفت نفس پر قائم نہیں ہو سکتا جس کو دنیا میں حاجت فضول اور زیادات کے طلب کی ہے یا کہ اس پر ہوئی کا بقیہ ہے۔

ذہیر بن اسلم نے کہا ہے دو خصالت ہیں جو تیرے کام کو پورا کریں گی۔ ایک یہ کہ صبح کو اُٹھے تو اللہ تعالیٰ کی معصیت کا قصد نہ کرے اور جب تجھے شام آئے تو اللہ کی معصیت کا ارادہ نہ کرے۔ پس جبکہ ذہد اور تقویٰ محکم اور استوار ہو گیا تو اُس کے لئے نفس منکشف ہو جائے گا اور اُس کے مجاہدوں سے نکل جائے گا اور اُس کے طریق حرکت اور اُس کے شہوات پوشیدہ اور مکر و حیلہ سے اُس کے واقف ہو جائے گا اور جس نے صدق سے تمسک کیا تو اُس نے عوۃ الوثقی سے تمسک کیا۔

حضرت ذوالنون نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اُس کی زمین میں البتہ ایک تلوار ہے کہ کسی شے پر نہیں رکھا کہ اُس نے قطع کر ڈالا اور وہ صدق ہے اور صدق کے معنی میں منقول ہے کہ ایک عابد بنی اسرائیل سے تھا کہ جس کو ایک ملکہ نے اپنے لئے چاہا تھا تو اُس نے کہا کہ علیحدہ مجھے پانی کی طرف لے چلو تاکہ میں غسل کر کے پاک صاف ہو جاؤں۔ بعد ازاں محل میں ایک موضع پر اُسے چڑھالے گئی تو اُس نے اپنے

شخص حکم وقت میں ہے یعنی وہ اُن چیزوں سے لیا گیا ہے جو اُس سے ہے اُس چیز کے ساتھ جو حق کے لئے ہے۔

اور اُن میں سے غیبت اور شہود ہے

پس شہود حضور ہے کبھی صفت مراقبہ اور کبھی وصف مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ سو جب تک بندہ شہود اور رعایت کے ساتھ موصوف رہے وہ حاضر ہے اور جب اُس سے حال مشاہدہ اور مراقبہ کا جاتا رہا تو دائرہ حضور سے خارج ہو گیا اور وہ غائب ہے اور کبھی غیبت کے ساتھ وہ بھی معتبر ہوتی ہے جو غیبت کہ اشیاء سے بالحق ہوتی ہے اور اس معنی سے حاصل اُس کا راجع فنا کی طرف ہے۔

اور اُن میں سے ذوق اور شرب اور رے ہے

پس ذوق ایمان ہے اور شرب علم ہے اور رے حال ہے سو ذوق ارباب ہدایت کے لئے ہے اور شرب اہل طوابع اور لوائح اور لواجم کے لئے اور رے ارباب احوال کے لئے ہے اور یہ اس واسطے کہ احوال یہ ہیں جو ٹھہرتے ہیں جبکہ وہ نہ ٹھہریں تو یہ حال نہیں ہے اور وہ لواجم اور طوابع ہیں اور بعضوں نے کہا حال نہیں ٹھہرتا اس واسطے کہ وہ گزرتا رہتا ہے اور اگر ٹھہر گیا تو وہ مقام ہے۔

اور اُن میں سے محاضرہ مکاشفہ مشاہدہ ہے

محاضرہ ارباب تلویح کے لئے ہے اور مشاہدہ ارباب تکلیف کے لئے اور مکاشفہ اُن دونوں کے درمیان ہے یہاں تک کہ وہ مستقر ہو۔ پس مشاہدہ اور محاضرہ اہل علم کے لئے اور مکاشفہ اہل عین کے لئے اور مشاہدہ اہل حق کے لئے یعنی حق الیقین کے لئے ہے۔



ایک لقمہ کے وقت نیت کرتے تھے اور اپنی زبان سے بھی کھانے والا کھتا تھا کہ یہ لقمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور قول سے نفع نہیں ملتا جب تک کہ نیت قلب میں نہ ہو اس واسطے کہ نیت عمل قلب ہے اور زبان فقط ترجمان ہے سو جب تک اُس کو عزیمت قلب اللہ تعالیٰ کے لئے مشتمل نہ ہوگی نیت نہ ہوگی۔

اور ایک مرد نے اپنی عورت کو پکارا اور وہ اپنے بالوں کو سنوارتا تھا اور کہا مدری لاؤ۔ اور مدری ایک چوب ہے، سُرمہ کی سلانی کے مثال کہ سر کے بال اُس سے درست کرتے ہیں۔ عورت نے کہا کہ کیا مدری اور آئینہ لاؤں تو مرد خاموش رہا۔ بعد ازاں اُس نے کہا کہ ہاں۔ پھر اُس سے سامع نے کہا کہ تو خاموش ہو رہا اور آئینہ سے توقف کیا۔ ازاں بعد تو نے کہا ہاں، تو اس مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت سے بہ نیت کہا تھا کہ مدری لاؤ۔ سو جب اُس نے کہا اور آئینہ؟ تو مجھے آئینہ کے لئے نیت نہ تھی سو میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نیت کو مہیا کیا تو میں نے کہہ دیا کہ ہاں۔

اور ہر ایک مبتدی جو اپنی ہدایت کی اساس کو یاد آشنا اور دستوں کی جدائی سے مضبوط نہیں کرتا اور وحدت کے ساتھ تمسک نہیں کرتا اُس کی ہدایت استقرار اور قیام نہیں پاتی۔

اور ہر آئینہ کہا گیا ہے کہ قلت صدق سے ہمنشینوں کی کثرت ہے اور سب زیادہ نافع خاموشی ہے اور یہ کہ کان اُس کے لوگوں کے کلام کو براہ نہ دیں اس واسطے کہ اقوال مختلفہ سے باطن اُس کا مستغیر اور متاثر ہوتا ہے اور جو شخص کہ اپنا کمال زہد دنیا میں اور اپنا تمسک حقائق تقویٰ کے ساتھ نہیں جانتا تو کبھی اُس کو معرفت اُس کی نہ ہوگی اس واسطے کہ عدم معرفت اُس کی کشود خیر اُس پر نہیں کرتی اور مبتدیوں کے باطن ہوم کی مثال ہیں کہ ہر ایک نفس کو قبول کر لیتا ہے اور بسا اوقات مبتدی لوگوں کی طرف صرف دیکھنے سے نقصان اٹھاتا ہے اور فضول نظر اور فضول شے سے بھی متضرر ہوتا ہے تو چاہیے کہ سب چیزوں سے ضرورت پر توقع کرے اور ضرورت کو دیکھے حتیٰ کہ اگر بعضے راستہ پر چلے تو وہ کوشش کرے کہ نظر اُس کی

انسانیت باقی رہے اور ثبوت قدم تکمیل میں حق الحقیقت کا کشف ہے اور تکمیل سے غرض یہ نہیں ہے کہ بندہ کے لئے تغیر نہ ہو اس واسطے کہ وہ بشر ہے بلکہ ہمارا مقصود تکمیل سے یہ ہے کہ جو کچھ اُس کے ساتھ حقیقت سے مکشوف ہوا تو وہ پوشیدہ اس کے کبھی کبھی رہتا ہے اور نہ وہ کم ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہوتا ہے اور صاحب تلوین کے حق میں نقصان درجات کا ہوتا ہے جبکہ اُس کے صفات نفس ظاہر ہوتے ہیں اور حقیقت اُس سے بعض احوال میں غائب ہو جاتی ہے اور اُس کا ثبوت قرار گاہ ایمان پر ہوتا ہے اور تلوین اس کے احوال رونہ میں ہوتی ہے (اور منجد اُن کے نفس ہے) اور کہتے ہیں کہ نفس منہی کے لئے ہے اور وقت مبتدی کے لئے ہے۔ اور حال متوسط کے لئے ہے تو گو یا یہ اشارہ اُن کی طرف سے اس بات کا ہے کہ مبتدی کو ایک طارق منجانب اللہ تعالیٰ آتا ہے کہ اُس کو استقرار نہیں ہے اور متوسط صاحب حال ہے کہ اُس پر حال غالب ہے اور منہی صاحب نفس متمکن حال سے ہے کہ اس پر حال نوبت نبوت غیبت اور حضور سے نہیں آتا بلکہ مواجر اور احوال مقرون اُس کے نفاس سے ہوتے ہیں مقیم کہ نوبت نبوت نہیں آتے اور یہ سب احوال ادب احوال کے لئے ہیں اور اُن کے واسطے ذوق اور شرب ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے نفع دے۔ آمین

ترسٹھوائے باب

کسی قدر ہدایات اور نہایات اور اُن کی

صحیح کے بیان میں ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ منبر پر فرماتے تھے کہ میں نے سنا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے:

اتعا الاعمال بالنیات وانما لكل امری ما نوى فمن كانت

ہے اور اباحوال اس سے ترقی کر گئے ہیں اور فقیر کو سزاوار ہے کہ فرائض رمضان کے روزوں پر کمرے فقط اور نہیں، سزاوار ہے کہ اس کلام کو بالکل اپنے کان میں جگہ دے کہ ہم نے امتحان کیا اور آزمایا ہے سب کلاموں کو اور ہم فقراء اور صالحین کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ یہ قول کہتے ہیں اور فرائض بدوں سنن و نوافل کے پڑھتے تھے وہ تصور کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے احوال میں صحیح ہیں۔ پس بندہ پر ہر ایک فرض اور نفل کی پابندی واجب ہے۔ اور اسی سے اُس کا قدم آغاز میں قائم ہوگا اور خصوصاً روز جمعہ کی رعایت کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص گردانے کچھ اُس میں اپنے نفس کے احوال اور مادی سے نہ ملانے اور صبح ہی جامع مسجد آفتاب نکلنے سے پہلے غسل جمعہ کے بعد جاوے۔ اور اگر غسل قریب وقت نماز کے بحالت امکان کرے تو اور اچھا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابو ہریرہ جمعہ کے لئے غسل کر اگرچہ رات کی غذا کے بدلے تو پانی خریدے اور کوئی شے نہیں ہے مگر یہ کہ ہر آئینہ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ جمعہ کے لئے غسل کرے اس واسطے کہ غسل جمعہ کفارہ اُن گناہوں کا ہے جو دو جمعہ کے مابین وقوع میں آئے اور نماز اور تضرع اور دعا اور تلاوت اور اقسام انواع کے ذکر سے بدوں اس کے کہ اُس میں فتور آئے صلوٰۃ جمعہ تک شغل رکھے اور جامع مسجد میں منکشف بیٹھے یہاں تک کہ فرض عصر کو ادا کرے اور بقیہ دن کو تسبیح اور استغفار اور دو ڈھیر لہیف کے شغل میں گزارے اس واسطے کہ وہ اُس کی برکت تمام ہفتہ میں دیکھے گا حتیٰ کہ اُس کا ثمرہ بروز جمعہ دیکھے گا۔

اور البتہ بعض صادقین ایسے تھے کہ اپنے احوال اور اقوال اور افعال کو ہفتہ بھر منضبط کرتے تھے۔ اس واسطے کہ روز جمعہ ہر ایک صادق کے لئے روز ترقی ہے اور جو کچھ روز جمعہ کو پاتا ہے وہ ایک معیار اور بانگی ہوتی ہے جس کے ساتھ تمام ہفتہ گذشتہ کا اعتبار ہوتا ہے اس واسطے کہ جب ہفتہ سلیم ہو تو روز جمعہ اُس میں زیادہ انوار و برکات کا ہوتا ہے اور جو بروز جمعہ ظلمت اور رحمت

شروع میں اُس کا محتاج ہے نیت اور احکام نیت کا کہ اُن کو دوا می ہوئی سے پاک اور منزه کرے اور ہر چیز کہ جس میں نفس کے لئے حظ عاجل ہو حتیٰ کہ اُس کا خروج خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔

اور سالم بن عبداللہ نے عمرو بن عبدالعزیز کو لکھا کہ جان اے عمرو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد بندہ کے لئے بقدر نیت کے ہے سو جس کی نیت تمام ہوئی اللہ تعالیٰ کی مدد اُس کے لئے کامل ہوئی اور جس سے اُس کی نیت قاصر ہوئی تو اُس سے مدد الٰہی اُس کے موافق قاصر ہوئی۔

اور بعض صالحین نے اپنے بھائی کو لکھا ہے کہ نیت کو اپنے اعمال میں خالص کر تھوڑا عمل بھی تجھے کافی ہوگا اور جو نیت کی طرف بندہ سیدھی راہ نہ چلا اُس کے ساتھ وہ شخص ہو جو اُسے حسن نیت تعلیم کرے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ نے کہا ہے کہ اول اُن امور سے جن کا امر مبتدی مرید کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حرکات مذمومہ سے بیزار اور پاک ہو۔ بعد ازاں حرکات محمودہ کی طرف نقل کرتا ہے۔ بعد ازاں تفریح حکم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ بعد ازاں توقع رشاد میں پھر ثبات ہے پھر بیان پھر تقرب پھر مناجات پھر موالات ہے اور رضا و تسلیم اُس کی مراد ہوتی ہے اور تفویض و توکل اُس کا حال بعد ازاں اللہ تعالیٰ اُسے معرفت عطا کرتا ہے اور اُس کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا ہے۔ مقام اُن لوگوں کا جو کہ حول اور قوت سے بری اور بے زار ہیں اور یہ مقام عرش اٹھانے والوں کا ہے اور بعد اُس کے کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ کلام سہل سے ہے جس میں اُس نے سب باتیں جمع کر دیں جو اول اور آخر میں ہوتی ہیں۔

اور جب مرید نے صدق اخلاص سے اپنا تمسک کیا تو وہ مردوں کے درجہ کو پہنچ گیا اور اُس کے صدق اور اخلاص کو کوئی چیز ثابت اور متحقق نہیں کرتی جیسے کہ متابعت امر شریع کی کرتی ہے اور قطع نظر اُس کے جو خلق سے ہو اس لئے کہ جتنی آفتیں کہ اہل ہدایت کے سر پر آتی ہیں وہ اس وجہ سے آتی ہیں کہ نظر اُن کی خلق کی طرف ہوتی ہے اور ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے

ہے اور دوساوس شیطانی اور حدیث نفس کو حقیر نہ جانے اس واسطے کہ وہ مہربانے اور مرضی سخت ہے۔

پس چاہیے کہ نفس سے مطالبہ اس کا کرے کہ اُس کی تلاوت میں معنی قرآن کو بجا لے حدیث نفس کے اُس کے باطن سے گمراہی سے جو جس طرح کہ تلاوت لسان پر ہو جس کے ساتھ وہ مشغول ہے اور اُسے دوسرے کلام سے نہیں ملاتا اسی طرح معنی قرآن قلب میں ہو کہ اُس کو حدیث نفس سے نہ ملاوے اور اگر عجیبی ناخواندہ ہو کہ معنی قرآن نہیں جانتا تو مراقبہ علیہ باطن کا کرے اور باطن اُس کا مطالعہ نظر اللہ میں جو اُس کی طرف ہوشغول ہو بجائے اس کے کہ حدیث نفس ہو اس واسطے کہ دوام اُس پر کرنے سے وہ ابواب مشاہدہ سے ہو جائے گا۔

مالک نے کہا ہے کہ صدیقین کے قلوب جب قرآن کو سنتے ہیں تو وہ آخرت کی طرف خوش ہوتے ہیں تو چاہیے کہ ان اصول کے ساتھ مرید تسک کرے اور ہمیشہ نیاز مندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف استعانت کرے کہ اُس سے ثبات اُس کے قدم کا ہے۔

سہل کا قول ہے کہ جس قدر التجا اور افتقار اللہ کی طرف لازم کرے گا اسی قدر بلا کو پہچانے گا اور جس قدر کہ معرفت بلا اُس کو ہوگی اسی قدر نیاز مندی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ پس دوام افتقار اللہ تعالیٰ کی طرف اصل ہر ایک خیر کی ہے اور ہر ایک علم باہر ایک کی گنجی طریق قوم میں ہے اور یہ افتقار کل انفس کے ساتھ کسی حرکت کو ہاتھ میں نہ لائے اور نہ کسی کلمہ کے ساتھ مشغول ہو بغیر اس کے کہ افتقار الی اللہ اس میں ہو اور ہر ایک کلمہ اور حرکت جو خالی اللہ تعالیٰ کی رجوع اور افتقار سے ہو وہ قطعاً خیر کا نتیجہ نہ دے گا اس کو ہم نے جاننا ہے اور اس کو تحقیق کیا ہے۔

اور سہل نے کہا ہے کہ جس نے ایک دم سے دوسرے دم تک بغیر ذکر کے انتقال کیا تو شک نہیں کہ اُس نے حال اپنا صانع کیا اور جس نے اپنے حال کو صانع کیا اقل درجہ اُس کا جو اُس کے سر اُسے دخول اس کا اُن باتوں میں ہے

تمیں وہاں سے گرا دیا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتہ ہوا کو وحی بھیجی کہ میرے بندہ کو لینا۔ راوی کہتا ہے کہ اُس نے تھام لیا اور زمین پر آہستہ اُس نے لکھ دیا۔ سو ابلیس سے کہا گیا کہ تو اُسے اغوار کر سکتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے لئے غلبہ اُس شخص پر نہیں ہے جس نے ہوئی اپنے کی مخالفت کی اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے بدل کر دیا۔ اور مرید کے لئے سزا وار ہے کہ اُس کو ہر شے میں نیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو یہاں تک کہ اُس کے کھانے اور پینے میں اور لباس پہننے میں اور نہ پہننے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے اور نہ کھانے مگر اللہ جل شانہ کے لئے اور نہ پئے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے اور نہ سوئے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے، اس واسطے کہ یہ سب باتیں ملائیت کی ہیں جن کو نفس پر داخل کیا ہے۔ سو جب وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتیں تو نفس معصیت کی طلب نہ کرے گا اور اُن باتوں کی اجابت کرے گا جو اس سے منجملہ معاملات اور اخلاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہا جائے گا۔ اور جبکہ کسی شے میں رفق نفس سے داخل ہو مگر نہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بلا نیت صالحہ تو یہ اُس پر وبال ہو گا۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے خوشبو لگائے تو وہ قیامت کے دن آئے گا اور اُس کی خوشبو معطر زیادہ مشک خالص سے ہوگی اور جس نے خوشبو غیر اللہ عزوجل کے لئے لگائی وہ قیامت کے دن ایسا آئے گا کہ اُس کی بومردار سے بدتر بو میں ہوگی۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت انسؓ کہا کرتے خوشبو لگاؤ کہ وہ مشک سے کفایت کرتا ہے اس لئے کہ ثابت مجھ سے مصافحہ کرتا اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور وہ لوگ نجات کے لئے اچھا لباس پہنتے تھے کہ اُس کے ساتھ تقرب الی اللہ اپنی نیت کے ساتھ کرتے تھے۔ پس مرید کو سزا وار ہے کہ اپنے تمام احوال اور اعمال اور اقوال کا تفقد اور تجسس کرے اور اپنے نفس سے مسامحت اس کی نہ کرے کہ ایک حرکت سے متحرک ہو یا ایک کلمہ سے متکلم ہو مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ اور ہم نے اپنے شیخ کے اصحاب سے اُن لوگوں کو دیکھا ہے جو ہر

کے واسطے مستقیم ہو گئے ہیں اور اُن کے ارواح ظلماتِ نفوس سے رہا ہو گئے ہیں اور بساطِ قرب پر وہ چلے ہیں اور اُن کے نفوس با انقیاد اطالت اور صالحہ قلوب چاہتے ہیں اور اجابت ہر ایک چیز کی وہ کرنے والے ہیں جس کی اجابت قلوب کی کرتے ہیں اُن کے رواج مقامِ اعلیٰ سے متعلق ہیں جن میں آتشِ ہویٰ منطفی ہو چکی ہے اور اُن کے باطنوں میں علم صریح خمیر ہو گیا اور آخرت اُن پر منکشف ہو گئی جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے جو چاہے کہ ایک میت دیکھے جو روئے زمین پر چلتا ہو تو چاہیے کہ ابی بکر کو دیکھے۔ یہ اشارہ جناب رسول مقبول علیہ السلام سے اُس کی طرف ہے جو مشکوف اُسے علم صریح سے ہوا جس کو عوام مومنین نہیں پہنچے مگر جبکہ مر جائیں جبکہ کہا جائے گا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ اور ادبِ نہایت کی ہویٰ مر گئیں اور اُن کی رُو حیں آزاد ہو گئیں۔

اور یحییٰ بن معاذ نے کہا جبکہ اُس سے عارف کی نسبت سوال کیا گیا تھا کہ ایک آدمی اُن کے ساتھ ہے اُن سے جدا یعنی قالب میں خلق کے ساتھ اور قلب میں حق کے ساتھ ہے اور ایک بار کہا کہ ”عبد کان فبان“ یعنی ایک بندہ تھا سو جدا ہو گیا۔ پس ادبِ نہایت جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی حقیقت کے ساتھ ہیں۔ تاخیر میں پڑے ہوئے اجلِ مستی کی توقیت سے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی خلقت سے اپنے لشکر سے گردانا ہے انہی سے وہ ہدایت کرتا ہے اور انہی سے وہ ارشاد فرماتا ہے اور انہی سے وہ اہلِ اِدادت کو جذب کرتا ہے کلامِ اُس کا دوامی ہے اور نظر اُن کی دوامی، ظاہر اُن کا حکم کے ساتھ محفوظ ہے اور باطن اُن کا علم سے معمور ہے۔

ذوالنونؒ نے کہا ہے کہ عارف کی علامتیں تین ہیں، ایک یہ نود اُس کی معرفت کا اُس کے نودِ وریع کو منطقی نہیں کہتا اور باطن میں علم سے اعتقاد کرے جو حکم سے ظاہر میں اُس پر منقوض اور شکست ہو گیا اور کثرتِ نعمتِ الہی اور کرامتِ الہی اُس عارف کو محرقاتِ الہی کی پردہ دردی پر برائیگیختہ نہیں کرتی سو ادبِ نہایت

اُس طریق کی طرف ہو جس پر وہ چلتا ہے نہ داہنی طرف دیکھے اور نہ بائیں طرف نظر کرے۔ بعد ازاں اپنے تئیں اُس جگہ سے پہچانے جس کی طرف لوگوں کی نظر پڑتی ہو اور وہ معلوم کریں اُس سے کہ رعایت کی جملے اور احتراز ہو اس واسطے کہ لوگوں کا اُس سے اس بات کا جان لینا اُس کے لئے مضر تر اُس کے فعل سے ہے اور شے مفصول کو حقیر نہ جانے اس واسطے کہ ہر ایک شے قول اور فعل اور نظر اور سماع سے جو کچھ ہو اور حد ضرورت سے خارج ہو تو وہ منجر بہ مفصول ہوگی۔ بعد ازاں وہ اصول کے تفسیح کو پہنچے گی۔ (سفیان کا قول ہے کہ) وجہ اس کی کہ تفسیح اصول سے لوگ وصول سے محروم رہے یہ ہے کہ جو شخص قول اور فعل میں ضرورت کا پابند نہ ہو وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مقدار حاجت پر طعام اور شراب اور خواب سے توقف کرے اور جبکہ آدمی ضرورت سے آگے بڑھا تو اُس کے قلب کی عزیمتیں رگہ پڑتی ہیں اور ایک عزیمت دوسری عزیمت کے بعد تحلیل ہو جاتی ہے۔

سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار نہیں کی وہ خلق کی عبادت اضطراراً کرتا ہے اور بندہ پر رحمت اور وسعت کے ابواب کشادہ ہو جاتے ہیں اور دوسرے مرنے والوں کے ساتھ خود بھی مر جاتا ہے اور مبتدی کو سزاوار نہیں ہے کہ ایک کسی کو ادبِ دنیا سے جانے پہچانے اس واسطے کہ اُن کی جان پہچان اس کے لئے نہ ہر قائل ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ دنیا مبغوض الہی ہے سو جس کسی نے ایک رسی بھی اُس کی پکڑی تو وہ دوزخ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور کوئی رسی اُس کی رسیوں سے نہیں ہے مگر یہ کہ مثل اس کے اولاد اور طالبین اور مجاہدین کے ہو جس کسی نے اُن کو جان پہچان لیا تو اُن کی طرف منجذب ہوا چاہے یا انکار کرے اور مبتدی کو چاہیے کہ ان فقیروں کی مجالست سے بھی احتراز کرے جو قیام لیل اور صیام نہاد کے قائل نہیں ہیں اس واسطے کہ اُس پر اُن لوگوں سے وہ چیز پہنچتی ہے جو بدتر اُس سے ہے کہ جو اہل دنیا کی مجالست سے پہنچتی ہے اور اکتہ اوقات وہ فقرا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اعمال متعبدین کا شغل

انبساط اُن سے ایک بقیہ سکراحوال سے ہے اور مقید ہونا نور حال سے اور بالکل خالص نہ ہونا نور حق کی طرف ہے اور جو کوئی نور حال سے رہا ہو کہ نور حق کو پہنچا اُس سے بقایا نئے سُکر دود ہو جاتے ہیں اور نفس اُس کا مقام عبودیت پر توقف کرتا ہے جیسے کوئی ایک شخص عام مومنین سے کہ وہ تقرب صلوة اور صوم اور انواع برے سے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ راستہ سے نکل کر پتھر ہٹاتا ہے اور کچھ استکبار اور انکار اُس سے نہیں کرتا کہ عوام مومنوں کی صورتوں میں عود کرے یاں وجہ کہ اظہار ارادت کا ہر ایک نیکی اور صلہ سے کرے اور وہ شہوات کے ساتھ کبھی موافقت کرتا ہے تاکہ نفس مطہرہ کے ساتھ ملائمت کرے جو نہایت مطیع اور منقاد ہے اس واسطے کہ وہ اس کا قیدی ہے اور اُس کو شہوات سے کبھی منع کرتا ہے اس واسطے کہ اس میں اصلاح ہے اور اُس کو بچہ کے حال کے موافق اعتبار کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ حد اعتدال سے تجاوز کرے عطا تے مراد سے ایک وقت اور اُسے ایک وقت منع کرے تو اُس کی طبیعت تباہ اور فاسد ہو جائے۔ اس واسطے کہ جبلت کے قمع سے سیاست علم کے مساہمت کا گمیر ہے اور جب تک جبلت باقی ہے سیاست علم سے اس کو چارہ نہیں ہے اور یہ بات غامض ہے کہ منتہی پر اُس سے نہایات میں ہاراج و داخل پہنچتے ہیں اور میل واقع ہوتا ہے اور اس سے باب ترقی مسدود ہو جاتا ہے۔

پس منتہی لینے اور چھوڑنے میں ناصیہ اختیار کا مالک ہے اور اُسے چارہ نہیں ہے اس سے کہ اعمال اور حظوظ کو لے یا چھوڑ دے۔ سوا اعمال میں اخذ اور ترک ناگزیر ہے کبھی وہ اعمال کرتا ہے جسے صادقین سے ایک شخص کرتا ہو اور کبھی وہ اعمال کی مستی کو ترک کرتا ہے تاکہ نفس کے ساتھ نرمی کرے اور کبھی حظوظ اور شہواتِ نفس کے لئے مدارات حاصل کرتا ہے اور کبھی اُسے چھوڑ دیتا ہے کہ جس سیاست سے نفس کی خبر لیتا ہے سو وہ ان سب باتوں میں مختار ہے۔ پس جو شخص اُمید رہا اُس نے حسب حظوظ بالکل چھوڑ دیئے اور وہ زاہد تارک تمام ہے اور جس نے اُس کے لینے میں دست آویزی کی تو وہ راغب تمام ہے

نفس اور قلب انشراح پاتا ہے سو جبکہ ہفتہ میں تفسیح کی تو اُس کو جانا اور اعتبار کرتا ہے اور قطعاً پوشاک آدمیوں کے لئے پہننے سے پرہیز کرے جو کپڑوں سے بڑھ چڑھ کر ہوں یا پوشاک منقشیں کی جو زاہدوں کا سا ہوتا کہ بچشم زاہد اُس کو دیکھیں۔ سو اعلیٰ درجہ کے لباس میں آدمیوں کے لئے ہوتی ہے اور سخت لباس کے پہننے میں ریا ہے سو پوشاک نہ پہنے مگر اللہ تعالیٰ کے واسطے۔

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ سفیان نے ایک بار اٹا قمیص پہنا اور اُسے علم اُس کا نہ ہوا حتیٰ کہ دن چڑھ گیا اور اُس کو بعضوں نے اگاہ کیا تو اُس نے چاہا کہ اُسے اتارے اور رُخ اس کا بدلے پھر رک گیا اور کہا اُسے میں نے بہ نیت لنگہ پہنا ہے سو میں اُسے نہیں بدلتا کہ بہ نیت الناس اُسے پہنوں تو چاہیے کہ بندہ اُس کو جانے اور اُس سے عبرت پکڑے۔ اور مبتدی کے لئے ضرور ہے کہ اُس کو تلاوتِ قرآن سے ایک بہرہ ہو اور جو حفظ اُسے کرے تو چاہیے کہ قرآن سے یاد کرے۔ ایک سبع یعنی ساتویں حصہ سے تمامی تک تھوڑا یا بہت جیسے ممکن ہو اور اُس شخص کا قول سماعت نہ کرے جو کہے کہ ذکر و احد کی ملازمت تلاوتِ قرآن سے افضل ہے۔ اس واسطے کہ بندہ تلاوتِ قرآن سے نماز کے اندر اور باہر وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پاتا ہے جن کی وہ تمنا رکھتا ہے۔

اور بعض مشائخ نے جو یہ قاعدہ اختیار کیا ہے کہ مرید ہمیشہ ذکر و احد کو کیا کرے سو اس واسطے کہ اُس کا اراد جمع اس میں ہو جائے اور جس شخص نے کہ تلاوت کو خلوت میں لازم اپنے ذمہ کر لیا اور تنہائی کے ساتھ پابندی کی اُسے تلاوت اور نماز کامل تر اُس سے فائدہ دے گی جو ذکر و احد دیتا ہے۔ پھر جبکہ بعض وقت تھک جائے تو نفس کو ذکر پر کالہ بند کرے اور ذکر کی طرف تلاوت سے اتارے اس واسطے کہ وہ نفس پر سبک تر ہے اور سزاوار ہے اس کا جان لینا کہ اعتبار قلب کے ساتھ ہے۔

پس جتنے عمل تلاوت اور نماز اور ذکر سے ہیں کہ اُن میں قلب اور لسان دونوں جمع نہ ہوں تو کسی شمار اور تعداد میں نہیں ہیں اس واسطے کہ وہ عمل ناقص

کہ اُن کو پیروی اس کی لازم نہیں اس واسطے کہ رخصت اُس کے قول کی حد پر ٹھہرنا ہے اور عزیمت اس کے فعل کی پیروی ہے اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادباً رخصت کے لئے اور فعل اُس کا ادباً عزم کے لئے ہے پھر منتہی جو ہو اس کا حال حکایت اور نقل حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق کی طرف خلق کی دعوت اور بلانے میں کرتا ہوں۔

پس جو کچھ کہ اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعتماد کرتے تھے سزاوار ہے کہ اُس پر یہ بھی اعتماد کرے اور قیام لیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صیام نفل اس سے خالی نہ تھے کہ یا تو اس کی اقتدا کرنے یا کسی ترقی کے لئے جسے وہ اس سے حاصل کرتے ہیں پھر اگر وہ اقتدا کے واسطے تھا تو منتہی بھی جو اس کا مقتدی ہے چاہیے کہ ویسا ہی کرے اور صحیح اور حق یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقط ابتداء کے لئے نہیں کیا بلکہ اس سے آپ ترقی پاتے تھے اور یہ وہ ہے جو ہم نے تہذیبِ جبلت سے بیان کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ واعد ربك حتى ياتيك اليقين یعنی اور رب اپنے کی عبادت کہ یہاں تک کہ تجھے موت آوے۔ اس واسطے کہ آپ نے اس کے ساتھ زیادہ مدد حضرت اہیت سے چاہی اور سخی کے دروازے کو کھٹ کھٹایا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام محتاج ترقی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور غیر مستغنی اُس سے ہیں۔ اذن بعد اس میں انکا سر غریب ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنسیتِ نفس کے واسطے خلق کی طرف بلانے ہیں اور اگر رابطہ جنسیت نہ ہوتا تو آپ سے نہ ملنے اور نہ آپ سے فائدہ اٹھانے اور اُس کے نفس پاک اور اتباع کے نفوس میں ایک رابطہ تالیف کا یہ ہے جب کہ اُن کی دُوح اور اُن کے ادواح میں رابطہ تالیف کا ہے اور رابطہ تالیف یہ ہے کہ نفوس مالوت باہم آب ہو گئے جیسے کہ ادواح پہلے مالوف ہمدگیر ہو گئیں اور ہر ایک دُوح کے لئے اُس کے نفس کے ساتھ تالیفِ خاص ہے اور سکون اور تالیف اور امتزاج ادواح و نفوس کے درمیان واقع ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ

جو مقصود نہیں اور ترک اُس کا اُن باتوں کے لئے ہے جو مقصود ہیں۔
 اور ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حسان بن سنان نے ایک دن کہا تھا کہ یہ کس
 کا گھر ہے پھر اپنے نفس کی طرف اُس نے رجوع کی اور کہا مجھ سے اور اس سوال سے کیا
 واسطہ ہے اور یہ نہیں ہے مگر ایک ایسا کلمہ جو میری مراد نہیں ہے مگر اس وجہ سے
 کہ میرے نفس کو استیلا اور ادب کی قلت ہے اور اپنے نفس کو قسم دلائی کہ ایک
 سال روزہ کفارہ اس کلمہ کا رکھے۔ سو صدق کے سبب اُن مراتب کو حاصل کیا جن
 کو حاصل کیا اور عزیمتوں کی قوت سے جو مردوں کی عزیمتیں ہیں پہنچے اُن مدارج کو
 جن کو وہ پہنچے۔

حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک صادق اقبال علی اللہ ہزار سال کرے
 اور اُس کے سامنے متوجہ رہے اور بعد ازاں ایک لحظہ اُس سے مُنہ پھیرے تو جس
 قدر کہ اُس سے فوت ہو تو وہ زیادہ اس سے ہے کہ جس کو اُس نے حاصل کیا اور
 مبتدی کو احتیاج ہے اس بات کی کہ وہ اس جملہ کو محکم اور مستحکم کرے اور منتهی جو
 اس کا عالم ہے اُس جملہ کے حقائق پر عمل کرے کہ مبتدی صادق ہے اور منتهی
 صدیق ہے۔

ابوسعید قرشیؒ کا قول ہے کہ صادق وہ شخص ہے جس کا ظاہر مستقیم ہو اور
 باطن اُس کا احوال مائل حفظ نفس کی طرف ہو اور اُس کی علامت یہ ہے کہ حلاوت
 بعض طاعت میں پاوے اور بعض میں نہ پاوے اور جب وہ ذکر میں مشغول ہو
 تو دُوح نورانی ہو جائے۔ اور جب محفوظ نفس میں مشغول ہو تو اذکار سے محبوب
 ہو جائے۔ اور صدیق وہ ہے کہ ظاہر اُس کا مستقیم ہو اور باطن اُس کا عبادتِ
 الہی کرتا ہو تلویح احوال سے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ اور اذکار سے نہ کھانا اور نہ
 سونا اور نہ پینا اور نہ طعام محبوب کرے اور صدیق اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے
 واسطے چاہتا ہے اور صدیقیت سب احوال سے قریب تر نبوت کے ہے۔ (ابویزید
 نے کہا) آخر نہایات صدیقین اول درجات انبیاء ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ جو ارباب مقامات ہیں اُن کے ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ

کہ حظ معرفت متغیر نہیں ہوتا اور نہ وہ محتاج تمیز کا ہے اور احوال اس میں ستوی رہتے ہیں لیکن حظ مزید متغیر اور تمیز کی طرف محتاج ہوتا ہے اور اس کلام میں اور جو ایسے کلام ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو خلاف ہمارے بیان کے ہو۔

محمد بن الفضیل سے سوال کیا گیا کہ عارفوں کی حاجت کس چیز کی طرف ہے؟ کہا اُن کی حاجت ایسی نخصلت کی طرف ہے جس سے سب محاسن کامل ہوئے اور آگاہ و خبردار ہوئے کہ وہ استقامت ہے اور جو کوئی کامل المعرفت ہو گا وہ استقامت میں کامل ہو سوار باب نہایت کی استقامت تمام تکمیل پر ہے۔

اور بندہ ابتداءً اعمال میں پکڑا جاتا ہے جس کے سبب وہ احوال سے محجوب ہے اور درجہ توسط احوال کے ساتھ محفوظ ہے کہ ہر آئینہ اعمال سے وہ محجوب ہوتا ہے اور انتہا میں اعمال اس کو حاجب احوال سے نہیں ہوتے اور نہ احوال حاجب اعمال سے ہوتے ہیں اور یہ بڑا فضل عظیم ہے۔

حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ نہایت کیا ہے کہا وہ رجوع الی البدایہ ہے۔ اور ہر آئینہ بعض صوفیہ نے قول جنیدؒ کی یہ تفسیر کی ہے اور اُس کے یہ معنی کہے ہیں کہ وہ ہر آئینہ ابتدائے امر میں جہل کے اندر تھا۔ پھر معرفت کو پہنچا بعد ازاں وہ حیرت اور جہل کی طرف پھیرا گیا اور وہ مثل طفولیت کے ہے کہ جہل ہوتا ہے پھر علم ہوتا ہے پھر جہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لثلاذ یعلم بعد علم شئیا۔

اور بعض صوفیہ نے کہا ہے خلق اللہ عارف باللہ زیادہ وہ ہے جو سب سے زیادہ متحیر اُس میں ہو اور جانتے ہے کہ معنی اُس کے وہ ہوں جو ہم نے بیان کئے کہ وہ اعمال میں ابتدا کرتا ہے پھر احوال کی طرف ترقی کرتا ہے بعد ازاں اعمال و احوال کا وہ جامع ہو جاتا ہے اور یہ منتہی کے لئے ہوتا ہے جو مراد اور طریق محبوبین میں ماخوذ ہو کہ اُس کی روح حضرت اللہ کی طرف منجذب ہوتی ہے اور وہ قلب طالب تبعیت ہے اور قلب نفس سے تبعیت چاہتا ہے اور نفس قالب سے سو وہ بالکل قائم باللہ اور ساجد بین یدی اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سجد لک سوادى و خیالی یعنی واسطے تیرے

جس قدر نعمت میں زیادہ ہوئے اسی قدر عبودیت میں زیادہ ہوئے اور جس قدر دنیا میں بڑھے قرب میں بھی بڑھے اور جس قدر جاہ و رفعت میں ترقی یاب ہوئے تو جامع اور خواری میں ترقی کی: اذلة على العمومین اعزة على الكافرين۔ یعنی وہ مؤمنین کے ساتھ عاجزی کرنے والے ہیں اور کافروں پر غلبہ کرنے والے ہیں۔“

اور جس قدر کسی خواہش کو نفوس کی خواہشوں سے پہنچے سکرہ صافی کا اُن سے استخراج یہاں کہ وہ کبھی شہوات کو حاصل کرتے ہیں کہ نفوس کے ساتھ ترقی کریں اس واسطے کہ نفس اُن کے ساتھ ایک بچے کی مثل ہے کہ ایک شے کے ساتھ لطف کیا جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک تحفہ میں دی جاتی ہے اس واسطے کہ وہ مقہور زیر سیاست ہے مجرم ہے اور مملوف یہ ہے اور کبھی وہ شہوات سے نفوس کو باذ رکھتے ہیں تاکہ پیروی انبیاء کی کریں اور شہوات دنیویہ سے قلت کو اختیار کریں۔

یسی بن معاذ کا قول ہے کہ دنیا ایک عروس ہے کہ مشاطہ اُس کی اُس کو طلب کرتی ہے اور جو زاهد اُس میں ہے اُس کا منہ کالا کرتا ہے اور اُس کے بالوں کو اکھیڑتا ہے اور اُن کے کپڑوں کو پھاڑتا ہے اور جو عارف باللہ ہے وہ اپنے شبہ سے مشغول ہے اور اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔

اور جاننا چاہیئے کہ منتہی باوجود اپنے کمال حال کے بھی وہ سیاست نفس اور منہ شہوات اور کثرت صیام اور قیام لیل اور انواع برکی استحفاظ سے مستغنی نہیں ہوتا اور ایک خلق نے اُس میں غلطی کی ہے اور انہوں نے خیال کیا کہ کہ منتہی زیادات اور نوافل سے مستغنی ہے اور کچھ اُس کے قلب پر مواخذہ نہیں ہے۔ اگر قدرت اور شہوات میں دست دلازی کرے اور یہ ایک خطا ہے نہ اس حیثیت سے کہ عارف کو اُس کی معرفت سے محبوب کرتی ہے۔ لیکن مقام ترقی اور مزید سے ٹھہرا دیتی ہے۔

اور ایک قوم نے جب دیکھا کہ یہ اشیاء اُن میں بہ فسادت اثر نہیں کرتی ہیں اور نہ وہ موجب حجاب ہیں تو اُن کی طرف مائل ہوئی اور اُس میں دست دلازی کی اور ادائے فرض پر قناعت کی اور کھانے اور پینے میں وسعت دی اور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَمِنَ اللَّيْلِ يَسْجُدُ لِلَّهِ تَعْبِيرًا وَعَلَىٰ قَوْلِهِ لَو لَمْ يَكُن لِّلْإِنسَانِ حُلٌّ
 الْإِنْبَاهَاتِ الْمَفِيدَةِ
 عَنِ
 الْإِسْتِبَاهَاتِ الْجَدِيدَةِ

اسلام اور عقلیات

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حضرت تھانوی کی مشہور تصنیف ”الانتباہات المفیدۃ“ کی تسہیل و تشریح
 فلسفہ اور علم کلام پر ایک مبسوط اور جامع تصنیف
 جدید شبہات کے تشفی بخش جوابات

تسہیل و تشریح

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ خان بجنوری رحمتہ اللہ علیہ

مجاز بیعت حضرت تھانوی قدس سرہ

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰۰-انارکلی، لاہور

فون: ۳۵۳۲۵۵-۴۲۲۳۹۹۱

اور ہتے دونوں طرف کولنے ہوئے ہے اس واسطے کہ وہ نہایت اعتدال پر قائم سیدی
راہ پر افراط اور تفریط کے درمیان ہے۔

پس جو شخص کہ اُس کی طرف نہایت میں یہ اقسام پھیرے گئے اور اُس نے زاہد
بن کر انہیں زہد میں لے لیا تو وہ ترک اختیار سے مقہور حال ہے اور تاکر الاختیار
جو فعل الہی کے ساتھ قائم ہے حال کے ساتھ مقید ہے اور جس طرح کہ زاہد مقید بالترک
تاکر اختیار ہے اسی طرح زاہد زہد میں دُنیا سے لینے والا اُن چیزوں کا ہے جو اُس
کی طرف بھیجی گئیں اس وجہ سے کہ فعل الہی کو دیکھتا ہے مقید بالاخذ ہے اور جب
نہایت کا استقرار ہو گیا تو وہ مقید اخذ کا ہے نہ ترک کا بلکہ وہ ایک وقت ترک
کر تا ہے اور اختیار اُس کا اختیار اللہ سے ہے اور ایک وقت وہ لیتا ہے اور
اختیار اُس کا اختیار اللہ سے ہے اور اسی طرح اُس کے نفل روزے اور نفل
نماز ہے کہ ایک وقت اُن کو ادا کرتا ہے اور ایک وقت نفس کے لئے ٹال دیتا
ہے اس واسطے کہ وہ مختار صحیح فی الاختیار دو حال میں ہے اور یہی صحیح ہے اور
نہایت نہایت ہے اور جو حال کہ مستقر اور مستقیم ہو وہ مشاکل حال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہے۔ اور اسی طرح تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رات کو
کھڑے ہوتے اور رات کو کھڑے بالکل نہ ہوتے اور ایک مہینہ روزہ رہتے
اور ایک مہینہ بالکل روزہ نہ رہتے سوائے رمضان کے اور خواہشوں کو حال
کرتے تھے۔ اور جبکہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں گوشت
نہ کھاؤں گا، تو آپ نے فرمایا میں گوشت کھاتا ہوں اور اُسے دوست رکھتا
ہوں اور اگر میں اپنے رب سے مانگتا کہ مجھے ہر روز کھلاوے البتہ مجھے کھلاتا
اور یہ تھے دلیل اس پر ہے کہ ہر آئینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں
مختار تھے اگر چاہا تو کھایا اور چاہا تو نہ کھایا اور آپ کھانے کا ترک اختیار کرتے
تھے۔ اور ہر آئینہ ایک قوم پر فتنہ آگیا جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شرع کے جاری کرنے والے تھے اور یہ جمل محض ہے جبکہ وہ قائل اُس کے ہوں

علیہ وسلم ہمیشہ عمل کرتے کہ اُس کے نفس اور اتباع کے نفوس کا تصفیہ ہو جس قدر اُن کے نفس کو احتیاج ہوتی تھی وہ کام اُس سے لے لیتے اور جو اُس سے زیادہ ہوتا نفوس اُمت کو پہنچتا اور اسی طرح ملتھی اس بات پر اپنے اصحاب اور اتباع کے ساتھ ہے تو زیادات اور نوافل سے تخلف نہ کرے اور نہ لذات اور شہوات میں پاؤں پھیلانے مگر ایک دلالت سے جن کو نفس مخصوص کرے اور اُس میں سے اعتدال کا حق پورا نہیں ادا کیا جاتا مگر جبکہ تائید الہی اور نور حکمت ہو اور جو شخص کہ غیر کے لئے صحت جلوہ کا محتاج ہو تو اُسے لابد ہے کہ حق سے خلوت صحیح رکھے تاکہ اُس کی جلوت اُس کی خلوت کی حمایت میں ہو۔

اور جو شخص کہ اُس کو معلوم ہو کہ تمام اوقات اُس کے خلوت ہیں اور اُسے کوئی شے حجاب نہیں اور ہر آئینہ اُس کے اوقات بالشد اور لشد ہیں اور کوئی نقصان نہیں دیکھتا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو حقیقت مزید و ترقی کے لئے فہم و فطنت نہیں دی تو وہ اپنے حال میں صحیح ہے علاوہ اس کے کہ وہ نہیر قصور ہے اس واسطے کہ سیاست جبلت کے لئے آگاہ نہیں کیا گیا اور نہ اُس کو تملیک اختیار کا سر بتلایا گیا اور نہ وہ واقف بیان سے ہوا امر روشن پاک یعنی ملت حنفیہ سے اور ہر آئینہ مشائخ سے ایسے کلمات بھی نقل کئے گئے ہیں جن میں اشتباہ کی جگہ ہے کہ انسان اُسے سنتا اور اُس پر عمل کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نیا ز مندی ہر ایک کلمہ میں کرے جس کو وہ سُنے یہاں تک کہ اُس کو اللہ تعالیٰ اُس میں سے وہ بات سُنادے جو کہ بہتر اور صواب ہے۔

بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ اُس سے کمال معرفت کا سوال کیا گیا تو اُس نے کہا کہ جب متفرقات اور پراگندگی جمع ہو اور احوال و اماکن مستوی ہوں اور نظر تمیز ساقط ہو جائے اور ایسے قول و ہم میں ڈالتے ہیں کہ خلوت اور جلوت میں تمیز باقی نہ رہے اور نہ صدور اعمال اور اُس کے ترک میں اور اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا اور اُس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قائل نے اس سے معنی خاص کر ارادہ کیا ہے یعنی وظ معرفت کسی ایک جا اُسے منجملہ احوال کے متغیر نہیں ہوتا اور یہ صحیح ہے اس واسطے

میرے دل اور خیال نے سجدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلِلّٰهِ يَسْجُدُونَ**
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظُلْمًا لِّهٖم بِالْغَدُوِّ وَالْاَصَالِ یعنی اور
 واسطے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کرتا ہے جو آسمان اور زمینوں میں ہے خوشی اور ناخوشی اور
 اور سایہ اُن کا صبح و شام سجدہ کرتا ہے اور ظلالِ قوالب سجدہ سجود ارواح کے ساتھ
 کرتے ہیں اور اُس وقت روحِ محبت اُن کے تمام اجزاء میں سرایت کر جاتی ہے سو وہ
 لذت حاصل کرتے ہیں اور ذکر اللہ تعالیٰ سے اور تلاوتِ کلامِ اُس کے سے مجتہ تنعم
 اور خوشی کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اُن کو محبوب رکھتا ہے اور اُن کو محبوبِ خلق کر دیتا ہے اپنی
 نعمت سے جو اُن پر ہے اور اپنے فضل سے بنا بر اس کے کہ حضرت ابوہریرہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **الْبِتَّةُ اللّٰهُ**
 جب کسی اپنے بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو جبرئیلؑ منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 فلاں کو دوست رکھا سو میں اُسے دوست رکھتا ہوں پھر اُسے جبرئیلؑ دوست رکھتا
 بعد ازاں جبرئیلؑ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ ہر آئینۃ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص
 کو دوست رکھا ہے سو تم بھی اُس کو دوست رکھو۔ پھر اہل آسمان اُس کو دوست رکھتے
 ہیں اور اُس کے لئے زمین میں قبولیت رکھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ
 مدد ہے اور عصمت اور توفیق ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

کتابت: مشفق ابو سعید ہمدانی



جمال الاولیاء

حکیم الامتہ مجدد الملتہ تحفہ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حضرت شیخ یوسف بن سہیل نہانی کی تصنیف جامع کرامات الاولیاء
کی تلخیص و ترجمہ صحابہ کرم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات و خوارق عادات کا ایک جامع دست بند

ترجمہ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رضی اللہ عنہ

ادارہ اسلامیات

۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور
فون ۲۵۳۲۵۵-۲۲۳۹۹۱

marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 حَلَّ
 وَبِالْقَوْلِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ
 الْإِنْبَاهَاتِ الْمُفِيدَةِ
 عَنِ
 الْإِسْتِبَاهَاتِ الْجَدِيدَةِ

اسلام اور عقلیات

حکیم الائمہ مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حضرت تھانوی کی مشہور تصنیف الانبہات المفیدہ کی تیسری و تشریح

فلسفہ اور علم کلام پر ایک مبسوط اور جامع تصنیف

جدید شبہات کے تشفی بخش جوابات

تسہیل و تشریح

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ خان بجنوری رضوی مدظلہ العالی

مجاز سبوت حضرت تھانوی قدس سرہ

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰۔ انارکلی، لاہور

فون: ۳۵۳۲۵۵ - ۴۲۳۳۹۹۱